اسلامی قانونِ سزا

مولینا شبیہ الحسنین مہدی

ناشر

مکتبہ تعمیرِ ادب لاہور

اسلامی قانونِ سزا

مؤلف:
الحاج مولانا شبیہ الحسنین محمدی

ناشر:
مکتبۂ تعمیرِ ادب پوسٹ بکس ۷۴۵ لاہور

جملہ حقوق محفوظ

تاریخ اشاعت: مئی ۱۹۸۶ء
تعداد: ایک ہزار
کتابت: اے۔ اے قریشی
پرنٹر: ظفر سنز پرنٹرز، لاہور
قیمت (قسم اول): ۷۵/- روپے
(قسم دوم): ۵۰/- روپے

ملنے کا پتہ:-

۲۸۔ علی مراد خیر پور میرس سندھ
محفوظ بک ایجنسی۔ مارٹن روڈ۔ کراچی

ناشر

مکتبہ تعمیر ادب
۱۷ ریک روڈ لاہور

صحت نامہ

اسلامی قانون سزا

صحت نامہ

اسلامی قانون سزا

اعتذار:۔

میں نے اپنی غیر معمولی مصروفیت کی وجہ سے اس کتاب کی کتابت کی اصلاح اور تصحیح کے لیئے اپنے ایک عزیز دوست کی خدمات حاصل کیں اور ان کو منہ مانگا معاوضہ ادا کیا۔ لیکن جب یہ کتاب چھپ کر میرے پاس آئی اور میں نے اس کے کچھ صفحات پڑھے تو محسوس کیا کہ میرے اس فاضل دوست نے تصحیح کی کوئی زحمت نہیں کی اور جیسا کاتب نے لکھ دیا تھا اسی طرح چھاپ دیا گیا۔ اس مرحلے پر صحت نامہ کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ میری اس مخلصانہ غلطی کو نظر انداز کیجئے اور مطالعے سے پہلے صحت نامہ کے مطابق تصحیح کر لیجئے۔

احقر الکونین

شبیہ الحسنین محمدی

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۲	توابع کرتا	وتوابع نرتا	۱۸	۴	امامیہ	امامیہ
۴	۷	قومی	قوی	۱۸	۶	پہنچنے	پہنچے
۴	۷	ضعیف	ضعیف	۳۰	۱۵	الاحقرالاثیم	الاحقرالآثم
۴	۸	اغل	انمل	۲۱	۳	نام	اسلام
۴	۱۰	تلقینات	تلقینات	۲۱	۹	امامیہ	امامت
۴	۱۱	خیر	خیز	۲۲	۲	عمل وعلم	واؤ زائد ہے
۴	۱۳	سرور	سرود	۲۲	۶	باہم	اہم
۵	اوّل	جنسی کھیروی	زائد ہے	۲۲	۱۲	ابہام کرنے	ابہام دور کرنے
		بگلے سباب		۲۲	۱۲	بانیر	باخبر
۵	آخری	سزاہم جنسی	سزائے ہم جنسی	۲۲	۱۶	ثالث	ثالث الثلثین
۶	۱۷	شراب خانہ	شراب خانہ خراب	۲۲	۱۶	شبیر الحسنین	شبیہ الحسنین
۶	۱۸	نہیں ہو سکتے	جمع نہیں ہو سکتے	۲۲	آخری	صلّ	صلی
۷	۱۴	بہام	بہائم	۲۴	اوّل	تقریط	تقریظ
۱۳	۸	مائم	قائم	۲۴	۱۰	اعجاز الحسنین	محمد اعجاز حسن
۱۶	آخری	علامہ	زائد ہے	۲۶	۱۱	چاہیں	چاٹیں
۱۷	۱۱	اخلاف	اختلاف	۲۶	آخری	ملک	کلک
۱۸	اوّل	گو	کو	۲۸	اوّل	باالله	باللہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸	۱۵	تبدیلی	تبدل
۲۸	۱۷	تغیر	متغیر
۲۹	۴	شریعت محمدیہ	شریعت محمدیہ ہے
۲۹	۱۲	مداح	مدح
۲۹	۱۸	مزک	ترک
۳۰	۷	تشنت	تشتت
۳۱	۳	یقین	تعین
۳۱	۱۲	رحمہا	رحمہما
۳۱	۱۳	خلدہا	خلدہما
۳۱	۱۵	نمبر غلط ہیں	۱ زنا
			۲ لواطہ، بحق قیادت
			۳ قذف
			۴ شراب خواری
			۵ سرقہ (چوری)
			۶ قطع الطریق (ڈاکہ)
۳۲	۲	اسی لیئے	اسی طرح
۳۲	۱۴	فی البلد	فی البلد
۳۲	۱۴	اعلمیتہ	اعلمیتہ
۳۲	آخر	طہارۃ المولا	طہارۃ المولد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۳	اوّل	طہارۃ المولا	طہارۃ المولد
۳۳	۲	طہارۃ المولا	طہارۃ المولد
۳۳	۶	اجتہاد مطلق ہے	زائد ہے
۳۴	اوّل	طہارۃ المولا	طہارۃ المولد
۳۵	۴	بتایا	بنایا
۳۵	۱۲	اور ایک شخص	ایک شخص
۳۵	۱۳	جہنم میں جائے گا	کے بعد اس عبارت کا اضافہ کریں۔ "اور ایک شخص نے خلاف حق فیصلہ کیا لیکن وہ اس کو جانتا نہیں ہے تو وہ بھی جہنم میں جائے گا"
۳۵	۱۳	بھی	زائد ہے
۳۷	۱۰	سنایا	سننا
۳۷	۱۳	جوازم	جزم
۳۸	۱۴	معاطیہ	مدعی
۴۱	۵	طہارت مولا	طہارت مولد
۴۲	۶	اس کے لیئے	اس لیئے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۴	۱۳	مد۲	۵
۴۲	۱۸	فائدے لیئے	فائدے کے لیئے
۴۵	۲	للشھاھد	للشاھد
۴۵	۴	تبت	ثبت
۴۵	۱۳	دعی	دعی
۴۵	۱۵	السھداء	الشھداء
۴۶	۱۶	مذہبت	مذمت
۴۷	۱۹	شومارۃ	شھادۃ
۵۱	۱۵	تین مراد عورتیں	تین مرد اور دو عورتیں
۵۱	۱۸	دوسرے	دو
۵۲	آخری	تشویش	تشویق
۵۳	۱۷	علیہ السلام	علیہ السلام
۵۳	۱۹	امامۃ	اقامۃ
۵۴	اوّل	سطر	سطر
۵۴	۷	تقام اللہ	یقام للہ
۵۴	۱۰	تقادد	تقاذو
۵۴	۱۱	سمجھا گیا	سمجھایا گیا
۵۷	۱۶	انسان	انسانی
۵۸	۶	اور	زائد ہے
۵۹	۲	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۹	۴	منتقر	مفتخر
۵۹	۶	حرس	حوس
۵۹	۱۵	احتلاط	اختلاط
۶۰	۶	ناصر بنام	نام نہاد
۶۰	۹	مذہب	مذمت
۶۰	۱۰	بن رہا ہے	نہیں رہا ہے
۶۰	۱۱	زبا بجبر	زنا بالجبر
۶۰	۱۲	تعزیر دیا گیا ہے	تعزیر قرار دیا گیا ہے
۶۰	۲۰	صنفی اختلاط	جنسی اختلاط
۶۱	۳	ہفتوں	مہینوں
۶۱	۴	بدتمیز	بدتمیزی
۶۱	۱۲	مکروہات	جنسی مکروہات
۶۱	۱۳	عزائم	جرائم
۶۲	۸	مسورے	مشورے
۶۳	۱۳	شرکت	شکل
۶۳	۱۶	باز	باز رہنے
۶۳	۱۷	باحزر	ضرر رساں
۶۴	۲	قرار	زائد ہے
۶۴	۴	زنا کے نزدیک	زنا کے نزدیک بھی
۶۴	۸	پورش	ست

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۴	۱۲	زنا کے چہرے	زانی کے چہرے
۶۴	۱۳	اللہ تعالیٰ ناراضگی	اللہ تعالیٰ کی ناراضگی
۶۵	۶	ازدھے	اژدھے
۶۵	۱۵	عندالله	عندالله
۶۶	۴	فرمایا	زائد ہے
۶۶	۶	ولایشرو	ولایشرب
۶۶	۱۰	نفرت وبیزار	نفرت وبیزاری
۶۷	۱۲	ذلک	زائد ہے
۶۷	۱۶	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۶۸	۴	〃	〃
۶۸	۹	شب وروز	یہ سب دوزخ
۶۸	۱۰	نقل	فعل
۶۹	۶	گہراثر	گہرا اثر
۶۹	۷	حرام اغذا	حرام اغذیہ
۶۹	۱۵	مفعول سے بھی	مفعول بھی
۶۹	۱۷	HOME	HOMO
۶۹	۱۸	SEXUALATY	SEXUALITY
۷۰	اوّل	گھلنا	گھسا
۷۰	۶	خنزیر سے	خنزیر کی
۷۰	۶	اور تاویل	اور زائد ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۱	آخر سے	قباحت	قباحت
۷۲	۱۲	پریشان نہ جائیں	پریشان نہ کی جائیں
۷۳	۴	یعلکم تفلحون	لعلکم تفلحون
۷۳	۱۸	متعلق	زائد ہے
۷۴	۴	توکھا اللہ	توکھا للہ
۷۴	۴	لانبیرہ	لانغیرہ
۷۴	۱۱	بالبید	بالبیدہ
۷۴	۱۳	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۷۵	۸	طرح	زائد ہے
۷۵	۱۳	اپنے عورتوں	اپنی عورتوں
۷۶	اوّل	ضلقی	خلقی
۷۶	۱۱	ام سلمہ	ام سلمہ
۷۶	۱۵	الیتمی	ألستما
۷۶	۱۶	مسلمہ	سلمہ
۷۶	۱۷	ابن سلمہ مکتوم	ابن ام مکتوم
۷۷	اوّل	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۷۷	〃	روزہ	روزے
۷۷	۳	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۷۷	۹	أرانی نی	أرانی فی
۷۷	۱۵	علیہ	علیہا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۸	۹	کہ گذرو	کر گذرو	۸۲	۹	زہوں جنسی	نہ ہوں تو جنسی
۷۸	۱۲	لایرید	لایرین	۸۲	۹	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۷۸	۱۵	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم	۸۲	۱۱		ترجمہ اس جملے سے
۷۹	۲	〃	〃				شروع ہوتا ہے
۷۹	۶	امید کن	امید یکن				جو شخص کسی عورت
۷۹	۸	ملا کرتا	ملایا کرتا				سے اس کے مال و
۷۹	۱۱	ہیجانات کے	ہیجانات کا۔				دولت کے لیئے
۷۹	۱۳	منع ہے	منع فرمایا ہے				شادی کرے تو
۷۹	۱۶	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم				اللہ اس شخص کو
۷۹	۱۹	مسلتموھن	سلتموھن				اسی مال کے حوالہ
۸۰	۸	میر	یبرد				کر دیتا ہے۔
۸۰	۱۰	لچدار	لچکدار	۸۳	۲	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۸۰	۱۱	تیطمع	فیطمع	۸۳	۳	فا	فاذا
۸۱	۸	شرح	شرع	۸۳	۴	ایک کی غلامی	ایک طرح کی غلامی
۸۱		سطر ۸ تا ۱۳	زائد ہے لہذا	۸۳	۶	کنیز میں	کنیزی میں
			عقل و شرع سے	۸۳	۱۰	کس کے گلے میں	کس قسم کا ہار ان کے
			"وجود میں نہیں ہے"			پہنا رہے ہو۔	کر رہے ہو۔
			تک زائد ہے۔	۸۳	۱۴	معاشرے سے	معاشرے کے
۸۱	۱۶	مرحلہ اجازت	مرحلہ عبادت	۸۳	۱۸	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۸۱	۱۹	انمل	انجل	۸۴	۱۱	خروج	تزوج

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۴	۱۳	یکا دوا	لم یکادوا	۸۹	۱۶	الصناد	الفساد
۸۵	۳	پارۂ برجگر	پارۂ جگر	۹۰	۲	خوبش	فوحش
۸۵	۶	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم	۹۰	۱۸	فقال	فقال لہ
۸۵	۱۰،۱۹	علیہم السلام	علیہا السلام	۹۰	۱۹	لا یبھی	لا یستحیی
۸۵	۱۱	علیہ السلام	〃	۹۱	۹	اظہار کرآوں	اظہار کرنے آوں
۸۵	۱۲	کی سنی	کی کبر سنی	۹۱	۸	اس وجہ سے	اس جوان سے
۸۵	۱۳	رضی اللہ عنہا	رضی اللہ عنہ	۹۱	۱۰	ابانی	ابالی
۸۵	۱۶	چند کے روز	چند روز	۹۱	۱۶	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۸۵	۱۸	جناب کا	جناب امیر کا	۹۲	سوتی	ڈھلی ہوئی	ڈھلی ہوئی عمر
۸۵	۱۹	سن وصال	سن وسال			ہے اگر اس میں	میں اگر شادی
۸۶	اوّل	علیہ السلام	علیہا السلام			شادی ہو بھی	ہو بھی جائے۔
۸۶	۹	〃	〃			جائیں۔	
۸۶	۵	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم	۹۲	۹	باہر نکلنے کو	باہر نکلنے کو
۸۶	۲۰	اظہا	اظہار			سمجھنا	جرم سمجھنا
۸۷	۲،۱۲	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم	۹۲	۱۴	تردیج	تزویج
۸۸	۸	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم	۹۲	آخری	النحس	الحسن
۸۸	۱۳	شادی شدہ کو	شادی شدہ کی	۹۳	۶	وہ بڑا جرم	بہت بڑا جرم
۸۸	۱۸	حدیثہ	حدیث	۹۳	۱۷	شعاراً	منتحلاً للاسلام
۸۹	۷	کس	کسی	۹۵	۲،۸	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۸۹	۱۶	من	زائد ہے	۹۶	۳	اور اپنے	اور اپنے خیر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۷	آخر	صاحب بنادیا	صاحب شرف بنایا	۱۱۰	۶	من بعد	من بعض
۹۷	۱۴	فضیلت نہیں	صاحب فضیلت	۱۱۰	۹	من ذ	من ذکر
		ہوگی	نہیں ہے۔	۱۱۱	۲۰	القسکم ما	القسکم و
۹۷	۲۰	علیہ وسلم	علیہ آلہ وسلم	۱۱۳	۱۱	عن	عقل
۹۸	۱۹	〃	〃	۱۱۳	۱۳	ہر شخص ہے	ہر شخص سے
۹۹	۶	〃	〃	۱۱۲	آخر	ہر بھی جاتا ہے	ہو بھی جاتا تھا
۹۹	۱۸	〃	〃	۱۱۴	۲	تاخیر	تاثیر
۱۰۰	۹	〃	〃	۱۱۴	۱۴	مستحب	مستحسن
۱۰۰	۱۸	〃	〃	۱۱۵	۶	خواہش	فواحش
۱۰۳	۳	〃	〃	۱۱۵	۹	جو جن	جب
۱۰۳	۹	〃	〃	۱۱۵	۱۳	فواحس	فواحش
۱۰۳	۱۰	اس کو نسی	اس کی کونسی	۱۱۶	۲	واحد	واملس
۱۰۶	۸	علاج	نکاح	۱۱۶	۳	پائے جائیں گے	پائے جائیں
۱۰۸	۲	عام انسانی	عام انسانی اخلاق	۱۱۷	۵	فواہش	فواحش
			سے واقفیت	۱۱۷	۱۶	بہت	بہت سے فتنوں کو
۱۰۸	۱۳	لعلوا	العلماء	۱۱۸	۱۷	باہر نہ نکلیں	باہر نکلیں
۱۰۹	۳	معروف الہی	معرفت الہی	۱۱۷	۱۹	من زینتھن	من زینتھن
۱۰۹	۳	ان کی توجہ	ن کی طرف توجہ	۱۱۸	۱۲	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۱۰۹	۱۹	انہیں نے	انہوں نے	۱۱۸	۱۲	اختیار کی ہے	اختیار کریں
۱۱۰	آخر	عورتوں	عورتیں	۱۱۸	۱۳	بابا	باتا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۸	۱۴	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۱۱۸	۱۴	اقتی	بَیْ
۱۱۹	۱۰	کنیزو	کنیز
۱۱۹	۱۵	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۱۱۹	آخری	آیت الخمینی	آیت اللہ الخمینی
۱۲۰	۲	حتی الصبی	حتی الصبی
			ای الصبیۃ
۱۲۱	۱۵	ہے اور وہ	ہے وہ
۱۲۱	اوّل	مشتمل	مشتمل تصاویر
			اور تماشوں کی
			نمائش
۱۲۱	۹	کسی آدھ	کسی ایک آدھ
۱۲۱	۱۶	امتا	اُومتا
۱۲۲	اوّل	یجدون	یجدون
۱۲۲	۱۲	ضیا	ضیاع
۱۲۲	آخری	لیصلون	لیصلون
۱۲۳	۶	رنگ رلیوں میں	رنگ رلیوں کی
			اسلام میں گنجائش
			نہیں ہے تاکہ
			داعیہ گناہ پیدا نہ ہو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۴	۵	رقفاد	رقفاد
۱۲۴	۹	نہیں رہ سکا	نہیں رہا جا سکا
۱۲۴	۱۰	بچانے	بجانے
۱۲۵	۳	انار کلی	انار کی
۱۲۵	۶	ہوتے ہیں	"ہیں" زائد ہے
۱۲۵	۱۳		پوری سطر زائد ہے
۱۲۶	۵	ہزاروں	ہزار
۱۲۹	۶	اسی	انسانی
۱۲۷	۳	حزنت	حزن
۱۲۷	۴	تال تا ٹیکا	تال یا ٹھیکا
۱۲۷	۸	مقام الطاعۃ	مقام الطاعۃ
۱۲۷	۱۰	بیت	وریب
۱۲۷	۱۳	رسّول کی	رسول کو
۱۲۸	۲	کھینچتا	کھینچنا
۱۲۸	۳	اگر	اگرچہ
۱۲۸	۱۹	خارابی	فارابی
۱۲۸	آخری	جس میں	جس کو
۱۳۰	۹	پکڑ	پڑ
۱۳۰	۱۵	گانا بجانے	گانے بجانے
۱۳۰	۱۷	اسکو صورت حال	اس صورت حال کو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۰	۱۸	ثقافت میں	ثقافت نہیں
۱۳۰	۱۹	ثقافی	ثقافی
۱۳۲	اوّل	کرسے	ہے
۱۳۳	۹	عامل	کامل
۱۳۳	۱۰	وسیلہ ہے	کا وسیلہ ہے
۱۳۵	۶	کردیا جائے	کردیا
۱۳۵	۱۲		اور خوتین کے
			بعد اس عبارت کا
			اضافہ کرلیں۔
			گانے بجانے
			کے قریب بھی نہیں
			پھٹکتی تقیل اسی
			لئے حضورؐ نے
			گانے بجانے
			والی کنیزوں کی
			خرید و فروخت
			کو حرام قرار دیا ہے
۱۳۵	۱۸	بھی	کبھی
۱۳۶	۴	مسلمہ	مسلمہ
۱۳۶	۱۳	فی الامراس	فی الاعراس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۶	۱۷	کئی گنا ہ	کئی گنا
۱۳۷	۶	ممالک بھی	ممالک میں
۱۳۷	۸	ٹکرا	ٹکڑا
۱۳۷	۱۶	کردیتے	کردیئے
۱۳۷	۱۷	صورت	صورت
۱۳۹	۵	جنسی جنم	جنم
۱۳۹	۵	لایفتنکم	لایفتنکم
۱۳۹	۱۷	بہاس کو ہوتے	بہاس کے ہوتے
۱۴۰	۳	اولی	الاولیٰ
۱۴۰	۵	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۱۴۱	اوّل	غیر	عقل
۱۴۱	۱۳	سو اپنے	سوائے اپنے
۱۴۱	۱۶	ماموں	مالک
۱۴۲	۲	سامنے	سمجھے
۱۴۲	۴	تاہو	زر خرید ہے
۱۴۲	۹	کے استخفاف	کا استخفاف
۱۴۳	۶	بعد	باوجود
۱۴۳	۷	کارہازی	تمہ ربازی
۱۴۳	آخر	پاکستان	پاکستانی
۱۴۴	۱۶	متفق	متفق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۵	۹	بلند	ہند
۱۴۶	۱۰	ذات کو	ذات اور
۱۴۶	۵	تمذھیدؑ	تزھیدؑ
۱۴۶	۹	الامسادۃ	الاسادۃ
۱۴۶	۱۳	استغال میں	استعمال
۱۴۶	۱۴	نقرین	نضرین
۱۴۶	۱۵	کسبھلا	کسبھا
۱۴۶	آخر	نضرین	نضرجن
۱۴۶	آخر	〃	〃
۱۴۷	۲	عیب	غیب
۱۴۷	۱۴	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم
۱۴۷	۱۴	کسی	کسبی
۱۴۷	۱۵	〃	〃
۱۴۷	۱۹	مسائل	وسائل
۱۴۸	۱۶	بلارعایت	بلادرعایت
۱۴۹	اوّل	تجارت کے	تجارت سے
۱۴۹	۱۶	نمونہ	نمائندہ ہے
۱۵۱	۸	وہ	جو
۱۵۱	۷	والآخر	والآخرۃ
۱۵۲	اوّل	آلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	نمائندہ ہے
۱۵۲	۱۲		
۱۵۳	۱۰	دیانت	دیانتدار
۱۵۳	۱۱	بگاڑکر	بگاڑ کی
۱۵۵	۱۷	مستحق	متحقق
۱۵۵	۱۷	ماں کی وجہ	مال کی وجہ
۱۵۵	۱۷	قطع یدکو	قطع ید کی
۱۵۵	آخر	ہر	زائد ہے
۱۵۶	۱۲		

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
"نہیں کاٹا جائے گا"		۱۲	۱۵۲
کے بعد اس عبارت			
کا اضافہ کر لیں۔			
"اور کہا گیا ہے کہ			
وقع فساد کے لیے			
کاٹا جائے گا"			
دیانتدار	دیانت	۱۰	۱۵۳
بگاڑ کی	بگاڑکر	۱۱	۱۵۳
متحقق	مستحق	۱۷	۱۵۵
مال کی وجہ	ماں کی وجہ	۱۷	۱۵۵
قطع ید کی	قطع یدکو	۱۷	۱۵۵
زائد ہے	ہر	آخر	۱۵۵
"دی جائے گی"		۱۶	۱۵۶
کے بعد اس عبارت			
کا اضافہ کر لیں۔			
کہا گیا ہے کہ ہاتھ کی			
جائے گی اور اس مسئلہ میں			
حدیث بھی موجود ہے لیکن			
بہتر یہ ہے کہ قطع کی سزا			
نہ دی جائے"			

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۷	۴		"داصت ظلالہ
			"الوارفۃ" سے
			قبل آیۃ اللہ
			العظمیٰ السید
			"الواقع سم الخیاط"
			کا اضافہ کریں
۱۵۷	۲۰	جیسے	جسے
۱۵۷	۲۱	رحم	رحیم
۱۵۹	۳	جھوٹ کذب	جھوٹ اور کذب
۱۵۹	۷	ہوگی	ہوگئی
۱۵۹	۸	جنس شدہ	جنس زدہ
۱۵۹	۱۴	دائیوں	دائیوں
۱۵۹	۱۷	نوتو	نوتو
۱۶۰	۱۹	جائیں گے	جائیں تاکہ
۱۶۰	۱۹	کلی مد شرب	اکل و شرب
۱۶۱	۱۴	نجیز	تجہیز
۱۶۲	اول	سنرزقہم	سنرزقکم
۱۶۳	۴	کہ	تو
۱۶۴	۷	تصور ہے	"ہے" زائد ہے
۱۶۵	۱۱	علیہ وسلم	علیہ وآلہ وسلم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۷	۷	مانع حمل کی ادویہ	مانع حمل ادویہ
۱۶۸	۱۲	جد	بجد
۱۷۰	۴	ولاھا	ولیھا
۱۷۲	۷	وجود	وجوہ
۱۷۳	۹		سطر ۹ زائد ہے
۱۷۳	آخری	تغیر	تعزیہ
۱۷۴	۱۰	عادت زیادہ	عادت
۱۷۶	۸	دونوں	زائد ہے
۱۷۷	۹	ستاروں کا	ستاروں اور سیاروں کا
۱۷۹	۶		سطر ۶ "ہے" زائد ہیں
۱۷۹	۹	اپنی اور	اپنی طبعی اور
۱۸۰	۱۱	کان الشیطین	کان الشیطان
۱۸۱	۹	کنزھم	کنزتم
۱۸۲	۱۰	کی	کو
۱۸۳	۸	عن الناس	عن الناس
۱۸۴	۱۹	سورا لکنا ز	سورا، اکنا ز
۱۸۵	۱۴	ماخوذالذمہ	ماخوذ اذمہ
۱۸۷	۶	کے لیے بعد	کے بعد
۱۸۸	۱۹	نقیر	فقر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۰	۱۰	تشویش	تشویق
۱۹۳	اوّل	عرض	غرض
۱۹۳	۳	دوگن لایا	پھل دوگنا لایا
۱۹۳	۱۳، ۹۴		بہتر، سے آگے
			اس عمارت کا اضافہ
			کرلیں یہ ہے
			جس سے بعد تکلیف
			پہنچائی جائے اور
			اللہ بے نیاز ہے
			ہے۔
۱۹۴	۶	تحاف	تحائف
۱۹۴	۸	نفرۃ	نضرۃ
۱۹۴	۹	سما	شمسًا
۱۹۴	۱۵، ۱۹	یہ سبب	بہ سبب
۱۹۶	۱۸، ۱۹	بیوقوں	بیوقوفوں
۱۹۷	۵	پہنے	پہننے
۱۹۸	۴	ربابا بجر	زنا بارضا
۱۹۸	۱۷	کافی وڈرانی	کافی ودافی
۱۹۸	۱۹	ہے	ہیں
۱۹۸	۱۲	نے	زائد ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۹	۲	بے صبری	بے بصری
۱۹۹	۱۹،	نافذ کرنے	نافذ کرنے والے
۲۰۱	اوّل	برائے	برائی
۲۰۱	۲	اسارہ	اشارہ
۲۰۳	۹	دیتا	دینا
۲۰۳	۱۲	اینٹی کرپشن	اینٹی کرپشن
۲۰۴	۱۸	رسوت	رشوت
۲۰۵	۶	معدم	معدوم
۲۰۶			عنوان زائد ہے
۲۰۷	۱۳	لولان	"ن" زائد ہے
۲۰۷	۱۲	انلہ	اللہ میں
۲۰۷	۱۳	السواکو	لسوء
۲۰۸	۸	اور اس کی	ان کو
۲۰۸	۱۲	اعی	إلیٰ
۲۰۹	۱۰	اغشل	غسل
۲۱۰	۷	الرفت	الرفث
۲۱۱	۱۶	العدون	العادون
۲۱۲	۶	حدۃ	فواحدۃ
۲۱۴	۷، ۸	نسبت	نسب
۲۱۴	۱۵	اور بھانجی	اور بھانجی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۴	۲۰		الاجور شتے کے
			بعد اس عبارت کا
			اضافہ کریں۔
			عرب کی وجہ سے
			حرام ہوتے ہیں
			وہی رہتے ہے
۲۱۵	۹	دماذی	داودی
۲۱۵	۳	اسبب لاکی نہیں ہیں	جلد زرد ہے
۲۱۵	۱۳	بیٹے زوجہ	بیٹے کی زوجہ
۲۱۶	۱۰	بھورھن	جودھن
۲۱۷	۸	متعہ کی ترجمہ	متعہ کا ترجمہ
۲۱۷	۱۰	گو	زائد ہے
۲۲۲	۹	یہ اقرر	یہ اقرار
۲۲۷	۱۹	تعاون	معاون
۲۳۴	۳	تشریح	التشریح
۲۳۴	۱۰	〃	〃
۲۳۶	۶	یا بعد ابت	بالبراءت
۲۳۲	۱۲	فحضنة	فحیضة
۲۳۷	۱۶	متاع	متعہ
۲۳۸	۱۵	بلا	〃

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۹	۱۱	استرطت	اشترطت
۲۳۸	۱۱	ولن	وإن
۲۳۹	۴	نہیں کرسکتی	نہیں کرسکتیں
۲۴۲	۳	من	من
۲۴۴	اوّل	حصاص	اجصاص
۲۴۷	۲	عنده	عنته
۲۵۰	۵	فهی	فهی
۲۵۴	۶	کوشہ	کوفہ
۲۵۹	۱۰	زمانے	زمانے میں
۲۶۱	۷	کا	زائد ہے
۲۶۵	۵	فرختم لهن	فرضتم لهن
۲۶۵	۱۰	آدھا	زائد ہے
۲۶۶	۱۲	اگر	اور
۲۶۷	۱۶	یستمری	تستبری
۲۷۱	۱۰	تغرق	تفرق
۲۷۲	۹	فی	زائد ہے
۲۷۳	۰	ابن عباس	ابی ابن کعب
۲۷۴	۹	لزوج	لزوج
۲۷۵	اوّل	لقیه	لبقیة
۲۷۸	۱۰	لمتزوجت	أتزوجك

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۹	۶	کانی	کانیؔ
۲۸۲	۱۳	الغربیۃ	العزبۃ
۲۸۵	۳	اسماعیل	اسماعیلی
۲۸۶	۱۹	للآیۃ	(الآیۃ)
۲۸۶	۱۹	زہیر کو	زہیر سے
۲۸۷	۱۹	بھی	بہا
۲۸۸	۷	یمسنھا	یمسھا
۳۰۳	۱۳	ذلت	ذات
۳۰۷	۱۳	امزینہ	مزینہ
۳۱۲	آخری	سنے	زائد ہے
۳۱۵	۱۳	بناتی من	بناتی ھن
۳۱۶	آخری	لے	لے کر
۳۱۸	۷	باکبازی	پاکبازی
۳۱۹	۱۳	علامًا	غلامًا
۳۲۳	۸	علت ابنہ	علت ابنہ
۳۲۴	اوّل	کم	کم عمر
۳۲۶	۸	آغشہ	آغشتہ ہو
۳۲۶	۸		صدہ جاری کی جائیگی
			لکھے گئے ہیں عبارت
			کا اضافہ کریں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
			دیرانے پر نہیں
			اور اگر کوئی بچہ
			کسی بالغ سے
			خلاف وضع فطرت
			کرے تو بالغ پر
			حد جاری کی جائیگی
۳۳۷	۹	بچے	پاگل
۳۳۷	۱۰	ہو ہو	ہوا ہو
۳۳۸	۹	او قیل	او قیمت
۳۴۱	۳	اگر شخص	اگر کوئی شخص
۳۴۱	۹	صنت	صفت
۳۴۶	۱۸	نقاب میں	نقاب بھی
۳۴۸	۱۲	اکبر	اکبر ہے
۳۴۹	۲	چپتی	چپٹی
۳۴۹	آخری	زن و شوہر دار	زن شوہر دار
۳۴۰	۷	تو ہر مساحقہ	اور ہر مساحقہ
۳۴۰	۷	دوبارہ	دو بار
۳۴۲	اوّل	کچھ لوگ	کچھ لوگ آئے
۳۴۵	۴	کٹنا پا	کٹنا
۳۴۹	۱۰	شہرا	شہد اگر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴۹	۱۰	واجبروھم	فاجلدوھم	۳۹۵	۶	۔لمراُ	امرأۃ
۳۵۰	۳	نفس روح	نفس وروح	۳۹۶	۲	علیہ السلام	علیہما السلام
۳۵۰	۱۰	لعضوی	لعضوا	۳۹۷	۹	آھل	حمل
۳۵۰	۱۱	ھایدیھم	ایدیھما	۳۹۸	۱۹	متاع	نقاع
۳۵۱	۱۸	اکل الربیلہ	اکل الربلو	۴۰۱	۱۴	حیاؤں	حیاٹیوں
۳۵۴	۳	نہیں دی	نہیں دی جائے گی	۴۰۶	۷	کچا ہو	کچلہو
۳۶۴	۵	جانبہ	جناب	۴۰۸	۱۲	نرتی	زنا
۳۶۴	۱۰	علیہ السلام	علیہما السلام	۴۰۸	۱۷	کی ذیل	کے ذیل
۳۷۱	آخر	ایک	ایک شخص	۴۱۲	۸	مگر	زائد ہے
۳۸۱	۱۰	ناپسند کیا	ناپسند کیا، کہا	۴۱۳	آخر	شقاہ	شفاہ
۳۸۲	۱۰	علاست گر	علامت گر	۴۱۴	۸	نقلیلہ	فقلیلہ
۳۸۴	۱۷	کو بھی	کو بھی مرتد	۴۱۴	۱۶	لیف	تحویف
۳۸۵	۷	من بعد	من بعد یمانہ	۴۱۵	اوّل	کرنے سے	کرنے سے پہلے
۳۸۵	۱۷	کو والد	کی والدہ	۴۱۵	۱۴	اقم نجاشت	اقم النجاشت سے
۳۸۶	۱۹	غلام کے	غلام کی	۴۱۹	۱۲	جن کے	جن کی
۳۸۶	۱۹	پوچھا	پونچھا	۴۲۲	۴	ایام	محترم یام
۳۸۸	۵	مارز	بالغ	۴۲۲	۱۱	و نفع	واقعہ
۳۹۰	اوّل	ولی	ولی	۴۲۳	۱۷	انی	ولی
۳۹۱	۱۴	مسلمان میں سے	مسلمانوں میں سے	۴۲۴	اوّل	بلہ	زائد ہے
۳۹۳	۱۴	نہیں کیا	نہیں کھایا	۴۲۴	اوّل	بدود	میدود

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲۳	۴	علی	علیہ
۴۲۵	۱۳	اندار	اندازہ
۴۲۷	۶	مسکر	مُسکِرہ
۴۲۷	۱۶	ہبلا	ہبا
۴۳۳	۱۱	ابو الحسن	ابو القاسم
۴۳۵	۱۳	عورتیں	عورتین
۴۳۶	۲۱	درکسی	درکسی نام سے
۴۴۳	۱۰	شروع ہوتا ہے	شروع کرتا ہے
۴۴۴	۳	لمہ	لمہ
۴۴۵	۷	وھبت	ان وھبت
۴۴۵	۱۶	تمہارے	تمہارے لیئے ہے
۴۴۶	۱۶	کوئی	جو کوئی
۴۴۷	۱۰	زمانے	کے زمانے
۴۴۸	۲	آزمائیوں میں	آزمائیں
۴۴۸	۱۶	قائم کیے	مدرسے قائم کیے
۴۴۸	۱۷	جو	زائد ہے
۴۴۹	۳	عمل نمار	من النار
۴۴۹	۴	کی نے	کی اسی نے
۴۵۲	۳	واللہ	واللہ
۴۵۵	۲	شانے	شانے تک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۵۵	۷	یعین	غیر
۴۵۷	۵	مبہوت	مبہوت
۴۵۸	۹	الصلاۃ	للصلاۃ
۴۶۰	۱۱	داؤد	دُواد
۴۶۲	۷		"خدا کی" سے
			آگے عبارت اس
			طرح ہے "قسم
			دیتا ہوں کہ جو کچھ
			آپ کو علم ہے
			اس کا اظہار فرمائیے
			"آپ نے فرمایا
			جب میں نے خدا کی
۴۶۳	۸	گئے	گئے کہاں
۴۶۳	۱۹	گئو	گئے
۴۶۴	اوّل	کے پر	کے طور پر
۴۶۷	۴	اعتقاد عمل	اعتقاد و عمل
۴۶۷	۷	ناطر	ناظر
۴۶۷	۱۶	یہ	یہ کہ
۴۶۹	۱۰	عافیہ	عافیہ
۴۷۴	اوّل	فی السیلات	وفی السیلات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷۳	۴	ملک	مالک	۵۰۷	اول	چوراہے	چراہے
۴۷۴	۶	بارے میں	بارے میں کیا	۵۰۹	۸	فیبیعھا	فیبیعھا
۴۸۰	۷	آبادی سے	آبادی سے باہر	۵۰۹	۸	صابھا	صاحبھا
۴۸۲	۲	اور جس	کہ اور جس	۵۱۰	۴	وامرت	دامت
۴۸۳	۱۲	معروض	معلوم	۵۱۲	۲	صعمدًا	متعمدًا
۴۸۳	۱۱	محکم	نامحکم	۵۱۲	۱۱		"تم نے ٹھیک
۴۸۴	آخری	من اخاد	من اخاف				کہا" کے بعد
۴۸۵	۳	ومن اخاف	ومن اخاف				اس عبارت کا
			اللیل				اضافہ کریں۔
۴۸۸	۱۷	صاعنہ	صاعقہ				"پھر آپ نے
۴۹۹	آخری	محاذب باللہ	محاذب باللہ				فرمایا تم اس
۵۰۲	۲	یجب	یجیب				شخص کے
۵۰۲	۸	العدد	زائد ہے				بارے میں کیا
۵۰۳	۶		"اس صورت حال				کہتے ہو جو کعبہ
			سے کام لے"				میں عمداً یہ
			تک عبارت				حرکت کرے؟
			زائد ہے۔				میں نے عرض
۵۰۴	۲	اور مرد نوں	اور مرد نواہی				کیا کہ وہ قتل کیا
۵۰۵	۱۱	کم	حد سے کم				جائیگا۔ آپ نے فرمایا
۵۰۵	۹	الرجس	الرجل				تم نے ٹھیک کہا"

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۱۴	۱۲	علیہ السلام	علیہا السلام
۵۱۶	۵	مال کو	مال کی حفاظت کو
۵۱۶	۷	اپنے کے	اپنے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۱۶	۱۱	ناجائز	جائز
۵۲۲	۱۷	براتیم	ابراہیم

فہرست

انتساب ص۷

تعارف ص۹ مولانا علی غضنفر کراروی

سخن ہائے گفتنی ص۱۱ مصنف موصوف کے قلم سے

تقریظات

○ علامہ سید محمد قاسم مدظلہ ص۱۷

○ علامہ مرزا یوسف حسین ص۲۱

○ مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ صدر الافاضل ص۲۳

تاریخ علامہ نسیم امروہوی ص۲۶

حرف آغاز ص۲۷

اسلامی قانونِ سزا کی قسمیں ص۳۱

صفاتِ قاضی

قاضی کی ذمہ داریاں ص۳۶

قابل سماعت دعویٰ کی شرائط ص۳۷

مقدمہ میں مدعا علیہ کا رویہ ص۳۸

ایک ضروری مسئلہ ص۳۹، کیفیت حلف و قسم ص۳۹

قانونِ شہادت ص۴۱

وجوبِ شہادت ص۴۲ شہادت کا چھپانا ص۴۶

گواہی پر گواہی ص۴۹ جھوٹی گواہی دینا ص۵۰

اقسامِ حقوق ص۵۱

حقوق اللہ ص۵۱ حقوق العباد ص۵۲

اجرائے حد کی افادیت و اہمیت ص۵۲

حد زنا توابع کرنا ص۵۶

جنسی بے راہ روی کے اسباب ص۵۷

علل و اسباب ص۶۱

بدکاری کو عیب نہ سمجھنا ص۶۲

بے روک ٹوک ضعف قومی و ضعف ضعیف کا اعتقاد ص۷۰

اغلب بے جوڑ اور غیر متوازن شادیاں ص۸۱

شادی کے غیر ضروری بھاری بھرکم اخراجات اور فوجداری کی شادیاں میں غیر معمولی تاخیر ص۸۵

دینی و مذہبی تقاضوں سے بے خبری اور عام انسانی اخلاق سے ناواقفیت ص۱۰۸

ہیجان خیز لٹریچر کی اشاعت ص۱۱۴

تھیٹروں، سینماؤں میں بے حیائی پر مشتمل تصاویر اور تماشوں کی نمائش ص۱۲۱

رقص و سرور کی پرستاری و سرپرستی ص۱۲۴

نیم عریاں لباس کی ہمت افزائی اور اس کا رواج ص۱۲۷

بعض گھرانوں کی عفت کے کاروبار پر گذر بسر ص۱۴۳

مانع حمل آلات و ادویہ کی ایجاد اور ان کا دیہات پر وپیگنڈہ ص۱۵۹

اسلام اور کثرت اولاد کی ہمت افزائی ص۱۶۴

ایک لطیفہ ص۱۶۵، غیر متوازن معیشت ص۱۷۲

ایثار، اسلامی نظام معاش کا ایک اہم ضابطہ ص۱۹۶

غیر مؤثر اور غیر متوازن امتناعی قوانین کی تشکیل ص۱۹۸

امتناعی قوانین نافذ کرنے والے اداروں کی کوتاہ چشمی ص۱۹۹

جنسی کج روی کے اسباب

متعہ جنسی کج روی سے باز رکھنے کا بہترین ذریعہ ص ۲۰۶
قرآنی قانون نسخ ص ۲۴۰
ممانعت متعہ سے متعلق حضرت عمر کے حکم کی حیثیت ص ۲۵۱
جواز متعہ کا ایک نیا رخ ص ۲۵۹ آیت متعہ سے متعلق دلچسپ اجتہاد ص ۲۶۲
نکاح موقت یعنی متعہ کی تعریف ص ۲۶۳ اباحت وحلت متعہ ص ۲۷۶
مقررہ مدت، معین مہر، اور متن عقد میں ان کا ذکر ص ۲۷۸
متعہ میں طلاق کی کوئی ضرورت نہیں ص ۲۷۸
عدہ متعہ، عدہ وفات ص ۲۷۹
متعہ سے پیدا شدہ بچہ اپنے باپ کا حقیقی بچہ ہے ص ۲۸۰
ایک دلچسپ لطیفہ ص ۲۸۰
متعہ کے تعلق میں ایک انوکھا اجتہاد ص ۲۸۴
عالم اسلام کو دعوت فکر ص ۲۹۰
بدکار عورت سے متعہ نامناسب ہے ص ۲۹۲

زنا کی سزا

ص ۲۹۵
سزا کے اعتبار سے اقسام زنا ص ۲۹۶
ثبوت زنا کے وسائل اور ذرائع ص ۳۰۲
استبصار ص ۳۱۲

لواطہ

ص ۳۱۵
ہم جنسی کے اسباب ص ۳۲۲
لواطہ کی تعریف اور سزا، لواطہ کا ثبوت ص ۳۲۴
سزا ۳۲۶ سزا ہم جنسی کی تفصیلات ص ۳۲۶

ایک ضروری مسئلہ ص۳۳۰

مساحقت ص۳۳۲

عورتوں کی ہم جنسی کی تعریف اور سزا ص۳۳۹

ایک ضروری مسئلہ ص۳۴۰

قیادت ص۳۴۵

قذف ص۳۴۸

سزائے قذف ص۳۵۳ ثبوت قذف ص۳۵۵

حضور خاتم النبیین و دیگر انبیاء و آئمہ اطہار کی شان میں گستاخی ص۳۵۷

اصحاب نبی کی شان میں گستاخی ص۳۶۸

مدعی نبوت کی سزا ص۳۶۹

جادوگر کی سزا ص۳۷۳ ساحری کا ثبوت ص۳۷۹

ارتداد ص۳۸۰

ارتداد کے معنی ص۳۸۲ ارتداد کا ثبوت مرتد فطری کی سزا مرتد ملی کی سزا ص۳۸۳

عورت کا ارتداد، شرائط ثبوت ارتداد ص۳۸۴ متوبی کا ارتداد سے رجوع ص۳۸۹

ارتداد سے متعلق کچھ ہدایت، مرتد فطری کے متعلق احادیث ص۳۹۰

مرتد ملی کے متعلق احادیث ص۳۹۲ مرتد عورت کے متعلق ص۳۹۳

شراب خانہ ص۳۹۷

شرب اور ایمان ایک جگہ نہیں ہو سکتے ص۴۰۳ شراب خواری بت پرستی ہے ص۴۰۴

شرابی کے بائیکاٹ کا حکم ہے ص۴۰۵ شراب کی تجارت ص۴۰۸

مے خواری اور عذاب آخرت ص۴۱۱ غیر مسلم اور شراب ص۴۱۵

شراب خوار ولد کے حیلے بہانے ص۴۱۹ ماہ رمضان میں شراب پینے پر سزا میں اضافہ ص۴۲۱

شراب خواری کی سزا صـ۴۲۴ ایک تاریخی حقیقت صـ۴۲۶
دشمن کی سرزمین میں شراب خوار کی سزا صـ۴۲۹
شراب خواری کا ثبوت صـ۴۳۰ شراب خواری کی سزا قتل ہے صـ۴۳۶
شرابی کی توبہ صـ۴۴۰ چند ضروری مسائل صـ۴۴۱
چوری صـ۴۴۳
راہزنی اور ڈاکہ صـ۴۶۶
محارب کی تعریف، صـ۴۶۹
محارب کی سزا صـ۴۷۲
سولی کے احکام صـ۴۷۷
محارب کی جلاوطنی صـ۴۷۹
محاربت کا ثبوت صـ۴۹۲، محارب کی توبہ صـ۴۹۸، متعلقہ ضروری مسائل صـ۴۹۹

حصہ دوم صـ۵۰۲

تعزیرات
جانوروں سے بدفعلی صـ۵۰۷
اقسام بہائم صـ۵۰۸
اس تعلق میں ایک حدیث صـ۵۰۹
استمنا بالید (حلق لگانا) صـ۵۱۰

کتابیات

انتساب

بنام نامی و اسم سامی عالی جناب المجتهد المصلح
المرجع الدینی الاعلی آیت اللہ العظمیٰ
حاج آقائے السید میرزا حسن
الحسینی الاحقاقی مدظلہ

شبیہ الحسنین محمدی

المجتهد المصلح المرجع الديني الأعلى آية الله العظمى

حاج آقا نور الدين الحسيني المرعشي النجفي

حجۃ الاسلام مولوی محمد جعفر خجسته محمدی مدظلہ

مصنف کے والد ماجد

حجۃ الاسلام سر العلماء مولانا الحاج محمد حسین محمدی اعلی اللہ مقامہ

مولانا سید حسین محمد جعفری

خواجہ الاسلام سیدنا محمد انور الحسینی حضرت اجمیر محمدی

مرتضى نور الحسنين مخزي

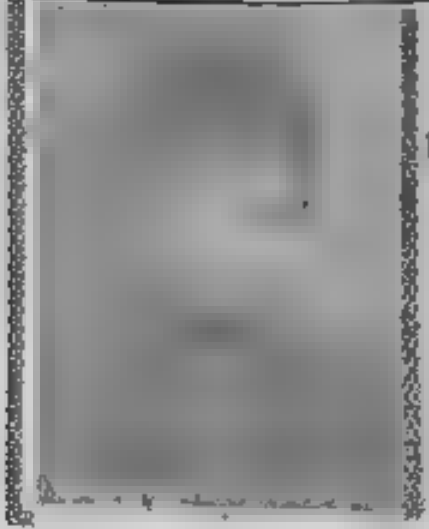

تعارف

از

قلم

مولینا سید علی غضنفر کراروی مدالعالی

مولانا سید حاج شیعہ حسین محمدی قبل قیام پاکستان مدالوں ضلع کے ساکن تھے تشکیل ملک کے بعد ۱۹۴۸ء سے خیر پور میں قیام پذیر ہیں اور اب مدینہ کی جگہ خیر پور ہی کہلاتے ہیں۔

آپ کے باوا جد عرب سے ایران اور ایران سے ہندوستان گردیلی ہوتے ہوئے بدایوں میں آباد ہو گئے تھے یہ خانوادہ جلیل حضرت محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے علمی عزت کا مالک رہا ہے۔ اور ہر پشت میں جلیل القدر علماء پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جناب ممدوح کے والد ماجد سید العلماء رائج الملت حضرت علامہ محمد نجم الحسن صاحب تراب ناظمیہ عربی کالج اور مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے تاحیات پروفیسر رہے ۱۹۳۷ء میں ڈیرہ اسمٰعیل خان میں بمرض سرسام انتقال ہوا اور وہیں کوٹلہ امام میں دفن ہیں۔ جناب تقریباً ڈیڑھ سو کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کے دادا مولانا محمد جعفر جس زمانہ میں صاحب کرامت عالم دین تھے۔ ان کا مزار مبارک کے معرکۃ قصبہ حلوائی ضلع علی گڑھ میں ہے یہ دادا علامہ محمد علی حسین محمد رحمۃ اللہ علیہ امام معلوم علیہ السلام صحن مقدس حسینی میں مدفون ہیں۔ مولانا موصوف کے کئی بزرگ معمل دور حکومت میں قاضی القضاۃ کے درجے پر بھی فائز رہے ہیں

مولانا محمدی صاحب تحریر و تقریر دونوں میں یدطولیٰ رکھتے ہیں شخص واحد میں جن دو صفتوں کا اجتماع دیکھا گیا ہے بہت کم دیکھا گیا ہے۔ مولانا عنفوان شباب ہی سے قومی اور سیاسی معاملات میں عملی حصہ لیتے رہے ہیں۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے سرگرم کارکن رہے ہیں اور قیام پاکستان سے تا دم تحریر پاکستان مسلم لیگ سے وابستہ ہیں۔ آپ اتحاد بین المسلمین کے بڑے داعی ہیں۔ اور فرقہ پرستی، عصبیت پسندی اور لسان پرستی وغیرہ سے سخت نفرت کرتے ہیں، اسی لئے فرقہ پرستوں کی مانند تنقید کا شکار اکثر بنتے رہتے ہیں۔ آپ بڑے ہی اصول پرست عالم ہیں جن کوئی میں بھی تذبذب کا شکار نہیں رہتے اور بڑے سے بڑے نقصان کی پروا نہیں کرتے۔ نواب زادہ بہادر علی خان آپ کی صلاحیتوں پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ پنجاب کے انتخاب ۱۹۵۱ء میں آپ کو اپنے نمائندے کی حیثیت میں انتخابی معرکے میں حصہ لینے کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ جس حلقہ میں بھی آپ گئے کامیابی مسلم لیگ کے حصہ میں آئی۔

۱۹۴۹ء میں دینیات تیسرے درجہ سے دسویں درجہ تک کا نصاب تیار کرنے کے لئے پانچ شیعہ علماء اور پانچ سنی علماء مقرر کئے گئے، مولانا محمدی صاحب کا نام اس وقت کی تمام شیعہ جماعتوں پاکستان شیعہ کانفرنس، ادارہ تحفظ حقوق شیعہ، پاکستان شیعہ مطالبات کمیٹی، مجلس عمل شیعہ علماء پاکستان، نے بالاتفاق پیش کیا۔ دیگر چار علماء کے اسماء گرامی یہ ہیں

- علامہ مرزا یوسف حسین پرنسپل مظفر المدارس مدرسہ واعظین لاہور۔
- مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی پروفیسر مظفر المدارس مدرسہ واعظین لاہور
- مولانا سید نجم الحسن کراروی مرحوم، مولانا ملک مہدی حسن علوی مرحوم

جناب موصوف نے اس سلسلہ نصاب کی ترتیب و تدوین میں بھرپور حصہ لیا اور یہ کتابیں آج کل بھی تمام سرکاری مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔ وقت تالیف سے اس

وقت تک اس کتاب میں کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

۱۹۷۹ء میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے "تشکیل کمیٹی برائے دینی مدارس" کی تشکیل کی۔ اس میں علماء کرام کو شامل کیا گیا۔ کمیٹی بڑی اہم وقیع اور مؤثر تھی اس کی عظمت کا اندازہ آسانی سے اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں پاکستان کی پانچ یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر حضرات کی حیثیت سے شامل کیے گئے تھے۔ پشاور یونیورسٹی، اسلام آباد یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی، بلوچستان یونیورسٹی اور بہاولپور یونیورسٹی۔ محترم ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتہ اس کمیٹی کے چیئرمین تھے۔ مولانا محمدی صاحب کی کوشش اور توجہ دہانی کے بعد مولانا سید صفدر حسین نجفی پرنسپل جامعہ المنتظر ماڈل ٹاؤن لاہور کو بھی اس کمیٹی میں شامل کر لیا گیا تھا۔ تشکیل کمیٹی برائے دینی مدارس نے تمام دینی مدارس کے لئے یکساں اور ہموار نصاب تیار کیا اور ایک جامع رپورٹ جناب صدر کو پیش کی۔ جناب صدر پاکستان نے یہ اعلان فرمایا کہ آج تک کسی موضوع پر اتنی جامع رپورٹ تیار نہیں کی گئی۔

حکومت پاکستان نے جناب ممدوح کو وفاقی وزیر بلا کمیٹی میں شامل کیا۔ اور یہ خدمت آپ پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ حکومت پنجاب کے معزز لیفٹیننٹ جنرل غلام حیلانی خان نے مولانا کو صوبائی زکوٰۃ کونسل میں اب دوبارہ نامزد کیا ہے مولانا محمدی واحد ہستی ہیں جن کو دوبارہ نامزد کیا گیا ہے۔ اس تعلق میں آپ کی خدمات یقیناً بہت وقیع ہیں۔ حکومت پنجاب نے آپ کو مساجد کمیٹی، امن کمیٹی اور سیرت کمیٹی میں بھی نامزد کیا ہوا ہے۔ آپ وفاقی شرعی عدالت کے مشیر بھی ہیں۔ یہ تمام عہدے اعزازی ہیں اور ان عہدوں میں بھی آپ قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

دینی مدارس کی تشکیل آپ کا خاندانی شوق ہے بچپن میں آپ نے ایک دینی مدرسہ کے قیام کی کوشش کی جو ناکام سے ممکن رہی۔ اور سلطان المدارس کے نام سے ایک مدرسہ قائم ہو گیا۔ اس مدرسے کے قیام کے سلسلہ میں آپ نے اپنا ذاتی مکان جو لاکھوں روپے

کی ملکیت ہے۔ مدرسہ کو دے دیا اور خاصی مقدار میں نقد رقم بھی دی تحفۃ الاسلام و المسلمین حضرت علامہ سید محمد ناصر رضوی تسع اللہ المومنین علوم بقائہ کو اس مدرسہ کی پرنسپل شپ کے لئے سند و سمان سے بلوایا۔ الحمد للہ حضرت علامہ موصوف تا حال سلطان المدارس خیر پور میں مدرسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمدی صاحب کے دونوں صاحبزادے مولانا حسن عجاز حسین محمدی اور مولانا حسن ایجاز حسین محمدی نے علامہ سید محمد ناصر رضوی دامت فیوضہم سے بھرپور استفادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دونوں برادران دعا گو ہیں کہ مسلم عالم دین ہیں

۱۹۰۸ء میں مولانا موصوف نے نواب مظفر علی خاں قزلباش مرحوم و مغفور کو مظفر المدارس مدرسہ الواعظین کی مجلس کی طرف متوجہ کیا۔ یہ مدرسہ لاہور میں مسلسل روشن خدمات انجام دے رہا ہے اس مدرسہ سے تربیت پا کر اب تک تقریباً بیس واعظین پاکستان کے مختلف حصوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں مولانا اس کے ناظم بھی ہیں اور بانی فنڈ بھی آپ نے اپنے دوران قیام لاہور میں کسی سے کوئی تنخواہ نواب مظفر علی قزلباش مرحوم سے لی نہیں کی بلکہ صرف نواب صاحب مرحوم کے مہمان کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں۔

مولانا محمدی زمانہ تحصیل علم سے ہی تحریری خدمات انجام دیتے رہے ہیں آپ کے کثیر مضامین سیاسی قومی اور مذہبی مباحث پر ملک کے مختلف جرائد میں شائع ہو کر داد تحسین حاصل کرتے رہے۔ زیر نظر کتاب "اسلامی قانون سزا" کے علاوہ بعض دیگر کتابیں بھی منتظر اشاعت ہیں مثلاً "حضرت عثمان غنیؓ" "سیرت جناب فاطمہ علیہا السلام" کے متعلق یک بالکل منفرد کتاب ہے۔ اس کے بعض مضامین ۱۹۴۲ء کے "البرہان" میں شائع ہو چکے ہیں (۲) "غائب اور اہل بیتؑ" یہ کتاب اہل بیت علیہم السلام کے متعلق غائب کے انداز فکر کی عکاسی کرتی ہے۔

مولانا ایک پختہ کار صاحب قلم ہیں، ایک طویل عرصہ تک ادارہ "ابر بہار" لدھیانہ سے منسلک رہے، ہفت روزہ صداقت کی ادارت بھی آپ ہی کے سپرد تھی قیام پاکستان کے بعد "الاسلام" کوئٹہ کے مدیر رہے۔ کوئٹہ کی سردی کی شدت کا مقابلہ نہ کر سکے اور خیرپور منتقل ہو گئے۔ وہاں آنے کے بعد تعلیمی، ثقافتی، صنعتی، سماجی تقریباً ہر محاذ پر عوام کی تابناک خدمات انجام دیں۔ "تاریخ خیرپور" میں حضرت مولانا کی خدمات کو وقیع انداز میں سراہا گیا ہے۔ سہ روزہ اخبار "ندائے خیرپور" میں بھی آپ ہر ہفتہ میں لکھتے رہے آج کل ضلع خیرپور اور کراچی میں کچھ دینی مدارس قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب ممدوح کو ہر میدان میں کامیابی عطا کرے نیز محمد و آل محمد آپ اور آپ کے صاحبزادگان کو تادیر سلامت رکھے اور ان کو قومی و ملی اور دینی خدمات سے موفق کرے۔

گنہگار

سید علی مظفر زیدی

سخن ہائے گفتنی

زیر نظر کتاب یعنی "اسلامی قانون سزا" میں نے یہ دو محترم دوستوں مولانا سید ابرار حسین صاحب نیر بی اور مولانا سید علی عنصر صاحب کرمانوی کی فرمائش پر سنہ ۱۹۶۸ء کے ابتدائی مہینوں میں شروع کی تھی۔ کافی عرصے تک یہ کتاب قسط وار رسالہ "المنتظر" دیوبند میں چھپتی رہی۔ تاہم میری علالت کی وجہ سے تسلسل ٹوٹتا بھی رہا خصوصاً اندرون و بیرون ملک سفروں نے تسوید و تحریر میں بڑے رخنے ڈالے۔ بہرحال سنہ ۱۹۷۲ء کے آخر میں کسی طرح یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

ایک اضافہ: میرے محترم کرم فرما جناب سید علی عباس صاحب تقوی ایڈووکیٹ خیرپور اس کتاب کی بعض قسطوں کو "المنتظر" میں پڑھتے رہے تھے۔ موصوف نے مجھے مشورہ دیا کہ اسلامی قانون سزا کی بحث کے ساتھ "قانون شہادت اور صفاتِ قاضی" کے متعلق کچھ نہ کچھ تکوی دے تاکہ کتاب کی افادیت سے راقم سطور قاری سزا سے متعلق جملہ قوانین سے آگاہ ہو سکے اور اسے کسی اور کی جستجو نہ رہے چنانچہ میں نے ارشاد خسرو کے ساتھ "اسلامی قانون شہادت" اور "صفاتِ قاضی" کا بھی تذکرہ کر دیا ہے۔

استناد: ظاہر ہے کہ یہ ایک اسلامی قوانین کے متعلق کتاب ہے اس میں مجتہدین کرام کے فتووں کی روشنی ہی میں کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ اس لئے میں نے ماضی کے فقہاء کے علاوہ ہم عصر فقہاء میں سید الفقہاء آیۃ اللہ العظمیٰ مجاہد کبیر السید ابو القاسم الموسوی الخوئی کے فتووں کو خصوصیت سے سامنے رکھا کہ وہ میرے مقلد اور مجتہد ہیں۔ موجودہ زمانے میں عدیم النظیر اور بے مثال شخصیت ہیں۔ ان کی عظمت علمی پہ سر دھننے سے اپنی بے مائیگی کا شدید احساس ہوتا ہے۔ اور

اس حقیقت کے ادراک میں آسانی ہوتی ہے کہ جب نائب امام کا مرتبہ علمی ہمارے وہم و ادراک کے احاطے سے باہر ہے تو ائمہ اطہار علیہم السلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ علمی کیا ہوگا .. ہے کہ ان نورانی حضرات کے تمام علوم وہبی ہیں۔

سرکار آیۃ اللہ العظمیٰ السید روح اللہ الخمینی بفضل خدا اس وقت اسلامی جمہوری ایران کے سربراہ ہیں اور ان کے نورانی سلسلہ درس خارج اصول کے حکم میں ہیں۔ اس لئے میں نے ان کے ارشادات عالیہ کو بھی سامنے رکھا ہے۔

سرکار آیۃ اللہ اللہ محمد شیرازی کی معرکہ آرا کتاب "الفقہ" سے بھی میں نے تمسک کیا ہے اور اس موضوع پر اتنی عظیم القدر کتاب یقیناً سرمایہ ہے۔ مشہد مقدس کے جلیل القدر مجتہد مرحوم آیۃ اللہ السید عبداللہ شیرازی کی کتابیں بھی میرے مطالعہ میں رہی ہیں۔ اور میں نے ان سے بھی مناسب استفادہ کیا ہے۔

انتساب :- اس کتاب کو میں نے المجتہد المصلح آیۃ اللہ میرزا احسن الحائری دامت افاضاتہ کے نام نامی اور اسم سامی کے ساتھ معنون کیا ہے کہ موصوف اس وقت ہندوستان پاکستان، ایران، لبنان، شام، کویت، افریقی ممالک اور انگلستان وغیرہ میں مکتب اسلام کی گراں قدر خدمت انجام دے رہے ہیں۔

کچھ تصویروں کے متعلق :- اس کتاب میں چند فوٹو شائع کر رہا ہوں۔ سرکار میرزا احسن الحائری الاحقاقی مدظلہ العالی کا فوٹو کہ یہ کتاب موصوف سے منسوب کی گئی ہے۔ اپنا فوٹو کہ میرے احباب کا اصرار ہے کہ مجھ ایسے ہیچ میرز کی تصویر بھی چھپے دادا مرحوم حضرت مولانا محمد جعفر حسن طیب اللہ رمسہ الشریف اور والد علام مغفور مولانا الحاج محمد اعجاز حسن محمدی طاب ثراہ کے فوٹو تاکہ ان دونوں بزرگوں کی کچھ

یادتازہ ہوجائے۔ اپنے دونوں بیٹوں مولانا ندیم الحسنین حسن اعجاز محمدی اور مولانا فخر الحسنین حسین اعجاز محمدی کی تصویریں کہ یہ دونوں میری خاندانی روایتوں کے آئینہ دار ہیں۔ اور بفضل خدا دونوں عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ، انگریزی میں بھی دستگاہ رکھتے ہیں۔ اور ایم اے اردو ہیں۔ اس کتاب کی تالیف میں بھی دونوں نے میری معاونت کی ہے۔ خصوصیت سے ہر دو چھوٹے بیٹے نے پہلے کتاب کو لکھا اور پھر مسودہ کو بڑی محنت سے صاف کیا۔ اگر فرزند ارجمند یہ خدمت انجام نہ دیتے تو کتاب منصۂ شہود پر نہ آسکتی تھی۔

حرفِ تشکر :۔ میں حجۃ الاسلام مولانا الحاج آغا سید علی موسوی خطیب مسجد کشمیریاں لاہور کا شکر گزار ہوں کہ موصوف نے اپنے کتب خانہ سے کئی کتابیں دیں عمدۃ العارفین مخدوم سید محمد راجو گرویزی اس کتاب کی تالیف میں ہر طرح ہمت افزائی کرتے رہے ہیں۔ میرے محترم دوست الحاج سید شمشاد علی زیدی مرحوم مولانا الحاج سید برار حسین تیرانی اور مولانا الحاج سید علی غضنفر کراروی تو اس کتاب کے محرک ہیں۔ میں ان سب حضرات کا شکر گزار ہوں۔

میرے اساتذہ :۔ میرے اساتذہ میں سے واجد گرامی علامہ مولانا محمد اعجاز حسن محمدی مرحوم، سرکار علامہ مفتی سید محمد علی مجتہد، سرکار علامہ مفتی سید احمد علی مجتہد، سرکار علامہ سید ابو الحسن نقوی مجتہد (سید العلماء مولانا سید علی نقی کے والد ماجد) اور سفیر اسلام علامہ سید محمد سلیمان سرسوی رحلت فرما چکے ہیں۔ بفضل خدا دو بزرگوار حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں تا قیام قیامت سلامت رکھے۔ سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب مجتہد اور سید المتکلمین حجۃ الاسلام علامہ سید محمد قاسم زیدی نبیرہ سلطان مدارس خیرپور۔ اول الذکر چونکہ ہندوستان میں تشریف فرما ہیں اس لئے میں اپنا زیر نظر کتاب کے لئے کوئی استفادہ نہ کر سکا۔ لیکن سید المتکلمین علامہ

علامہ محمد قاسم مدظلہ متع اللہ مومنین بطول بقائہ ہر مرحلہ پر میری رہنمائی فرماتے رہے ہیں قرآن کریم احادیث مبارک اور علماء کرام کے قولوں کے فہم سے متعلق میں جہاں بھی تردد کا شکار ہوا بحضور سید المتکلمین نے میری رہنمائی فرمائی۔ اس طرح میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ ساری کتاب سید المتکلمین کی نگرانی میں لکھی گئی ہے عالی جناب علامہ مرزا یوسف حسین صاحب پرنسپل مظفر الدین مدرسہ لاہور سے بھی مجھے بھرپور دعائیں دیا جناب صدر مشعر علامہ سید قائم رضا نسیم امروہوی جو ایک عظیم مربی شاعری نہیں بلکہ بہت بڑے عالم دین بھی ہیں، انہوں نے اس کتاب کو جستہ جستہ ملاحظہ فرمایا ہے۔ میں ان سب علماء اعلام کا ممنون و متشکر رہوں گا۔ خداوند عالم ان سب کو سلامت رکھے۔

آپ کے ذہن میں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کے بعض اندراجات سے کسی صاحب کو اختلاف ہو تو بہرحال وہ کیا کرے مجھے مطلع فرمائیں، مشورہ دیں تو ممنون کروں گا اور اگر بحث و مباحثہ کی دنیا میں آنا چاہیں تو بڑی خوشی سے تشریف لا سکتے ہیں، لیکن اندازِ گفتگو مہذبانہ ہو عامیانہ نہ ہو، تہذیب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے میں نے کہیں آج کل بعض ایسے افراد کے ہاتھ میں قلم دیکھتا ہوں جو علمی مسائل پر گفتگو کرنا تو کجا ان کو سمجھنے کے بھی اہل نہیں ہیں۔ اور وہ مروجہ گفتگو پیپوڑ کر ذاتیات پر اتر آتے ہیں۔ علمی، قومی اور سیاسی مباحثہ میں ذاتیات سے بات کرنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جو مدلل دائروں میں ذہنی افلاس اور علمی دیوالیہ پن کا شکار ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسے اشخاص اپنی عادت کے مطابق اگر دشنام طرازی کی مشق فرمائیں گے۔ تو میں سکوت اختیار کروں گا۔ کہ عقلاء کہہ گئے ہیں۔

جواب جاہلاں باشد خموشی

ایک ضروری گذارش: یہ واضح اور روشن ہے کہ اسلامی قانون صرف

گویں نے فقہ امامیہ کے نقطہ نظر کے مطابق مرتب کیا ہے
تاہم اس حقیقت کا اظہار و اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ حدود کی حد تک فقہ امامیہ،
فقہ حنفیہ، فقہ مالکیہ، فقہ شافعیہ اور فقہ حنبلیہ میں کوئی جوہری اور بنیادی اختلاف
نہیں ہے صرف چور کی سزا میں قطع ید کی کیفیت میں فرق کیا ہے یعنی فقہ امامیہ
میں اگر چوری کا جرم ثابت ہو جائے تو انگوٹھا چھوڑ کر چار انگلیاں جڑ سے کاٹی
جائیں گی اور اہل سنت کی رائے میں پہنچے سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔ دوسرا فرق
شرابی کی سزا میں پایا جاتا ہے۔ کہ جب ایک شرابی کو تین بار شرعی سزا دی جا
چکی ہو، اور پھر بھی وہ ارتکاب جرم کرے تو ایسے شرابی کو فقہ امامیہ میں قتل کیا جائے
گا۔ جبکہ مذاہب اہل سنت کا کہنا ہے کہ ایسے شرابی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے اگرچہ قتل ہی کی سزا دی تھی۔ لیکن بعد میں واپس لے کر اس کو درے
لگانے کا حکم دیا ہے۔ یہ دونوں اختلاف آسانی سے افہام و تفہیم کے جذبے
کے تحت باہمی گفتگو سے طے کئے جا سکتے ہیں۔ اس تعلق میں کسی ایجی ٹیشن،
جلسے جلوس اور ہنگامہ آرائی کی ضرورت مجھ ایسے آدمی کے دائرہ فہم سے
باہر ہے۔ خداوند عالم ہم مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اقل الکونین

شبیہ الحسنین محمدی

جنرل سیکرٹری مجلس عمل علماء شیعہ پاکستان

و مہتمم مظفر المدارس مدرسۃ الواعظین

۲۰۔ ایمپریس روڈ۔ لاہور ۵

تقاريظ

تقریظ

از قلم عالیجناب حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید محمد ہاشم صاحب مدظلہ
سابق پرنسپل منصبیہ کالج میرٹھ (یوپی) حال پرنسپل سلطان المدارس
اور نیشنل کالج خیرپور میرس

باسمہٖ سبحانہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین وسید المرسلین ابی القاسم محمدؐ وآلہ الطیبین والطاہرین المعصومین۔ امّا بعد کتاب مستطاب اسلامی قانون سزا مؤلفہ عمدۃ الافاضل الکرام مولانا الحاج شبیہ الحسنین صاحب محمدی ابن العلامہ الفقیہ مولانا الحاج محمد اعجاز حسن صاحب محمدی اعلی اللہ مقامہ بنظر قاصر سے گزری اس کتاب کی تالیف میں مؤلف نے علمائے متقدمین وفقہائے متاخرین کی کتب فقہ کو پیش نظر رکھا ہے اسلامی قانون کی سزا کے جو مسائل مذہب شیعہ اثنا عشریہ کے لحاظ سے اس کتاب میں درج ہیں وہ، بلا اختلاف قابل عمل ہیں خداوند عالم مولانا شبیہ الحسنین صاحب محمدی کو جزائے خیر عنایت فرمائے کہ آپ نے اردو زبان میں وہ کتاب تالیف فرمائی جسکی اشد ضرورت تھی۔ فقط۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم والہ الطاہرین۔ حررہٗ

الاحقر الاثیم
السید محمد ہاشم

تقریظ

حجۃ الاسلام والمسلمین استاذ العلماء سرکار علامہ مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ لکھنوی
پرنسپل مظفر المدارس مدرسۃ الواعظین لاہور

نام عالیگیر مذہب ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ اور وقت کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس کے لیے ایسے قوانین موجود نہ ہوں جو انسان کی فلاح کی ضمانت ہیں جزا و سزا، قیامت کا وقوع، اور امامیہ کی معرفت حشر و نشر اور روز تعلیمات کی روشنی ہی توحید و رسالت میں کردار کی بلندی پر ہے اسلیئے علماء اعلام نے جہاں توحید و رسالت امامت کی معرفت اور محشر کی ضرورت پر تحقیقات کے دریا بہائے ہیں وہاں پر بھی ضروری سمجھا ہے۔ کہ اعمال کے لیئے جو تراز و قدرت نے مقرر فرمائی ہے۔ اور قرآن و حدیث سے جو استنباط ہو سکا سے اسے بھی جمع کر دیا ہے۔ تاکہ کوئی انسان اپنی زندگی کے کسی مرحلے

میں جنبی دیا وقت نہ رہے اس لئے کہ بروز آخرت نجات ایمان لانے کے بعد عمل پر موقوف ہے۔ اور عمل وعلم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس لئے فقہاء نے اپنی عمر اپنی تحقیق و تدقیق اور تصنیف و تالیف میں صرف کر دیں۔ اور قرآن و حدیث سے استنباط کر کے انہیں مرتب کیا ہے۔ یہی کارنامہ فقہ ہے

مگر علماء کبار و مراجع عظام نے جو کتب تصنیف فرمائی ہیں ان میں اجمال کے ساتھ اور پیش نظر تشریح کے ساتھ ہر موضوع پر احکام جمع فرمائے ہیں۔

لیکن عام طور پر عبادات کے موضوع پر تعلیم و تعلم میں زیادہ انہماک رہا ہے۔ معاشیات یا حدود و تعزیرات کی جانب کم توجہ کی جاتی ہے اس لئے اکثر حضرات کو یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ عبادات کی طرح معاشیات یا حدود و تعزیرات کے موضوعات میں دوسرے برادران اسلامی کے مسالک اور مسلک اہل بیت اطہار علیہم السلام میں کیا فرق ہے، اور یہ فرق کیوں ہے۔

یہ ابہام کرنے اور ہر خاص و عام شیعہ و غیر شیعہ کو با اور متوجہ کرنے کے لئے ایسی مفصل کتاب کی ضرورت تھی جس کے مطالعہ کے بعد ہر حقیقت آئینہ کی طرح صاف نظر آنے لگے۔

مجھے یہ دیکھ کر روحانی مسرت ہے۔ کہ دور رواں میں فخر المحققین ثالث مولانا شبیر حسین صاحب فاضل مشرقیات نے یہ ضرورت محسوس کر کے حدود و تعزیرات کے موضوع پر کتاب تصنیف فرما کر یہ ضرورت پوری کر دی۔ اس لئے کہ یہ تصنیف منیف زبان اردو میں حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے مولانا نے، اس کی تصنیف میں جس کد و کاوش اور محنت و تلاش سے کام لیا ہے۔ اور اصول عدل و انصاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر مسئلہ کا حل سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کی مقدس آل کے ارشادات کی روشنی میں پیش کیا

ہے اس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔

میری دعا ہے کہ خداوند عالم ہر مسلمان اور خصوصاً پاکستان کے مسلمانوں کو جو احکام فقہ کی تلاش میں ہیں موفق کرے کہ وہ اس سے استفادہ [illegible] کریں مطالعہ کرکے صحیح نتیجہ تک پہنچیں اور عدل و انصاف جو اسلام [illegible] ہے اس کو مدنظر رکھ کر صحیح راستہ اختیار کریں اور افتراق و تشتت اور [illegible] و بیگانگی کو اپنا مقصد حیات تصور نہ کریں۔

[illegible]

مرزا یوسف حسین عفی عنہ

[illegible]

تقریظ

حجۃ الاسلام علیجناب مولینا سید مرتضیٰ حسین صاحب لکھنوی صدر الافاضل

پروفیسر مدرسۃ الواعظین لاہور

مولینا شبیہ الحسنین محمدی صاحب۔ صاحب تم مصنف ہذا صاحب مطرحیب ہیں۔

موصوف نے قیام پاکستان کی ابتدا ہی میں تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینا شروع کر دیا تھا اس لئے وہ سیاسی معاملات سے بھی قریب

رابطہ رکھتے ہیں۔ جناب محمدی صاحب تحریک پاکستان کے مقدمہ جیدہ رہے۔

کے تحریر کیے گئے ہیں۔

مولانا محمدی صاحب

مکرم و معظم مولانا

اعجاز الحسنین

قبلہ طاب ثراہ

کی عظیم

کلام ہیے

ان کے آباؤ اجداد ہمیشہ علم و

ملت میں شمار ہوئے ان کے خاندان میں

ایک بڑا توفیق خاندان ہے۔

صاحب برصغیر کے علمی مجلے "السبطین"

اسی بناء پر انہیں صحافت

کے والد

صاحب

مدرسۃ

کے رکن ،

سلطین کے استاد

اور مشہور مناظر و مبلغ علم

فقہ میں مہارت رکھتے تھے۔

علماء سے وابستہ رہے۔ اور اکابر

علماء کا سلسلہ جاری ہے اور یہ

مولانا شبیہ الحسنین صاحب محمدی اوصاف، اتحاد، اور شیعہ سنی یگانگت و وحدت کے زبردست حامی

ہیں۔ اور آج بھی ان کا یہی موقف ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اتحاد و یکجہتی کے لئے ایک

مشیت قدم ہے۔ نقطۂ اتحاد، عقیدۂ توحید و رسالت قرآن و اہل بیت کے تحت ہیں ـــ فقہ ـــ ہے یعنی "فقہ" وہ نقطہ ہے جس پر شیعہ اور سنی متفق ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ مطالعے میں گہرائی اور ایک دوسرے کے مؤقف کو سمجھنے میں بدگمانیاں شریک نہ ہوں۔ ہم دونوں کی فقہ، کتاب و سنت پر مبنی ہے۔ ہم دونوں کے مفتی قرآن و حدیث کے مطابق فتوے دیتے ہیں۔ پھر دشمنی کا جواز باقی نہیں رہتا ہے۔

حدود و تعزیرات، جرائم اور سزاؤں پر حاصل مطالعہ اور شیعہ مؤقف کی وضاحت بہ سادہ لفظوں میں، جو اس گفتگو اس کتاب کی خصوصیت ہے۔ مولانا نے اس سلسلہ میں بڑی محنت اور جانفشانی کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب سے اہل نظر کو فائدہ اور اہل بحث و نظر کو روشنی ملے گی۔ اگر صاحبان مطالعہ نے تعاون کیا تو یقیناً دوسرا ایڈیشن اس سے بہتر اور کامل تر ہوگا۔

دعا ہے کہ صاحب عالم بحق محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام مولانا کو توفیق دے کہ سلسلۂ نشر و فکر اور تالیف و تصنیف کو جاری رکھیں۔

سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل

تاخدائے سخن سرکار علامہ سید نسیم امروہوی مدظلہٗ

حضرت ابجار حسن کے خلف نیک نجم — فلسفے میں تیز سبوت ہے نہ منطق میں کلام
کون اعجاز بیاں کا وہ سرِ فاضل — شوکت جس کی ہیں دینِ نبوی کا پیغام
موت نے جس کا دہن بر سرِ منبر چوما — اور کیا اس سے سوا ہوگی قبولیت عام
چمن ثابت حسنین محمد کی بہار — گل نو بادۂ گلدستۂ اشراف کرام
خدمت دین نبی جس کے سلف کی میراث — بادۂ علم سے سرشار جو تھا جام بہ جام
اب وہ جد جس کے تھے تشریع و تفقہ میں سند — پیشوا قوم کے اور احمد و حیدر کے غلام
اِن افاضل کے گھرانے کا ہے یہ چشم و چراغ — جس کی تالیف گرامی یہ صحیفہ ہے تمام
ہیں مناسک میں جو مرقوم خواتیمِ حدود — ترجماں کا یہ قانون خدائے اسلام
متن میں جس کے بسی ہے وہ خوشی کی خوشبو — جس کی لگ جائے ہوا بھی تو مہک جائیں مشام
وہ خوشی حوزۂ علمی نجف کے قائد — افقہ عہد رواں، سید ابوالقاسم نام
ترجمے کی ہے وہ پُر لطف زبانِ شیریں — ہونٹ چاٹیں جو پڑھیں اسکو فصیحانِ عرب
متن اک افضلِ عام کے قلم کی برکت — ترجمہ فاضلِ مشرق کے قلم کا ارقام
ترجمے میں یہ مزا ہے کہ اسے جو بھی پڑھے — جی یہ چاہے کہ پڑھے جائے نہ جب تک ہو تمام
مستقل اک ہے یہ تصنیف یہ ہوتا ہے گماں — اس لیئے سے ہے ترتیب مطالب کا نظام
ترجمہ متن سے میں نے جو ملا کر دیکھا — صرف ہے فرقِ زباں، ایک ہیں لیکن احکام
عربی میں جو وہاں ہے، وہی اُردو میں یہاں — ہر قدم دل نے کہا، اُس پہ درود اس پہ سلام
سن تکمیل جو لکھنے کا کیا عزم نسیم — عالمِ غیب سے یہ شعر ہوا تب الہام

حد قرآں میں سیہ کاروں کے لکھے ہیں حدود = ۹۹۷
مرحبا کلکِ شبیہ الحسنین علام = ۹۸۸
۱۹۸۵

حرفِ آغاز

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین ابی القاسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین اما بعد۔

انسانی برادری پہاڑوں میں آباد ہو یا میدانوں میں، جنگلوں میں رہتی ہو یا دریائی سمندری جزیروں میں، متمدن ہو یا وحشی، شہر اور قصبے آباد کیے ہوں یا خانہ بدوشی کی زندگی گزار رہے ہوں۔ بہرحال انسان کسی نہ کسی قانون کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ قانون کسی ایک شخص سے بنایا ہوا یا چند اشخاص سے بزرگوں کی روائتوں سے اخذ کیا گیا ہو یا کسی قوم کے عقلاء نے اسے مرتب کیا ہو بہرکیف قانون کے بغیر انسانی زندگی ممکن نہیں ہے۔ دنیا میں کوئی قوم، قبیلہ یا ملک ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی قانون رائج نہ ہو خواہ وہ روائتی ہو یا تحریری سینکڑوں قانون رائج ہیں، ہر انسانی گروہ اپنی ضرورت کے مطابق قانون بناتا ہے اور اسی لیے دوسرا گروہ اسے قبول نہیں کرتا اور وہ اپنے لیے ایک الگ قانون وضع کرتا ہے۔ یہ سینکڑوں قانون جو رائج تھے یا ہیں سب انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں اور یہ سب محل تبدیلی و تغیر میں ہیں۔ نسل اور عصر کی نسبت سے بھی تبدیل ہو جاتے ہیں اور ایک ہی عصر اور ایک ہی نسل میں تجربہ کی بنیاد پر بھی بدل جاتے ہیں۔ انسانی تخلیق خواہ وہ ذہنی ہو یا مادی تبدیل اور تغیر جنتی سی رہتی ہے۔ ساری دنیا میں صرف ایک قانون ایسا ہے جس کے متعلق اس کے ماننے والے دعویٰ کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے اور وہ ہے اسلامی قانون۔ اسلامی قانون کے علاوہ تمام قوانین مسلمہ طور پر انسانوں کے ساختہ پرداختہ ہیں۔ اسلامی قانون کی تشکیل و تدوین خود خداوند عالم نے فرمائی ہے اس لیے اس میں کوئی تغیر اور

کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ زمانہ کے بدلنے اثر اور نسل کے بدلنے سے اور اسی وجہ سے ہمکو شریعت اہلیہ کہتے ہیں۔ اسی قانون کو شریعت محمدیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ نے اس کی تدوین فرمائی ہے اس لیے شریعت الہیہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نافذ و رائج کیا ہے اس نسبت سے شریعت محمدیہ

بنا بریں اسلامی قانون کے ماخذ و مصدر جو سری طور پر ہیں قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مجموعی طور پر علماء اسلام کی تصریح کے مطابق چار ہیں یعنی اجماع اور عقل بھی ماخذ و مصدر قوانین اسلام ہیں۔ قرآن کریم اور سنت رسول کے بعد بعض علماء عقل کی جگہ قیاس کو دیتے ہیں۔ ہمیں اس میں کوئی بحث نہیں یہ ان کی مرضی ہے۔

اسلامی شرائع کے عنوان پانچ ہیں ، (۱) واجب (۲) حرام (۳) سنت یا مستحب (۴) مکروہ اور (۵) مباح۔ انسانی زندگی کے تمام حرکات و سکنات انہی عناوین خمسہ کے دائرہ میں وجود پذیر ہوتے ہیں۔

(۱) **واجب** : وہ فعل ہے جس کا بجا لانا ضروری موجب ثواب اور لائق مدح ہے اور ترک جرم، قابل مذمت اور لائق سزا ہے۔

(۲) **حرام** : وہ فعل ہے جس کا ترک قابل مدح اور جس کا ارتکاب گناہ عصیان اور قابل مذمت و سزا ہے۔

(۳) **سنت یا مستحب** : وہ اعمال ہیں جن کا بجا لانا موجب ثواب، قابل مدح اور جن کا ترک گناہ اور جرم نہیں ہے

(۴) **مکروہ** : وہ فعل ہے جس کا ترک کرنا موجب مدح و ثواب ہے اور کی اگر شخص کرے تو کوئی گناہ نہیں ہے اور لائق مذمت بھی نہیں۔

(۵) **مباح** : وہ افعال ہیں جن کا کرنا نہ کرنا مساوی ہے۔ اگر کسی انسان

کے لیے مفید ہو تو کرے اگر کوئی مفید نہیں سمجھتا تو نہ کرے۔ اس کے ترک اور اختیار میں مدح و مذمت کا سوال پیدا نہیں ہوتا جرم و سزا صرف واجب اور حرام سے متعلق ہیں ترک واجب بھی گناہ ہے اور لائق سزا ارتکاب حرام بھی عصیان اور موجب سزا اور یہیں سے اسلامی قانون سزا و حدود پذیر ہوتا ہے۔ بعض جرم سنگین ہوتے ہیں اور بعض سبک اور معمولی۔ ان کی سزاؤں میں بھی یہی توازن و تناسب رکھا گیا ہے تاکہ انسانی معاشرہ جرم و شرارت اور انتشار و شقاوت سے محفوظ اور امن و امان کا گہوارہ رہ سکے۔ آنے والے صفحات میں جرم و سزا کے متعلقہ مسائل سے حسب ضرورت اجمالاً یا تفصیلاً گفتگو کی جا رہی ہے۔

اسلامی قانونِ سزا کی قسمیں

۱۔ حد، ۲۔ تعزیر، ۳۔ قصاص و دیت

۱۔ حد:۔ کسی جرم کی اس سزا کو کہتے ہیں جس کا یقین اللہ اور رسولؐ کی طرف سے قرآن و سنت میں کر دیا گیا ہے۔

۲۔ تعزیر:۔ کسی جرم کی ایسی سزا کو کہتے ہیں جس کا تعین حاکم کے دائرہ اختیار میں ہے۔

۳۔ قصاص و دیت:۔ اگرچہ سزا میں لیکن حدود و تعزیر کے دائرہ میں نہیں آتے اس لیے کہ اس سزا میں مقتول کے ورثاء یا مجروح کو بدلہ لیے معاف کر دینے یا خون بہا لینے کا حق حاصل ہے۔ ہم زیرِ نظر کتاب میں صرف حدود و تعزیرات سے بحث کریں گے

وہ جرم جن کی سزا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے معین و مقرر ہے شہید ثانی، زین الدین، محقق علی نجم الدین رحمہا اللہ، جناب آیت اللہ السید روح اللہ الخمینی اور جناب آیت اللہ العظمیٰ سرکار السید ابوالقاسم الخوئی دامت ظلالہ کی تصریح کے مطابق چھ ہیں۔

۱۔ زنا ۲۔ لواطہ ۳۔ سحق ۴۔ قیادت ۵۔ قذف ۶۔ شراب خوری، ۷۔ سرقہ، ۸۔ چوری ۹۔ قطع الطریق (ڈاکہ) ۱۰

علامہ سید امیر حیدر کاظمی نے قابلِ حد جرم سات لکھے ہیں لیکن یہ اختلاف عدد

---

(۱) شرح لمعہ کلانتر ج ۹ کتاب الحدود و شرائع الاسلام کتاب الحدود ص ۱۲۴ ط تہران۔
تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۵۰۵ تا ۶۲۲ ط نجف۔ مبانی تکملۃ المنہاج ج ۱ ص ۱۲۲ اول تحت

علاوہ اس لیے پیدا ہوا ہے کہ موصوف نے مساحقت کو الگ شمار کیا ہے (۲) باقی علماء کے نزدیک مساحقت اسی لیے لواط کے ذیل میں آتی ہے جس طرح قیادت۔ اس لیے اصولاً لائق حد جرم چھ ہی ہیں جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ ارتداد کو بھی تمام علماء اسلام نے قابل حد جرم قرار دیا ہے، اس لیے اس کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔

قابل حد جرموں کی تفصیلات سے پہلے قضا اور شہادت کا ذکر ضروری ہے۔ اس لیے کہ سزاؤں کا اجرا، اور نفاذ قاضی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور اگر مجرم کی طرف سے اقرار نہ ہو تو ثبوت جرم کے لیے شہادت ضروری اور لازمی ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے قاضی اور گواہوں کی صفات سے گفتگو کی جاتی ہے۔

صفات قاضی۔ آیت اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی مدظلہٗ کے مطابق قاضی میں آٹھ صفتیں ہونا چاہئیں۔ ۱۔ بلوغ ۲۔ عقل ۳۔ ذکورۃ (مرد ہونا) ۴۔ ایمان ۵۔ طہارۃ المولد (حلال زادہ ہونا) ۶۔ عدالت ۷۔ رشد ۸۔ اجتہاد [۱]

جناب آیت اللہ سرکار السید روح اللہ الخمینی مدظلہ نے بھی قاضی کی صفات آٹھ ہی ذکر فرمائی ہیں۔ ۱۔ بلوغ ۲۔ عقل ۳۔ ایمان ۴۔ عدالت ۵۔ اجتہاد مطلق ۶۔ ذکورۃ ۷۔ ہونا ۷۔ اعلمیۃ ممن فی البلد [۲]

صاحب شرائع محقق حلی [۳] نے سات صفات کا ذکر کیا ہے ۱۔ بلوغ ۲۔ کمال عقل ۳۔ ایمان ۴۔ عدالت ۵۔ طہارۃ المولد ۶۔ علم ۷۔ ذکورۃ (مرد ہونا) [۴]

صفات قاضی کے تعلق میں مندرجہ ذیل سات صفتوں پر تمام علماء متفق ہیں۔

۱۔ بلوغ ۲۔ عقل ۳۔ ذکورۃ ۴۔ ایمان ۵۔ طہارۃ المولد ۶۔ عدالت ۷۔ اجتہاد۔

سرکار خوئی

۱۔ الشیعہ فی عقائدھم واحکامھم ص ۲۲۹ طبع کویت ۲۔ مبانی التکملہ ج ۱ ص ۱۰۱ تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۷۷۵ ۳۔ شرائع الاسلام کتاب القضاء والشہادت ج ۴ قسم ۴ ص ۶۔

۱۔ بلوغ ۲۔ عقل ۳۔ ایمان ۴۔ عدالت ۵۔ اجتہاد مطلق ۶۔ ذکورۃ ۷۔ طہارۃ المولا
جناب خمینی

۱۔ بلوغ ۲۔ کمال عقل ۳۔ ایمان ۴۔ عدالت ۵۔ طہارت المولد ۶۔ علم ۷۔ ذکورۃ
محقق علی

تاہم ایک صفت کے تعلق میں لفظی اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ محقق علیؒ نے جس حقیقت کو علم کہا ہے اس کو جناب آیت اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی نے اجتہاد سے تعبیر کیا ہے اور آیت اللہ السید روح اللہ الخمینی نے اجتہاد مطلق سے اجتہاد مطلق سے ظاہر ہے کہ یہ لفظی فرق ہے مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔ یعنی قاضی میں قوت اجتہاد اور دلائل شرعیہ سے استنباط کی صلاحیت پائی جاتی ہو اور وہ دوسرے مجتہد کا سہارا لیے بغیر خود فیصلہ کر سکتا ہو۔ آٹھویں صفت سرکار آیت اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی نے رشد قرار دی ہے اور آیت اللہ السید خمینی نے اعلمیت قاضی، لیکن اس سے مطلق علمیت مراد نہیں ہے بلکہ جس علاقے میں قاضی کا تقرر ہوا ہے اس میں وہ قاضی اعلم ہو۔ اگر ان دونوں صفتوں کو جدا گانہ ذکر نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اس لیے کہ اعلمیت، اجتہاد میں شامل ہو سکتی ہے اور رشد بہر حال عدالت کے عنوان میں آجاتا ہے۔ تاہم چونکہ یہ صفات سرکار آیت اللہ السید ابوالقاسم الخوئی اور آیت اللہ السید روح اللہ الخمینی ایسے مجتہدین جائز التقلید کی بیان کردہ ہیں اس لیے ان کو بیان کر دیا گیا ہے اب تھوڑی سی صفات کی وضاحت بھی ضروری ہے:

۱۔ بلوغ: نابالغ قاضی مقرر نہیں ہو سکتا۔

۲۔ عقل: پاگل یا خفیف العقل قاضی نہیں ہو سکتا۔

۳۔ ذکورۃ: عورت قاضی مقرر نہیں کی جا سکتی

طہارۃ المولد : حرام زادہ مسند قضا پر نہیں بٹھایا جا سکتا۔

۵۔ عدالت :۔ ایسی صفت ہے جس کے فقدان سے، اسلامی معاشرے میں کوئی شخص قاضی تو کیا گواہ بھی نہیں ہو سکتا۔ عادل ایسے شخص کو کہیں گے جو گناہ کبیرہ تو کرتا نہ ہو، اور گناہان صغیرہ سے بھی بچنے کی کوشش کرتا ہو۔ صاحب الشیعہ فی عقائدھم و احکامھم نے عدالت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے :۔

العدالۃ وھی ان لا یرتکب المرء الکبائر من الذنوب کالزنی والقتل وشرب الخمر واللواط والغیبۃ والنمیمۃ (وھی التجسس علی المؤمنین) وغصب اموال الناس وظلمھم ونحوھا ولا یصر علی صغائرھا من غیر توبۃ (والکبیرۃ مع الاستغفار وصغیرۃ مع الاصرار کما فی الحدیث وقیل ان الاصرار ھو ان یذنب الذنب ولا یستغفر اللہ ولا یحدث نفسہ بتوبۃ)۔

عدالت یہ ہے کہ انسان گناہان کبیرہ سے کسی کا ارتکاب نہ کرے جیسے قتل، زنا، شراب خوری، لواطت، غیبت، چغل خوری، لوگوں کا مال زبردستی ہتھیا لینا اور ان پر کسی بھی نہج سے ظلم کرنا وغیرہ اور گناہان صغیرہ پر اصرار نہ کرے۔ توبہ کے بغیر، اس لیے کہ استغفار کے بعد کوئی کبیرہ، کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کے ساتھ کوئی صغیرہ، صغیرہ نہیں رہتا بلکہ وہ کبیرہ بن جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اصرار یہ ہے کہ انسان گناہ کرے اور استغفار نہ کرے اور اپنے نفس کو توبہ پر آمادہ نہ کرے۔

یہ عدالت بڑی اہمیت رکھتا ہے، جب تک انسان مرتبہ اجتہاد پر فائز نہ ہو یعنی دلائل شرعیہ، قرآن، سنت، اجماع اور عقل سے استنباط کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس وقت تک اس عہدہ کو قبول نہیں کرنا چاہیئے کہ ذرا سی بے خبری کے نتیجہ میں جہنم کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔

۱۔ الشیعہ فی عقائدھم و احکامھم ص ۲۰۱

حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے ہی موثر انداز میں عہدہ قضا کی نزاکت کو بیان فرمایا ہے۔ عن محمد بن محمد عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ من جعل قاضیاً فقد ذبح بغیر سکین ۔ "جو قاضی بنایا جاتا ہے وہ بغیر چھری کے ذبح ہو جاتا ہے۔"

اس حقیقت کی وضاحت کے لیے، امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیر نظر حدیث مبارک سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ القضاۃ ثلثۃ: اثنان فی النار وواحد فی الجنۃ۔ رجل قضی بجور وھو یعلم فھو فی النار ورجل قضی بجور وھو لا یعلم فھو فی النار ورجل قضی بالحق وھو لا یعلم فھو فی النار ورجل قضی بالحق وھو یعلم فھو فی الجنۃ ۔ قاضی چار قسم کے ہوتے ہیں۔ تین کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایک جنت میں جائے گا۔ اور ایک شخص نے خلاف حق فیصلہ کیا، اور وہ اس حقیقت کو جانتا ہے یہ بھی جہنم میں جائے گا۔ ایک شخص درست فیصلہ کرتا ہے لیکن وہ اس حقیقت کو سمجھتا نہیں ہے تو وہ بھی جہنم میں جائے گا اور ایک شخص درست فیصلہ کرتا ہے اور اس کو وہ سمجھتا بھی ہے تو ایسا شخص جنت میں جائے گا

اس حقیقت کو سرکار آیت اللہ روح اللہ الخمینی نے عہدہ قضا کی اہمیت کے ذیل میں درج فرمایا ہے۔ جناب خمینی نے افہام و تفہیم حقیقت کے لیے یہ بھی فرمایا ہے یجوز القضاء بین الناس وتولی الاشراف لجھۃ اذا لم یمکن من اھلہ فلو توقف علیہ بعض المھمات عادلا جامعا شرائط الفتیا والحکم حرم علیہ تصدیہ وان اعتقد الناس ھیئۃ ۔ معمولی چیزوں میں بھی دلائل

دلائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۵ (۲) وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۳۰ تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۵۳۶ ۔

کے لیے رشوت میں فیصلے کرنا حرام ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو فتوے اور حکم کی شرائط کا جامع اور مجتہد عادل نہیں محسوس کرتا ہے تو اس پر عہدۂ قضا کا قبول کرنا حرام ہے اگرچہ لوگ اس کی اہلیت کے قائل اور معتقد کیوں نہ ہوں

قاضی یا حاکم کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنا فیصلہ، گواہی، اقرار اور قسم کی تصدیق میں کرے۔ لیکن اگر کسی مسئلہ اور معاملہ میں اس کو ذاتی علم بھی حاصل ہے تو وہ گواہی، اقرار اور قسم کے بغیر فیصلہ کرنے کا حق رکھتا ہے۔ خواہ وہ انسانوں کا حق ہو یا اللہ کا رہے جناب آیت اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی کی اصل عبارت یہ ہے،

کما ان للحاکم ان یحکم بین المتخاصمین بالبینۃ و بالاقرار بالیمین کذلک لہ ان یحکم بعلمہ بینھما ولا فرق فی ذلک بین حق اللہ وحق الناس۔

سرکار خوئی مدظلہ نے اس حکم میں یہ اضافہ فرمایا ہے۔ نعم لا یجوز اقامۃ الحد قبل مطالبۃ صاحب الحق فان حاکم کے لیے صاحب حق کے مطالبہ سے پہلے حد کا جاری کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر قاضی کو ترجمہ کی ضرورت ہو تو دو عادل گواہوں کی شہادت کے بغیر ترجمہ قابل قبول نہ ہوگا۔ (۵) اگر قاضی کو مقدمے کی کارروائی لکھنے کے لیے کاتب یا پیشکار کی بھی ضرورت ہے تو لازم ہے کہ یہ پیشکار بالغ عاقل مسلمان اور عادل ہو۔ اگر قاضی، گواہوں کی عدالت کا علم نہ رکھتا ہو تو بذات خود اس کی تفتیش کرے۔ [1]

قاضی کی ذمہ داریاں: فریقین متحدر، یعنی مدعی اور مدعا علیہ کے تعلق میں قاضی کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کو سلام کرنے، سلام کا جواب دینے، ان کے محل نشست

۱۔ مبانی تکملۃ ج ۱ ص ۳۔ تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۵ شرائع الاسلام کتاب القضاء ۲۵ و ۲۶ الشیخ کتاب القضاء ج ۸ ص ۱۸۔ التعلیقۃ علی عقائدھم واحکامھم ص ۲۰۔ ۵۔ العروۃ ج ۲ ص ۵۳۹ ۶۔ الشیخ وعقائدھم واحکامھم ص ۲۰۵ ۱۲

مقرر کرنے اور ان کی طرف دیکھنے، ان سے گفت گو کرنے، انھیں خاموش کرنے اور ان کی بات کو سننے میں برابری کا سلوک کرے اور خوش روئی سے پیش آئے فیصلہ میں انصاف و عدالت کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھے۔ تاہم اگر مقدمہ کا ایک فریق غیر مسلم ہو تو مسلمانوں کی خصوصی تکریم جائز ہے۔ مثلاً غیر مسلم کو کھڑا رکھے اور مسلمانوں کو بیٹھنے کی اجازت دے دے۔ لیکن فیصلہ بالکل عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق کیا جائے گا اور اس میں کسی قسم کی رعایت نہیں کی جائے گی۔

قاضی کے لیے فریقین میں سے کسی کو کوئی ایسی بات بتانا جائز نہیں ہے جس سے دوسرے فریق کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔

اگر چند مقدمے کسی قاضی کی عدالت میں پیش ہوں تو جو مقدمہ پہلے آیا ہے اس کو پہلے سنایا جائے گا۔ (۱)

قابل سماعت دعوے کی شرائط: کسی معین اور معلوم شئی کا دعویٰ کیا جائے (۲) کسی معین شخص پر دعویٰ کیا جائے (۳) دعویٰ جزم و یقین کی بنیاد پر ہو۔ احتمال و گمان کی کوئی قیمت نہیں ہے (۴) مدعا علیہ کو بھی معین کیا گیا ہو خواہ وہ ایک ہو یا زیادہ (۵) کسی ایسے امر کا دعویٰ کیا گیا ہو جو جائز اور مشروع ہو مثلاً کوئی مسلمان یہ دعویٰ کرے کہ فلاں کے پاس میری شراب اور سور ہے وہ دلوایا جائے تو چونکہ یہ اشیاء غیر مشروع ہیں اس لیے دعویٰ نہیں سنا جائے گا (۶) دعویٰ ایسے امر کا ہو کہ جس پر کوئی اثر مرتب ہو سکتا ہو مثلاً دو آدمی مقدمہ لڑیں، مدعی کہے کہ زمین حرکت کرتی ہے اور مدعی علیہ کہے کہ حرکت نہیں کرتی تو یہ دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا اس لیے کہ یہ ایک علمی بحث ہے جس پر فیصلے کی کوئی مادی تاثیر نہیں ہوگی (۷) مقدمے کے تعلق میں مدعی کا بالغ اور عاقل ہونا ضروری ہے (۸) مدعی دعوے سے

۱۔ تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۵۰۔ شرائع الاسلام کتاب القضاء ص ۱۰۔ السیستانی عقائد الحکام ج ۲ ص ۳۹۵

دعویٰ متعلق رکھتا ہو یا اس کو کسی کی وکالت اور ولایت حاصل ہو۔[1]

مقدمے میں مدعا علیہ کا رویہ : کسی دعوے کے تعلق میں مدعا علیہ کا رویہ پانچ طرح کا ہو سکتا ہے (۱) دعوے کی صحت کا اقرار کرے گا (۲) انکار کرے گا (۳) خاموشی اختیار کرے گا (۴) اپنی لاعلمی کا اظہار کرے گا یا یہ کہے گا کہ میں مدعی کا مطالبہ ادا کر چکا ہوں

(۱) اگر مدعی علیہ اعتراف و اقرار کرے تو حاکم مدعی کے حق میں فیصلہ کر دے گا۔

(۲) اگر مدعی علیہ نے انکار کیا تو حاکم مدعی سے شہادت طلب کرے گا۔ اگر شہادت مہیا کر دی جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دے گا اور اگر مدعی شہادت پیش نہ کر سکے تو حاکم، مدعی علیہ سے حلف لے گا۔ مدعی علیہ حلف کر لے تو دعویٰ خارج ہو جائے گا۔

(۳) مدعا علیہ کی حاضری اور سکوت کی صورت میں مدعی سے شہادت طلب کی جائے گی۔ اگر شہادت پیش کی جائے تو اگر مدعی راضی ہو تو مدعیٰ علیہ سے حلف لیا جائے گا۔ اگر اس صورت میں مدعا علیہ نے حلف اٹھا لیا تو فیصلہ مدعیٰ علیہ کے حق میں ہو جائے گا اور اگر وہ حلف اٹھانے کے لیے تیار نہ ہو تو قاضی مدعیٰ علیہ سے حلف لے کر اس کے حق میں فیصلہ کر دے گا اور اگر مدعی مدعا علیہ سے حلف اٹھوانے کے لیے تیار نہ ہو تو فیصلہ فوراً نہیں کیا جائے گا بلکہ مدعی کو شہادت پیش کرنے کا موقع دیا جائے گا

(۴) اگر مدعی علیہ اپنی بے خبری کا اظہار کرے اور مدعی اس کی تکذیب نہ کرے تو مدعیٰ علیہ سے حلف نہیں لیا جائے گا (بلکہ مدعی علیہ کے عدم علم پر اس سے حلف

---

(۱) مبانی تکملۃ المنہاج ج ۱ ص ۱۲ ، تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۵۵۱ تا ۵۵۲
تاریخ الاسلام کتاب القضاء ص ۸۳ ۔

لیا جائے گا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا

۵۔ اگر مدعی علیہ یہ کہے کہ میں مدعی کا مطالبہ ادا کر چکا ہوں یا اس نے میرے ہاتھ یہ چیز بیچی ہے یا مجھے بخش دی ہے وغیرہ وغیرہ تو اس صورت حالات میں مدعا علیہ کو مدعی قرار دیا جائے گا اور اس سے مدعی کی حیثیت میں ثبوت لے کر مقدمے کا فیصلہ کیا جائے گا

ایک ضروری مسئلہ : اگر مدعی علیہ، عدالت میں حاضر نہ ہو تو قاضی کو اس کے حاضر کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے اور کسی وجہ سے اس کی حاضری ممکن نہ ہو تو گواہوں کے بعد مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا (۱)

اگر دعویٰ "میت" کے خلاف ہو تو مدعی سے گواہوں کے ساتھ قسم بھی اٹھوائی جائیگی

کیفیت حلف و قسم : معاملات کے فیصلوں میں خداوند عالم کے کسی نام سے حلف ضروری ہے۔ انبیا علیہم السلام، ائمہ اطہار علیہم السلام کتب اربعہ (تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید) اور مقدس مقامات جیسے کعبہ، روضۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کربلا، نجف وغیرہ کی قسم کی کوئی تاثیر نہیں ہوگی۔

اگر قسم کا تعلق کسی گونگے سے ہو تو اس کی قسم، قابل فہم اشارے سے کافی ہوگی۔ اگر حلف کرنے والے غیر مسلم ہوں تو جناب آیت اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی کی رائے میں، غیر مسلموں کے اعتقادات کے مطابق حلف لیا جائے گا لیکن آیت اللہ السید روح اللہ الخمینی مسلمان اور کافر سب کے لیے حلف باللہ ہی ضروری جانتے ہیں۔

---

(۱) ابن تکملۃ المنہاج ج، مسئلہ ۱۰۱۱ ؛ (۲) تحریر الوسیلہ ج ۲ صہ ۵۲۵ تا ۵۵۸

اگر حلف اٹھانے والا، عدالت میں حاضری سے معذور ہے جیسے عورت یا مریض تو قاضی حلف لینے کے لیے اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے

حلف کے لیے عربی زبان ہی ضروری نہیں ہے کسی بھی زبان میں قسم کھائی جا سکتی ہے۔ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ حلف سے پہلے قاضی، حلف اٹھانے والے کو اس کے نتائج و عواقب اور عذاب سے آگاہ کرے [۱]

۱۔ مبانی تکملۃ المنہاج، ج ۱، صـ۲۷۶، تحریر الوسیلہ ج ۲ صـ۵۵۹ الشیخ فی مقامہم واحکامہم صـ۲۱۲ ؛!

قانون شہادت

کسی مقدمے میں بھی گواہی کے بغیر قاضی کے لیے فیصلہ ممکن نہیں ہے۔ اس لیے گواہ کی ان صفتوں کا بیان ضروری ہے جن کی وجہ سے ایک شخص کو گواہ کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ چھ صفات ہیں

گواہ کی صفات : ۱۔ بلوغ ۲۔ کمال عقل ۳۔ ایمان ۴۔ عدالت ۵۔ ضبط مروت ۶۔ ارتفاع تہمت

۱۔ **بلوغ** : بچوں کی گواہی، قتل کے علاوہ کسی مقدمے میں بھی قبول نہیں کی جائے گی اور قتل میں بھی ان کے ابتدائی بیان کی ہی حیثیت ہوگی اور اسی کو قبول کیا جائے گا۔ بلوغ سے مراد بلوغ شرعی ہے، بلوغ قانونی نہیں ہے اس لیے کہ بلوغ قانون مختلف ملکوں میں مختلف ہے اور اس کا تعین صرف عمر سے کیا جاتا ہے

۲۔ **عقل** : دیوانے، بیوقوف، بیدانشی طور پر بچے اور بڑے میں تمیز کی صلاحیت نہ رکھنے والے اور ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی جس پر سہو و نسیان غالب ہو۔ تاہم ایسے شخص جس پر جنون کے دورے پڑتے ہوں اور کبھی وہ تندرست ہوتا ہو کبھی پاگل، تو تندرستی کی حالت میں اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی جبکہ قاضی جانچ پڑتال سے یہ

---

(۱) مبانی تکملۃ ۱۰۴ ج ج، ۱۰۴ تحریر ۱۰۴ ص، شرح معونۃ کتاب الشہادات ج ۲ ص ۲۴۵ تا ۲۴۸ شرائع الاسلام ج ۲ کتاب الشہادات ص ۲۴۵ تا ۲۴۷ تذکرۃ الفقہاء و احکامہم ص ۲۰۸۔

اطمینان کرلے کہ اس کا دماغ درست ہے اور اس کی قوت فہم معیاری ہے۔

۳۔ ایمان : غیر مومن کی شہادت قابل قبول نہیں ہے اس لیے عدم ایمان فسق کی دلیل ہے۔۔۔ ہاں اگر فریقین متدین غیر مسلم ہوں تو ان کی شہادتیں ایک دوسرے کے حق میں بخلاف قبول کی جائیں گی

۴۔ عدالت : نفس انسانی کا ایک ایسا ملکہ ہے جو اس کو گناہ سے باز رکھتا ہے اس کے لیے کسی بھی فاسق کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی ہے۔

جو لوگ عفیفہ عورتوں پر الزام تراشی کرتے ہیں یا جوئے بازی کے آلات سے شغل فرماتے رہتے ہیں خواہ اس میں شرط ہو یا نہ ہو۔ جو لوگ آلات موسیقی بجاتے رہتے ہیں یا غنا میں مصروف رہتے ہیں یا عالم امن میں ریشمی کپڑے پہنتے ہیں۔ جو لوگ سونے کی بنی ہوئی اشیا۔ انگوٹھی یا بٹن استعمال کرتے ہیں یہ سب فاسق کے حکم میں ہیں اور ان کی شہادت قبول نہیں کی جاسکتی۔

۵۔ طہارت مولد : ولد الزنا کی شہادت کسی حالت میں قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ بظاہر مومن اور یقینی عادل ہی کیوں نہ ہو تاہم ایسے شخص جس کو لوگ حرامزادہ کہتے ہوں لیکن اس کا تفصیل حال کسی کو معلوم نہ ہو اور وہ معین باپ کی طرف منسوب ہو تو اس کی شہادت قبول کرلی جائے گی۔

۶۔ ارتفاع تہمت : یعنی گواہ پر کسی قسم کا الزام عائد نہ کیا جاسکتا ہو مطلب یہ کہ وہ اپنے فائدے لیے یا نقصان سے بچنے کے لیے یا ذاتی عداوت کی وجہ سے کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے گواہی دے رہا ہے۔ اس قسم کے الزام کی صورت میں گواہ کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ یعنی گواہ کو ہر مؤثر الزام اور تہمت سے بری ہونا چاہیئے تاہم نسبتی رشتہ داری کی وجہ سے یا گہری دوستی یا دینی اختلاف کی وجہ سے

کسی کی شہادت کو رد نہیں کیا جائے گا۔ دنیاوی امور میں اگر دشمنی ثابت ہو جائے تو دشمن کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

بیشہ ور بھکاریوں کی شہادت بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ رضاکارانہ گواہی یعنی نہ تو گواہ کو مدعی یا مدعی علیہ نے طلب کیا ہے نہ قاضی نے لیکن ایک شخص خود ہی شہادت کے لیے حاضر ہوتا ہے تو اس کی شہادت بشرطیکہ اس میں تمام اوصاف شہادت پائے جاتے ہوں۔ اللہ اور انسانوں کے حقوق میں قابل قبول ہوگی۔ یہ مختار آیت اللہ العظمی سرکار السید ابوالقاسم الخوئی مدظلہ کا ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے [illegible] لا فرق فی ذلک بین حقوق اللہ تعالی و حقوق الناس [illegible] آیت اللہ جناب السید روح اللہ الخمینی مدظلہ حقوق الناس میں رضاکارانہ شہادت کا قبول کرنا ضروری قرار نہیں دیتے مگر یہ کہ وہ مسائل عامہ سے متعلق ہو۔ جیسے مدرسہ اور اسپتال وغیرہ تو ان کے نزدیک ان امور میں رضاکارانہ شہادت قبول کر لی جائے گی۔ حقوق اللہ میں سب علماء متقدمین و معاصرین متفق ہیں کہ یہ شہادت قبول کی جائے گی۔

شہادت کے مستند ہونے کے ذرائع یا اسباب: گواہی کی کوئی قیمت نہیں ہے اگر گواہ کو اس امر کا یقینی اور قطعی علم حاصل نہ ہو جس میں وہ شہادت دے رہا ہے اور حقیقت کا علم حواس خمسہ میں سے کسی حاسہ کے ذریعے ہوتا ہے یا شہرت عامہ کی بنا پر۔

شہادت میں زیادہ تر انحصار مشاہدہ اور سماعت پر ہی ہوتا ہے۔ مشاہدہ کے ذیل میں ان امور کی گواہی آتی ہے جس کو دیکھا جا سکتا ہے جیسے چوری، قتل، زنا وغیرہ۔ سماعت کے دائرے میں وہ امور آتے ہیں جن کا مشاہدہ ممکن نہیں ہے بلکہ سماعت

ہی پر انحصار کرتا پڑتا ہے۔ جیسے نکاح، طلاق، وصیت اور وقف وغیرہ۔
اگر گواہ اندھا ہو تو۔ اگر وہ کسی کی آواز پہچانتا ہو تو اس تعلق میں اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔ اگر گواہ بہرا ہو تو مشاہداتی امور میں اس کی شہادت درست ہوگی۔ گونگے گواہ کی گواہی، اگر قاضی اس کے اشاروں کا مطلب سمجھتا ہو یا دو عادل گواہ اس کے اشاروں کی حقیقت سمجھائیں تو قابل قبول ہوگی [1]

وجوب شہادت: جو شخص کسی معاملہ کا علم یقینی و واقعی رکھتا ہو اور اُسے گواہی کے لیے بلایا جائے۔ تو اگر کسی نقصان کا خطرہ نہ ہو تو گواہی دینا واجب ہے اور گواہی سے بچنے کی کوشش کرنا اور حقیقت کو چھپانا جرم ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا (پ بقرہ آیت ۲۸۲) اور گواہ انکار نہ کریں جب وہ بلائے جائیں دوسری جگہ فرمایا ہے:- وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (پ بقرہ آیت ۲۸۳) اور شہادت کو نہ چھپاؤ، اور جو شہادت کو چھپائے تو اس کا دل یقیناً گناہگار ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔
تمام فقہاء کا یہی فتویٰ ہے۔ آیت اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی فرماتے ہیں لا خلاف فی وجوب اداء الشہادۃ بعد تحملہا مع الطلب اذا لم یکن فیہ ضرر علیہ۔ گواہی کا اہل گواہ جب بلایا

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج، ج ۱ ص ۲۰۱-۲۰۲؛ تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۰۰؛ شرائع الاسلام کتاب الشہادات ص ۱۳۱؛ الشیعہ فی عقائدہم و احکامہم ص ۲۱۲؛ مبانی تکملۃ منہاج، ج ۱ ص ۲۰۱، تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۰۰-۴۰۱؛ شرائع الاسلام کتاب الشہادات ص ۱۳۲

جائے تو گواہی دینا واجب ہے جبکہ گواہ کو کوئی نقصان اور ضرر نہ ہو دوسری جگہ فرمایا ہے۔ ولیس للشاھد اذا دعی لیکتم شھادتہ وان علم ان المشھود لہ یتوصل الی اثبات حقہ بغیرہ بطریق آخر۔ نعم اذا ثبت الحق بطریق شرعی سقط الوجوب۔ "گواہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی شہادت چھپائے اگرچہ وہ یہ جانتا ہو کہ دعوے دار کسی دوسرے ذریعے سے اپنا دعویٰ ثابت کر سکتا ہے۔ ہاں اگر اس کی شہادت کے بغیر حق کسی شرعی طریقے سے ثابت ہو جائے تو گواہ پر وجوب شہادت نہیں رہے گا۔"

اگر گواہ کو شہادت کے لیے نہ بلایا جائے تو اسے اختیار ہے کہ چاہے شہادت دے یا نہ دے (۱)

ان مسائل کو احادیث کی روشنی میں ملاحظہ کیجیے: عن ابی الصباح عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا۔ قال لا ینبغی لاحد اذا دعی الی شھادۃ لیشھد علیھا ان یقول لا اشھد لکم علیھا۔ ابو الصباح کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیت قرآن مجید ولا یاب الشھداء آذا ما دعوا کے ذیل میں فرمایا کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب وہ کسی معاملہ میں گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ یہ کہے کہ میں اس معاملہ میں تمہاری گواہی نہیں دیتا۔"

دوسری حدیث میں فرمایا ہے: عن حماد عن الحلبی عن ابی عبداللہ

---

(۱) مبانی تکملۃ المنہاج ج ۱ ص ۱۳۹، ۱۴۰، تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۵۷۹
شرائع الاسلام کتاب الشہادات ص ۱۳۷، ۱۳۸، شیعہ فی عقائدھم وکلامھم ص ۲۳۳ ۱۱

علیہ السلام قال : اذا دعیت الی الشہادۃ فاجب" جراح مدائنی کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہیں شہادت کے لیے بلایا جائے تو ضرور جاؤ۔" ۲

عن محمد بن الفضیل عن ابی الحسن علیہ السلام فی قول اللہ عز وجل ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا فقال اذا دعی الرجل لتشہد لہ علی دین او حق لم ینبغ لذلک ان یأبی علیہ" ۳

محمد بن فضیل کہتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام سے قرآن خدا ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا کے سلسلے میں فرمایا کہ جب کسی کو کوئی شخص قرض یا کسی حق کے بارے میں گواہی دینے کے لیے بلائے تو تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تاخیر کرو اور گھر بیٹھ رہو۔

ابنی محمد بن فضیل نے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ : لا ینبغی للذی یدعی الی الشہادۃ ان یتقاعس عنہا۔ جس شخص کو گواہی کے لیے بلایا جائے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ تاخیر کرے اور بیٹھ رہے ۴

شہادت کا چھپانا موجب عقاب آخرت ہے اور لائق مذمت ہے

عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من کتم شہادۃ او شہد بہا لیہدر بہا دم امرء مسلم ولیروی مال امرء مسلم الی یوم

---

۱ وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۲۲۵ ۲ وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۲۲۶ ۔

القیامۃ وبوجھہ ظلمۃ مدّ البصر، وفی وجھہ کلوح
لعنہ الخلائق باسمہ ونسبہ ومن شھد شھادۃ
حق لیحیی بھا حق امرئ مسلم اُتی یوم القیامۃ
وبوجھہ نور مدّ البصر تعرفہ الخلائق باسمہ و
نسبہ ثم قال ابوجعفر علیہ السلام الا ترون ان اللہ
عزوجل یقول ۔ واقیموا الشھادۃ للہ [1] امام محمد باقر
علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ
جو شخص شہادت کو چھپائے یا اس طرح شہادت دے کہ جس کی وجہ سے کسی مسلمان
کا خون ضائع ہو جائے یا کسی مسلمان کا مال چھن جائے تو وہ قیامت کے دن اس طرح
میدان حشر میں آئے گا کہ حد نظر تک اس کے چہرے کی تاریکی پھیلی ہوئی ہوگی اور
اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی اور ساری مخلوق اس کے نام و نسب سے اسے
پہچانتی ہوگی اور جو شخص درست شہادت دے تاکہ اس سے کسی مسلمان کا حق ثابت
ہو جائے تو قیامت کے دن وہ آئے گا تو اس کے چہرے کا نور حد نظر تک پھیلا
ہوا ہوگا اور سب لوگ اسے اس کے نام و نسب سے پہچانیں گے۔ پھر امام
محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے
اللہ کے لیے گواہی قائم کرو۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے وان سئلت عن شھادۃ
فادّھا فان اللہ یقول ۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدّوا الامانات
الی اھلھا وقال ومن اظلم ممن کتم شھادۃ عندہ من اللہ [2]
کہ تم سے گواہی کی خواہش کی جائے تو گواہی دو اس لیے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ

---

[1] وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۲۹۰ فروع کافی، ص ۳۸۰

اللہ تعین کر دیتا ہے کہ اہل امانت کی امانت انکو دے دو اور آپ نے فرمایا اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو شہادت کو چھپائے جو کہ اللہ کی طرف سے اس کی ذمہ داری ہے۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا: ومن رجع عن شهادته ولم يكتمها، طعمه الله لحمه على رؤوس الخلائق ويدخل النار وهو يلوك لسانه (۱) جو شخص اپنی گواہی سے پھر جائے یا اس کو چھپائے تو خداوند عالم ساری مخلوق کے سامنے اس کا اپنا گوشت اس کو کھلائے گا اور وہ دوزخ میں اس حال میں جھونکا جائے گا کہ وہ اپنی زبان چباتا ہوگا۔

الحسن بن علی العسکری علیہما السلام فی تفسیره عن امیر المومنین علیه السلام فی قوله تعالی: ولا یأب الشهداء اذا ما دعوا قال من کان فی عنقه شهادة فلا یأب اذا دعی لاقامتها ولیشهد لیصح بها ولا تاخذه فیها لومة لائم ولیأمر بالمعروف ولینهی عن المنکر (۲)

جناب امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی تفسیر میں قول خدا ولا یاب الشهداء اذا ما دعوا کے سلسلے میں جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد بیان فرمایا ہے کہ جو شہادت کا ذمہ دار ہو اسے جب بھی ادائے شہادت کے لیے بلایا جائے تو انکار نہ کرے اور ضرور گواہی دے۔ اس میں خیر خواہانہ انداز اختیار کرے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کرے بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

اگر گواہ مقرر نہ کیا جائے: عن ابی عبد الله علیه السلام: اذا سمع الرجل الشهادة ولم یشهد علیها فهو بالخیار ان شاء

---

(۱) وسائل الشیعہ ج ۱۸، صفحہ ۲۲۵؛ (۲) وسائل الشیعہ ج ۱۸: ص ۲۲۵، ۲۲۹؛

شهد وان شاء سکت وان اذ استشهد لم یکن له الا ان یشهد[1]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی شخص گواہی سننے مگر اسے خود گواہ مقرر نہ کیا گیا ہو تو اسے اختیار ہے، چاہے گواہی دے، چاہے خاموش رہے لیکن اگر اسے ہی گواہ مقرر کیا گیا ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ شہادت دے۔

عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال، اذا سمع الرجل الشهادة ولم یشهد علیها فهو بالخیار ان شاء شهد وان شاء سکت الا اذا علم من الظالم فیشهد ولا یحل له الا ان یشهد[2] امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی شخص گواہی سے واقف ہو لیکن وہ خود گواہ نہ ہو تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے گواہی دے یا خاموش رہے مگر جب کہ اسے یہ علم ہو کہ صاحب معاملہ کو کسی ظالم سے نقصان پہنچ جائے گا تو اسے چاہئے کہ گواہی دے اور ایسی صورت میں گواہی نہ دینا جائز نہیں ہے۔

گواہی پر گواہی: اگر کسی مقدمہ میں اصلی گواہ شہادت کے بعد مر جائیں یا کسی وجہ سے ان کی شہادت کے متعلق یہ بحث چھڑ جائے کہ انہوں نے گواہی دی ہے یا نہیں تو ہر ایک گواہ کے بدلہ دو عادل گواہ شہادت دے دیں کہ اصل گواہ نے یہ شہادت ہمارے سامنے دی تھی تو وہ انسانوں کے حقوق میں خواہ وہ کسی قسم کے بھی ہوں یعنی سزا سے متعلق ہوں جیسے قصاص و دیت یا سزا سے متعلق نہ ہوں جیسے طلاق، قرض اور معاہدے وغیرہ قبول کر لی جائے گی۔ جہاں تک حقوق اللہ کا تعلق ہے تو جن امور میں حد جاری ہوتی ہے خواہ وہ صرف حقوق اللہ ہی ہوں جیسے زنا اور لواطہ وغیرہ، یا انسان اور خدا کا مشترک حق ہو جیسے قذف اور سرقہ

---

[1] فروع کافی ج ۷ ص ۳۸۱، وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۲۳۳ ۔ [2] فروع کافی ج ۷ ص ۳۸۱، وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۲۲۳

تو شہادت پر شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

تاہم ایسے امور کے تعلق میں جن میں حد جاری نہیں ہوتی ہے شہادت اصلی پر شہادت قبول کر لی جائے گی جیسے زکوٰۃ، خمس، وقف اور رؤیت ہلال وغیرہ۔

اگر چوری کے مقدمے میں، فرعی گواہ، شہادت دیں تو وہ صرف اس حد تک قبول ہوگی کہ چور سے مال، مالک کو واپس دلوایا جائے گا۔ اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

شہادت فرعی میں بھی وہ تمام اوصاف ضروری ہیں جو اصل میں ضروری ہیں ہر اصلی گواہ کے لیے دو فرعی گواہ ہونا چاہئیں۔ اگر ایک اصلی گواہ موجود ہو اور وہ فرعی گواہ کے ساتھ مل کر فرعی گواہ کی حیثیت سے گواہی دے تو قابل قبول ہوگی۔

جھوٹی گواہی دینا: عورتوں کی فرعی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ [1]

جھوٹی گواہی دینا بہت بڑا جرم ہے اس کو گناہان کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے تاہم اگر کوئی بدنصیب جھوٹی گواہی دے دے تو اگر اس کی شہادت پر قاضی حکم دے چکا ہے تو اسے اپنا حکم واپس لے لینا چاہیئے اور اگر یہ حکم مال سے متعلق ہے تو صاحب مال کو مال واپس دلوانا چاہیئے اور اگر وہ ضائع کر چکا ہو تو اس کا تاوان دلوائے اور اگر جھوٹی گواہی حد زنا میں دی گئی ہو اور ان شہادتوں کی وجہ سے کسی کا ہاتھ کاٹ دیا گیا یا قتل یا رجم کر دیا گیا ہو تو گواہوں سے قصاص لیا جائے گا اور قصاص کے ضوابط کو ملحوظ رکھا جائے گا

---

[1] مزید تکملۃ المنہاج، ج ۱، ص ۱۴۲، تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۵۱۰ تا ۵۱۵
نظام اسلام کتاب الشہادت ص ۱۳۸، الشیعہ فی عقائدھم واحکامھم ص ۲۲۲ :

جناب آیت اللہ العظمیٰ سرکار السید ابوالقاسم الخوئی نے فرمایا ہے :

تحرم الشهادت بفسوق وهي من الكبائر ان شهد اثنان بسماعة الزور وحكم الحاكم بشهادتهما ثم ثبت عنده ان شهادتهما كانت شهادة زور ، انتقض حكمه وعند ثذ ان كان المحكوم به من الاموال ضمنه ووجب رده الى المحكوم عليه صاحبها ان كانت باقية والا غرما وان تلفت كان المحكوم له من غير الاموال كقطع اليد والجلد والرجم وهما شاكل ذلك انتقض من الشهود

(ترجمہ سہولت بالا ہے)

اقسام حقوق : اسلامی معاشرے میں کچھ خدائی حقوق ہیں اور کچھ بندوں کے ۔ یعنی حقوق کی دو قسمیں ہیں (۱) حقوق اللہ اور (۲) حقوق العباد

۱۔ **حقوق اللہ** : حقوق اللہ کے دو حصے ہیں ۔ حصہ اوّل میں وہ حقوق ہیں جو چار مردوں کی شہادت سے ثابت ہوتے ہیں اور وہ تین ہیں (۱) زنا (۲) لواطہ اور (۳) سحق ۔ زنا سزا کے اعتبار سے دو قسم کا ہے ایک تو وہ ہے جس کوڑے مارے جاتے ہیں دوسرے جس میں سنگسار کیا جاتا ہے ۔ جس زنا میں کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے اس میں تین مرد اور عورتیں یا دو مرد اور چار عورتیں گواہ ہوں تو اس کا ثبوت ہو جاتا ہے لیکن جس زنا کی سزا سنگساری ہے وہ صرف چار مردوں کی شہادت ہی سے ثابت ہو سکتا ہے ۔

حصہ دوم میں وہ حقوق اللہ ہیں جن کا ثبوت دو مرد گواہوں کی شہادت سے ہوتا ہے اور اس میں وہ تمام جرم شامل ہیں جو زنا ، لواطے اور سحق کے علاوہ ہیں جیسے چوری ، شراب خوری اور قذف وغیرہ

---

۱ مبانی تکملۃ المنہاج ، ج ۱ ، صفحہ ۱۵۵/۱۵۲

حقوق الہیہ میں سے کسی حق کے ثبوت کے لیے ایک مرد گواہ اور دو عورتوں، یا ایک مرد گواہ اور قسم، یا صرف عورتوں کی شہادت کافی نہیں ہوا کرتی

۲۔ حقوق العباد: حقوق العباد کی تین صنفیں ہیں

صنف اول میں وہ حقوق شامل ہیں جن کے ثبوت کے لیے دو مردوں کی شہادت درکار ہوتی ہے اور عورتوں کی شہادت ان کے متعلق میں ناقابل قبول ہے وہ یہ طلاق، خلع، وکالت، وصیت، نسب اور رؤیت ہلال ہیں۔

صنف دوم میں وہ حقوق داخل ہیں جو دو مرد گواہوں یا ایک مرد گواہ اور دو عورتوں یا ایک مرد گواہ اور قسم کے ذریعے ثابت ہوتے ہیں اور اس میں تمام مالی وقرض سے متعلق معاہدے اور ایسے جرموں کا ارتکاب جن میں دیت لازم ہوتی ہے اور وہ تمام معاہدے داخل ہیں جن میں لین دین یا منفعت اور مزدوری شامل ہیں۔

صنف سوم میں وہ امور ہیں جن میں اگر دو مرد گواہی دے دیں تب بھی ان کا ثبوت ہو جاتا ہے یا فقط چار عورتیں گواہی دے دیں یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دے دیں تو ان کا ثبوت ہو جائے گا اور یہ دخول، استہلال، بچہ کا وقت ولادت رضاع، رضاعت عورتوں کے باطنی عیوب میں ہے۔

اجرائے حد کی افادیت و اہمیت:

مروجہ دور میں بعض جرائم و اعمال کو قبیح اور قابل نفرت سمجھا جاتا ہے اور ان جرائم و اعمال میں ارتکاب اور اعادہ ارتکاب سے روکنے کے لیے قانون بنائے جاتے ہیں لیکن چونکہ یہ قوانین انسانوں کے وضع کردہ ہوتے ہیں اس لیے یہ ان کی سرکشی کا قلع قمع نہیں کر سکتے بلکہ بعض حالات میں تو قانونی سزا ارتکاب جرم کی تشویش کا سبب بنتی ہے اور موجودہ دنیا کی تمام حکومتوں کے قوانین اور ان کی

۱۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۲۹

تاریں ہمارے سامنے ہیں، کسی ملک میں بھی جرم کا خاتمہ ہوتا تو کیا۔ کمی بھی نظر نہیں آتی۔ جتنے قانون ارتکاب جرم سے روکنے کے لیے بنائے جاتے ہیں اتنا ہی حوصلہ ارتکاب جرم زیادہ ہو، چلا جاتا ہے ۔ ۔ ۔ !!!

اس جرم نواز اور جرم پرست دنیا میں اگر جرم اور حوصلہ جرم کو ختم کیا جا سکتا ہے تو صرف اسلامی سزاؤں کے ذریعے اور ایک مشاہداتی حقیقت ہے کہ اسلامی قرون اولیٰ میں جبکہ اسلامی قانون سزا پر عمل کیا جاتا تھا تو شاذ و نادر ہی ارتکاب جرم ہوتا تھا یعنی کوئی بدنصیب اور شقی ترین انسان ہی ارتکاب جرم کرتا تھا۔ ہمارے زمانے میں بھی حجاز میں اسلامی قانون سزا نافذ ہے اور اس کے نتیجے میں وہاں وقوع جرم نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور اب ایران میں بھی اسلامی سزاؤں کے نفاذ کے نتیجے میں ارتکاب جرم محدود ہوتا چلا جا رہا ہے یعنی جنسی جرائم، شراب خوری، ڈاکے اور چوری کا نام و نشان مٹتا جا رہا ہے اس لیے یہ دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ جہاں بھی اسلامی سزائیں نافذ کی جائیں گی جرم و گناہ کا ارتکاب محدود سے محدود تر ہو جائے گا۔ جیسا کہ ماضی اور حال کے مشاہدے سے ثابت ہے اس طرح اجرائے حدود یعنی اسلامی سزاؤں کا نفاذ معاشرے میں طہارت اور پاکیزگی کردار کی بحالی کا سبب بنے گا اور شرافت کی زندگی کا رواج ہوگا

جناب امام جعفر صادق علیہ الاسلام نے حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔

۱ حد یقام خیر من مطر اربعین صباحا۔ "حد کا جاری کرنا چالیس دن کی بارش سے زیادہ سود مند ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا[1]

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج، ج، ص ۲۹، تحریر الوسیلہ ۲ ص ۵۸۰ الشیعہ فی عقائدھم واحکامھم ص ۲۲۱، ۲۲۲ شرائع الاسلام کتاب الشہادات ص ۳۴۳ تا ۳۷۰

ت ۔ ۔ ۔ فی الارض ان یکن فیھا من سطر اربعین لیلۃ و ایامھا ۔ زمین میں اجرائے حد، چالیس دن رات کی مسلسل بارش سے زیادہ نفع بخش ہے۔

ایک دوسری حدیث میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

ساعۃ امام عادل افضل من عبادۃ ستین سنۃ وحد یقام اللہ فی الارض افضل من مطر اربعین صباحًا۔ امام عادل کی زندگی کی ایک ساعت، ستر سال کی عبادت سے افضل ہے اور زمین میں جو کسی مجرم پر حد جاری کی جاتی ہے وہ چالیس دن کی بارش سے زیادہ بہتر ہے۔[1]

ان احادیث مبارکہ کا منطوق و مفہوم ظاہر ہے کہ امت مسلمہ کو تعداد اجرائے حدود کی افادیت و اہمیت کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے بڑے سادہ الفاظ میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ چالیس دن کی بارش سے جو محض مادی منافع انسان کو پہنچتے ہیں، حد کے اجرا سے اس سے کہیں زیادہ مادی روحانی و اخلاقی نفع حاصل ہوتا ہے ظاہر ہے کہ روحانی و اخلاقی منافع کے مقابلے میں فقط مادی فوائد کی کوئی خاص اہمیت اور قیمت نہیں ہے۔

ساری دنیا میں مسلم معاشروں نے صدہا سال خود ساختہ قوانین سے تمسک کر کے اخلاقی و روحانی بیماری اور ویرانیہ پن اور امن و سکون سے محرومی کا عالم دیکھ لیا ہے اس لیے عقل کا تقاضا یہ ہے کہ حدود الٰہیہ کو نافذ کر کے ہر قسم کے اخلاقی اور مادی نقصان سے بچنے کا اہتمام کیا جائے۔

تاہم اجرائے حد میں ضروری ہے کہ وقوع جرم کا مکمل ثبوت کے سہارے یقین حاصل کیا گیا ہو۔ اگر ثبوت جرم میں کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو ہرگز حد جاری نہ

---

[1] فروع کافی ج ۷، صفحہ ۱۷۵، وسائل الشیعہ ج ۱۸، صفحہ ۳۰۵۔

کی جائے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

ادرءوا الحدود بالشبہات : شبہات کی وجہ سے حدود کو دفع کردو یعنی ترک کردو[1] اس لیے عدالت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس تعلق میں مکمل احتیاط سے کام لے ورنہ شبہ کے باوجود سزا دے دی گئی تو قاضی ماخوذ الذمہ ہوگا

---

[1] : وسائل الشیعہ ج ۱۸ کتاب الحدود صفحہ ۳۳۶ !!

حدِّ زنا و توابعِ زنا

کی قانونی تفصیل سے پہلے جنسی جرائم کے
وقوع کے علل و اسباب پر ایک نظر

جنسی کج روی کے اسباب

جنسی جذبہ اور اس کا وقتاً فوقتاً ہیجان انسانی فطرت اور جبلت کا عطیہ اور قدرت کا کرشمہ ہے اور اس کی تسکین کے لیے قدرت ہی نے انسان کو دو جنسوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کی طرف میلان اور جھکاؤ اور اس کے پیچھے جن تقاضوں کو قرار دیا ہے۔ بعض نفس پرست حکماء نے جنسی جذبے کو بھوک اور پیاس کا مماثل قرار دے کر اس کی تسکین کے لیے کسی ضابطے اور قاعدے کی ماسدی ضرورت نہیں سمجھی۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ حکماء ذہنی طور پر اتنے جنس زدہ تھے کہ وہ عقل کے اس تقاضے کو بھی فراموش کر گئے کہ بھوک پیاس کا جبلتی مقصد خرچ شدہ طاقت کی بحالی کے سہارے تک ہے۔ جب کہ جنسی جذبہ کی تسکین میں توالد تناسل کے واسطے سے نسل انسانی کا تسلسل مقصود ہے بھوک پیاس، انسان کے وجود کے ساتھ آتی ہے اور موت کے وقت تک جاری رہتی ہے لیکن جنسی جذبہ بچہ کی ایک خاص حد پر پیدا ہوتا ہے اور ایک خاص مرحلہ میں جا کر ختم ہو جاتا ہے لہٰذا جبلتی مماثلت اور مشابہت کے سہارے جنسی جذبہ کی تسکین کا حکم لگا دینا تقاضائے عقل نہیں ہے اس لیے کہ خود کھانے پینے میں بھی انسان بے مناسب اور جائز نہیں جانتا کہ وہ گلی سڑی چیزوں کو کھائے۔ گندے نالی کا پانی پیئے یا ایسے برتنوں سے پانی پی لے جس میں پیشاب رکھا گیا ہو۔ کسی دوسرے کا جھوٹا کھانا بھی کوئی انسان مناسب نہیں سمجھتا تو پھر جنسی جذبہ کی تسکین کے لیے قواعد اور ضوابط سے بے نیاز ہو جانا کس طرح مناسب ہو سکتا ہے ۔ ۷۹ یہی وجہ ہے کہ انسان تاریخ کے ہر دور اور موڑ پر ہر انسانی معاشرہ جنسی وظائف کی انجام دہی کے لیے کچھ قواعد و ضوابط کو لازمی

سمجھا رہا ہے۔ دنیا کے وحشی سے وحشی قبائل میں بھی ایسی رسمیں اور رواج موجود ہیں جو جنسی وظائف کی تعمیل و تکمیل کے لیے دستور کا مرتبہ رکھتے ہیں لیکن یہ حقیقت بڑی دور تک ہے کہ انسانی تاریخ کا کوئی دور، جنسی کجروی اور جنسی انارکی کے واقعات سے خالی نہیں ہے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ ماقبل اسلام جتنے معاشرے ابھرے اور جن علاقوں میں تہذیب و تمدن نے ترقی کی وہاں جنسی کج روی بھی ارباب علم و اقتدار کی سرپرستی میں پھلتی پھولتی رہی۔ یونان کے بہت سے فلاسفر اور طوائفوں کے والہ و شیدا تھے اور نہ صرف ان کی تعریف و توصیف کے نغمے الاپا کرتے تھے۔ یونان کے بعض حکمار تو اتنے جنس زدہ تھے کہ وہ حیوانوں کی طرح بازاروں اور میلوں ٹھیلوں میں بھی برسر عام جنسی فعل کے ارتکاب میں تذبذب اور تکلف کا شکار ہونا تو کیا اس کا عریاں مظاہرہ ضروری سمجھتے تھے۔ روم ایمپائر جب اپنی ترقی کے عہد شباب سے گذر رہی تھی تو بڑے بڑے عالم و رسکان جنسی رنگ رلیوں کے لیے آراستہ پیراستہ رہتے تھے۔ برطانیہ وغیرہ میں سرکاروں درباروں کا تو ذکر کیا ہے مقدس صلیبی جنگوں میں بھی ہزاروں عورتیں فوجیوں کی جنسی تسکین کے لیے موجود رہتی تھیں۔ روس میں باقاعدہ حکومت کی سرپرستی میں جنس کا کاروبار ہوتا تھا اور "پیلے پتے" کے نام سے جنس فروش عورتوں کو یہ کاروبار جاری رکھنے کا لائسنس دے دیا جاتا تھا۔ فرانس کے شاہی دربار میں سینکڑوں طوائفیں اپنی چہل پل دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے آزاد تھیں قیاصرہ کے زمانے کے جرمنی میں جنسی بے راہروی پر کوئی پابندی نہیں تھی ارسطو کے زمانے میں تو عورت کا یہ فرض قرار پا گیا تھا کہ وہ جس طرح سے بھی ہو جرمن سپاہیوں سے ہم آغوش ہو کر زیادہ سے زیادہ جرمن نسل کے بچے پیدا کرے۔ مصر، بابل اور نینوا کی تہذیبوں میں بھی جنس کی کج روی پر کوئی قدغن نہ تھی۔ عرب کی سرزمین ایام جاہلیت میں بد خلقیوں کی آماجگاہ تھی۔ بڑے بڑے سردار، مہیوا عورتوں سے بے باکانہ

رابطہ رکھتے تھے۔ جنس فروش عورتوں میں سے کثر جو زیادہ باوقار بھی جاتی تھیں جھنڈے والیاں کہلاتی تھیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور صحابیات میں سے کئی ایک بلند مرتبہ اور مقتدر افراد ایام جاہلیت میں رنگ رلیوں میں مصروف اور اس پر مفتخر رہے تھے۔ ایشیائی ملکوں میں ہندوستان بھی جنسی آوارگی میں کسی سے پیچھے نہ تھا۔ یونان کی طرح یہاں بھی مندروں اور بت خانوں میں دیوداسیاں اور پجارنیں مذہب میں لپٹی ہوئی حوس کا نشانہ بنتی تھیں۔ ہندوستان میں یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے جاپان میں اچھے سے اچھے گھرانوں کی لڑکیاں بھی زینت بازار بنتی ہیں۔ جن محل نما مکانوں میں یہ لڑکیاں رہتی ہیں ان کو "یوشی وارا" کہا جاتا ہے اور یہ لڑکیاں "جی شیا گرلز" کہلاتی ہیں۔ یہ کاروبار زیادہ تر حکومت کی نگرانی میں چلتا ہے اور کچھ "یوشی وارا" نجی ملکیت میں ہیں۔ "جی شیا گرلز" سے شادی جاپان میں کوئی عیب نہیں ہے۔ بڑے سے بڑا آدمی "جیشا گرل" سے شادی کر لیتا ہے اور اس کے معاشرتی مرتبہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ان لڑکیوں کو گانے بجانے کی تعلیم اور خاص طور پر ناز و نخرہ کی تربیت دی جاتی ہے۔ امریکہ میں عام طوائفوں کے علاوہ آج کل "وکٹری گرلز" کی کثرت ہے۔ وکٹری گرلز وہ لڑکی کہلاتی ہے جو تعلیم حاصل کرنے ملازمت یا کسی کاروبار میں شامل ہونے کے لیے دفتر و بازار میں آجاتی ہے اور زن و مرد کے عمومی اختلاط کی وجہ سے جنسی کج روی کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے۔ آج کل باقاعدہ پیشہ ور طوائفوں کے مقابلے میں یہ خانگی لڑکیاں بدرجہا زیادہ تعداد میں سامان عیش و نشاط بنتی ہیں۔ مندرجہ بالا معلومات امریکہ کے مشہور قلم کار شرڈائی سن کارٹر کی کتاب "سن اینڈ سائنس" سے لی گئی ہیں۔ قارئین تفصیل کے لیے اصل کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

افسوسناک اور شرمناک پہلو اس صورتحال کا یہ ہے کہ ان کا نام نہاد مہذب اقوام میں جنسی بے راہروی بذات خود عیب نہیں سمجھی جاتی ۔۔۔ !!! اگر اس کیفیات

کبھی کوئی مہم چلائی جاتی ہے تو وہ صرف اس کے نتائج، سوزاک، آتشک اور دیگر بیماریوں سے بچنے کے لیے چند مرکیں فوجیوں کو تقریباً پانچ کروڑ ہار حفاظتی ٹیکے لگائے جاتے ہیں، یعنی حفاظتی ٹیکہ لگانے کے بعد ان کو ہر ماہ کی کھلی اجازت ہے، گویا مہینہ میں پانچ کروڑ بار صرف فوج کے سیاہی جنسی خرافات میں مبتلا ہوتے ہیں، باقی دنیا امریکن قوم کا جنسی اعمال نامہ اسی سے سمجھا جا سکتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ !!

کچھ عرصہ ہوا ناصر بہائی مہذب قوموں کے سرتاج برطانیہ نے ہم جنسی کو بھی قانونی تحفظ دے دیا ہے۔ پہلے بھی زنا بالرضا خلاف وضع فطرت، انگریزوں کے معمولات میں تھے لیکن جمہوریت کی نئی تفسیر و تعبیر کے تحفظ کے لیے ہم جنسی کو قانوناً سند جواز دے دی گئی۔ زنا بالرضا ان اقوام میں کبھی بھی قابل تعزیر تو کیا، لائق تفتیش و مذہب بھی بن رہا ہے اس لیے کہ یہ ان کے مزدیک انفرادی آزادی میں مداخلت ہے ۔ ۔ !

قیامت ہے کہ پاکستان کی تعزیرات میں بھی ۳۷۷ وغیرہ کے تحت صرف زبا بجبر کو قابل تعزیر دیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اقوام عالم نے کبھی بھی جنسی بے راہروی کو قابل نفرت نہیں سمجھا اور جنسی بے راہ روی اختیار کرنے والوں کو کبھی معاشرہ میں بے وقعتی کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔ اسی وجہ سے جنسی ہوس کا یہ طوفان بڑھتے بڑھتے ہم جنسی کے جواز تک جا پہنچا جہاں تک مذاہب عالم کا تعلق ہے تو یہ درست ہے کہ زیادہ تر مذاہب نے جنسی بے راہ روی کی مذمت کی ہے اور اس کو جرم اور گناہ قرار دیا ہے لیکن تعزیر کی حد تک سارا زور صرف شادی شدہ عورتوں کے خلاف صرف کیا گیا ہے۔ مردوں کو اس فعل شنیع پر قابل سزا نہیں گردانا گیا ہے۔ بعض مذاہب ایسے بھی ہیں جنہوں نے غیر قانونی جنسی اختلاط کی ہمت افزائی کی ہے یا ایسے وسائل اختیار کیے ہیں کہ جن سے غیر قانونی جنسی اختلاط کی ہمت افزائی ہو جیسے گرجا گھروں میں

"ننز" کا قیام یا مندروں میں "دیوداسیوں" کی اقامت۔ ظاہر ہے کہ یہ لڑکیاں اپنے فطری میلانات کو فنا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتیں جبکہ پادریوں اور مہنتوں کا ایک ٹولہ نئی ضرورت کے تحت ان کے استحصال کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ہر نوع انسانی کے اس طوفان بدتمیز میں یقیناً خدا اور مدعام عرشناسہ کی طرف سے آنے والے نبیوں، رسولوں اور دیگر اولیاء اللہ کے علاوہ ان کے متبعین نے عصمت کے تحفظ کا سرزمار میں مظاہرہ کیا اور جنسی جذبات کے سیلانات کی تسکین کے لیے قواعد وضوابط مرتب کیے اور انسانی معاشروں کو دیئے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ قواعد وضوابط اتنے جامع، مؤثر اور سادی نہ تھے کہ جنسی بے راہروی کے خاتمہ کے امکانات پیدا ہو سکتے۔ اسلام دنیا کا پہلا اور آخری دین ہے جس نے جنسی بے راہروی کو روکنے کے لیے ایسے جامع قواعد مرتب کیے جن کو قبول اور تسلیم کر لینے کے بعد انسان مکروہات کا شکار ہو ہی نہیں سکتا۔

جنسی عوارض کو روکنے اور ختم کرنے کے لیے اسلام نے جو قواعد وضوابط انسانیت کو دیئے ہیں اور جو ہدایت و راہنمائی فرمائی ہے ان کی تفصیلات میں جانے سے پہلے یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ انسان جنسی بے راہروی کا مرتکب کیوں ہوتا ہے ... ؟؟؟!

علل واسباب :-

ہزاروں برس سے انسانی معاشرہ جنسی بے راہروی کی لعنت اور علت میں گرفتار ہے۔ شخصی خاندانی، جسمانی، روحانی بیماریوں اور تباہیوں میں مبتلا ہونے کے باوجود انسان بغاوت پسند کیوں ہے ... ؟!۔ اہل مذہب کے

پند و نصائح پر مشتمل وعظ، مضامین اور کتابیں معاشرتی اصلاح پسندوں کی تلقینات اور مقالات، مصلحین قوم کے شرافت افروز اقدامات، طبیبوں اور ڈاکٹروں کی صحت افزا تجاویز اور مشوروں کے ہوتے ہوئے جنسی بے روی سیلاب اور طوفان کی طرح کیوں بڑھتی رہی ہے ..... صاحبان نظر کا احساس یہ ہے کہ اس صورت حالات کا کوئی ایک سبب نہیں ہے۔ یہ ایک سماجی بیماری ہے اور متعدد عوامل اس کا سبب ہیں۔ جب تک جنسی بے روی کے تمام اسباب و محرکات کو ختم نہیں کیا جائے گا اس وقت تک محض تعزیری قوانین کے سہارے یا وعظ و پند اور نیک مشورے کے وسیلے سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا ..... !!

آئیے! جنسی بے روی کے اسباب پر سرسری نظر ڈال لیجئے۔

۱۔ بدکاری کو عیب نہ سمجھنا۔

۲۔ بے روک ٹوک صنف قوی و ضعیف کا اختلاط۔

۳۔ اہل، بے جوڑ اور غیر متوازن شادیاں۔

۴۔ شادی کے غیر ضروری اور بھاری بھرکم اخراجات۔

۵۔ نوجوانوں کی شادی بیاہ میں غیر معمولی تاخیر۔

۶۔ دینی و مذہبی تعلیمات سے بے خبری اور عام انسانی اخلاق سے ناواقفیت۔

۷۔ ہیجان خیز لٹریچر کی اشاعت

۸۔ تھیٹروں اور سینماؤں میں بے حیائی پر مشتمل تصاویر اور تماشوں کی نمائش

۹۔ رقص و سرود کی پرستاری و سرپرستی۔

۱۰۔ نیم عریاں لباس کی ہمت افزائی اور اس کا رواج۔

۱۱۔ بعض گھرانوں کی عفت کے کاروبار پر گذر بسر۔

۱۱۔ صنعت کی تجارت سے کچھ لوگوں کو غیر معمولی منافع کا حصول۔
۱۳۔ مانع حمل آلات وادویہ کی ایجاد اور ان کا وسیع پروپیگنڈہ۔
۱۴۔ غیر متوازن معیشت
۱۵۔ غیر مؤثر اور غیر متوازن انتظامی قوانین کی تشکیل
۱۶۔ انتظامی قوانین نافذ کرنے والے اداروں کی کور چشمی اور بے بصری۔

بہتر ہوگا کہ مذکورہ اسباب و محرکات پر فی الجملہ تفصیلی نظر ڈال لی جائے ساتھ ہی یہ بھی نوٹ کر لیا جائے کہ اسلام ان مسائل میں کیا ہدایات دیتا ہے اور جنسی بے راہ روی سے بچنے کے لیے کیا لائحہ عمل تجویز کرتا ہے

۱۔ بدکاری کو عیب نہ سمجھنا:

موجودہ دور کی نام نہاد مہذب دنیا میں کسی قسم کی جنسی کج روی کو بھی عیب نہیں سمجھا جاتا۔ زنا اور دیگر جنسی قبائح میں گرفتار افراد کو معاشرہ میں بے وقعتی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ بعض حالات میں تو فاحشاؤں اور فاحشہ نوازوں کی خاطر مدارات اور تعظیم و تکریم کی جاتی ہے۔ جب تک گناہ سے نفرت اور گناہگاروں سے بیزاری معاشرتی زندگی میں ایک جیتے جاگتے کردار کی شرکت نہ اختیار کرے گی اس وقت تک جنسی بے راہروی کے شاہکار تیار کرنے والوں کو اپنی حرکات سے باز... کی کیا ضرورت ہے.... ؟! کسی بیماری کا علاج صرف اسی وقت کیا جاتا ہے جب پہلے سے اسے قابل نفرت اور باعث عار قرار دیا جاتا ہے۔ بیماری سے بیزاری کا فقدان عدم علاج کا سبب بنے گا اور بیماری کے پھیلاؤ کا وسیلہ

اسلام نے جنسی بے راہروی اور ہر طرح کے گناہ کو بذات خود قابل نفرت

و بیزاری اور مرتکبین کو بھی لائق نفرت و سزا قرار دیا ہے۔ قرآن کریم نے واضح لفظوں میں قرار فرمایا ہے

ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا ۔

اور تم زنا کے نزدیک نہ پھٹکو (یعنی دل میں زنا کا خیال بھی نہ آنے دو) یقیناً وہ بے شرمی اور بہت برا طریقہ ہے (۱)

قرآن کریم کی مذکورہ آیات نے قطعی و واضح طریقہ پر زنا کو فعل قبیح اور قبیح قرار دے دیا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے

ان اللہ یورث خصال ثلاث فی الدنیا وثلاث فی الاخرۃ فاما اللواتی فی الدنیا یذھب بنور الوجہ ویقطع الرزق و یسرع الفنی واما اللواتی فی الآخرۃ فغضب الرب وسوء الحساب والدخول فی النار والخلد فیھا (۲) "زنا کی چھ تاثیریں ہیں۔ تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ دنیا میں زنا کے چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے، رزق کم ہو جاتا ہے اور عمر کوتاہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ناراضگی عنیف، حساب، آگ میں داخلہ اور وہاں ہمیشہ کی رہائش ہے۔"

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دوسری حدیث میں ہے

لا یدخل رجل امرأۃ مسلمۃ ویھودیۃ ونصرانیۃ او مجوسیۃ امرۃ او امۃ لم لم یتب منہ ومات مصر علیہ فتح اللہ لہ فی قبرہ ثلاث مائۃ باب یخرج منھا عذاب وعذاب وتعذب النار فھو یعرف الی یوم القیامۃ

۱۔ ص۵ بنی اسرائیل آیت ۳۲۔ ۲۔ تفسیر منہج الصادقین ج ۵ ص ۲۷۹ تہران۔

فاذا لقيت من قبره تأذى الناس من فتن ريحه فيعرف ببدنك وبما كان يعمل في دار الدنيا حتى يؤمر به إلى النار (۱) یاد رکھو کہ جو شخص بھی کسی مسلمان، یہودی عیسائی یا مجوسی عورت سے خواہ وہ آزاد ہو یا کنیز زنا کرے گا اور توبہ نہ کرے اور یہی حرکت کرتا ہوا مر جائے تو خداوند عالم اس کی قبر میں تین سو ایسے دروازے کھول دے گا جن میں سے آگ کے سانپ، بچھو اور اژدھے نکلیں گے۔ پس وہ قیامت تک جلتا رہے گا اور جب حشر کے دن وہ اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا تو لوگ اس کی بدبو سے اذیت میں مبتلا ہو جائیں گے اور اسی سے وہ پہچان لیا جائے گا کہ یہ زانی ہے، اور جو کچھ دنیا میں کرتا تھا اس کا بھی لوگوں کو علم ہو جائے گا۔ آخر کار اسے دوزخ میں ڈالنے کا حکم دے دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے: الزنا یورث الفقر ویدع الدیار بلاقع (۲) "زنا تنگدستی پیدا کرتا ہے اور آبادیوں کو ویران کر دیتا ہے"

آپؐ نے یوں بھی ارشاد فرمایا ہے: ان اعظم بنی آدم عملا اعظمهم عند الله عز وجل من قتل نبيا أو هدم الكعبة التي جعلها الله قبلة لعباده أو فرغ مدره في حرام (۳) خداوند عالم کے نزدیک ابنائے آدم کے گناہوں میں سب سے بڑے گناہ تین ہیں۔ کسی نبی کو قتل کرنا یا کعبہ کو ڈھانا یا کسی عورت کے ساتھ زنا کرنا

۱: من یحضره الفقیه ج ۴ ص ۲۰ من لا یحضره الفقیه ج ۴ ص ۲۰

۲: من یحضره الفقیه ج ۳ ص ۲۰۰ من لا یحضره الفقیه ج ۳ ص ۲۰۰

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے : اذا زنی الزانی خرج منہ روح الایمان فان استغفر عاد الیہ ۔ جب زانی زنا کرتا ہے تو روح ایمان اس میں سے نکل جاتی ہے لیکن اگر توبہ کرلے تو واپس آجاتی ہے ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بھی بیان فرمائی ہے : لایزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن ولایشرب الشارب حین یشرب وھو مؤمن ولایسرق السارق حین یسرق وھو مؤمن (۲) کوئی مؤمن ، حالت ایمان میں زنا نہیں کرسکتا ۔ کوئی شرابی مومن نہیں رہتا جبکہ وہ شراب پی رہا ہو ، کوئی چور چوری کرتے ہوئے مومن نہیں رہتا

زنا معصوم سے زنا اور مرتکب زنا کے قابل نفرت و بیزار ہونے کے تعلق میں مذکورہ احادیث کے ذریعے اتنی تنویر روشنی پڑتی ہے کہ کسی کو مجال انکار تو کیا زنا کے قابل نفرت ہونے میں معمولی سا شبہ بھی عارض نہیں ہوسکتا ۔

ہم جنسی خواہ وہ صنف قوی کی ہو یا صنف نازک کی اسلامی نقطۂ نظر سے انتہائی گندے اور ناپسندیدہ افعال ہیں ۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے : ولوطا اذ قال لقومہ اتاتون الفاحشۃ ماسبقکم بھا من احد من العالمین ۔ انکم لتاتون الرجال شھوۃ من دون النسآء بل انتم قوم مسرفون ۔ وما کان جواب قومہ الا ان قالوا اخرجوھم من قریتکم انھم اناس یتطھرون (۱)

(۱) ص تحصرہ الفقیہ ج ۴ ۔ ص ۱۲ ، ۲ ص الاعراف آیت ۸۰ تا ۸۲

۰ اور لوط کو بھی ہم نے بھیجا تو اس نے اپنی قوم سے کہا ۔ کیا تم ایسی بدکاری کرتے ہو جو تمام جہانوں میں سے کسی ایک نے بھی تم سے پہلے نہیں کی ۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر شہوت رانی کے لیے آتے ہو ؟! تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو ۔ اور اس کی قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا ۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا تم انہیں اپنی بستی سے نکال دو یقیناً یہ لوگ پاک بنتے ہیں ۔ اس آیت میں ہم جنسی کو بقول فاحشہ سے تعبیر کیا گیا ہے جو قرآن کی زبان میں بدترین عمل کو کہا جاتا ہے۔

حذیفہ بن منصور نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے لواطے کے متعلق دریافت کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا : ذلک الکفر بما انزل اللہ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، یہ جرم جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا ہے (یعنی پوری شریعت اسلامیہ) کا انکار ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ ارشاد بیان فرمایا ہے : ذلک

لو کان ینبغی لاحد ان یرجم مرتین لرجم اللوطی (۲)

اگر یہ ممکن ہوتا کہ کسی مجرم کو دو مرتبہ رجم کیا جائے تو ہم جنسی کے مرتکب کو (دو مرتبہ) رجم کیا جاتا

حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من جامع غلاماً جاء جنباً یوم القیامۃ ، لا یغتسل منہ والدیہ وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ جہنم وساءت مصیراً (۳)

جو شخص کسی لڑکے سے منہ کالا کرتا ہے تو وہ قیامت کے دن جنب اٹھے گا اسے دنیا کا پانی پاک نہیں کرتا ۔ خدا کا اس پر غضب ہے اور لعنت ہے

---

(۲) (۳) التہذیب الاحکام ج ۱۰ صفحہ ۵۳ تہران (۳) الشیعہ فی عقائدھم واحکام صفحہ ۲۱۲ کویت :۔

اور اللہ نے اس کے لیے دوزخ مہیا کر رکھا ہے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔

عورتوں کی ہم جنسی بھی اسی طرح انتہائی گھناؤنا جرم ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ایما لمواتی مع اللواتی التی لعنہا اللہ والملائکۃ ومن بقی فی اصلاب الرجال وارحام النساء وھن فی النار وعلیھن سبعون حلۃ من نار وھو لزفی الاکبر (۱) ہم جنسی کمال تکاب کرنے والی عورتیں ان عورتوں میں سے ہیں جن پر اللہ اس کے فرشتے، مردوں کی صلبوں اور عورتوں کے رحموں میں موجود نسلیں لعنت کرتی ہیں۔ شب و روز میں ہوں گی اور ان کو آگ کے ستر لباس پہنائے جائیں گے اور یہ فعل شنیع، زنائے اکبر ہے

قرآن کریم میں اصحاب رس کی ہلاکت کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ اس قوم کے مرد اور عورتیں ہم جنسی کے مریض تھے اسی لیے ان کو ہلاک کر دیا گیا (۲)

۱۔ الشیخ فی عقوبات و احکام صدیہ ۲۳۔ ۲۔ پ ۱۹ الفرقان آیت ۳۸ تفسیر ابن کثیر

نام نہاد مہذب اقوام میں یہ ناشائستہ حرکات عام ہیں، اور ان وحشیانہ اعمال کی ترویج و کثرت میں شراب خوری اور سؤر خوری کو بنیادی دخل ہے۔ شراب کو تو اسلام نے "ام الخبائث" قرار دیا ہے اور شراب خوار اقوام بھی اس کے اثرات بد پر چیخ اٹھی ہیں اور امتناع شراب کے لیے زبردست تحریکیں شروع کر دی گئی ہیں۔ ہم اس کی تفصیلات سے مبحث "شراب خواری" میں گفت گو کریں گے

اب رہ گئی سؤر خوری تو یہ اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ انسانی اخلاق پر غذاؤں کا بڑا گہرا اثر پڑتا ہے اسی لیے اسلام نے اغذیہ میں حرام و حلال کا خط امتیاز کھینچ دیا ہے اور حرام اغذا کے استعمال کی شدت سے مخالفت کی ہے۔ سؤر خوری اسلام میں سختی سے تاکیداً ممنوع کی گئی ہے لیکن نام نہاد مہذب یورپین اقوام سؤر خوری کو جدید تہذیب کی معراج سمجھتی ہیں، اور اس کی تاثیروں کے نتیجے میں نہایتاً بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ جنسی کج روی کا شکار ہوتی ہیں۔

حیوانات کے جنسی وظائف اور کردار کا مطالعہ کرنے والے محققین و متخصصین نے واضح طور پر بتایا ہے کہ عالم حیوانات میں صرف خنزیر ایک ایسا جانور ہے جو جنسی جذبہ کے ہیجان کے وقت نر و مادہ کی تمیز سے اندھا ہو جاتا ہے اور نر سے آمادہ ہو جاتا ہے مفعول سے بھی بچنے کی کوشش نہیں کرتا اور رکاوٹ نہیں ڈالتا۔ ظاہر ہے کہ جو قومیں سؤر کا گوشت مزے لے لے کر کھاتی ہیں وہ اس کی تاثیر کے تحت ہم جنسی میں آمادہ ہوتی رہتی ہیں۔ انگریز بہادر اور اطالویوں نے تو (HOMOSEXUALITY) ہوم سیکسوئلیٹی کو قانونی طور پر سند جواز عطا کر دی ہے اور اب اس نام نہاد مہذب معاشرہ میں یہ خنزیری فعل معیوب نہیں ہے۔ غیر سؤر خور اقوام میں بھی کہیں کہیں یہ فعل رائج تھا اور اب زیادہ رواج پاتا جا رہا ہے اس کو یا تو نام نہاد مہذب اقوام سے میل جول اور ان کی دنیاوی چمک دمک سے مرعوبیت کا ردعمل سمجھنا چاہیے یا پھر ایسے لوگوں کے نفوس

میں کسی نہ کسی طرح خنزیر گھسا بیٹھا ہوتا ہے ۔۔۔۔!! بہر حال سؤر خور اقوام میں ہی اس فعل شنیع کی کثرت اور اس کا جواز و استحسان پایا جاتا ہے ۔۔۔۔!

یہ شر ناک حقیقت کتنی دل ریش ہے کہ بعض مسلم ممالک میں صاحبان اقتدار و دولت خنزیر خوری کو رواج دینے لگے ہیں۔ ان ممالک کے ہوٹلوں میں کسی سچے مسلمان کے لیے تقرر ممکن نہیں رہا ہے۔ یہ دولت اور اقتدار کے نشہ میں مست عقل باختہ لوگ اسلامی حرمت خنزیر کے یہ رکیک اور تاویل کرتے ہیں کہ "وہ سؤر جو حرام قرار دیا گیا تھا وہ گندے ماحول میں پرورش پاتا تھا۔ آجکل تو سؤر حفظان صحت کے اصولوں کی روشنی میں پالے جاتے ہیں ۔۔۔۔" !! اس قسم کے لوگ یہ سوچنا بھول جاتے ہیں کہ عنوان پرورش کے بدل جانے سے لحم خنزیر کی فطری تاثیریں کیسے ختم ہو جائیں گی ۔؟؟؟ ! اسلامی ضابطہ حرمت لحم خنزیر عنوان پرورش سے متعلق نہیں ہے بلکہ خنزیر کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا ہے خواہ اسے کسی عنوان سے پالا اور کھایا جائے۔ اس سؤر خوری کا مسلم ممالک میں بھی وہی کچھ رد عمل ظاہر ہونے لگا ہے جو یورپین اقوام کی بے عنانی کا سیاہ ترین داغ ہے۔

۲۔ بے روک ٹوک صنف قوی و ضعیف کا اختلاط

جنسی بے راہ روی کے اسباب و وسائل میں عورت اور مرد کا بے روک ٹوک اور آزادانہ میل جول ایک بنیادی سبب اور وسیلہ ہے۔ مشاہدہ اس حقیقت کا گواہ ہے کہ جن معاشروں میں عورت مرد کے اختلاط پر کوئی قدغن اور پابندی نہیں ہے وہ جنسی انارکی کا زیادہ شکار ہیں۔

ماضی کی تاریخ کا مطالعہ بھی اس حقیقت کی واضح نشاندہی کرتا ہے اور موجودہ دنیا کا حال تو آنکھوں کے سامنے ہے۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس وغیرہ کے جنسی معاملات سے متعلق تحقیقاتی کمیشنوں کی رپورٹوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عام لڑکی اور اسکول کالج کی طالبات تک کا مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کے نتیجے میں تناسب ۹۹ فیصد جنسی بے راہ روی

کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ان نام نہاد مہذب معاشروں میں باکرہ لڑکی کا وجود عنقا ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آگ اور آتش گیر مادّے کو کسی رکاوٹ کے بغیر ایک دوسرے کی نزدیکی اور قربت کے امکانات مہیا کئے جائیں گے تو شعلے بھڑکیں گے اور آگ لگے گی ... عورت اور مرد کا اختلاط آگ اور آتش گیر مادّے کے اتصال کے حکم میں ہے جہاں بھی عورت اور مرد ذہنی یا خارجی تحفظات کے بغیر ملیں گے وہیں سے بے راہ روی کی ہمت افزائی ہوگی۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جن اقوام و ملل میں عورت اور مرد کے میل جول پر کچھ پابندیاں عائد ہیں وہاں شاذ و نادر ہی جنسی بے راہروی کے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں عورت اور مرد کے ایک دوسرے کی طرف جھکاؤ کو تمام دنیا کے اہل علم و عقل نے انسانی فطرت کا تقاضا تسلیم کیا ہے، داخلی جذبات و ہیجانات ہی کے ردعمل کے طور پر یہ صورت احوال پیدا ہوتی ہے خارجی موثرات اس میں شدّت اور تندی پیدا کر دیتے ہیں۔ ہمارے چھٹے امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: اربعة لا یشبعن من اربعة الارض من المطر والعین من النظر والانثی من الذکر والعالم من العلم[1] چار چیزیں کبھی چار چیزوں سے سیر نہیں ہوتیں۔ زمین بارش سے آنکھ نظر بازی سے مادہ نر سے اور عالم علم سے۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ انّ المرأة خلقت من الرجل وانما همتها فی الرجال فاحبسوا نساءکم[2] عورت مرد ہی سے پیدا ہوئی ہے یقیناً اسکا دل و دماغ مردوں ہی میں الجھا رہتا ہے اس لئے اپنی عورتوں کو پابند خانہ رکھو۔

اسی لئے اسلام نے انسانی معاشرہ کو اس بیماری اور فباحت سے بچانے کیلئے

---

[1] خصال صدوق باب ۴ حدیث ۷۷ تہران [2] وسائل الشیعہ ج ۷، صہ ۱۴۱

عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط کو ممنوع قرار دیا ہے اور طرح طرح کی پابندیاں عائد کی ہیں۔ عورت کے لیے پردہ بھی اسی وجہ سے لازم اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو مخاطب کرتے ہوئے ہر مسلمان عورت کو پردے کے متعلق ہدایت کی گئی ہے: وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ (۱) اپنے گھروں میں قیام پذیر رہو اور دور جاہلیت کی طرح اپنی زیب و زینت کی نمائش نہ کرتی پھرو۔ یعنی عورت کی اصلی جگہ گھر ہے۔ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلے تو اس انداز سے کہ کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہو، دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے: یا ایها النبی قل لأزواجك وبناتك ونساء المومنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك ادنى ان يعرفن فلا يؤذين (۲) اے پیغمبر اپنی بیویوں، لڑکیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ جب وہ گھروں سے باہر نکلا کریں تو اپنے اوپر بڑی چادریں ڈال لیا کریں۔ اس طرح ان کی شرافت کا اظہار ہو جائے گا اور وہ پریشان نہ جائیں گی۔ یعنی عورت مرد کے اختلاط سے بچنے کے لیے بہترین ذریعہ یہ ہے کہ عورتیں گھروں ہی میں رہیں اور اگر کسی ضرورت کے لیے باہر نکلیں تو باپردہ نکلیں۔

یک اور جگہ فرمایا ہے: قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك ازكى لهم ان الله خبير بما يصنعون۔ وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهم ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا لبعولتهن او آبائهن او آباء بعولتهن او ابنائهن او ابناء بعولتهن او اخوانهن او بنى اخوانهن او بنى اخوتهن

۱: پ الاحزاب آیت ۳۳

۲: پ احزاب آیت ۵۹

أو نسائهن أو ما ملكت أيمانهن أو التابعين غير أولي الإربة من الرجال أو الطفل الذين لم يظهروا على عورات النساء ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن وتوبوا إلى الله جميعا أيه المؤمنون لعلكم تفلحون (۱) اے رسول! ایمان لانے والے مردوں کو حکم دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنے آپ کو بدکاری سے بچائیں۔ یہ ان کے نفس کو پاک رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے اور اللہ ان کے کردار سے خوب واقف ہے اور مومنہ عورتوں کو بھی حکم دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور بدکاری سے بچیں اور اپنی آرائش میں سے کسی چیز کو ظاہر نہ کریں مگر یہ کہ جس کا ظہور قہری ہو اور ان کو اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھنا چاہئیں اور ان کو چاہیئے کہ اپنا سنگار کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوند کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے خاوندوں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا بھتیجوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی ہم عقیدہ عورتوں کے یا ان لونڈیوں کے جن کے مالک ان کے داہنے ہاتھ ہیں یا مردوں میں سے ان نوکروں کے جن کو عورتوں کی کوئی حاجت نہیں یا ان نابالغ لڑکوں کے جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے واقف نہ ہوئے ہوں اور وہ اپنے پاؤں اس لیے زمین پر مارکر چلیں کہ ان کا وہ سنگار جسے وہ چھپائے ہوتی ہیں ظاہر ہو جائے۔ اور اے ایمان والو تم سب خدا کی درگاہ میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ

مذکورہ ہدایات سے متعلق معمولی انتباہ کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نامحرموں کو ایک دوسرے سے دور رکھنا چاہتا ہے۔ یہ حقیقت ہر شخص کو معلوم ہے کہ فساد کی ابتدا نظربازی سے ہوتی ہے اسی لیے آنکھ بچانے کی ہدایات کے ساتھ

---

(۱) پ النور آیت ۳۱ - (۲) ص بحص ۱ المعتبد ج ۱ صلہ نہرس

ساتھ گناہ سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے یعنی نظریں مستقدم نہیں ہونگی تو خواہش کے امکانات بھی پیدا نہیں ہوں گے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: النظرة سهم من سهام ابليس مسموم من تركها لله عزوجل لا لغيره اعقبه الله ايمانا يجد طعمه (۱)

"نامحرم پر نظر ڈالنا شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص محض خدا کی خوشنودی کے لیے اس حرکت سے باز رہے تو خداوند عالم اس کو بطور عطا ایسا ایمان عطا فرمائے گا جس کا مزہ اسے محسوس ہوگا۔" آپ ہی نے دوسری حدیث میں فرمایا ہے: النظرة بعد النظرة تزرع في القلب الشهوة و كفى بها لصاحبها فتنة (۲)

"ایک کے بعد دوسری نظر دل میں احساس شہوت کو بالیدہ کر دیتی ہے اور یہ، نظر باز کو فتنہ میں مبتلا کر دینے کے لیے کافی ہے۔"

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: يا علي اول نظرة لك والثانية عليك ولا لك (۳) اے علی! اتفاقاً کسی پر نظر پڑ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن نظر کی تکرار جرم ہے۔"

دوسری روایت میں اس طرح سے فرمایا ہے: لكم اول نظرة من المرءة فلا تتبعوها بنظرة اخرى واحذروا الفتنة (۴) عورت پر اتفاقاً نظر پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن نظر کے تسلسل اور تکرار کا ارتکاب نہ کرو اور فتنوں سے بچو۔

غرضیکہ نامحرموں کا ایک دوسرے کو دیکھنا قطعاً ممنوع ہے کہ اسی سے فساد

---

(۱) من لا يحضره الفقيه ج ۴ ص ۱ تهران (۲) من لا يحضره الفقيه ج ۴ ص ۱ تهران، تفسير البرهان ج ۳ ص ۱۲۶، تفسير صافی ج ۲ ص ۱۲۶ تهران (۳) تفسير صافی ج ۲ ص ۱۶۲ تهران

کی بنیاد پڑتی ہے۔ عورتوں کو تعریص نظر ڈال کر دیکھنا تو بڑی چیز ہے، عورت کی پشت پر بھی نظر ڈالنا ممنوع قرار دیا گیا ہے کیونکہ اوقات اس ہیئت کی تاثیر سے بھی فتنے پیدا ہو جاتے ہیں۔

ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: الرجل تمر بہ المرأۃ ینظر إلی خلفها؟ قال: یسرّ احدکم ان ینظر الی اُمّه وبنت قرابته؟ قلت لا! قال فلا یرضی للناس ما ترضاه لنفسك؟ ایک آدمی کے پاس سے عورت گذرتی ہے تو کیا اس شخص کے لیے یہ درست ہے کہ اس عورت کی پشت پر نظر ڈالے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ تمہاری بیوی اور دیگر قرابت دار عورتوں کے ساتھ یہی سلوک ہو؟ ابوبصیر نے کہا نہیں! تو آپؑ نے فرمایا: جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو۔ حمّاد بن عثمان نے امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد بیان کیا ہے: انه قال: ما بأس الذین ینظرون فی ادبار النساء ان یبتلوا بذلك فی نسائهم [1] کہ آپؑ نے فرمایا کہ جو لوگ دوسری عورتوں کی پشت پر نظر ڈالتے ہیں وہ اپنے عورتوں کی پیٹھوں کو دیکھے جانے سے محفوظ نہیں ہیں۔ مطلب واضح ہے کہ عورتوں کا چہرہ تو کیا ان کی پیٹھ کو بھی نہ دیکھا جائے۔

وروی صفوان بن یحییٰ عن ابی الحسن علیه السلام فی قول عزوجل یا أبت استأجره إن خیر من استأجرت القوی الامین [2] قال: قال لهٗ شعیب علیه السلام: یا بنیه هذا قوی قد عرفته برفع الصخرة، الامین من أین عرفته؟ قالت: یا أبت إنی مشیت قدّامه فقال: امشی من

---

[1] من یحضره الفقیه ج ۳ ص ۳۲ تہران [2] من یحضره الفقیه ج ۳ ص ۱۲ تہران [3] من یحضره الفقیه ج ۳ ص ۱۲ تہران

خلقني فانه ضللت فاريتني إلى الطريق فانا قوم لا ننظر من أدبار النساء[1] حضرت امام رضا علیہ السلام سے قرآن کی اس آیت "اے ابا جان ان کو مزدوری پر رکھ لیجئے اس لیے کہ اجرت پر رکھنے کے لیے بہترین آدمی وہ ہے جو قوی امین ہو" کے ذیل میں فرمایا کہ جناب شعیب علیہ السلام نے اپنی لڑکی سے کہا کہ اے بیٹی یہ شخص قوی ہے۔ یہ تو تم نے اس وجہ سے جان لیا کہ اس نے ڈول کھینچ کر پانی پلا دیا، لیکن یہ تم نے کیسے جانا کہ یہ امین بھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے ابا جان میں اس کے آگے چلی تو اس نے کہا کہ میرے پیچھے چلو۔ اگر میں راستہ بھولوں تو میری رہنمائی کر دینا اس لیے کہ ہم ایسے لوگ ہیں جو عورتوں کی پیٹھوں کی طرف نہیں دیکھتے۔"

یہ تو تھا آنکھوں والوں کے لیے ایک دوسرے کو نہ دیکھنے کا ضابطہ۔ اسلام تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی آنکھوں والا کسی اندھے کو دیکھے۔ عن أم سلمة قالت كنت عند النبي صلى الله عليه وآله وسلم وعنده ميمونة فأقبل ابن أم مكتوم وذلك بعد أن أمرنا بالحجاب فقال: احتجبا فقلنا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم أليس أعمى لا يبصرنا؟ قال: أفعميا وان أنتما ألستما تبصرانه؟؟؟ ام جناب سلمہ علیہ السلام فرماتی ہیں کہ میں حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی اور میمونہ بھی تھیں کہ اتنے میں ابن ام مکتوم آئے (اور یہ واقعہ حکم حجاب نازل ہونے کے بعد کا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں پردہ کرو۔ ہم نے عرض کیا اے خدا کے رسول کیا یہ اندھے نہیں ہیں؟ یہ تو ہمیں نہیں دیکھ سکتے؟ تو آپ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم اس کو نہیں دیکھتی ہو۔۔۔؟؟!

۱۔ وسائل الشیعہ ج ۷ صـ ۲۰، التفسیر المیزان ج ۱۵ صـ ۱۲۶، تفسیر منہج الصادقین ج ۶ صـ ۲۹۵،

تفسیر منہج الصادقین میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در حجرہ فاطمہ علیہا السلام بود، عبد اللہ ابن ام مکتوم در بزد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود در آئی! ولے در آمد، فاطمہ علیہا السلام برخاست و پنہاں شد چوں ابن مکتوم از نزد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیروں آمد فاطمہ علیہا السلام نزد پدر بزرگوار آمد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر سبیل امتحان فرمود کہ ای فاطمہ چرا از ابن مکتوم پنہاں شدی؟ وی چشم ندارد و چیزی نمی بیند؟ آں خاتون دو جہاں علیہا السلام فرمود یا رسول اللہ اگر او چشم ندارد، من چشم دارم پس اگر او مرا نمی بیند من وی را خواہم دید حق تعالیٰ فرمودہ: قل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود۔ الحمد للہ الذی۔ أمر نی فی اھل بیتی بما سرنی اللہ ۔ ایک دن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہ علیہا السلام کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ عبد اللہ ابن ام مکتوم نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور نے ان کو اجازت دی اور وہ چلے گئے تو جناب فاطمہؑ اٹھ کر پردہ میں ہو گئیں۔ جب ابن ام مکتوم چلے گئے تو جناب فاطمہؑ دربزرگوار کے پاس آئیں۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی سے امتحاناً پوچھا کہ اے فاطمہؑ! تم نے ابن مکتوم سے کیوں پردہ کر لیا۔ اس کی آنکھیں ہی نہیں ہیں۔ وہ تو کچھ بھی نہیں دیکھتا ...؟ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہ نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ اگر وہ نابینا ہے تو میری تو آنکھیں ہیں۔ اگر وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا تو میں تو اسے دیکھ سکتی ہوں۔ اور ارشاد خداوندی ہے کہ مومنات سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں (یعنی پردہ کریں) اور اس کی دلیل جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کا عمل ہے۔ آپؑ نے اس آیت کی روشنی میں ایک نابینا سے بھی پردہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، خدا کا شکر ہے کہ وہ میرے اہل بیت میں ایسی باتیں دکھاتا ہے جس سے مجھے خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ منہج الصادقین ج ۶ ص

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند امام حسن علیہ السلام کو عورتوں کے متعلق تحریر فرمایا: واکفف علیهن من ابصارهن بحجابك ایاهن فان شدة الحجاب خیر لك ولهن من الارتیاب ولیس خروجهن بأشد من دخول من لا یوثق به علیهن، فان استطعت أن لا یعرفن غیرك من الرجال فافعل (۱) "اور ان کی نگاہوں پر پابندی عائد کرو، ان کو پردے میں رکھو کیونکہ اس سے تمہارے اور ان کے دونوں کے لیے غلط فہمیوں سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے اور ان کا باہر نکلنا اتنا سخت نہیں ہے جتنا سخت ناقابل اعتماد لوگوں کا ان کے پاس آنا ہے۔ تو اگر تم ایسا انتظام کر سکو کہ وہ مردوں میں تمہارے علاوہ کسی کو نہ پہچانیں تو یہ کر گذرو"

خاتون جنت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اسلامی معاشرے کو فساد سے بچانے کے لیے کس قدر مؤثر وسیع جناب امیر علیہ السلام کی زبانی عطا فرمایا ہے: خیر للنساء ان لا یرین الرجال ولا یراهن الرجال (۲) عورتوں کے لیے بہترین بات یہ ہے کہ مردوں کو نہ دیکھیں اور نہ مرد انہیں دیکھیں۔

تمام انظار کے علاوہ عورت سے ہاتھ ملانا بھی فساد کا سبب ہو سکتا ہے اس لیے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو بھی منع کر دیا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من صافح امرأة تحرم علیه فقد باء بسخط من الله عزوجل (۳) جو شخص کسی نامحرم عورت سے مصافحہ کرے تو وہ قہر الٰہی میں گرفتار ہو جاتا ہے" ایک دوسری جگہ فرمایا ہے: ولا یجوز للمرأة أن تصافح غیر ذی محرم إلا من وراء ثوب (۴) عورت کے لیے نامحرم سے مصافحہ کرنا، ہاتھ پر کپڑا لپیٹے بغیر جائز نہیں ہے۔ جناب

---

(۱) وسائل الشیعہ ج ۷ صفحہ (۲) وسائل الشیعہ ج ۷، صفحہ (۳) من یحضرہ الفقیہ ج ۴ صفحہ (۴) تہذیب ج ۷ وسائل الشیعہ ج ۷ صفحہ ۱۶۳

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیا کرتے تو ہاتھ نہیں ملاتے تھے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فتح مکہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں سے بیعت لینے کا تذکرہ فرماتے ہوئے اُم حکیم کے استفسار کے جواب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان دھرایا ہے : فقالت یا رسول اللہ کیف نبایعك ؟ فقال انّی لا اصافح النساء ، فدعا بقدح من ماء فادخل یده ثم خرجها فقال : ادخلن ایدکن فی هذا الماء فهی البیعة ، (۱) اُم حکیم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کی بیعت کیسے کریں ؟ آپ نے فرمایا میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملا کرتا ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ منگوایا پھر اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر نکال لیا اور فرمایا اس پانی میں ہاتھ ڈال دو یہی تمہاری بیعت ہے ۔

بسا اوقات نامحرموں کی باہم گفتگو بھی جنسی ہیجانات کے سبب ہو جاتی ہے اس لیے حضور پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے نامحرم مرد سے بات کرنے کو بھی منع کیا ہے : قال امیر المومنین علی علیه السلام ونهی رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم ان تتکلم المرأة عند غیر زوجها او غیر ذی محرم منها اکثر من خمس کلمات متفاردة ، (۲) امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اپنے شوہر اور محرموں کے علاوہ دوسروں سے پانچ کلمات سے زیادہ باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ پانچ جملے بھی صرف مجبوری کی حالت میں جائز ہیں : اور وہ بھی پردے کے اندر سے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا : واذا سئلتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب ذلکم اطهر لقلوبکم وقلوبهن (۳) اور اگر تمہیں رسول اللہ کی بیویوں سے کوئی

۱۔ وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۵۴ ، (۲) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۳ ، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۱۵۴ ، (۳) الاحزاب آیت ۵۳

چیز مانگنا ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگو، یہ تمہارے دلوں کے لیے بھی زیادہ پاکیزگی بخش طریقہ ہے اور ان کے دلوں کے لیے بھی۔" جب حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کے لیے یہ حکم ہے جو ماں کے حکم میں ہیں (یا یوں معنی کہ ان سے نکاح حرام ہے) تو عام عورتوں سے گھل مل کر باتیں کرنے کی اجازت کا تصور کہاں پیدا ہوتا ہے ...!!

اسلام نے عورت اور مرد کی نزدیکی کے نتائج سے انسانی معاشرے کو بچانے کے لیے یہ بھی ضروری قرار دیا ہے کہ جہاں عورت بیٹھی ہو اور وہ اٹھ جائے تو اس وقت تک مرد وہاں نہ بیٹھے جب تک کہ وہ جگہ ٹھنڈی نہ ہو جائے۔ جیسا کہ فرمایا:

واذا قامت المراۃ عن مجلسہا فلا یجوز للرجل ان یجلس حتی یبرد

عورت کی آواز بھی بہت سے قبائح کا سبب بن جاتی ہے اس لیے قرآن کریم نے ہدایت کی ہے کہ عورتیں لچدار باتیں نہ کریں جیسا کہ فرمایا گیا ہے: فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا (۱۲) "اور بات میں لوچ پیدا نہ کرو جس کی وجہ سے کوئی منافق غلط آس لگا بیٹھے اور جو بات بھی کرو نیک کرو۔"

عورت اور مرد کو فساد سے بچانے کے لیے عورتوں سے اذان و اقامت، اور عہدہ و جماعت کو ساقط کر دیا گیا ہے جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: لیس علی النساء اذان ولا اقامۃ ولا جمعۃ ولا جماعۃ (۱)

یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت اور مرد کا ایک دوسرے سے دور رہنا وقوع فساد سے محفوظ رہنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اسی طرح عورت اور مرد کا بلا تکلف ایک دوسرے سے ملنا جلنا جنسی بے راہ روی کے ظہور کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اسی لیے مخلوط تعلیم کو ختم کیا جانا چاہیے اس لیے کہ مخلوط تعلیم نوجوان لڑکیوں اور

۱۔ وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۱۶۳ / ۲۔ پ ۲۲ الاحزاب آیت ۳۲ / ۳۔ وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۱۶۲ :

لڑکوں کے آزادانہ میل جول کا خطرناک ذریعہ ہے۔ تمام بنیاد متمدن اقوام و ممالک مخلوط تعلیم کے نتائج، جس ہولناک انداز میں بھگت رہے ہیں اخبارات میں ان کی اشاعت ہوتی رہتی ہے۔ مسلمان ممالک میں بھی مخلوط تعلیم کے نتائج ہولناک ہی ہیں، اس لیے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لیے بالکل جداگانہ تعلیمی ادارے ہونا چاہئیں

فطرت نے عورت اور مرد کو صلاحیتیں مختلف بخشی ہیں۔ پھر ان کی یکساں تعلیم اور اس کے نتیجے میں مخلوط تعلیم کا جواز ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔ ! لڑکیوں کے فطری قویٰ و دماغ کا دائرہ کار۔ ان کے وظائف و ذمہ داریاں بالکل مختلف ہیں۔ اس لیے مخلوط تعلیمی اداروں کا کوئی عقلی جواز بھی موجود نہیں ہے لہذا عقل و شرع کی روشنی میں جنسی کج روی سے محفوظ رکھنے کے لیے لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے تعلیمی اداروں کو الگ کر دینا ضروری ہے۔ جب نماز جماعت میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر شریک ہونے کی اجازت نہیں ہے جبکہ مرحلہ عبادت میں نفس تقدس کی طرف مائل ہوتا ہے تو تعلیمی اداروں میں نوجوان لڑکیوں کے فطری قویٰ و دماغ کا دائرہ کار۔ ان کے وظائف و ذمہ داریاں بالکل مختلف ہیں اس لیے مخلوط تعلیمی اداروں کا کوئی عقلی جواز بھی وجود میں نہیں ہے لہذا عقل و شرع کی روشنی میں جنسی کج روی سے محفوظ رکھنے کے لیے لڑکوں اور لڑکیوں کے تعلیمی اداروں کو الگ کر دینا ضروری ہے۔ جب نماز جماعت میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر شریک ہونے کی اجازت نہیں ہے جب کہ مرحلہ اجازت میں نفس تقدس کی طرف مائل ہوتا ہے تو تعلیمی اداروں میں نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کو پہلو بہ پہلو کس طرح بٹھایا جا سکتا ہے۔

۳۔ **اصل، بے جوڑ اور غیر متوازن شادیاں :** مختلف الف فی معاشروں کا مشاہدہ گواہ ہے کہ غیر متوازن شادیاں بہت بڑی حد تک جنسی کج روی کو تحریک دیتی ہیں۔ ایک بوڑھے مرد سے ایک کم عمر لڑکی کی وابستگی یا ایک پختہ عمر کی

عورت سے ایک نوجوان کا نکاح جنسی اور ذہنی تسکین کا سامان مہیا نہیں کرتا۔ اور اگر معاشرے میں عورت مرد کے میل ملاقات پر غیر معمولی پابندیاں نہ ہوں۔ جنسی بے راہ روی سے بچنا مشکل ہی ہوتا ہے

غیر متوازن شادیاں کبھی تو مال و دولت کے لالچ میں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ اور کچھ تبادلہ کے رواج کے طفیل میں اسلام نے مال و دولت کے لیے شادی کرنے کو برا سمجھا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: من تزوج امرأۃ یرید مالها الجأه الله الی دلت المال (۱) جو شخص کسی عورت سے مال کے لیے شادی کرے تو خداوند اسے اس مال کا محتاج بنا دیتا ہے۔" جناب جابر بن عبداللہ نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے۔ من تزوج امرأۃ لمالها وکله الله الیه ومن تزوجها لجمالها رأی فیها ما یکره ومن تزوجها لدینها جمع الله له ذلک (۲) جو شخص کسی عورت سے اس کی خوبصورتی کی وجہ سے شادی کرے تو وہ اس میں ناپسندیدہ بات دیکھے گا اور اگر کسی عورت سے اس کے دیندار ہونے کی وجہ سے شادی کرے تو خداوند عالم یہ اس کے لیے یہ سب کچھ اکٹھا کر دیتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر نفسانی اور روحانی رجحانات کو نظر انداز کر کے شادی کی جائے تو طرفین میں محبت اور انس کا پیدا ہونا ایک حد تک ناممکن ہوگا۔ رواج کے مطابق لڑکیوں کا تبادلہ اکثر حالات میں جو ہولناک نتائج پیش کرتا ہے وہ ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ تبادلہ کے پرستار خانوادے شاید لڑکیوں کو انسان ہی نہیں سمجھتے۔ اسی لیے کبھی کم عمر لڑکے کے ساتھ کھنچی ہوئی عمر کی لڑکی باندھ دی جاتی ہے اور کبھی دادا جان کی عمر کے دو بچوں کے حوالے نوخیز لڑکی کر دی جاتی ہے

---

(۱) وسائل الشیعہ ج ۷ صفحہ ۲ (۲) وسائل الشیعہ ج ۷ صفحہ ۳

اس صورت حالات میں دوسرے معاشرتی مفاسد کے علاوہ جنسی بے راہ روی کے امکانات کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ اسی بنا پر حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: النکاح رق فلینظر احدکم لمن یرق کریمتہ، نکاح ایک کی غلامی ہے چنانچہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیٹی کا نکاح کرتا ہے تو وہ گویا اسے کنیزی میں دے دیتا ہے۔ اس لیے تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ اپنی لڑکی کو کس کی کنیزی میں دے رہا ہے۔۔۔۔؟!

قال الصادق علیہ السلام انما المرأۃ قلادۃ فانظر الی ما تقلد: عورت تو گلے کا ہار ہوتی ہے لہٰذا تمہیں غور کرنا چاہیئے کہ کس کے گلے میں ہار پہنا رہے ہو۔ یعنی اپنے احساسات اور جذبات کی تسکین کے لیے اپنے اغراض کے حصول کے لیے لڑکیوں اور لڑکوں کو قربانی کا بکرا نہ بناؤ بلکہ سوچ سمجھ کر ان کے رشتے کرو۔ ذہنیت کی مطابقت کا بھی خیال رکھا جائے سن و سال کی مناسبت بھی نظر انداز نہ ہو تاکہ نئے جوڑے کی زندگی پرسکون ماحول میں گذرے اور کسی کو بھی دین اور معاشرے سے قوانین سے کھیلنے کی ضرورت پیش نہ آئے رشتہ ازدواج وقتی کھیل نہیں ہوتا یہ روحوں کی کامیابی یا ناکامی اور خوشی یا غم کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اس کو پورے غور و خوض اور تلاش و تجسس کے بعد پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہیئے۔

حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اذا جاءکم من ترضون خلقہ و دینہ فتنہ وجوہ، الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض و فساد کبیر (۳) جب تمہارے پاس ایسا شخص پیغام لے

(۱) وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۵۲ (۲) فروع کافی ج ۵ ص ۳۴۷ (۳) فروع کافی ج ۵ ص ۳۴۷ وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۵۱

کرتے جس کی دینداری اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے شادی کر دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں عظیم فساد اور فتنہ برپا ہو جائے گا۔ ارشاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطلب واضح ہے کہ رشتے ناطوں میں اخلاق اور دین کو ملحوظ رکھا جائے مال و دولت اور جاہ و حشم کو ہدف انتخاب بنایا جائے تو معاشرہ میں فتنہ و فساد کے امکانات ہی مہیا ہوں گے۔

کم سنی کی شادی کو بھی اسی لیے اسلام نے پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا ہے کہ اس میں محبت و مودت اور ذہنی ہم آہنگی کے امکانات کم ہی ہوتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ منزل شباب تک آتے آتے ایک دوسرے سے بیزاری اتنی بڑھ جائے کہ نکاح کا رسمی بندھن باقی رہنے کے باوجود ادھر اُدھر تسکین کے وسائل تلاش کیے جائیں۔۔۔۔!!

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کچھ لوگوں نے کہا: ہم اپنے بچوں کی شادی کم سنی ہی میں کر دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا ۔۔۔ اگر بچوں کی شادی کم سنی میں کر دی جائے تو عین ممکن ہے کہ ان میں باہم الفت پیدا نہ ہو۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ کھیل کود میں لڑیں بھڑیں اور وقتی نزاع مستقل بن جائے یا ایک دوسرے کی عادات کو پسند نہ کریں اور نتیجہ میں نفرت پیدا ہو جائے۔

علیحدہ بچے کی شادی بھی عدم توازن کو جنم دے سکتی ہے اس لیے اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ اگرچہ اسلام نے سن و سال میں توازن کو نظر انداز کرنے کی ممانعت نہیں کی ہے لیکن اسلام کی ہدایات اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز عمل کا تقاضا یہی ہے کہ شادی بیاہ میں سن و سال کی مناسبت کو ملحوظ رکھا جائے۔

۱۔ فروع کافی ج ۵ صفحہ ۳۹۰، وسائل الشیعہ ج ۷ صفحہ ۷۲

اس لیے کہ اگر کسی بوڑھے کے ساتھ کسی نوجوان لڑکی کا رشتہ کر دیا گیا تو جنسی یا ذہنی ناآسودگی اپنا رنگ دکھائے گی۔۔۔۔!!

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پارۂ جگر جناب فاطمہ علیہا السلام کے رشتہ کے متعلق میں دیگر امور کے علاوہ سن و سال کی مناسبت کو بھی ملحوظ رکھا تھا۔ جیسا کہ حدیث و تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے: عن بریدۃ قال خطب ابوبکرؓ وعمرؓ فاطمۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا صغیرۃ ثم خطبہا علیؑ فزوجہا منہ (۱)۔ بریدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جناب فاطمہ علیہا السلام کا رشتہ مانگا تو آپ نے جواب دیا کہ وہ کم سن ہے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے درخواست کی تو ان کے ساتھ سیدہ عالمیان علیہا السلام کی شادی کر دی۔" یعنی جناب فاطمہ علیہا السلام شادی کے قابل تھیں، کم سنی کا عذر خواستگاروں کی سنی کے مقابلے میں تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے رشتہ سے انکار کے ذیل میں سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری وجوہ کا ذکر نہیں کیا بلکہ کم سنی کا تذکرہ فرمایا کہ امت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ کو بچیوں کی شادی میں سامنے رکھے۔ اس لیے کہ اس انکار کے چند ہی روز کے اندر ہی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کر دی تھی کہ دیگر مناسبات کے علاوہ جناب کا سن و سال بھی مناسب تھا۔

ایک واقعہ بھی ہمیں سامنے رکھنا چاہیئے کہ جب عرب کے کئی ایک شرفاء

---

(۱) مشکوٰۃ مترجم ج ۳ ص ۲۶۵ حدیث ۵۸۴۳ کراچی؛ مناقب ابن شہر آشوب حالات جناب فاطمہ علیہا السلام ص ۴۱ بمبئی۔

نے جناب فاطمہ علیہ السلام کا پیغام دیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کا تذکرہ جناب معصومہ کونین سلام اللہ علیہا کے سامنے کیا جس کا ذکر جناب امیر علیہ السلام کی درخواست کے موقع پر فرمایا۔ قد خطبها قبلک رجال فذکرت ذلک لها فرایت الکراهة فی وجهها۔ اے علیؑ تم سے پہلے کچھ لوگوں نے مجھے فاطمہؑ کا پیغام دیا تھا (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ مراد نہیں ہیں اس لیے کہ ان کے پیغام کو جناب سیدہ کم سنی کے حوالے سے مسترد فرما چکے تھے) میں نے ان کا ذکر فاطمہؑ کے سامنے کیا تو اس کے چہرے میں مجھے بیزاری کے آثار نظر آئے لہٰذا میں نے ان کو منع کر دیا۔ اب میں تمہارے بارے میں بھی اپنی بیٹی کی مرضی معلوم کرتا ہوں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس تشریف لے گئے اور کہا: پیاری بیٹی میں نے خدا سے درخواست کی تھی کہ وہ بہترین مرد کو تمہارا شوہر بنائے۔ علی ابن ابی طالبؑ تمہاری خواستگاری کے لیے آئے ہیں تم ان کے فضائل اور کمالات سے واقف ہو تمہاری کیا رائے ہے؟ جناب معصومہ علیہا السلام کے چہرے پر شرم و حیا کی کیفیتیں پیدا ہو گئیں اور آپؑ خاموش رہیں لیکن سکوت کے ساتھ چہرۂ مبارک پر رضایت و اطمینان کے آثار ابھر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر سکوتها اقرارها۔[1] فاطمہؑ کی خاموشی اس کا اقرار ہے جناب فاطمہ علیہا السلام کی مرضی محسوس کر کے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کے پاس گئے اور ان کا پیغام قبول فرمایا۔ اور یہ دونوں پاک و پاکیزہ ہستیاں رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دی گئیں۔ حضور حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز عمل سے واضح ہوتا ہے کہ سن و سال کے تناسب کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ لڑکی سے استمزاج بھی ضروری ہے کہ وہ بھی اظہار رائے کر سکے۔ اور ازدواج کی عملی زندگی میں اپنی رائے کے پیش نظر والدین ہی کی نہیں

۱۔ بحار الانوار ج ۔۔۔ ۱۱ ما : پ ۳۰ تحریم آیت ۔

اپنی ذمہ داری بھی محسوس کرے۔ بہت سے لوگ لڑکیوں سے صرف نکاح کے وقت مرضی پوچھے جاتے ہیں وہ لڑکی کے ساتھ انصاف نہیں کرتے۔ یہ اقدام نکاح سے کچھ عرصہ پہلے پیغام کے ساتھ ہی مناسب ذرائع سے کیا جائے تاکہ لڑکی بلا خوف و خطر اپنی رائے کا اظہار کر سکے۔

غرضیکہ اسلام ہر لحاظ سے متوازن شادیوں کی ہمت افزائی اور نامکمل بے جوڑ رشتوں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔

۴۔ شادی کے غیر ضروری اور بھاری بھرکم اخراجات اور ۵۔ نوجوانوں کی شادی میں غیر معمولی تاخیر

شادی کے غیر ضروری اور بھاری بھرکم اخراجات، بعض حالات میں لڑکوں اور لڑکیوں کے رشتوں میں غیر معمولی تاخیر کا سبب ہو جاتے ہیں۔ اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی کی ہمت افزائی کرتا ہے شادی بیاہ میں بھی سادگی اسلامی شیوہ ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبوب بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کی شادی بہت ہی سادہ طریقے سے انجام دی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام پر کوئی غیر معمولی بوجھ نہیں پڑا اور اسی لیے کسی قسم کی تاخیر روا نہیں رکھی گئی۔ بھاری بھرکم جہیز اور بری کے لیے لڑکوں اور لڑکیوں کے رشتوں کو معرض التوا میں ڈالتے رہنا جہالت بے سواد ہی کو راستہ دیتا ہے۔

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ اسلام شادی بیاہ میں تعجیل چاہتا ہے اسی لیے بذات خود نکاح کی طرف ترغیب و تحریص کے سلسلے میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ جیسا کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے "تزوجوا فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من احب ان یتبع سنتی فان من سنتی

التزویج (۱) شادیاں کرو اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری سنت کی پیروی کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ شادی کرلے کہ یہ میری سنت ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ما یمنع المومن ان یتخذ اھلا لعل اللہ ان یرزقہ نسمۃ تثقل الارض بلا الہ الا اللہ (۲) کیا چیز مومن کو شادی کرنے سے روکتی ہے ... ؟ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایسا بچہ عطا فرما دے جو زمین کو لا الہ الا اللہ سے بھر دے

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ما بنی بناء فی الاسلام احب الی اللہ عز وجل من التزویج اسلام کے دستوروں میں سے اللہ کو شادی کرنا بہت ہی پسند ہے۔ شادی کی طرف زیادہ سے زیادہ راغب کرنے کے لیے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: رکعتان یصلیھا المتزوج افضل من سبعین رکعۃ یصلیھا الاعزب (۳) شادی شدہ کا دو رکعت نماز کا ثواب غیر شادی شدہ کی ستر رکعتوں کے ثواب سے زیادہ ہے۔

دنیا کے بعض مذاہب نے عورت سے دوری کو دین کے تحفظ کے لیے ضروری سمجھ رکھا ہے جبکہ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ جائز وسائل سے عورت کی نزدیکی دین کے تحفظ کا سبب بنتی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: من تزوج احرز نصف دینہ وفی حدیث آخر فلیتق اللہ فی النصف الآخر (۴) آپ نے فرمایا جس نے شادی کرلی اس نے اپنے آدھے دین کو محفوظ کر لیا۔

---

(۱) فروع کافی ج ۵ ص ۳۲۹، وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۲ (۲) وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۳
(۳) فروع کافی ج ۵ ص ۳۲۹ - وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۶ (۴) فروع کافی ج ۵ ص ۳۲۹
وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۵

باقی آدھے دین کے تحفظ کے لیے اللہ سے ڈرے

حقیقت یہ ہے کہ جنسی جذبہ اتنا سرکش ہوتا ہے کہ اس کی تسکین کے جائز وسائل بھی ہوں تو گناہ میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ منڈلاتا ہی رہتا ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "ذوالی موتکم العزب (رنڈوے) تم میں سے بدترین مردے ہیں جو کنوارے مریں" جو لوگ صلاحیت اور اہلیت کے باوجود شادی نہیں کرتے ہیں وہ جنسی بے راہ روی سے نہیں بچ سکتے۔ رہبانیت کو ایک دینی فریضہ کی حیثیت سے اپنانے والی قوم کا حشر کچھ ڈھکا چھپا ہوا نہیں ہے۔ انسانی فطرت کو بدلنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے اس لیے بہتر اور افضل یہی ہے کہ شادی میں تعجیل کی جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: ان اللہ عزوجل لم یترک شیئاً مما یحتاج الیہ الامۃ حتی بینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فکان من تعلیمہ ایاہ انہ صعد المنبر ذات یوم فحمد اللہ واثنی علیہ، ثم قال: ایھا الناس، ان جبرئیل اتانی عن اللطیف الخبیر فقال ان الابکار بمنزلۃ الثمر علی الشجر اذا ادرک ثمرہ فلم یجتن افسدتہ الشمس وغیرتہ الریاح وکذلک الابکار اذا ادرکن ما یدرک النساء فلیس لھن دواء الا البعولۃ او لا یؤمن علیھن الفساد لا تضعن لبشر[1] خداوند عالم نے ہر ضروری امر کا علم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی تعیین و تعلیم کے مطابق ایک دن آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خداوند عالم کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگو میرے پاس خدائے لطیف و خبیر کی طرف سے جبرئیل نے آکر کہا ہے کہ کنواری لڑکیاں درختوں کے پھلوں کی طرح ہیں جب پک جائے اور پھر بھی نہ توڑا جائے تو سورج اس کو خراب کر دیتی ہے اور ہوائیں اسے متغیر کر دیتی ہیں۔ اسی طرح سے کنواریاں جب

[1] فروع کافی ج ۵ ص ۳۲۹، فروع کافی ج ۵ ص ۳۳۰، وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۳۹

احساس نسوانیت سے بہرہ ور ہو جائیں تو ان کی تسکین کا سامان صرف شادی ہے ورنہ ان کے مبتلائے فساد ہو جانے سے بے خوف نہیں رہا جا سکتا اس لیے کہ وہ انسان میں کس قدر لطیف اور خوبصورت انداز میں حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شادی میں تاخیر جنسی بے روی کا موجب ہو سکتی ہے۔

بعض خدمت معاشی بہانہ کر شادی میں تاخیر کا بہانہ بنا لیتے ہیں اور اس طرح خواہش کے سامنات مہیا کرتے ہیں حالانکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شادی، معاشی الجھن کو رفع اور دفع کرنے کا سبب ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تزوجوا فصل فانہ یاتی بالرزق۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شادی کرو کہ یہ وسعت و اضافہ رزق کا بہترین وسیلہ ہے دوسری حدیث میں آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: من ترک التزویج مخافۃ العیلۃ فقد ساء ظنہ باللہ عز وجل، ان اللہ عز وجل یقول: ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ۔ اور جو شخص تنگدستی کے خوف سے شادی نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوء ظن کا ارتکاب کرتا ہے اللہ عزوجل نے یہ فرمایا ہے کہ اگر شادی کرنے والے تنگدست ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا شادی کی وجہ سے رزق میں وسعت کے لیے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کا یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاب من الانصار فشکی الیہ الحاجۃ فقالہ: تزوج، فقال الشاب: انی لا یعتمی ان اعود الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلحقہ رجل من الانصار فقال، ان لی بنتا وسیمۃ

۔۔ فروع کافی ج ۵ صفحہ ۳۳۰ و وسائل الشیعہ ج ۱۴ صفحہ ۲۰، فروع کافی ج ۵ صفحہ ۳۲۸

فزوجها ایاہ فقال فوسع اللہ علیہ : فاتی الشاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ فخبرہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا معشر الشباب علیکم بالباءۃ (۱) جناب امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی غربت کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا : شادی کر لو اس نوجوان نے عرض کی : مجھے شرم آتی ہے کہ خدمت رسول میں دوبارہ اپنی ضرورت کا اظہار کروں ۔ اتنے میں ایک انصاری اس نوجوان سے ملا اور کہا کہ میری ایک خوبصورت لڑکی ہے ۔ پھر اس کی شادی اس وجہ سے کر دی اس شادی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس انصاری جوان کو غنی کر دیا تو وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ کو اپنی فارغ البالی کا قصہ سنایا تو آپ نے فرمایا : اے جوانو ! شادی کرو ۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یا معشر الشبان من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج ، فانہ غض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء ۔ اے نوجوانو ! تم میں سے جو اہلیت رکھتا ہو وہ شادی ضرور کرے کہ یہ نامحرم سے آنکھوں کی حفاظت اور جنسی ہیجان سے تحفظ کا وسیلہ ہے لیکن جو استطاعت نہ رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ وہ روزے رکھے اس لیے کہ روزہ انسان کے واسطے ڈھال ہے ۔ یعنی روزہ جنسی جذبہ کی شدت کم کر دیتا ہے ۔

بعض تعلیم یافتہ لڑکے اور لڑکیاں اپنے تحفظی آئیڈیل کے انتخاب و تلاش میں مکروہات میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں اور اگر بہت ہی ضابطہ و تحفظ ہوئے تو مختلف قسم کی نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو کر بڑھاپے کی دہلیز کو چھو لیتے ہیں

---

(۱) فروع کافی ج ۵ ص ۳۳ و وسائل شیعہ ج ۷ ، ص ۲۵ : (۲) منہج الصادقین ج ۴ ص ۳۱۳

ڈھلی ہوتی ہے اگر اس میں شادی ہو بھی جائیں تو کیف زندگی سے محروم رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے اوّل تو اولاد ہی نہیں ہوتی جو شادی کا جو عمدی مقصد ہے اور اگر اولاد ہو جائے تو والدین کو تربیت کا موقع نصیب نہیں ہوتا۔ زیادہ عمر کی لڑکیاں وضع حمل کے شدائد کا مقابلہ بھی نہیں کر پاتیں اور اکثر و بیشتر موت کا شکار ہو جاتی ہیں:

بعض لوگ خاندان اور برادری پرستی کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اور اپنے ہی خاندان اور برادری کے لڑکے یا لڑکی کی تلاش و انتظار میں اپنی اولاد کو بڑھا کر بٹھا دیتے ہیں اور اس طرح ان کے برائیوں میں مبتلا ہونے کے وسائل مہیا کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ افضل و بہتر یہی ہے کہ رشتے ناطے خاندان اور برادری ہی میں کیے جائیں لیکن خاندان اور برادری کے دائرے سے باہر نکلنے کو سمجھ بہت بڑی غلطی ہے اگر برادری میں موزوں اور مناسب رشتے میسر نہ ہوں تو کسی دوسرے خاندان اور برادری میں موزوں رشتے کر لیے جائیں۔ برادری پرستی کے نتیجہ میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اچھی خاصی لڑکیاں بُرے لڑکوں کے حوالے کر دی جاتی ہیں اور اکثر لڑکیاں زندگی بھر والدین کی جان کو روتی رہتی ہیں۔ اسلام نے صرف ایمان و دینداری اور خوش اخلاقی و نیک کرداری کو ترویج کے تعلق میں ضروری قرار دیا ہے۔ عن الحسین ابن بشار الواسطی قال کتبت الی ابی الحسن الرضا علیہ السلام، قال لی قرابۃ قد خطب الی وفی خلقہ سوء قال: لا تزوجہ ان کان سیئ الخلق (حسین بن بشار کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کو لکھا کہ میرے ایک رشتہ دار نے مجھ سے رشتہ مانگا ہے فرمائیے کہ کروں۔ امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اگر وہ بد اخلاق ہے تو اس سے شادی نہ کرو۔

اسی طرح شراب خوار سے رشتہ کرنا بھی اچھا نہیں سمجھا گیا ہے۔ قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: من شرب الخمر لعنہا اللہ علی لسانہ (وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۵۰۵)

فلیس منا اھل اذ یزوج اذا اخطب (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری طرف سے حرمت شراب کے اعلان کے بعد جو شخص شراب پیتا ہے تو وہ اس امت کا اہل نہیں ہے کہ اس سے شادی کی جائے جبکہ وہ پیغام دے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے من زوج کریمتہ من شارب الخمر فقد قطع رحمھا (۳) جس نے اپنی لڑکی کا نکاح شرابی سے کر دیا اس نے قطع رحم کا ارتکاب کیا اور قطع رحم اسلامی نقطۂ نگاہ سے وہ بڑا جرم ہے اس کی مذمت میں بکثرت احادیث و روایتیں ہیں اور قرآن کریم میں بھی واضح طور پر مذمت فرمائی گئی ہے۔

لڑکے اور لڑکیوں کے رشتوں کے تعلق میں آج کل ملت اسلامیہ کی ایک بہت بڑی تعداد جن خرافات و انحرافات کا شکار ہے ان سب کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بہترین رہنمائی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے تحت ہونے والی ایک شادی کا قصہ ہم بیان کیے دیتے ہیں جس میں شادی بیاہ کے لیے ہر طرح کی رہنمائی موجود ہے۔

قال ابو جعفر علیہ السلام جاء رجل کان من اھل الیمامۃ یقال لہ ثمامۃ بن اثال الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یرید الاسلام فاسلم وحسن اسلامہ وکان رجلا قصیرا دمیما محتجا دمیما وکان من اشراف الیمامۃ	جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا یمامہ میں رہنے والا ایک شخص جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسلام کے متعلق تحقیق کرنے کے لیے آیا اور پھر مسلمان ہو گیا اور اس نے اسلام کو بہترین طریقہ سے اپنایا وہ ایک بدصورت کوتاہ قد حقیر اور

(۱) فروع کافی ج ۵ ص ۳۴۸، وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۵۱ (۲) فروع کافی ج ۵ ص ۳۴۸ وسائل الشیعہ ج ۱۴ ص ۱۵۳

علیہ فطعمہ صاعاً من
تمر بالصاع الاول وکساہ
شملتین، وامرہ ان یلزم
المسجد وبین قد فیہ
باللیل فمکث بذلک
حتی کثر الغرباء
فقال ان یدخل فی الاسلام
من اھل الحاجۃ بالمدینۃ
وضاق بھم المسجد نادی
اللہ عز وجل الی نبیہ صلی اللہ
علیہ وسلم ان طھر مسجدک
واخرج من المسجد
من یرقد فیہ باللیل وامر
بسد ابواب من کان لہ
فی مسجدک باب الا باب
علی علیہ السلام ومسکن
فاطمۃ علیہا السلام ولا
یمر فیہ جنب ولا
یرقد فیہ غریب، فقال
فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم بسد ابوابھم

ننگا بھوکا آدمی تھا حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مفلسی اور
قلاشی دیکھ کر اسے اپنی سرپرستی
میں لے لیا۔ اس کے کھانے پینے
اور لباس کا انتظام کر دیا اور اسے
مسجد میں رہنے اور رات کو وہیں
سونے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ جب
تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ وہیں رہتا
رہا یہاں تک کہ مدینہ میں اسلام لانے
والوں میں پردیسی غربا اس قدر
زیادہ ہو گئے کہ مسجد ان کے لیے
تنگ ہو گئی تو خداوند عزوجل نے
اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
وحی فرمائی کہ اپنی مسجد خالی کرا لیجئے
جو لوگ رات کو مسجد میں سوتے ہیں
انہیں باہر نکال دیجئے اور جن لوگوں
کے دروازے مسجد میں ہیں ان کو
بند کرنے کا حکم دے دیجئے سوائے
حضرت علی علیہ السلام اور جناب
فاطمہ (علیہا السلام) کے گھر کے
دروازے کے۔ اور نہ کوئی جنب

الأبواب على عليه السلام و
أقرّ مسكن فاطمة عليها السلام
على حاله قال: ثم إن رسول
صلى الله عليه وآله أمر أن
يتخذ للمسلمين سقيفة.
فعملت لهم وهي الصفة
ثم أمر الغرباء والمساكين
أن يظلوا فيها فسادهم
وليلهم فنزلوها واجتمعوا
فيها وكان رسول الله صلى
الله عليه وآله يتعاهدهم
بالبر والتمر والشعير
والزبيب إذا كان
عنده وكان المسلمون
يتعاهدونهم ويرفقون
عليهم لرفق رسول الله
صلى الله عليه وآله وتعهدهم
صدق تعهم إليهم فإن رسول
الله صلى الله عليه
وآله وسلم نظر إلى جوبر
ذات يوم برحة منه له

مسجد میں سے گذرے اور نہ ہی
کوئی پردیسی رات کو اس میں
سوئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی
علیہ السلام کے دروازے کے علاوہ
سب دروازوں کو بند کرنے کا حکم دے
دیا جناب فاطمہؑ کے مسکن کو پہلی حالت
پر باقی رکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
نے ان مسلمانوں کے لیے ایک چبوترہ بنانے
کا حکم فرمایا جو بنا دیا گیا اور وہی جگہ
صفہ کہلائی۔ اس کے بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے وطنوں اور
مسکینوں کو حکم دے دیا کہ وہ اپنے شب و
روز اسی کے سائے میں گذاریں چنانچہ
وہ لوگ وہاں آ گئے اور رہنا شروع
کر دیا۔ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ان کی خبر گیری کرتے رہتے
اور کبھی کھجوریں، کبھی جو، کبھی کشمش
جب آپ کے پاس
ہوتے تو آپ انہیں عطا فرماتے تھے
دوسرے مسلمان بھی ان کی خبر گیری

ورقة عليه فقال له: يا جويبر
لو تزوجت امرأة فعفت
بها نرجث وأعانتك على د
نياك وآخرتك فقال
له جويبر: يا رسول الله وأنت
أمت وأمي من يرغب فيّ؟
فوالله ما في حسب ولا نسب
ولا مال ولا جمال وأنت أعزك
ترغب فيّ؟! فقال له رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم:
يا جويبر إن الله قد وضع
بالإسلام من كان في الجاهلية
شريفاً وشرّف بالإسلام
من كان في الجاهلية ذليلاً
وأذهب بالإسلام ما كان
من نخوة الجاهلية وتفاخرها
بعشائرها وباسق أنسابها
فالناس كلهم أبيضهم
وأسودهم وقرشيهم و
عربيهم وعجميهم من
آدم وإن آدم خلقه الله

کرتے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی نظر عنایت دیکھ کر ان
پر مہربانیاں کرتے اور اپنے
ذخیرات کی انشیاء ان پر صرف کرتے رہتے
تھے۔ ایک دن طبیب خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے جویبر کو محبت و
شفقت کی نظر سے دیکھا اور فرمایا
اے جویبر کیا اچھا ہوتا کہ تم کسی عورت
سے شادی کر لیتے جس سے تم کو جذبۂ
عفت سے تحفظ مل جاتا اور وہ خاتون
اخروی و دنیا میں تمہاری معاون
ہوتی ..... جویبر نے عرض کیا!
خدا کے رسول! میرے ماں باپ آپ
پر فدا ہوں، میری طرف کون توجہ کرے گا؟
خدا کی قسم میرے پاس نہ تو مال ہے
نہ جمال، نہ حسب ہے نہ نسب! کونسی
عورت میری طرف رغبت کرے گی؟
شافع محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا: اے جویبر اللہ تعالیٰ نے
اسلام کے ذریعہ ان لوگوں کو پست
کر دیا ہے جو دور جاہلیت میں شریف

من طين وإن أحب
الناس إلى الله عز وجل
يوم القيامة أطوعهم
له أتقاهم، وما أعلم
يا جويبر لأحد من المسلمين
عليك اليوم فضلا إلا
لمن كان أتقى الله منك
وأطوع، ثم قال له:
انطلق يا جويبر فإن
زياد بن لبيد فإنه
من أشرف بني
بياضة حسبا فيهم
فقل له: إني رسول الله
إليك وهو يقول لك
زوج جويبرا ابنتك
الدلفاء، قال: فانطلق
جويبر حتى سأله رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم
إلى زياد بن لبيد وهو
في منزله جماعة من قومه
عنده فاستأذن فأعلم

سمجھے جاتے تھے اور ان کو صاحب یا
دیا جنہیں جاہلیت میں پست سمجھا جاتا تھا
اور انھیں صاحب وقار بنا دیا جو زمانہ
جاہلیت میں ذلیل سمجھے جاتے تھے اللہ نے
خاندانوں قبیلوں اور حسب نسب پر جاہلانہ
فخر و غرور کو اسلام کے ذریعے مٹا دیا ہے
پس اب تمام لوگ گورے کالے، قرشی،
عربی اور عجمی حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں (یعنی برابر
ہیں) اور آدم کو اللہ جل شانہٗ نے مٹی سے
پیدا کیا ہے لہٰذا قیامت کے دن بارگاہِ
الٰہی میں سب سے زیادہ محبوب اطاعت
گذار اور صاحب تقویٰ بندہ ہوگا اور لے
جویبر میرے نزدیک آجکل کوئی مسلمان
تم سے زیادہ فضیلت نہیں ہوگی مگر وہ
شخص جو تم سے زیادہ صاحب تقویٰ
اور اطاعت شعار ہو۔ پھر فرمایا اے جویبر!
تم بنی بیاضہ انصار کا ایک قبیلہ ہے کے
سردار زیاد بن لبید کے پاس جاؤ اور اس
سے کہو کہ میں آپ کے پاس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت
سے آیا ہوں اور انھوں نے فرمایا ہے کہ

فأذن فدخل وسلم عليه
ثم قال: يا زياد بن لبيد!
فإن رسول الله إليك في
حاجة له. فأتوها
أم أمرها إليك؟ فقال
لا، يا ابن عم بها فإنه
ذلك شرف لي وفخر. فقال
له جويبر: إن رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم يقول
لك زوج جويبرا ابنتك
الدلفاء. فقال له زياد
أفي رسول الله أرسلك إلي
بهذا؟ فقال له: نعم
ما كنت لأكذب على
رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم. فقال له زياد: إنا
لله وإنا إليه راجعون.
ما من الأنصار من تصرف
جويبر وهو يقول: والله
ما بهذا نزل القرآن
ولا بهذا ظهرت نبوة

تم اپنی بیٹی ذلفا کی شادی جویبر کے ساتھ
کر دو۔ جویبر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا پیغام لے کر زیاد کے پاس گئے تو وہ
اپنے گھر پر ہی تھے اور ان کے قبیلے کے
بہت سے لوگ ان کے پاس موجود تھے
جویبر نے اجازت چاہی۔ زیاد کو اطلاع
دی گئی تو انھوں نے اجازت دے دی
یہ گھر میں داخل ہوئے۔ اس کو سلام کیا
اور کہا زیاد بن لبید! میں اپنی ایک ضرورت
کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد
کی حیثیت سے آپ کے پاس آیا ہوں
لہٰذا فرمائیے وہ سب کے سامنے بیان
کر دوں یا تنہائی میں آپ سے عرض کروں!
زیاد نے کہا بے تکلف بیان کرو کہ یہ میرے
لیے فخر و شرف کی بات ہے۔ جویبر نے
کہا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اپنی بیٹی ذلفا کی
شادی جویبر سے کر دو! زیاد نے اسی
سے کہا کہ کیا واقعی، آنحضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے تمہیں یہ پیغام دے کر میرے
پاس بھیجا ہے۔ جویبر نے کہا بے شک

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فسمعت مقالته الخنفاء
بنت زياد وهي في
هودجها فأرسلت
إلى أبيها أن حل
إلي فدخل إليها
فقالت له: ما هذا
الكلام الذي سمعته
منك تحاور به جويرا؟
فقال لها: ذكر لي أن
رسول الله صلى الله عليه
وآله وارسله وقال
يقول لك رسول الله
زوج جويرا ابنتك
الخنفاء فقالت له:
والله ما كان جويرا
ليكذب على رسول الله
صلى الله عليه وسلم بحضرته
فالحق الرسول حتى
عليك جويرا فنعت زيد
رسولا فلحق جويرا فقال له

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
کیوں جھوٹ باندھنے لگا!! زیاد نے
کہا، تم ہی لڑکیوں کو انصار میں سے
پسند اپنے ہمسروں کے ساتھ ہی چاہتے
ہیں ....! جویریہ تم واپس جاؤ،
میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہو کر اپنا عذر پیش کروں
گا۔ جویریہ یہ کہتے ہوئے چلے کہ خدا کی
قسم نہ تو قرآن میں بطور طریقے نازل
ہوئے ہیں اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی نبوت کے یہ مقاصد ہیں
خنفاء بنت زیاد نے پردے کے پیچھے
سے جویریہ کی یہ باتیں سن لیں، اس
نے فوراً اپنے باپ کو بلوایا جب
وہ آ گئے تو کہا کہ آپ جویریہ سے کس
قسم کی باتیں کر رہے تھے ... ؟
انہوں نے کہا جویریہ نے مجھ سے کہا
تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے
یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ میں اپنی بیٹی
خنفاء جویریہ کے ساتھ زید رضی اللہ عنہ
سے کر دوں، خنفاء
نے کہا بخدا یہ ممکن ہی نہیں کہ جویریہ

زيد يا جويبر بمرحبا بك إطمئن
حتى أعود اليك ثم انطلق
يريد إلى رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقال له بأبي أنت وأمي
يا جويبر أتاني برسالتك
وقال إن رسول الله
صلى الله عليه وسلم
يقول لك زوج جويبرا
مستك الذلفاء فلم أدر ما
له بالعروض وما أبيت فقالت
ونحن لا نتزوج إلا كفاءنا
من الانصار
فقال له رسول الله صلى الله
عليه وسلم يا زياد جويبر
مؤمن والمؤمن كفؤ
للمؤمنة والمسلم كفؤ
للمسلمة فزوجه يا زياد
ولا ترغب عنه قال فرجع
زيد إلى منزله ودخل على امته
فقال لها ما سمعت من رسول الله
صلى الله عليه وسلم قد زوجت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی
میں ہی ان پر جھوٹ باندھتے۔ آپ
فوراً کسی کو بھیج کر جویبر کو واپس بلائیے
زید نے قاصد بھیجدیا جو جویبر سے
جا ملا اور اسے واپس لے آیا تو زید
نے کہا: اے جویبر خدا تمہیں خوش رکھے
تم اطمینان سے بیٹھو میں ابھی پلٹ کے
آتا ہوں۔ اس کے بعد زید رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر
قربان ہوں حضورؐ کا پیغام لے کر جویبر
میرے پاس آیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں
اپنی بیٹی ذلفا کا نکاح جویبر کے ساتھ
کر دوں لیکن میں نے اس سے مناسب
بات نہیں کی بلکہ حضرتؐ کی خدمت میں
حاضری کو ضروری سمجھا کہ ہم لوگ تو انصار میں
اپنے ہمسروں سے ہی رشتے کرتے ہیں
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے
زیاد: جویبر مومن ہے اور مومن مومنہ کا
ہمسر اور مسلم مسلمہ کا کفو ہوتا ہے لہٰذا ذلفا
کی شادی جویبر سے کر دو اور اسے اپنا لو

جويبرا، فخرج زياد فأخذ بيد جويبر ثم أخرجه إلى قومه فحدثهم عن سنة الله وسنة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وصدق صداقه قال فحدثهم هارياد وهيئوه وهم أن يسلموا إلى جويبر فقالوا له: أين منزل؟ فنوقعها إليك؟ فقال: والله ما لي منزل، قال: فهيئوا وهادهنوه إليها منزلا وهيئوا إليه فراشا ومتاعا وكسوا جويبرا ثوبين وأدخلت الدار دابة وفي بيتها وأدخل جويبر عليها معتما قد هاتفه ارى بيت ومتاع ورحل عليه تام إلى زاد ليلة البيت فلم يزل قائما للقمر أن ركعا واسجد حتى طلع الفجر فلما سمع النداء خرج وتوجيه إلى الصلوة

مت کرو۔ زیاد اپنے گھر واپس آکر جویبر کے پاس پہنچے اور جو کچھ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اس کو بتا دیا۔ اس نے کہا اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کریں گے تو کافر ہو جائیں گے اس لیے جویبر کی شادی کر دیں۔ چنانچہ زیاد گھر سے نکلے اور جویبر کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اپنی قوم کے پاس آئے اور الٰہی قانون اور سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ان کا نکاح کر دیا اور ان کا مہر بھی خود ہی ادا کر دیا۔ اس کے بعد زید نے بڑا اچھا جہیز دیا اور لڑکی کو رخصتی کے لیے تیار کیا، پھر لوگوں نے جویبر کو بلا کر پوچھا: کیا تمہارے پاس گھر ہے؟ جہاں ہم دلہن کو پہونچائیں۔ جویبر نے کہا بخدا میرا تو کوئی گھر نہیں ہے۔۔۔! لہٰذا ان لوگوں نے دلہن کو بھی تیار کیا اور اس کے لیے ایک گھر تجویز کیا اور اسے فرش فروش اور ساز و سامان سے آراستہ کر دیا

فتوضأت وصلت الصبح
فسألت هل منك ...؟
فقالت : ما زال نائماً
للقرآن راكعاً وساجداً
حتى سمع الصوت فخرج
فلما كانت الليلة الثانية
فعل مثل ذلك ، وأخفوا
ذلك من زياد فلما
كان اليوم الثالث فعل مثل
ذلك فاخبر ذلك أبوها
فانطلق الى رسول الله صلى الله
عليه وآله فقال له : يا نبي
الله وأمتي يا رسول الله
، مرتني تزويج جويبر
فوالله ما كان من
كحل ولكن طاعتك
أوصيت على تزويجه ،
فقال النبي صلى الله عليه
وآله وسلم فما الذي
أسكرتم منه؟ قال : إنما
هيأ له ستة وسبعين امرأة

جویبر کو بھی شادی کے کپڑے پہنائے
اور ذلفار کو اس کے گھر پہونچا دیا
اور کچھ رات گئے جویبر کو بھی اس کے
پاس پہونچا دیا جب جویبر نے دلہن
کو دیکھا اور گھر اور اس کے ساز و سامان
پر نظر پڑی اور خوشبو کی لپٹوں کا
احساس ہوا تو گھر کے ایک گوشہ میں جا
کر قرآن کی تلاوت اور رکوع و
سجود شروع کر دیئے یہاں تک کہ
سپیدہ سحری نمودار ہو گیا۔ بس جیسے ہی
اذان سنی تو نماز کے لیے گھر سے باہر
نکل گئے۔ ان کی بیوی بھی نماز کے لئے
کھڑی ہو گئی اور وضو کر کے نماز صبح
پڑھی۔ ہم جولیوں نے دلفار سے پوچھا
کہ تیرے دولہا نے تجھے چھوا بھی ...؟
تو اس نے جواب دیا کہ رات بھر قرآن کی
تلاوت اور رکوع و سجود کرتے رہے
صبح کی اذان سن کر مسجد چلے گئے۔ جب
دوسری رات آئی تو جویبر نے یہی کچھ
کیا لیکن ان لوگوں نے یہ بات زیادہ سے
پوشیدہ رکھی۔ جب تیسرے دن بھی جویبر

إبيتي البيت وأدخل معها
معنا فما كلمتها ولا نظر إليها
وقال لي سنحابن قم إلى
نار ويك ابنيت فلم يزل تاليا
للقرآن ما كان وساجدا حتى
سمع النداء فخرج ثم قتل
ذلك في الليلة الثانية
ومثل ذلك حتى الله للثة
ولم يبدن منها ولم يكلمها
إلى أن جئتك ... اليوما
نواه من بيد النساء فانقلق
فحن أمرنا، ذ نصرف
ذ يا د وبعث رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم إلى
جويس فقال له: أما تقرأ الله؟
فقال له جويبر وما أنا بقول
بلى يا رسول الله إني لتيق منهم
إلى النساء فقال له رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم: تلعبون
بخلاف ما وصفت به نفسك
قد علمت أنهم هيوا

نے یہی عمل کیا تو یہ صورت حال دیکھ
کے باپ کو بتائی گئی تو وہ سرور کونین
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے
اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا
ہوں آپ نے مجھے جویبر کی تلاوی کے
بارے میں حکم دیا حالانکہ خدا کی قسم وہ
ہماری ٹکر کا نہ تھا لیکن آپ کی اطاعت
نے اس کی تزویج کو مجھ پر معاہب کر دیا..!
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تمہیں اس کونسی ادا ناگوار گزری ہے؟
انہوں نے عرض کی ہم نے اس کے لیے
آراستہ پیراستہ گھر مہیا کیا۔ میری بیٹی اس گھر
میں پہونچا دی گئی اور جویبر کو بھی رات
گئے اس کے پاس بھیجا گیا تو جویبر نے
نہ اس سے بات کی، نہ اسے دیکھا، نہ اس
کے قریب گیا بلکہ گھر کے ایک گوشے میں
جا کیا اور برابر تلاوت شروع کر دی
اور رکوع و سجود کرتا رہا یہاں تک کہ
اذان صبح سنی اور گھر سے نکل گیا دوسری
رات بھی اور پھر تیسری رات بھی یہی
نہ تو فاطمہ کے قریب گیا اور نہ ہی اس سے

لقد بيت وراشا وصاعا وأد
خلت عليك فما أحسست ماجة و
أتيت حتى لم تسلم بيها و لم
تكلمها ولم تدن منها فما ذكر لك
إذن ؟ فقال الله جرير ! يا
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
وهل عندا مثل ورثت راشا
وصاعا وأد وهل عليك مما وجدت
عوا وهل رأيت حالي، التي كنت عليها
وعرفت وحتى ود صبحي وكنوني
مع العرب وما وهبت عليه من حب
إلى أولا إلى الله ذلك أحب
شكره على ما أعطاني وقربت إليه
كفيه الشكر فسبحت إلى جانب
البيت ثم أدرني صدقي تاية للعرب
ثم عدت حتى أسكر الله حتى سكت
عنه فعرفت فيما أصبحت رأيت
أن أصوم وذلك اليوم فصمت
ثلاثة أيام وليالي فيها ورأيت
ذلك في حسن ما أعطاني الله فسبحانه
وبحمده ما رأيت فيها وأي صيغهم الله

بات کی بیان تک میں آپ کی خدمت
میں حاضر ہو گیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے
کہ اسے عورت کی ضرورت ہی نہیں
ہے۔ لہذا ہمارے معاملے کی طرف
توجہ کیجئے۔ زیادہ تو یہ کچھ سنا کر چلے
گئے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے جریر کو طلب فرما کر کہا
کیا تجھے عورت کی خواہش نہیں ہے ؟
جریر نے عرض کی۔ حضور کیا میں مرد
نہیں ہوں ... ؟ یقیناً اے خدا کے
رسول۔ میرا جنسی جذبہ زیادہ شدید
ہے اور میں عورت کا خاصا خواہشمند
ہوں ... !! رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو
مجھے تو اس کے خلاف بتایا گیا ہے ...
مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ تم کی دادوں
نے ضروری سامان سے آراستہ مکان
تمہارے حوالے کیا اور یک خوبصورت
عطر میں ڈوبی ہوئی نوجوان لڑکی تمہارے
لیے وہاں پہونچادی گئی۔ مگر تم رات
گئے وہاں آئے مگر تم نے نہ تو دلہن پر

إن شاء الله فأرسل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إلى رجال فأتاه فقال جويبر فقام بين يديه فقال له ما جويبر فقال له يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ولج في صدري لك حب فما جويبر يا قال له يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ولج في صدري لك حب فما جويبر يا ترى أن الله تعالى يرزقني بك الحور العين فقال له رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إن لك عند الله منزلة فلا تشتر بها الحور العين فقال يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فكيف لي بالحور العين وقد خطبت إلى زياد بن لبيد ابنته ذلفاء وهو رجل من الأنصار أعسر منه بعد جويبر يا

نظر ڈالی زیاد سے بات کی تو اس نے قریب ہوئے اب تمہارے ذہن میں کیا ہے؟؟

کیا کہتے ہو ۔۔۔؟ جویبر نے گذارش کی۔ اے پیغمبر خدا! میں ایک خاص کشادہ گھر میں داخل ہوا اور فرش فروش، ساز و سامان دیکھا اور وہاں خوشبوؤں سے بسی ہوئی ایک خوبصورت حور لڑکی بھی نظر آئی تو مجھے بے وطنوں اور مساکین کے ساتھ بیٹھنے پر نئے کپڑے فقر و فاقے اور تنگدستی کی زندگی یاد

آئی لہٰذا میں نے سوچا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں تو میں اس نئے شکر کا سجدہ بجالاؤں اور حقیقت شکر کا مظاہرہ کرکے اللہ کا مزید تقرب حاصل کروں اس لیے میں مکان کے ایک گوشے میں چلا گیا اور نماز پڑھتا رہا اور رکوع و سجود اور تلاوت قرآن کرتا رہا۔ میں اسی طرح شکر خدا میں مشغول تھا کہ اذان صبح سنی تو مسجد کی طرف چلا گیا۔ جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو میں نے ضروری سمجھا کہ اس دن روزہ رکھ لوں۔ بس حضورؐ میں نے تین شب و روز مسلسل یہ اعمال کیے اور اللہ کے عطیے کے مقابلے میں، مجھے یہ عمل بہت تھوڑا محسوس ہوتا ہے تاہم جہاں تک بیوی کا تعلق ہے تو آج رات میں نے اس کو اور اس کے خاندان والوں کو خوش اور مسرور کروں گا۔ افتاراللہ جویبر کی یہ عرض سماعت فرما کر حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور جو کچھ جویبر نے

۱؎ فروع کافی ج ۵ ص ۳۲ و وسائل الشیعہ ج ۱۰ ص ۳۱۲ !!

نے کہا تھا وہ ان کو بتلا دیا۔ وہ مطمئن ہو گئے اور جو بیوی نے جو کہا تھا اسے پورا کر دکھایا کچھ عرصے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی جنگ میں تشریف لے گئے جو بیوی حضورؐ کے ساتھ تھا۔ خدا ان پر رحمتیں نازل کرے وہاں وہ شہید ہو گئے۔ جو بیوی کی شہادت کے بعد انصار میں کوئی کنواری اور بیوہ عورت ایسی نہ تھی جس کو مذکورہ کے برابر کثیر اور عظیم مہر کی بخشش کی گئی ہو۔"

اس واقعہ کے مطالعہ اور ملاحظہ سے یہ حقیقت برانگیختہ نقاب ہو جاتی ہے کہ اسلام شادی بیاہ کے تعلق میں ایمان اور عفت کو زیادہ اہمیت دیتا ہے واقعہ یہ ہے کہ عورت اور مرد کے اتصال کا فطری مقصد ہی نسل کو آگے بڑھانا ہے اسی لیے ہدایت کی گئی ہے کہ ایسی لڑکی سے شادی کی جائے جس کے ہاں زیادہ بچے پیدا ہونے کا امکان ہو۔ حضورؐ شارع اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے

تزوجوا بکرا ولودا ولا تزوجوا حسناء جمیلۃ عاقرا فانی ابا ھی بکم الامم یوم القیامۃ (۱) زیادہ بچے پیدا کرنے والی کنواری سے شادی کرو۔ حسین و جمیل بانجھ عورت سے شادی نہ کرو اس لیے کہ میں قیامت کے دن تمام امتوں کے مقابلہ میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔" آپ نے یہ بھی فرمایا ہے :

جلدوا فانی مکاثر بکم ولو بالسقط اذا کانت ولودا احب الی من الحسناء العاقر (۲) تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مجھے خوبصورت بانجھ عورت کے مقابلہ میں زیادہ بچے پیدا کرنے والی کالی کلوٹی عورت بہت پسند ہے۔

جس لڑکیوں کی تربیت جنس پرستانہ ماحول میں ہوئی ہو وہ کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں ان سے بھی بچنا چاہیئے۔ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا ہے : ایاکم وخضراء الدمن؛

---

۱ فروع کافی ج ۵ ص ۳۳۳ وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۲۵ ۲ وسائل ج ۷ ص ۲۳

نبی یا رسول اللہ وما خدراء الدھس ۔ ؟ قال : المرأۃ الحسناء فی منبت السوء (۱)

خود قرآن کریم نے جنسی میلانات کی جائز وسائل سے تسکین کے لیے شادی بیاہ کی ترغیب، تحریص اور تشویق کا اہتمام کیا ہے۔ وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وإمائکم إن یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم (۲)

اور تم نکاح کرو اپنے غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں کا اور اپنے قابل علاج غلاموں اور کنیزوں کا۔ اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

آج کل کنیزوں اور غلاموں کا وجود اور رواج ختم ہو چکا ہے ان کی جگہ نوکر اور نوکرانیاں ہوتے ہیں، عام طور سے یہ طبقہ معاشی فارغ البالی سے محروم ہوتا ہے اس لیے قرآن کریم نے ہدایت فرمائی ہے کہ اپنے بچوں اور بچیوں کی شادیاں کرو۔ وہاں اپنے خدمت گزار طبقہ کو بھی فراموش نہ کرو کہ وہ بھی انسان ہیں۔ اگر ان کی شادیاں نہ کی گئیں تو جنسی بے راہروی میں گرفتاری بالکل ممکن ہے اور اس کا وبال ارتکاب جرم کرنے والوں کے ساتھ ساتھ آقایان محترم پر بھی آئے گا اور معاشرے میں برائیوں کی توسیع کے ذمہ دار یہ بھی ہوں گے۔

۱۔ فروع کافی ج ۵ صفحہ ۳۳۲

دینی و مذہبی تلقینات سے بے خبری اور عام انسانی

دہریے اور وہ لوگ بھی جو مذہب کو نہیں مانتے ہیں کہ مخلوقات میں انسان کا اشرافیت کی کرسی کا مالک ہے۔ قرآن کریم نے بھی انسانی عظمت و شرف کا اعلان اس طرح فرمایا ہے ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبات وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (۱) اور ہم نے بنی آدم کو بزرگی بخشی، اور خشکی و تری میں ان کو سواریاں عطا کیں اور پاکیزہ چیزوں پر مشتمل روزی عطا کی اور اپنی مخلوقات کی اکثریت پر ان کو فضیلت دے دی۔

فرشتوں کو ابوالبشر حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام کے سامنے تعظیمی سجدے کے لیے جھکا کر انسان کے تشرف کا دبدبہ اور نمایاں اعلان و اظہار فرمادیا گیا (۲) ہم انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت اپنی عظمت و شرافت کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کے علم اور ان پر عمل سے ہی باقی رکھ سکتا ہے۔ غیر تعلیم یافتہ انسان شرف آدمیت کو سمجھ ہی نہیں سکتا اس لیے اس کی بقا کے اقدامات اس کے دائرہ وسیع میں موجود ہی نہیں ہوتے۔ قرآن کریم نے واضح طور پر بتایا ہے: انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا (۳) اللہ سے، اس کی عظمت کے جاننے والے بندے ہی ڈرتے ہیں، جس کو اللہ کی معرفت ہی حاصل نہ ہوگی وہ اس کی خوشنودی اور ناراضی کی کیا پرواہ کرے گا . . . . ؟

---

(۱) القرآن پ بنی اسرائیل آیت (۲) القرآن پ فاطر آیت ۲۸

خداوند عزوجل کیا چاہتا ہے ؟ بندوں کے کن اعمال کو پسند کرتا ہے ؟ کن حرکتوں کو ناپسند فرماتا ہے ؟ معرفت کیا ہیں ؟ منکرات کیا ہیں ؟ اور مرکے کیتے ہیں ؟ لواسی کیا ہوتے ہیں ؟ . . . ؟ معروف ہی کے بیان کی توجہ ہی نہیں ہو سکتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے : أعلمکم باللہ اشدکم لہ خشیۃ (۱) تم میں سے جو سب سے زیادہ اللہ کو جانتا ہے وہی خشیت الٰہی کے تحت اللہ سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے ۔ دوسری حدیث میں فرمایا ہے : أعلمکم باللہ أخوفکم للہ (۲) تم میں سے اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہی اللہ سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور ارشاد گرامی ہے وکفی بالمرء علماً أن یخشی اللہ وکفی بالمرء جہلاً أن یعجب بعملہ (۳) انسان کے عالم ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہو اور جاہل ہونے کے لیے کہ یہ کافی ہے کہ وہ اپنے عمل پر اترائے ۔

ظاہر ہے کہ خیر و شر میں امتیاز کے بغیر اجر و ثواب و عقاب کی حدود متعین نہیں ہو سکتیں اس لیے انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پہچانے ۔ قرآن کریم میں واضح ہدایت کی گئی ہے کہ ایک دوسرے کو حق و صبر کی وصیت و نصیحت کریں کیونکہ کوئی انسان ماں کے پیٹ سے عالم پیدا نہیں ہوتا ۔ والعصر ۔ إن الانسان لفی خسر ۔ إلا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ۔ (۴) قسم ہے وقت عصر کی یقیناً انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور وہ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے ۔

۱۔ منہج الصادقین ج ۷ ص ۲۴۲ ؛ ۲۔ تفسیر صافی ج ۲ ص ۲۹۷ ؛ ۳۔ منہج الصادقین ج ۷ ص ۲۴۲ ؛ ۴۔ القرآن سورۃ العصر

وہ معمولی مسائل میں بھی علوم کی رہنمائی نہیں کرتے کر سکتے۔ اس لیے شہری اور دیہی آبادی کی ایک بہت بڑی اکثریت اپنے فرائض اور ذمہ داری سے نابلد ہے۔ انگریز نے جو تعلیمی نظام رائج کیا تھا اس میں اخلاق قدار کا کہیں اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ اب بھی ہماری تعلیمی دنیا میں وہی لیل و نہار ہیں۔۔۔!

جنسی جذبہ بہت سرکش ہوتا ہے۔ اگر لڑکے اور لڑکیاں عفت انسانی اور اپنے فرائض سے واقف نہ ہوں تو حیوانی جذبات کا شکار ہو جانا عین ممکن ہو جاتا ہے۔ اسلام نے تحصیل علم کو عورت اور مرد سب کا فریضہ قرار دیا ہے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ، مشہور و معروف ارشاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ہم یقین اور دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر عورتوں اور مردوں کو ان کے فرائض محسوس و معلوم ہوں تو جنسی بے روی کا وقوع شاذ کے حکم میں آجائے گا۔

ہمارے شعبہ تعلیم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اخلاقیات کے نصاب میں لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے فرائض سے آگاہی کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔ پردے کی حمیت، عفت کی عظمت اور جنسی بے راہ روی پر عقاب و عذاب کی مناسب تفصیل اسباق میں رکھی جائے تاکہ بے خبری، جنسی بے راہ روی کا دسیلہ نہ بنے۔

خاندانوں کے سربراہوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے متعلقین کو نیک و بد سے آگاہ کرنے کی کوشش اور اہتمام کریں تعلیم کا حقیقی گہوارہ گھر ہی ہوتا ہے اور گھر کی ذمہ داری سربراہ کے کاندھے پر ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا ہے یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملئکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم و

مذکورہ مباحث میں گفت گو کا تعلق مردوں سے ہی نہیں ہے بلکہ عورتوں بھی مساوی حیثیت سے مقصود ہیں۔ عورت ہو یا مرد سب اللہ کے بندے ہیں سب بنی آدم ہیں۔ ایمان بھی صنف قوی و ضعیف دونوں سے متعلق ہے۔ قرآن کریم نے ہر طرح کے التباس کو رفع کرنے کے لیے واضح طور پر فرمایا ہے: فاستجاب لهم ربهم ان لا اضيع عمل عامل منكم من ذكر او انثى بعضكم من بعض (۵) پس ان کے پروردگار نے ان کی درخواست قبول کر لی اور فرمایا کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے مرد عورت کا عمل ضائع نہیں کرتا کہ تم ایک دوسرے میں سے ہو۔ دوسری جگہ فرمایا ہے: من عمل صالحا من ذكر او انثى وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة و لنجزينهم اجرهم باحسن ما كانوا يعملون (۱۱) جو صاحب ایمان مرد اور عورت نیک کام کریں گے تو ہم ان کو صاف ستھری زندگی عطا کریں گے اور جو وہ نیک عمل کرتے رہے ہیں ان کا بہترین بدلہ دیں گے۔

ساری آبادی دو حصوں میں منقسم ہے۔ اکثریت دیہات میں رہتی ہے اور اقلیت شہروں میں۔ جہاں تک تعلیم و تعلم ترکیب معاش کے لیے جو تعلیم دی جاری ہے دیہاتی آبادی میں وہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے اور شہروں میں بھی اس کو کافی نہیں کہا جا سکتا۔ جو تھوڑی بہت تعلیم سلسلہ طور پر دینی مدارس سے متعلق ہے اور شہری آبادی کے ایک معمولی حصہ کے لیے بھی کافی نہیں ہے۔ دیہاتوں میں تو تناسب دینی مدرسے پائے جاتے ہیں تاہم دیہی آبادی کو مسجدوں سے تھوڑا بہت فیض پہنچ سکتا ہے کہ مسجد تقریباً ہر گاؤں میں ہوتی ہے لیکن . . . . یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مسجدوں سے متعلق میں نماز صاحبان عام طور سے علوم ضروریہ سے بے بہرہ ہوتے ہیں

---

۱ القرآن پ آل عمران آیت ۱۹۵ ۲ القرآن پ النحل آیت ۹۷ :

یفعلون ما یؤمرون (۱) ۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر بہت بہت ناک اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بات میں جس کا اس نے انھیں حکم دیا نافرمانی نہیں کرتے اور جس بات کا انھیں حکم دیا جاتا ہے وہ اسے بجا لاتے ہیں

سربراہ خاندان خود کتنا ہی نیک اعمال اور ضابطہ کیوں نہ ہو اہل و عیال کی تعلیم و تلقین سے بے پروا ہی اس کو دردناک عذاب سے دوچار کر سکتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ من جہل اھلہ (۲) قیامت کے دن وہ شخص سخت ترین عذاب میں گرفتار ہوگا جس کے اہل و عیال جاہل ہوں گے اور یہ صورت حال بالکل مقتضائے فطرت اور مطابق عقل ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ: تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس کی جائے گی غرضیکہ عورت، یا مرد جو بھی سربراہ خاندان ہو اس کا فرض ہے کہ اپنے لڑکے لڑکیوں اور نوکروں نوکرانیوں کو خیر و شر سے آگاہ کرے اور ظاہر ہے کہ ایسے معاشرے میں جہاں متفس کو خیر و شر سے آگاہی ہو جنسی کج روی کا ارتکاب تقریباً ناممکن ہوگا۔

حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے زمانے میں ضروری تلقینات عام تھیں اس لیے جنسی بے راہ روی بھی شاذ تھی اور اگر کبھی کسی سے جرم سرزد ہو بھی جاتا ہے تو وہ خود ہی حاضر ہو کر سزا کا مطالبہ

---

۱ القرآن سورہ تحریم آیت ۶ (۲) منہج الصادقین ج ۹ صفحہ ۳۱۰

کر دیتا تھا، تاکہ عملی توبہ کر کے آخرت کے عذاب سے نجات پا جائے۔ جس زمانے سے حکام کی رنگ رلیوں کے زیر اثر اور بعد میں غیر مسلم اقوام کے اقتدار اور صحبت کے نتیجے میں اوہام و خرافات سے ذہنی اور عملی بُعد ہوتا چلا گیا اسی وقت سے دیگر خرافات کی طرح جنسی بے راہ روی بھی مسلمان معاشروں میں جگہ پاتی چلی گئی۔

۷: ہیجان خیز لٹریچر کی اشاعت

پراپیگنڈے کی تاثیر مسلّمہ ہے۔ خیر کو شر، شر کو خیر اور اچھے کو بُرا، بُرے کو اچھا بنا دینا پروپیگنڈے بازوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ خود ہمارے زمانے میں ہماری آنکھوں کے سامنے جو زندگی گزارتے رہے ہیں اور جو ہمارے نزدیک اچھے تھے بعض افراد کے مسلسل پراپیگنڈے نے ان کی ایسی تشہیر کی کہ وہ ایک کثیر تعداد کی نگاہوں میں بُرے بن گئے۔ تاریخ کے دامن میں ایسے افراد موجود ہیں جنہوں نے شجرِ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی کوشش کی مگر پراپیگنڈے کے زیرِ اثر وہ اسلام کے محافظ سمجھے جاتے ہیں اور جنہوں نے اسلام کے لیے تن، من، دھن سب کچھ لٹا دیا وہ آج تک بعض دعویدارانِ اسلام کی نگاہ میں باغی کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ تو ہم دن رات دیکھتے ہیں کہ تاجروں کی بعض بُری چیزیں پراپیگنڈے کے سہارے ہاتھوں ہاتھ بک جاتی ہیں جبکہ وہ اچھی اور بہترین چیزیں جن کا پراپیگنڈہ نہ کیا جائے رکھی رہتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ خیر کے لیے پراپیگنڈہ اچھا ہی کہا جائے گا اور شر کے لیے بُرا۔ اچھائیوں کو رواج دینے کے لیے جتنے بھی نشر و اشاعت کے وسائل اختیار کیے جائیں گے مستحسن ہوں گے اور برائیوں کو محبوب بنانے کے لیے معمولی تشہیر بھی قبیح ہوگی اسی لیے اسلام نے نیکیوں اور بھلائیوں کے پراپیگنڈے کی ہمت افزائی کی ہے اور برائیوں کی تشہیر کی مذمت و ممانعت کی ہے۔ خصوصاً ایسا لٹریچر جس سے جنسی اشتعال پیدا ہو اور حیوانیت بروئے کار آئے اسلامی نقطۂ نظر سے مذموم

اور مسرع ہے۔ خداوند عالم کے اسماء حسنا میں ایک نام "ستار" بھی ہے وہ اپنے بندوں کی خامیوں اور کمزوریوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ اسی لیے اسلام کا حکم ہے کہ گرہی کا کوئی سبب معلوم ہو تو جب تک وہ فسق کی حد تک نہ پہونچا ہو اس کا ذکر نہ کیا جائے کہ یہ طریقہ بعض افراد کے لیے ہمت افزائی کا سبب ہو سکتا ہے۔

یورپ اور ایشیا کی نام نہاد مہذب اقوام خواہش کے پراپیگنڈے کے نتیجے میں جنسی کج روی کے جس گہرے گڑھے میں گری ہیں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، جب تک ناول، افسانوں اور جنسی لٹریچر کی فراوانی نہ تھی، یہ اقوام بھی جنسی بے راہ روی کا اتنا شکار نہ تھیں لیکن جوں جوں سے ملاوٹ نشر کے سہارے جنسی مسائل کا تذکرہ عام ہونے لگا اور اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں جنسی مسائل محبت و عشق اور اس کے متعلقات یعنی بوس و کنار کے تذکرہ پر مشتمل اسباق شامل کیے جانے لگے تو ہر نوجوان لڑکا ہو یا لڑکی جنس زدہ ہو کر رہ گیا ہے۔ قرآن کریم نے واضح طور پر وحی کی تشہیر سے روکا ہے اس لیے کہ یہی تشہیر تشویق بنتی ہے اور شوق جنسی دنیا میں لے آتا ہے: ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والآخرۃ[1] جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے یقیناً ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

بہرحال مسلم حقیقت ہے کہ زبان قرآن میں فاحشہ جنسی بے راہ روی کو کہتے ہیں اور ارشاد خداوندی سے یہ معلوم ہو گیا کہ اسلام کی نشر و اشاعت جنسی بے راہ

---

[1] القرآن سورۃ نور آیت ۱۹۔

کا وسیلہ نہیں قابل مواخذہ ہے اس لیے کہ اشاعت ہی ارتکاب کا زینہ اور وسیلہ بن کر ارتکاب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ دوسری جگہ انسانی معاشرے کے لیے ضرر رساں باتیں بنانے والوں کے لیے اس طرح تنبیہ کی گئی ہے۔

لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا۔ ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا۔ (۱) منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور شہر میں افتراء پیدا کرنے والی باتیں اڑانے والے اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو (اے پیغمبر) ان پر غالب دے دیں گے۔ پھر وہ آپ کے قریب کم ہی رہ سکیں گے ان پر لعنت ہے، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے گرفتار کیے جائیں اور بری طرح قتل کیے جائیں۔

معاشرہ کا ذہنی اور قلبی اطمینان زندگی کے ہر رخ میں، باضابطہ انسانی زندگی گذارنے کے لیے ضروری ہے اسی لیے ہر طرح کے غلط پراپیگنڈے کو قابل نفرت اور لائق تعزیر قرار دیا گیا ہے۔ جنسی جذبات کو ہیجان میں لانے والے امور کا تذکرہ اور پراپیگنڈہ تو بدرجۂ اولیٰ مذموم قرار دیا گیا کہ اس سے نام و نسب کی تباہی کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ من اذاع فاحشۃ کان کمبتدیھا (۲) جو فواحش کی اشاعت کرتا ہے گویا وہی ان کا بانی مبانی ہے۔ قرآن کریم نے فواحش اور منکرات کی تشہیر کو شیطان کی پیروی قرار دیا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تتبعوا

(۱) القرآن ص۲۲ احزاب آیت ۶۰ (۲) تفسیر صافی ج ۲ ص ۱۲۲

خطوات الشیطان ۵ ومن یتبع خطوات الشیطان فانه یامر بالفحشآء والمنکر (۳) اے ایمان والو، شیطان کی پیروی نہ کرو اور جو شیطان کی پیروی کرے گا وہ یقیناً فواحش اور منکرات میں مبتلا ہونے کا حکم دے گا۔ اس لیے کوئی معقول پسند آدمی شیطان کے پھندے میں پھنسے بغیر نہ خود فواحش میں مبتلا ہو سکتا ہے اور نہ دوسروں کو اس چکر میں ڈالنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ برائی پر دوسروں کو اکسانے والے یعنی فواحش کی اشاعت کرنے والے پہلے خود ارتکاب جرم کرتے ہیں پھر دوسروں کو آمادہ جرم کرکے چاہتے ہیں کہ کوئی ان پر انگلی اٹھانے والا نہ رہ جائے۔ اسلام کسی رنگ و شکل میں بھی فواحش کی اشاعت پسند نہیں کرتا تاکہ معاشرہ پاکیزگی اور طہارت کا آئینہ دار رہے۔ فواحش کا تذکرہ تو کجا اسلام تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ شوہر زوجہ کے مخصوص معاملات دوسروں کو بتائے جائیں کہ بیان کرنے میں بھی حسی جذبات کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حدیث معصوم میں فرمایا گیا ہے نھی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن تحدث المرأۃ بما تخلو بہ مع زوجھا (۴) جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا ہے کہ کوئی عورت اپنی اور اپنے شوہر کی تنہائی کے معاملات و واردات کو دوسری عورت سے بیان کرے، چونکہ عورت کی طرف مرد کا متوجہ ہونا بہت جلد ہو سکتا ہے اس لیے انھیں ہدایت کی گئی ہے کہ اگر وہ کسی ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلیں تو بکے قدموں سے چلیں۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے: ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن (۵) اور وہ پیر زمین پر مار کر چلیں کہ ان کا وہ ساز سنگار جسے وہ چھپائے ہوئی ہیں ظاہر ہو جائے

۱۔ القرآن سورہ ۲ آیت ۱۶۸ ۲۔ وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۱۵۶ من لایحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۱۱ ۳۔ القرآن پ ۱۸ سورہ نور آیت ۲۱

تو مرد کی جانب گردو پیش کے مردوں کی توجہ کو جذب کرے گی اور عورت مرکز نگاہ بن جائے گی۔ اور ممکن ہے کہ اس صورت حالات میں جنسی جذبہ بیدار ہو جائے اور انسان بے راہ روی پر اتر آئے۔ اسی وجہ سے عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلے تو خوشبو نہ لگائے اور مردوں کی شباہت اختیار نہ کرے اور مردوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ عورتوں کی ہیئت اختیار نہ کریں کہ یہ تمام امور اعلان و اشتہار کے حکم میں ہیں اور جنسی جذبہ کو بھڑکا سکتے ہیں۔ ولا یجوز لها أن تطیب اذا خرجت من بیتها ولا یجوز لها أن تتشبه بالرجال لأن رسول الله لعن المتشبهین من الرجال بالنساء ولعن المتشبهات من النساء بالرجال (۱) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب عورت گھر سے باہر جائے تو اس کے لیے خوشبو لگانا جائز نہیں ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ مردوں کی ہیئت اختیار کرے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی وضع قطع اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر بھی لعنت کی ہے جو مردوں کا بانا پہنتی ہیں۔ دوسری حدیث میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ایما امرأة تطیبت ثم خرجت من بیتها فمرت علی قوم لیجدوا ریحها حتی ترجع الی بیتها فهی زانیة (۲) جو عورت خوشبو لگا کر گھر سے نکلتی ہے تو گھر واپس آنے تک اس پر لعنت برستی رہتی ہے، جب بھی واپس آنے خوشبو لگا کر عورت کا گھر سے باہر نکلنا تو بڑی چیز ہے خوشبودار چیزوں کی دھونی میں بسائے ہوئے کپڑے پہن کر گھر سے باہر نکلنا ممنوع قرار دیا گیا ہے عن ابی عبد الله علیه السلام قال لا ینبغی للمرأة أن تجمر ثوبها اذا خرجت من بیتها (۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب عورت گھر سے

۱۔ وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۱۲۳ ۲۔ فروع کافی ج ۵ ص ۵۱۸ ۳۔ فروع کافی ج ۵ ص ۵۱۹

نکلے تو اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے کپڑوں کو خوشبودار چیزوں کی دھونی میں بسائے ظاہر ہے کہ نکورات کی خوشبو عطر چنبیل کے مقابلے میں بہت سبک اور کمزور ہوتی ہے پھر بھی قوت شامہ کو متاثر کرنے کی طاقت اس میں موجود ہے اور قوت شامہ کے سارے باصرہ کا حرکت میں آنا لگل ہے اور فتنہ حسی سماں کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے؟

اگر انسان غور کرے تو اسلام نے فواحش کے ظہور کے معمولی امکان کو بھی ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ اسی احتیاط کے پیش نظر ہدایت کی گئی ہے کہ ناجائز وسائل سے جنسی جذبات کی تسکین کے سدباب میں بھی اتنی احتیاط کی جائے کہ بالغ تو بالغ چھوٹے بچے بھی باخبر نہ ہوں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: لا یجامع الرجل امرأته ولا جاریته والصبی یسمع نفسه ولا حسه فان ذلک یورث الزنا (۱) مرد اپنی بیوی یا کنیز سے جنسی تسکین حاصل نہ کرے جب گھر میں کوئی بچہ موجود ہو اس لیے کہ یہ فعل زنا کا باعث ہو سکتا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: والذی نفسی بیده لئن رجلا عشی امرأته وفی البیت صبی مستیقظ یراهما ویسمع کلامهما ونفسهما ما أفلح أبدا ان کان علوها کان زانیة أو دنیة کانت دانیة (۲) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ جنسی فریضہ انجام دے اور گھر میں کوئی بچہ جاگ رہا ہو جو ان دونوں کو دیکھے ان کی باتیں سن لے اور سانس کے زیر و بم کو محسوس کرے تو ایسا بچہ کبھی فلاح نہ پا سکے گا۔ اگر لڑکا ہوگا تو جنسی بے راہ روی کا شکار ہوگا اور اگر لڑکی ہوگی تو بدکار بنے گی۔ جناب آیت اللہ العظمیٰ منتظری نے زوجیت کی کلاسوری میں مکروہات

---

(۱) فروع کافی ج ۵ صفحہ ۵۴۲ (۲) فروع کافی ج ۵ صفحہ ۵۰

کا ذکر فرماتے ہوئے کہا ہے: وان یجامع وعندہ من ینظر الیہ حتی الصبی (۱) یہ بالکل ناپسندیدہ ہے کہ جنسی فریضہ کوئی شخص ایسی حالت میں انجام دے کہ کوئی اس کی طرف دیکھ رہا ہو۔ اگرچہ وہ بچہ اور بچی ہی کیوں نہ ہو صنف نازک کو جنسی جذبات کے ہیجان سے محفوظ رکھنے کے لیے اس حد تک احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی ہیں کہ عورتوں کو زین سواری سے روکا گیا ہے۔

قال امیر المؤمنین علیہ السلام: لا تحملوا الفروج علی السروج فتھیجوھن الفجور (۲) جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے! عورتوں کو مردوں کی طرح زین سواری نہ کراؤ کہ اس سے جنسی بے راہروی جنم لے سکتی ہے۔

ہمارے زمانے میں سائیکل اور موٹر سائیکل کا شوق بھی وہی نتائج پیدا کرتا ہے جو مردوں کی طرح گھوڑے پر سوار ہونے سے عورت کی تقدیر بنتے ہیں۔ اگر عورتوں کو گھوڑوں یا سائیکلوں وغیرہ پر سوار ہونا ہی پڑے تو آڑی ہو کر بیٹھیں یعنی دونوں ٹانگیں ایک طرف کر لیں۔

مذکورہ حقائق اور ہدایات کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ جو اسلام چھوٹے سے چھوٹے جنسی ہیجان میں ڈالنے والے عمل سے روکتا ہے اور وہ ہیجان خیز لٹریچر، ناول، افسانے، ڈرامے، جنسی شاعری اور تدریسی اداروں کے نصاب میں ایسی کتب یا اسباق کی تدریس کو کیسے گوارا کر سکتا ہے جن میں جنسی اشتعال کے لیے مواد موجود ہو۔۔۔۔! اور اس کے نتیجہ میں جنسی کج روی کے امکانات مہیا ہوں۔!؟ اس لیے ہمیں اپنے معاشرہ کو پاک و پاکیزہ ماحول میں پروان چڑھانے کے لیے اسلامی ہدایات کو رہنما بنانا چاہیئے اور تمام ہیجان خیز وسائل کو مٹا دینا چاہیئے۔

۱۔ تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۲۰۵ ۲۔ فروع کافی ج ۵ صفحہ ۵۱۶

تھیٹروں اور سینماؤں میں بے حیائی پر مشتمل

جنسی احساسات کے اشتعال میں تھیٹر اور سینما کا کردار کچھ ڈھکا چھپا نہیں ہے اندازے لگانے کے لئے جنسی بے راہ روی کی ترغیب کا سبب بننے والے عشق معاشقوں کی یہاں خیز تفصیلات کے علاوہ فلمی ستاروں کا بناؤ سنگار آگ پر تیل کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ آزاد اور بے پردہ لوگ بھی ان لوگوں کی جنسی افزودگی کے بھیانک نتائج سے نالاں اور لرزہ براندام ہیں۔

اسلامی، اخلاقی، سماجی اور تھیٹر سے زیادہ تباہ کن شرارت ٹی وی اور وی سی آر کے ہمارے مرتب ہو رہے ہیں اس لیے کہ تھیٹر اور سینما میں خصوصی ارادے کے ساتھ چھپ چھپا کر یا کسی آوارہ دوست کے ہمراہ کبھی کبھار جانا ہوتا تھا لیکن ٹی وی اور وی سی آر کی بیماری نے ہمارے معاشرے کو اس حد تک اپنی گرفت میں لے لیا کہ چھوٹے بڑے، جوان بڈھے، کمزور، جیسے مل جل کر ان مناظر کو دیکھتے ہیں جن کا تصور میں دیکھنا بھی مناسب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آہستہ آہستہ جذبہ حیا کمزور پڑ جاتا ہے اور بے باکی جنسی جذبات کی ناجائز تسکین کے لیے راہ ہموار کر دیتی ہے۔ اسلام اس قسم کے تمام طور طریقوں کو شرافت اور دیانت کے لیے مضر قرار دیتا ہے کہ یا مور لہو و لعب کے زمرے میں آتے ہیں: وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۚ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ

منهم كما نسوا لقاء يومهم هذا وما كانوا بآياتنا يجحدون ط

اور دوزخ (میں جانے) والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ تھوڑا سا پانی اور کچھ اس رزق میں سے جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے ہم پر بھی ڈال دو۔ وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر یقیناً حرام کر دی ہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا تھا اور انہیں دنیاوی زندگی نے دھوکہ دے رکھا تھا چنانچہ آج کے دن ہم انہیں اسی طرح بھلا دیں گے جیسا کہ انہوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

لہو و لعب ایسے فعل و امور کہلاتے ہیں جن میں بروئے عقل کوئی افادیت نہ ہو۔ معلوم نہیں لوگ تھیٹر اور سینما کو کس دلیل سے تفریحات میں شامل کرتے ہیں۔۔؟ تفریح تو ایسے عمل کو کہا جا سکتا ہے جس سے نفس و بدن کو سکون و توانائی حاصل ہو دماغی اور جسمانی صحت میں اضافہ ہو جبکہ تھیٹر اور سینما سے قلب و دماغ کی کاہشوں اور وقت اور سرمائے کے ضیاع کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہیں آ سکتا۔ ہم نے آج تک سینما اور تھیٹر سے بد اخلاقیوں کے علاوہ اور کچھ حاصل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا ۔۔۔۔! ظاہر ہے کہ ان عناصر میں متمثل خود کسی کردار اور اخلاق کے مالک نہیں ہوتے تو دوسرے ان سے کیا حاصل کر سکتے ہیں ۔۔ ۔؟ پھر پکچر ہاؤس میں کچھ سیکھنے کی نیت سے جاتا ہی کون ہے؟ وہاں تو فلم اسٹاروں کے تازہ ترین فیشنوں سے لطف اندوز ہونے کا شوق ہوتا ہے اور جو کچھ اثرات نوجوانوں پر پڑتے ہیں ان کا مظاہرہ معاشرے کے مختلف گوشوں میں ہوتا رہتا ہے۔ اسلام یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ حیوانی جذبات کو ابھارنے کے وسائل کی سرپرستی کی جائے۔ اسلام تو پوشیدہ سے پوشیدہ اور چھوٹی سے چھوٹی جنسی لذت کے وسیلہ کو کچل ڈالنا چاہتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: وان كثيرا ليضلون باهوآئهم

۱۔ القرآن پ ۸ اعراف آیت ۵۳۔

لغیر علم ان ربک ھو اعلم بالمعتدین ۰ وذروا ظاھر الاثم وباطنہ ان الذین یکسبون الاثم سیجزون بما کانوا یقترفون (۲)۔ درست ہے لوگ بے سمجھے بوجھے اپنی حماقتوں کے ہاتھوں گمراہ ہو جاتے ہیں اور یقیناً تمہارا پروردگار حد سے آگے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے اور تم پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح کے گناہ کو چھوڑ دو بے شک جو لوگ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں، ان کو جلد ہی ان کی کمائی کا بدلہ دے دیا جائے گا۔ قرآن مجید نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن (۳) اے رسول کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے چھپے ہوئے اور اعلانیہ تمام فواحش کو حرام کیا ہے۔ اس مبارک آیت کی روشنی میں ہمیں ایسے کھیل تماشوں میں دلچسپی نہیں لینا چاہیئے جو جنسی احساسات کو مہمیز کرتے ہیں۔ اور دل و دماغ میں اپنے بد اثرات چھوڑ دیتے ہیں جس کے نتیجے میں قلب و دماغ خیالات فاسدہ کی آماجگاہ بنے رہتے ہیں۔

غرضیکہ سینما تھیٹر ٹی وی، وی سی آر اور کلبوں کے ننگے جنسی ڈرامے کی سلسلہ وریخت کا سبب بن سکتے ہیں، اس لیے ایسی محفل آرائیوں اور رنگ رلیوں میں اسلام میں

۱۔ القرآن پارہ ۸، انعام آیت ۱۱۸، ۱۱۹ ۲۔ القرآن پ ۸ اعراف آیت ۳۳

رقص و سرود کی پرستاری و سرپرستی

رقص و سرود اور رنگ و نسل بلا استثنا جنسی بے راہ روی کے موثر عوامل و وسائل میں سے ہیں۔ ماضی کی تاریخ کا مطالعہ اور حال کے معاشروں کا مشاہدہ بتاتا ہے کہ عام طور سے رنگین مزاج اور عیاش طبع دولت مند اور صاحبان اقتدار ان امور میں آلودہ اور مشغول رہتے ہیں۔ عوام الناس کی ایسے مراحل میں شرکت شکاریوں کے رفقاء کی سی ہوا کرتی ہے۔

بعض اہل مذاہب نے گانے بجانے کو عبادات میں بھی شامل کر لیا ہے لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ یہ مذاہب وہ ہیں جو انسان کی اپنی ایجاد اور تخلیق کا کرشمہ ہیں اور رقص و سرود کو عبادات میں شامل کر لینے کے باوجود ان کی فواحش خیزی سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ مسلمانوں میں سے بھی بعض افراد نے گانے بجانے کو سند جواز عطا کی لیکن یہ صرف ان کی اپنی اپج ہے۔ شریعت محمدی میں اس کی علت و جواز کے لیے کوئی ادنیٰ سند بھی ان کو میسر نہیں آ سکتی بلکہ اسلام نے واضح طور پر رقص و سرود کو حرام قرار دیا ہے۔ اس تعلق میں قرآن کریم احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عمل اہل بیت علیہم السلام اور عمل اصحاب رضوان اللہ علیہم واضح شہادت مہیا کرتے ہیں کہ راگ رنگ کسی نہج سے بھی اسلام میں جائز نہیں ہے۔

اسلام صرف ایسے مسائل و امور کو جائز قرار دیتا ہے جس سے انسان کو انفرادی طور پر یا انسانی معاشرہ کو مادی یا روحانی فائدہ پہنچے اور اخلاقیات میں رفعت و بلندی آئے۔ گانا بجانا، انسان اور انسانی معاشرے کے لیے کسی قسم کی

اندیشہ نہیں رکھتا، ہر کام کا کوئی مقصد ہوتا ہے آخر رقص و سرود کا مقصد کیا ہے؟ گانے بجانے کی ایجاد سے لے کر اس وقت تک اس میں مصروف رہنے والے افراد نے جنسی اور کل کے تخلے کے علاوہ معاشرہ کو اور کیا دیا ہے . . . ؟

موسیقی کو روحانی غذا کہنے والے روح اور روحانی غذا کے معنی سے بیخبر ہیں۔ اگر موسیقی میں تغذیۂ روح کا کوئی سامان ہوتا تو دنیا بھر کے موسیقار مرد و زن متقی، روحانی افراد ہوتے ہیں . . . ! جب نماز روزہ وغیرہ کی تاثیر خیر، عامل کی شخصیت سے جھلکنے لگتی ہے اور اس کے چہرے پر پاکیزگی اور طہارت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں تو اگر رقص و سرود تغذیۂ روح کے وسائل ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان کے آثار خیر ان میں مستول رہنے والوں کی شخصیتوں میں نہیں ابھرتے . . . ؟؟؟

بعض صوفیائے کرام کو فہم حقیقت میں ذہنی ٹھوکر کا سامنا ہونا پڑا ہے کہ وہ روح اور روحانیت کو ہلاکت اور تباہی کے گڑھے میں دھکیلنے والے وسائل کو روحانی زندگی کا زینہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اگر کوئی شخص محفل رقص و سرود میں حمد و نعت و منقبت کی نہیں ہے بلکہ یہ غنا اور آلات غنا کا اثر ہے۔ اگر یہ شخص میں حمد و نعت و منقبت پر مشتمل طائرس کر مبہوت و مسحور ہو جاتا ہے اور لا یعنی حرکتیں کرنے لگتا ہے تو اس حقیقت پر تاثیر حمد و نعت و منقبت کی نہیں ہے بلکہ یہ غنا اور آلات غنا کا اثر ہے اگر یہ شخص کلام معرفت سے متاثر ہوا ہوتا ہے تو غنا اور آلات غنا کے بغیر اس تاثیر کا فقدان کیوں ہے . . . ؟ اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ یہ تاثیر کلام معرفت نہیں ہے بلکہ تاثیر غنا ہے اور جو حرکتیں محفل غنا میں سرزد ہوتی ہیں اگر عالم ہوش و حواس میں ایسا ہی کچھ ہو تو یقیناً ترنگ و اس گیر ہوگی اس لیے کوئی شخص ایسی حرکتوں کے ارتکاب کو مناسب میں سمجھ سکتا۔

موسیقی کی تاثیر کے متعلق ماہرین کی رائے ہے کہ یہ انسان کے تواسنے باطن کو تور کر لیتی ہے ایک ماہر کی رائے ملاحظہ فرمائیے جو ہر سہیل سقفا موسیقی کی اثرت کے بارے

میں اتنا کہہ سکتے ہیں کہ وہ قرائے باطن یا سامع کی طبیعت کو اپنی جانب ایسا متوجہ کر لیتی ہے کہ محویت کی طاری ہو جاتی ہے" (۱) اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جو صوفیائے کرام راگ و رنگ کے شکار نہ ہوتے ہیں معارف تو کیا، انھیں تو اپنی بھی خبر نہیں ہوتی ... ایسے میں اگر محفل موسیقی سے باہر ان سے ان حرکات و سکنات کی خواہش کی جائے تو وہ بھی کبھی آمادہ ہوں اور اس کے متعلقات کو گوارہ نہیں کریں گے بہر حال ہزاروں کوشش کے باوجود موسیقی پرست طبقہ اسی معاشرہ کے لیے اس کی افادیت کی کوئی دلیل نہیں دے سکا ہے گرچہ بعض متصوفہ نے اسے عملی جامہ پہنا دیا ہے مگر تاویلات رکیکہ کے علاوہ ان کے پاس متشابہ شرعی دلیل بھی موجود نہیں ہے چنانچہ صوفیا کے بہت سے طبقات سماع کو حرام جانتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تو مسلم متصوفہ، یہودیت، عیسائیت مجوسیت اور ہندوستان کے مذاہب سے متاثر ہوئے اور انہوں نے اپنے نفوس کی تسکین کے لیے وجد کے حصول کا نام سماع رکھ لیا جو اسلام سے کھلی ہوئی بغاوت ہے دوسری طرف امام حسین علیہ السلام کے تذکرہ کی مجالس میں قصیدہ اور مرثیے وغیرہ کی شکل میں گانے کو شامل کر لیا گیا۔ قوالی کی طرح آلات غنا کو استعمال نہ کیے گئے تاہم مجالس عزا صرف عناکی حد تک لذت پرستی کا وسیلہ بنالی گئیں۔ قیامت تو یہ ہے کہ ان حرکات پر لوگ ثواب کے سزاوار ہوتے ہیں .... اسلامیوں کے مختلف اور متعدد فرقے اور مسالک فکر میں کسی فرقے کے کسی چھوٹے سے چھوٹے عالم نے بھی غنا اور آلات غنا کے استعمال کو جائز نہیں کہا ہے۔ جمہور علماء اسلام کے نزدیک گانا بجانا بالاتفاق حرام ہے اور حمد و نعت و منقبت و نوحہ و قصیدہ اور قرآن میں غنا کا استعمال شدید حرام ہے اس لیے کہ محل اطاعت میں معصیت کا ارتکاب دین کے خلاف بغاوت اور خدا و رسول اور معصومین کے مقابلہ میں دیدہ دلیرانہ جسارت ہے۔ ارتکاب حرام پر توبہ کر عقل تسلیم نہیں کرتی۔ ملت جعفریہ کے عالم جلیل آیۃ اللہ العظمیٰ

(۱) معارف النغمات حصہ اول صفحہ ۳

الشیخ مرتضیٰ انصاری رحمۃ اللہ علیہ، تعریف غناء پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :
الغناء الصوت المشتمل علی ترجیع المطرب والمطرب علی مافی الصحاح
فعلی ھذا یختص الغناء بالانسان لکنہ قد یحرم لو سمع من غیر انسان (غناء کی اس طرح
اختصار سے کہ جس میں کم تامل تامل پیدا ہو جائے، اور جیسا کہ صحاح جوہری میں
وضاحت کی گئی ہے کہ طرب شدت غم و سرور سے پیدا ہونے والے ذہنی انفعال
کا نام ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں، فقراءۃ القرآن والدعاء اذا لم یراع
بصوت یرجع فیہ علی سبیل اللھو، لا اشکال فی حرمتھا
وانما الکلام فی تضاعف عقابھا لکونھا معصیۃ فی مقام الطاعۃ،
چنانچہ قرآن کریم دعاؤں اور مرثیوں کا گلوکاری سے یعنی گانے کے طور پر پڑھنا بلا
شک و شبہ حرام ہے اور اس حرکت میں دگنا عذاب ہے کیونکہ یہ حرکت
مقام اطاعت میں معصیت ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید دعاؤں اور مرثیوں میں
غنا کی آمیزش خدا و رسول کی ایک طرح کا تمسخر ہے اور یقیناً یہ جسارت موجب اضافہ
عقاب ہے۔ (۱)!!
جیسا کہ عرض کیا گیا ہے غنا کی حرمت میں علمائے عالم اسلام میں کوئی اختلاف نہیں ہے
جناب آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ مرتضیٰ انصاری فرماتے ہیں : الظاھر الاتفاق فی
حرمتہ فی الجملۃ والاخبار بھا مستفیضۃ وادعی فی الایضاح
تواترھا (۲) غنا کی حرمت میں عمومی سا اتفاق بھی نہیں ہے اس متعلق میں
احادیث معصومین کثیر ہیں، اور ایضاح میں تواتر کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ صاحب
ریاض المسائل اور صاحب مجمع البحرین نے لکھا ہے : والاظہر ھو ھذا الصوت
المشتمل علی الترجیع المطرب وھذا یسمی فی العرف غناء واف

(۱) المکاسب ص ۳۴۰ (۲) المکاسب ص ۳ (۳) المکاسب ص ۳

لم یطرب سواء کان فی شعر او قرآن او فی غیرھما (۱) غنا آواز کو اس طرح کھینچنا ہے کہ جس میں الٹے پلٹے ہوں یا غنا آواز کا وہ استعمال ہے جس کو عرف عام میں غنا کہا جاتا ہے۔ اگر اس سے طبیعت عقل یعنی اثر پیدا ہو یا نہ ہو خواہ یہ شعر میں ہو یا قرآن میں یا ان کے علاوہ۔

خود غنا اور علم موسیقی کے جاننے والوں نے کہا ہے کہ غنا مراد ہے اس نغمہ سے جو الحان متقطہ بنظام معین سے ارادتاً تالیف و ترکیب پائے (۲) ظاہر ہے کہ موسیقی ایک فن ہے، اور اس کے کچھ قواعد و ضوابط ہیں ان قواعد و ضوابط کے مطابق ارادتاً جو کچھ گایا جائے وہی غنا کہلائے گا۔ چنانچہ شادی بیاہ کے موقع پر عورتیں جو گیت پڑھا کرتی ہیں وہ ضوابط نظم کے مطابق ہوتے ہیں اس لیے اس کو حرام نہیں سمجھا جائے گا کہ ان مراحل پر موسیقی کے ضوابط کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا ہے اور آلات غنا کو استعمال نہیں کیا جاتا۔ اگر آلات غنا اور ضوابط موسیقی کو شامل و داخل کیا گیا تو یہ عمل بھی حرام ہو جائے گا۔

علم موسیقی کے ماہروں نے اس علم کا موضوع بتاتے ہوئے کہا ہے کہ "موضوع اس علم کا وہ آواز ہے جو بہ اعتبار اپنے نظام کے، نفس میں ایک تاثیر خاص پیدا کرے (۳)، چنانچہ یہ دیکھا گیا ہے کہ گانے بجانے کی محفلوں میں لوگ اتنے بد حواس ہو جاتے ہیں کہ اپنی جیبیں اور سر و دستار بھی خالی کر ڈالتے ہیں گانے بجانے کی تاثیر مسلم سے ہم ٹھاکر نواب علی کی کتاب معارف النغمات سے ایک واقعہ نقل کر رہے ہیں جس سے غنا کے اثرات کو سمجھنے میں خاصی مدد مل سکتی ہے:

معلم ثانی ابو النصر فارابی ایک جلیل الشان فلسفی، موجد ساز قانون" ایک بار جب زمانہ خلافت رضی اللہ بنی عباس، میں تھا جس میں موسیقی میں متجلہ اور امور سے کمال

---

(۱) ریاض المسائل کتاب التجارت۔ مجمع البحرین ج اول صفحہ ۳۲۱ (۲) معارف النغمات حصہ اول صفحہ ۳ (۳) معارف النغمات حصہ اول صفحہ ۳

نے جھنجلا کر کہا آپ ہی کچھ کر کے دکھائیے۔ اس نے اپنی کمر سے ایک تھیلی نکالی جس میں لکڑیوں کے ٹکڑے تھے۔ ان ٹکڑوں کو جوڑ کر بجانا شروع کیا حاضرین اس کی تاثیر سے جھومنے لگے۔ بعد ازاں دوسری ترکیب سے بجانا شروع کیا۔ اب کی مرتبہ لوگ از خود رفتہ ہو کر رونے لگے۔ آخر کار کچھ ایسی محویت طاری ہوئی کہ سب سو گئے اور یہ وہاں سے غائب ہو گیا۔ انسان تو انسان گانے بجانے کا اثر تو جانوروں پر بھی پڑتا ہے اور تاریخ کے ریکارڈ پر یہ چیز موجود ہے کہ کئی لوگ جنگلی جانوروں کو نغمہ سے مسحور کر کے پکڑ لیا کرتے تھے گانے کی یہی تاثیر ہے جو سماع کی شکل میں بعض لوگوں کو مسحور کر دیتی ہے لوگ اسے عبادت میں استغراق کہتے ہیں حالانکہ وہ نغمہ میں محویت ہوتی ہے۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے!!

مسلم تاریخ کا یہ بڑا افسوسناک رُخ ہے کہ بنی اُمیہ اور بنی عباس وغیرہ کے سلاطین نے موسیقی کی سرپرستی کر کے مسلمان معاشروں میں اس حرام کو رواج دیا۔ موجودہ زمانے میں اسلام سے ناآشنا لوگ ناچ گانے کی محفلوں کو "ثقافتی شو" کے نام سے منعقد کرتے ہیں۔ لغط کا بدعا یقیناً اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ بھی راگ رنگ کو از روئے اسلام جائز نہیں جانتے۔ . . ! یہ ثقافتی شو والے اگر گانا بجانے کو مسلمانوں کی ثقافت سمجھتے ہیں تو نہیں چاہیئے کہ انگریز کی طرح اپنی سوسائٹیوں کو بھی محفل رقص و سرود میں لا کر نچائیں۔ حالانکہ یہ قیامت تک اس کو صورتِ حال کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ گانا بجانا مسلمانوں کی ثقافت نہیں۔ بلکہ یہ تاریخ میں یا دھری قوم کی ثقافتی اور روایتی کا ایک جھوٹا طریقہ ہے۔

بہر حال اسلام نے گانے بجانے کو وجوہ سے حرام قرار دیا ہے ایک تو اس وجہ سے کہ یہ لغو ہے اور لغو کسی اخلاقی فائدے کے لیے کسی نتیجے سے خالی نہیں ہے بلکہ ضیاعِ وقت و سرمایہ کا

۔ مدارج السالکین حصہ دوم ص ۔ بحوالہ روضۃ المحبین و نزہۃ المشتاقین۔

سبب ہے اور دوسرے اس لیے کہ جنسی کج روی کا درجہ ہے۔ قرآن مجید نے واضح طور پر فرمایا ہے۔ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین ۔ واذا تتلی علیہ آیاتنا ولی مستکبرا کان لم یسمعھا کان فی اذنیہ وقرا فبشرہ بعذاب الیم (لقمان) اور لوگوں میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو بیہودہ باتیں خریدتے ہیں تاکہ وہ جہالت کی وجہ سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکائیں اور اسے ٹھٹھا مخول بنائیں انہی لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتا ہوا منہ پھیر لیتا ہے۔ گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں۔ گویا اس کے دونوں کانوں میں گرانی ہے پس تم اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔

حجۃ الاسلام مولانا سید محمد حسین طباطبائی مذکورہ آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اللھو ما یشغلک عما یھمک وھو الحدیث، الحدیث الذی یعنی عن الحق بنفسہ کالحکایات الغرامیۃ والقصص الداعیۃ الی الفساد والفجور او بما یتاثر منہ کالتغنی بالشعر او بالملاھی والمزامیر والمعازف فکل ذلک یشملہ لھو الحدیث ۲

لھو، وہ فعل ہے جو زندگی کے لیے ضروری امور سے غافل کر دے اور لھو الحدیث وہ بات ہے جو بذات خود حق سے بے پرواہ کر دے جیسے سی گفتگو قصے اور فساد و فجور پر آمادہ کرنے والی کہانیاں زیادہ باتیں جو حق سے انحراف میں مددگار ہوں جیسے شعروں کا گانا یا آلات موسیقی بانسریاں اور طنبورے سارنگیاں وغیرہ بجانا ان تمام باتوں کو لفظ لھو الحدیث شامل ہے تمام مفسرین کے نزدیک مذکورہ آیت گانے

۱۔ القرآن یٰ لقمان آیت ۶ ۲ تفسیر المیزان ج ۱۶ ص ۳۳۱

بجانے اور رقص و سرود کی حرمت کا واضح اعلان کرے۔

عن یحیی بن عبادۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قلت قولہ عزوجل ومن الناس من یشتری لھو الحدیث؟ قال منہ الغناء (امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لفظ لھو الحدیث کے مفہوم میں غناء شامل ہے۔ وفی الکافی عن ابی جعفر علیہ السلام (الغناء مما وعد اللہ علیہ النار وتلا ھذہ الآیۃ (۲) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ غنا ایسا فعل ہے جس پر اللہ نے عذاب جہنم کی دھمکی دی ہے۔ عن الحسن بن ھارون قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول: الغناء مجلس لا ینظر اللہ الی اھلہ (۳) حسن بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ غنا کی مجلس سے اللہ بے زار اور بری ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ: من ملأ ما بعد من غناء لم یؤذن لہ ان یسمع صوت الروحانیین یوم القیامۃ۔ قیل وما الروحانیون؟ قال قیل: اھل الجنۃ (۴) جس شخص نے اپنے کانوں کو گانے کی آواز سے بھرا، قیامت کے دن اس کو روحانیوں کی آواز سننے کی اجازت نہ ہوگی۔ عرض کیا گیا کہ یہ روحانی کون لوگ ہیں؟ تو فرمایا: اہل جنت میں سے تلاوت کلام پاک کرنے والے ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے: یحشر صاحب الغناء من قبرہ اعمی وھو یدندن (۵) یعنی گانے بجانے والا قیامت کے دن اپنی قبر سے اندھا گونگا اور بہرا اٹھے گا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے: فاما الغناء فمحظور (۶) غنا بہرحال حرام ہے۔ قال الصادق علیہ السلام: والغناء مما وعد اللہ عزوجل علیہ الناس وھو قولہ عزوجل: ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۲۳۰ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۴۲ (۳) البرہان ج ۳ ص ۳۴۹ (۴) صافی ج ۳ ص ۳۰ (۵) البرہان ج ۳ ص ۳۴۹ (۶) منہج الصادقین ج ۷ ص ۲۲۷ (۷) جامع الاحادیث ج ۲ ص ۶ من یحضرہ الفقیہ ص ۲۳۰ ؛

هو وله ولهم عذاب مهين ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں سب سے پہلے اللہ نے عذاب و وبال کا اعلان کیا ہے اور وہ اللہ کا یہ فرمان ہے ویل للناس من یشتری لهو الحدیث الخ ؛ ایک حدیث میں اس طرح فرمایا ہے الغناء یعمد القلب و مشدة للرب ۲ راگ و رنگ دل کی تباہی ، اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور فساد قلب کا سبب اور ذریعہ ہیں جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے راگ و رنگ ایک خبیث کام ہے انسان کے لیے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے اور کسی طرح سے بھی اس کی ضرورت ثابت نہیں کی جا سکتی اس کے ساتھ ہی یہ جنسی بے راہ روی کا ذریعہ بھی ہے جیسا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انسانی فطرت کے عالم ترین ماہر ہیں، فرمایا ہے ، الغناء رقیة الزنا ۳ غناء زنا کاری کا پیش خیمہ ہے ۔

ہمارے زمانے کے ترقی کا سہرا لینے والے لوگوں نے راگ و رنگ کو جس طرح تمام عالم کے لیے ایک تہذیب بنا دیا ہے اس کی مثال تاریخ میں موجودہ دنیا کے کسی حصہ میں بھی دیکھنے میں نہیں آتی ہے ان امور میں مشغول عورتیں اور مرد ہر قسم کی لعنت سے بے نیاز ہیں بلکہ گانوں کے اشاروں پر ناچتے ہیں ۔ ۱ یہ لفظ کے لغوی استعمال کی عجیب ترین مثال ہے ۔ ۔ ۔ ۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غناء کی تعلیم کو حرام قرار دیا ہے اس لیے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمایا ہے لا تعلموا لعیم المغنیات ولا تبیعوهن و ثمنهن حرام ۲ لونڈیوں کو گانے بجانے کی تعلیم دینا حرام ہے اور ان کا بیچنا بھی حرام ہے اور اگر وہ بیچ دی جائیں تو ان کی قیمت کا استعمال بھی حرام ہے دوسری جگہ فرمایا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لا یحل تعلیم المغنیات ولا بیعهن ولا شراء هن ولا تجارة فیهن وثمنهن حرام فی مثل هذا نزل او الذی یعتقد الحق

۱ ۔ المحیط الدینیہ ص ۲۶۲ ۲ ۔ بحار الانوار ج ۷۶ ص ۲۷۰ ۳ ۔ جامع الاخبار ص ۱۰۵
۴ ۔ المیزان ج ۱۶ ص ۲۲۴

ما رفع رجل عقيرة صوته بالغناء إلا بعث الله تعالى عليه عند ذلك شيطانين فلم يزالا على هذا العاتق واحد، يضربان بأرجلهما في صدره حتى هو الذي يسكت (۱) لونڈیوں کو گانے سکھانے کی بجائے تعلیم دینا ان کو بیچنا اور خریدنا اور ان کے گانے سکھانے کی تجارت کرنا جائز نہیں ہے اور ان کی قیمت اور کمائی حرام ہے۔ پھر فرمایا قسم اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا، جیسے ہی کوئی شخص گانے کی آواز بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ دو شیطان اس پر مسلط کر دیتا ہے ایک اس کاندھے پر اور ایک دوسرے کاندھے پر، وہ اپنے پاؤں اس وقت تک گویے کے سینے پر مارتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ چپ نہ ہو جائے۔ گویا شیاطین ہوشیار صاحب کے سینوں کو طبلوں کے طور پر کام میں لاتے ہیں۔ عن أبي عبد الله عليه السلام سئل رجل عن بيع الجواري المغنيات فقال شراؤهن بيعهن حرام وتعليمهن كفر (۲) امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص نے گانے والی لونڈیوں کی خرید و فروخت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ان کا خرید نا اور بیچنا حرام ہے اور ان کو گانے بجانے کی تعلیم دینا کفر ہے۔

عن ابراهيم بن أبي البلاد قال: أوصى إسحاق بن عمر عند وفاته بجارية مغنية أن نبيعها ونحمل ثمنها إلى أبي الحسن عليه السلام قال ابن ابي البلاد: فبعتها الجارية بثلاثة آلاف درهم وحملت الثمن إليه فقلت له: إن مولاك يقال له إسحاق بن عمر قد أوصى عند موته ببيع جارية له مغنية وحمل الثمن إليك وقد بعتها وهذا الثمن ثلاثة آلاف درهم، فقال: لا حاجة لي فيه إن هذا سحت وتعليمهن كفر، والاستماع منهن نفاق وتعلمهن صحت (۳) ابراہیم بن ابی البلاد

(۱) ابرار ج ۳ ص ۳۴ (۲) فروع کافی ج ۵ ص ۱۲۰ (۳) فروع کافی ج ۵ ص ۱۲۰

کہتے ہیں کہ سماعہ بن مہران نے اپنی وفات کے وقت بیس گانے والی کنیزوں کے متعلق وصیت کی کہ ہر ایک کو بیچ کر ان کی قیمت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیں ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے حسب وصیت وہ کنیزیں تین لاکھ درہم میں بیچ ڈالیں اور قیمت امام علیہ السلام کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا کہ آپ کے ایک خادم نے جس کا نام اسحاق بن عمر تھا، مرتے وقت وصیت کی تھی کہ اس کی گانے والی کنیزیں بیچ کر قیمت آپ کی خدمت میں حاضر کر دی جائے چنانچہ میں نے ان کو فروخت کر دیا جائے اور تین لاکھ درہم حاضر ہیں، امام علیہ السلام نے فرمایا، مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے یہ یقیناً حرام ہے اور کنیزوں کو گانے سیکھنے کی تعلیم دینا کفر ہے ان سے گانا سننا نفاق ہے اور ان کی قیمت ناجائز ہے۔

یہ تاریخی حقیقت ملحوظ خاطر رہے کہ دور جاہلیت کے بائیات میں سے صنم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں گانے سیکھنے والی کنیزیں موجود تھیں، شرفا کی لڑکیاں اور خواتین کو حرام قرار دیا ہے لیکن جدید جاہلیت میں جو ہمارے زمانے کا تحفہ ہے بازاری عورتوں کے ساتھ شرفاء کے گھروں میں بھی ناچ گانے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے .... یعنی موجودہ دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل کے دور جاہلیت سے بھی گیا گذرا ہے ... تعلیمات اسلام سے بے خبری، ریڈیو، ٹیلیویژن اور فلمی آرٹ کا ہر گھر میں وجود و رواج، استعمال اور نام نہاد روشن خیالی، قوم کی تقلید اس ناشائستہ حرکت کے جو ہری اسباب ہیں۔ دور جاہلیت میں شرفا نے اپنی بہو بیٹیوں کو بھی گانے بجانے کی اجازت نہیں دی البتہ رنگین مزاج افراد کنیزوں اور نوکرانیوں سے یہ کام لیتے تھے جس کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ یہ تو ہمارے زمانے کا کمال ہے کہ یورپ زدہ اور مغرب کے دلدادہ گانے بجانے کو اپنی معاشرت میں

۱۔ البرہان ج ۳ ص ۳۵۹ (۲) فروع کافی ج ۵ ص ۱۲۰ (۳) فروع کافی ج ۵ ص ۱۲۰

داخل کرتے جا رہے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ! تاہم ان حضرات کے عمل کا اسلام اور مسلمان سے کوئی واسطہ نہیں ہے یہ ارتکاب حرمہ اور حرام ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن حدیث، اہل بیت علیہ السلام و اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اور علماء امت مسلمہ کے چودہ صد سالہ طریق کار کی روشنی میں ہر مسلمان کو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ راگ و رنگ اور رقص و سرود حرام ہے اور ان سے جنسی بے راہ روی کی سمت اجرا ہوتا ہے۔ اگر ان کو ختم کر دیا جائے تو جنسی گمراہی کا ایک بہت بڑا سبب معدوم ہو جائے گا اور اس وسیلہ سے جو طبقہ جنسی گمراہی کا شکار ہوتا ہے وہ محفوظ رہے گا۔

سرکار آیۃ اللہ خمینی دامت ظلہ فرماتے ہیں: الصلاح ام تعلله وسماعه والتکسب به [1] الی ان قال. والفرق بین استعماله فی کلام حق من قرءة القرآن والمراثی الموثیة وغیره من شعر او نثر بل ضاعة حق به لو تتعمله فیما یطاع به الله تعالیٰ. نعم قد یستثنی غناء المغنیات فی الأعراس [2] لگانے بجانے کا، ارتکاب کرنا، اس کا سننا اور اس کو ذریعہ معاش بنانا حرام ہے۔ آگے بڑھ کر فرماتے ہیں۔ کلام حق جیسے تلاوت قرآن دعا اور مرثیہ وغیرہ خواہ شعر ہو یا نثر کے پڑھنے میں غناء کے متعلق کی حرمت میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ اگر غناء کو محل طاعت الٰہی میں استعمال کیا جائے تو اس کا گناہ کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ ان شادیوں کے موقع پر گیت پڑھنا اس سے مستثنیٰ ہے یعنی جائز ہے جبکہ سادہ اور فطری طریقے پر گیت پڑھے جائیں اور گانے بجانے کے ضوابط اور آلات کام میں نہ لائے جائیں۔

۱۔ تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ

نیم عریاں لباس کی ہمت افزائی اور اس کا رواج

لباس، انسان کی ایک عالمیہ ضرورت ہے جس کو متمدن قبائل میں مرتب لباس کا رواج نہیں ہے وہ بھی بدن کے مخصوص حصوں کو چھپانے کا التزام کرتے ہیں۔ بعض منہ وسادھو جو ننگے کہلاتے ہیں اور لباس سے بے نیاز ہوتے ہیں وہ بھی ستر عورتیں کو فرض جانتے ہیں۔ اخباری رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ اور یورپ کے بعض دیگر ممالک میں کچھ عرصہ سے نیم عریاں فطرت پرستوں نے برہنہ کلب قائم کر رکھے ہیں۔ کلب کے ممبر صرف مرد ہوتے ہیں وہ داخل ہوتے ہیں یا ساحلوں اور وحشی قبائل کی طرح ستر چھپانے کے لیے کپڑے کا کوئی ٹکڑا استعمال کرتے ہیں یا نہیں۔ لیکن کلب کی عمارت میں داخل ہونے سے پہلے رسمہ کلبوں کے ممبر خاص ڈریس میں آتے ہیں کلب میں داخل ہو کر یہ لباس اتار دیا جاتا ہے اور کلب سے باہر جاتے ہوئے ان کو پہن لیا جاتا ہے۔ بہرحال لباس کی کسی صورت میں ہر انسان ضروری سمجھتا ہے۔

لباس کی شکل و صورت اور تراش و خراش کا تعین حفاظتی تقاضوں، قومی و قبائلی رجحانات و روایات اور انفرادی و شخصی جذبات و خواہشات کے زیر اثر ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے لباس کی شکل و صورت کا تعین نہیں کیا ہے بلکہ لباس کی غرض کی توضیح اور اس کے اصول و ضوابط تجویز کر دیتے ہیں تاکہ ہر انسان اپنے حالات کے تحت لباس کی شکل و صورت میں خود ترتیب دے اور لباس سازی میں اسلامی نقطۂ نظر کو ملحوظ رکھے

لباس سازی میں اسلام کا پہلا ضابطہ یہ ہے کہ لباس ایسے مواد (میٹریل) سے بنا جائے جو جائز اور مباح ہو، (۲) یہ اشیاء جائز وسائل سے حاصل کی جائیں۔ لباس اس طرح مرتب کیا جائے کہ جسم کے ان حصوں کی نمائش نہ ہو سکے جن کا چھپانا واجب قرار دیا گیا ہے اور وہ مردوں کے لیے بہ نظر احتیاط ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ہے اور خواتین کے جسم کا ہر حصہ چھپائے جانے کے لائق ہے جسے زبان شرع میں عورت کہا جاتا ہے یعنی المرأۃ عورۃ کلھا "عورت سر سے پیر تک عورت ہے" یعنی چھپائے جانے کے قابل ہے۔

اس حقیقت کی طرف قرآن کریم میں انسانوں کو واضح طور پر توجہ دلائی گئی ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا ولباس التقوٰی ذٰلک خیر ذٰلک من آیات اللہ لعلھم یذکرون (اے اولاد آدم یقیناً ہم نے تمہارے لیے لباس نازل کیا جو تمہارے تن بدن کو چھپاتا ہے اور زینت بھی ہے اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے اچھا ہے (لباس کا نازل ہونا) اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت کی رو سے یہ حقیقت واضح اور نمایاں ہے کہ لباس کا استعمال تن بدن کو چھپانے اور زینت کے لیے ہے لہٰذا ایسی چیز کے گرد شگاہ اسلام میں مقبول نہیں ہو سکتے۔ ایک دوسری آیت میں بڑے حسین استعارے کے انداز میں عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے کا لباس کہہ کر لباس کی غرض و غایت یعنی پردہ پوشی کا اظہار و اعلان کیا گیا ہے ھن لباس لکم وانتم لباس لھن (۲) وہ تمہارے لیے بمنزلہ لباس ہیں اور تم ان کے لیے بمنزلہ لباس ہو۔

۱۔ القرآن پ ۸، اعراف آیت ۲۶ ۲۔ القرآن پ ۲ بقرہ آیت ۱۸۷۔

لباس اپنی غرض و غایت یعنی پردہ پوشی کی تکمیل کر سکے تو وہ نظام اسلام کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ ایسا لباس جو کچھ اعضاء کی نمائش کا سبب ہو جنسی ہیجان کا وسیلہ بن سکتا ہے۔ قرآن کریم نے بڑے لطیف پیرائے میں اس امر کی طرف انسان کو متوجہ کیا ہے کہ لباس کے مقصد پردہ پوشی سے فرار شیطانی عمل ہے کہ آخر کار اس طرح جنسی بے راہ روی جنم لے سکتی ہے۔ یبنی آدم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما لباسھما لیریھما سوآتھما (اے اولاد آدم تمہیں شیطان فتنے میں نہ ڈال دے جس طرح کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا۔ ان دونوں سے ان کا لباس اتروایا تاکہ ان دونوں کے ستر ظاہر کر دے)

ظاہر ہے کہ ایسا لباس جو جسم کے بعض حصوں کی عریانی یا موثر نمائش کا سبب ہو اسے لباس نہیں کہا جا سکتا اس لیے کہ لباس کا مقصد تو ہے اعضائے جسمانی کا چھپانا اگر یہ مقصد ہی فوت ہو جائے تو محض لفظوں کا استعمال کوئی افادیت نہیں رکھتا۔ آج یورپ میں جنسی بے راہ روی کا طوفان تیزابی لباس کے سبب سے بھی آیا ہوا ہے۔ برطانیہ کی جنسی بے راہ روی، یورپ کی تیز برہنگی یا ایسے لباس کا تحفہ ہے جو اعضاء کو اس طرح چھپا ہوا ہوتا ہے کہ جسم کا ہر حصہ واضح طور پر محسوس ہوتا ہے اس لیے نوع انسانی کا عقلی وظیفہ ہے کہ اگر جنسی بے راہ روی سے معاشرہ کو پاک رکھنا مطلوب ہے تو تیزابی لباس کو ترک کرنا ہی ہوگا۔ تیزابی لباس کو ترک کرتے ہوئے جنسی بے راہ روی سے بچنا استدلالی مسئلہ ہے۔ اسلام چونکہ جنسی بے راہ روی کے ہر سبب کو ختم کر دینا چاہتا ہے اس لیے اس نے ستر عورتین کو مردوں کے لیے واجب قرار دیا ہے اور عورت کے پورے وجود کو لائق پردہ قرار دے دیا ہے اسی لیے عورتوں کو حکم ہے کہ وہ اپنے

القرآن ۷: اعراف آیت ۲۷۔

گھروں میں رہیں، وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى اور تم گھروں میں ٹھہری رہو اور جاہلیت کے زمانہ کا بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو۔ زوج نبی کی معرفت عالم انسان کے لیے عمومی حکم ہے کہ اگر عورت کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلے تو سلیقہ ڈائرکٹر کرکھانے کے لیے مرد کی غیر موجودگی میں گھر کا سودا سلف لانے کے لیے یا رشتہ دار کے یہاں کی شادی میں شرکت کے لیے تو باقاعدہ پردہ پوش ہو کر نکلے۔ ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى کا حکم اسی حقیقت کا عکاس ہے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے نامحرموں میں سے گذرنے یا نامحرموں سے خرید و فروخت کے لیے عورت کے واسطے چادر کپڑوں میں ملبوس ہونا ضروری قرار دیا ہے "والعبس ذی محرم او لفة الثوب، درع وخمار، وجلباب او ازار" [۲] جب عورت کا سابقہ نامحرموں سے ہو تو اس کا چادر کپڑوں میں ملبوس ہونا ضروری ہے بشلوار قمیص دوپٹہ اور برقعہ۔ نامحرموں سے یہ سابقہ بھی ضرورت کی وجہ سے ہو گا، تفریح اور تماشے کے لیے عورت کے گھومنے پھرنے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔

بہر حال مشاہدہ اس بات کی دلیل ہے کہ نیم عریاں لباس جنسی جذبات کے اشتعال کا سبب ہو جاتا ہے اور بے راہروی کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں اس لیے جنسی بے راہ روی کے اس ذریعے کو ختم کیا جانا چاہیے اور مسلمان لڑکیوں اور خواتین کو ایسا لباس ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہیے جو اسلام کے مقاصد کو مجروح کرتا ہو اور جنسی بے راہ روی کا سبب قرار پاتا ہو۔

نیم عریاں اور جسم سے چپکا ہوا لباس، مغربی عورت، فلم، ایکٹرسوں اور ماڈلوں کی عکاسی سے دختران اسلام اور خواتین کے لیے اس ہیجان خیز اور فحش لعقالی کی کیا ضرورت ہے . . . . ؟ اگر بعقالی میں کوئی افادیت ہوتی تو ایک بات بھی تھی، س

---

[۱] القرآن سورۃ احزاب آیت ۳۳ [۲] الحجاب فی الاسلام صفحہ ۱۰

نقل میں تو کہیں غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔

جہاں تک عورت کی زینت کے اظہار کا تعلق ہے۔ وہ خوبصورت لباس پہن کر ان کے سامنے آسکتی ہے لیکن ایسا لباس کہ جو بعض اعضائے نسوانی کی نمائش کرتا ہو علاوہ شوہر کے کسی دوسرے کے سامنے پہننا درست نہیں ہے۔ قرآن کریم میں بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ ایسے لوگوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے جن کے سامنے عورت خوبصورت لباس زیب تن کر سکتی ہے۔ ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او آبائھن او آبآء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المومنون لعلکم تفلحون [1]

اور خواتین اپنا بناؤ سنگار کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے خاوندوں کے یا اپنے باپ دادوں کے یا اپنے خاوندوں کے باپ دادوں یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنے بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی ہم عقیدہ عورتوں کے یا ان لونڈیوں کے جن کے مالک ان کے داہنے ہاتھ ہیں یا مردوں میں سے ان نوکروں کے جن کو عورتوں کی کوئی حاجت نہیں۔ یا ان نابالغ لڑکوں کے جو ابھی عورتوں کے پردہ کی باتوں سے واقف نہ ہوئے ہوں اور وہ اپنے پاؤں زمین پر اس لیے مار کر نہ چلیں کہ ان کا بناؤ سنگار جسے وہ چھپائے ہوئے ہیں ظاہر ہو جائے اور اے ایمان والو تم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

---

[1] النور ۲۴ آیت ۳۱۔

ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم کی مذکورہ بالا تصریح کے بعد کسی معمولی شعور کے انسان کو بھی عورت کے تعلق میں اسلام کے نقطۂ نظر کے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آسکتی۔ اسلام ہر اس اقدام پر پہرہ بٹھاتا ہے جس سے جنسی بے روی کا معمولی سا امکان بھی پیدا ہو سکتا ہو۔ اس لیے لباس کی تراش خراش اور اس کی شکل و صورت از روئے اسلام ایسی ہونا چاہیے جس میں زینت اور خوبصورتی تو ہو مگر ہیجان خیزی نہ ہو۔

آجکل بعض خواتین ایسے برقعے استعمال کرنے لگی ہیں جو اتنے چست ہوتے ہیں کہ ان سے پردہ کے بجائے بے پردگی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ایسے برقعوں کا استعمال عقل و شرع کے اقتضاف ہے اور بجائے خود خصوصی جذبات میں ہیجان کا سبب بھی ہے اس لیے اس خلاف اسلام روش کو ترک کیا جانا چاہیے۔

بعض گھرانوں کی عفت کے کاروبار پر گذر بسر

جو لوگ تشکیل پاکستان کی صدود میں عملی جدوجہد میں شریک رہے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ ملک اس لیے حاصل کیا اور بنایا گیا تھا کہ اسلام کے بخوبی کردہ اصولِ حیات پر عملدرآمد کے سارے ایک ایسا معاشرہ پیدا کیا جائے جو ہر طرح کی بداخلاقیوں اور کج رویوں سے پاک و صاف ہو سکیں۔ اسے ملت اسلامیہ کی نمائندگی ہی کہا جائے گا کہ اچھا خاصا عرصہ گذرنے کے بعد بھی اسلام گرگ کے ماتھے پر سے سودخوری، کالا بازاری، دھوکہ فریب، چور بازاری اور ڈکیتی کا کلنک نہیں مٹا سکی۔ اور پاکستان کا کوئی شہر، بڑا قصبہ یا نہیں ہے جس میں بازارِ جسم فروشی موجود نہ ہو۔ بعض مقامات پر یہ انسانیت سوز کاروبار مخصوص بازاروں میں نہیں بلکہ آبادیوں کے عام حصوں میں خانگیوں کی سرپرستی کی جاتی ہے جو مختلف محلوں میں بازاری کاروبار جاری رکھتی ہیں۔ یہ عفت فروش عورتیں دو حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہیں ایک گروہ تو وہ ہے جن کا پیشہ عمر بھر یہی پیشہ ہے اور دوسرا طبقہ یعنی کچھ عورتیں مختلف حیلے کے سہارے جنسی کجروی کی راہ میں اختیار کی مالی میں صنعتی ملک کے متوسط طبقے، بعض زمیندار گھرانوں کے معاشی اور سیدھے میں، نکلے، کرسچن اور نیم آسان لوگ ان کی ذیلی کمائی پر اپنی خوشحالی کے ساتھ گذر بسر کرتے ہیں۔ جو عام طور پر پیشہ ور عورتیں ہیں ان کے ماندن سے تمام فراوانی گذر بسر کی کمائی پر ہوتا ہے۔ کم درآمد کی جانے والی لڑکیاں یا تو اپنی خانہ زاد کے ہاتھ داری ان کی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں یا پھر کسی عاشق شخص کے حلقہ بگوشی کی تسکین کا سبب بنتی ہیں پاکستان

من ترے ہیں یہ ناسور، شرنار اور علماء کی آنکھوں کے سامنے رس رہے ہیں اور کوئی ان کے تکمیلی مداوے کی طرف توجہ نہیں کرتا . . . . !!؟ خصوصیت سے علماء کرام کی اکثریت معمولی فروعی مسائل کے سلسلہ میں ہزاروں، لاکھوں روپے خرچ کر کے سینکڑوں ہزاروں صفحات پر مشتمل رسالے اور کتابیں چھاپتے رہتے ہیں: "آمین زور سے کہنا درست نہیں ہے، زور سے کہنا درست ہے میلاد شریف میں قیام تعظیمی جائز نہیں ہے، جائز بلکہ ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار پٹیاں تھیں، صرف ایک بیٹی تھی۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فروری ہے، ہاتھ کھولنا فروری ہے، ناف سے اوپر باندھنا فروری ہے، ناف سے نیچے باندھنا فروری ہے۔ وضو میں پیروں کا دھونا واجب ہے، مسح واجب ہے تعزیہ داری گناہ ہے۔ عزاداری داری عین ثواب ہے . . . . . !!

کہاں تک لکھا جائے . . . . ؟ اس قسم کے سینکڑوں چھوٹے موٹے مسائل موجود ہیں جن پر علماء اسلام تقریباً تیرہ سو سال سے بحث مباحثہ کرتے چلے آئے ہیں اور آج تک جس کا پرنالہ جہاں تھا وہیں ہے . . . . . احالانکہ ان مسائل کی نفی اور اثبات سے کوئی نقصان ہو سکتا ہے تو آخرت میں . . . . معاشرے میں کوئی بنیادی برائی پیدا نہیں ہوتی نہ عمومی اخلاق پر ان کا کوئی برا اثر پڑتا ہے اس لیے کہ مسلمانوں کی ایک تعداد ان مسائل کو درست اور ذریعہ نجات سمجھتی ہے، دوسرے کچھ لوگ ان کو غلط اور موجب عقاب جانتے ہیں یعنی پوری ملت اسلامیہ ان کے حسن یا قبح پر متفق نہیں ہے لیکن جنسی کاروبار تو بلا اختلاف پوری ملت اسلامیہ کے نزدیک قبیح ترین فعل ہے اور مسلم معاشرے کے دامن پر ایسا گندہ اور غلیظ داغ ہے . . . کوئی علماء کرام کی آنکھوں کے سامنے چلتے پھرتے ہوئے ہیں اور پورے زور شور سے

صنعتی تجارتی کاروبار ہو رہا ہے اور یہ ایسی بیماری ہے جو مسلم معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہے اور جس کے نتیجے میں ملت کی تباہی بھی یقینی ہے۔ اس کی طرف جو نیچے علماء کرام نے توجہ دی تو توجہ بھی نہیں فرمائی ... اور جس طبقہ، (زر و زمین، مال پر جاگیرداری اور سرمایہ فرنچ کرنے سے گراں مایہ عشر عشیر بھی مسلم معاشرے کو حاصل ہوتا ہے کیا اس کے لیے صرف کرنا تو دنیا اور دین دونوں کی سرخروئی حاصل ہوتی۔ حکومت سے قحبہ خانوں کو بند کرنے کا مطالبہ کرنے والے حضرات کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کریں اور اپنی توانائیوں کو آزمائیں ہمیں یقین ہے کہ یہ مخلصانہ کوشش ضرور بارآور ہو جائے گی۔

بہرحال اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ عورتیں اور لڑکیاں، قحبہ خانوں سے بچ جائیں ان کو دیگر ہاتھوں میں کر دیا جائے اور جو اس گندخانے میں رہنا چاہتی ہوں ان کو فساد تعمیر کے سارے نیکی کی طرف مائل کیا جائے۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض تازہ گرفتاریوں پر قحبہ خانوں سے نکل جانے کی کوشش کرتی ہیں لیکن ان سے ہی انتفاع حاصل کرنے والے لوگ انہیں گھیر گھار کے پھر اسی گروہ جرم و عصیاں میں لے آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی سرزنش سے سخت سزا ہونا چاہیے جو لوگ شادی وغیرہ پر یہ پیشہ کرتے ہیں جب تک وہ اس کو ترک نہ کر دیں مسلم معاشرے میں ان کو باوقار جگہ نہ دی جائے۔ بہت ممکن ہے کہ قحبہ خانوں کے چوری چھپے کی رکاوٹ اور شرفاء کی محلوں میں شرکت ہی مباح نہیں سمجھی جاتی بلکہ ان کی خلاف مذمت بھی کی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اسے ترک کرنے کی جرأت نہ کر سکیں ... اگر لوگوں کی شرفاء و عوام کی مجالس و محافل میں جگہ بنی رہے اور خواص و عوام بھی کسی طرح کے حرام و نفرت انگیز کام دیکھ جائے تو آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ ان کی طرف متوجہ

ہو کر ان کے ترک کے لیے آمادہ ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ مولائے کائنات جناب امیر علیہ السلام نے اپنے معتمد سپہ سالار اور مصر کے گورنر مالک بن اشتر رضوان اللہ علیہ کے نام اپنے ایک تفصیلی مدیریت نامے میں مذکورہ حقیقت کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ ولایکون المحسن والمسیئ عندک بمنزلۃ سواء فان فی ذلک تزھید المحسن فی الاحسان وتدریبا لاھل الاساءۃ علی الاساءۃ والزم کلا منھم ما الزم نفسہ۔ خبردار! تمہارے نزدیک نیکوکار اور بدکار ایک حیثیت اور مرتبے میں نہ ہو جائیں اس لیے کہ ایسا کرنے سے اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نیک لوگ نیکیوں میں دلچسپی چھوڑ دیں گے اور برائیوں کی طرف زیادہ رغبت کریں گے بہرحال تم ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اسی روش رکھو جس کا اس نے اپنی ذات کو مستحق بنا لیا ہے۔

اسلامی قوانین کی نظر میں غنا اور راگ وغیرہ سے مالی انتفاع اور اس کا بیچنا اور خریدنا اور بیچنے والے کا ثمن اور خریدنے والے کا مثمن کھانا اور پینا اور لباس وغیرہ میں استعمال میں لانا جائز اور حرام ہے جیسا کہ حدیث سے۔ عن نفرین قابوس قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول المغنیۃ ملعونۃ وملعون من اکل کسبھا۔ نفرین قابوس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مغنیہ ملعونہ ہے اور وہ بھی ملعون ہے جو اس کی آمدنی کھاتا ہے دوسری حدیث میں اس طرح فرمایا ہے عن نفرین قابوس قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول: المغنیۃ ملعونۃ والکاھن ملعون والساحر ملعون والمغنیۃ ملعونۃ ومن اوی ھا ملعون قال کسبھا ملعون۔ جناب نفرین قابوس کے بیان کے مطابق جناب

تاریخ نیل غ صفحہ ۲۰۳ ۱۲ ۳ ۱۳ ۲ وسائل شیعہ ج ۶ صفحہ ۸۵ فروع کافی ج ۵ صفحہ ۱۲۰ ۱۳ وسائل ج ۶ صفحہ ۱۰۲

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نجومی معون ہے، کاہن دھن وتخمین کے سہارے عیب کی باتیں بتانے کا دعویٰ کرنے والا ملعون ہے؛ جادوگر ملعون ہے۔ ناچنے گانے والی ملعونہ ہے جو ایسی عورتوں کو تھوڑا در سرپرستی دے وہ بھی ملعون ہے اور جو اس کی کمائی کھائے وہ بھی ملعون ہے

ہر تو طائفے بجانے والیوں اور ان کی کمائی سے پرورش پانے والے افراد کا حشر جیسی لچر زندگی کے سارے رسیا گے ارسے والوں کے متعلق حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ملاحظہ فرمائیے: عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال حدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ثمن الخمر وصهر الميتة وثمن الكلب الذي ليس بصيود حرام

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں کہا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہے کہ شراب کی قیمت مردار کی عورت کی خرچی اور شکار نہ کرنے والے کتے کی قیمت ناجائز اور حرام ہے۔

ایک دوسری حدیث حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے قال علیہ السلام اجر الزمارة سحت اور کسی کی کمائی حرام ہے مذکورہ احادیث معصومین علیہ السلام سے ظاہر اور ثابت ہے کہ گویا اور مغنیہ دونوں کی کمائی حرام ہے اور ان سے استفاع بھی ناجائز ہے اس لیے ایسے خاندانوں اور افراد کا جو اس قسم کی کمائی پر زندگی گذارتے ہیں مرنا اور جینا سب حرام کے سائے میں ہوتا ہے۔

یہ حقیقت ہر شخص کے لیے قابل توجہ ہے کہ جو مال ناجائز ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو وہ ہر حال حرام ہے اور کسی کے لیے بھی اس کا استعمال جائز نہیں ہو سکتا۔

---

۱ وسائل ج ۶ ص ۲۳ صافی ج ۱ ص ۲۴۴، المیزان ج ۵ ص ۲۹۲ و بحار مع سیعہ ج ۶ ص ۹۳

جیسا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے واضح طور پر فرمایا ہے: لاخیر فی شئی یصد عن حرام ولا یحل استعمالہ (۳) اس شئی میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو بذات خود ناجائز اور حرام ہو اور اس کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام کی نگاہ میں بازاری عورتوں کی ہر طرح کی کمائی ناجائز ہے اگر وہ اس کمائی سے کوئی عمل خیر بھی بجا لائیں تو وہ غیر مفید اور غیر مؤثر ہے کہ اس کی بنیاد شر پر رکھی گئی ہے۔ اسلام نے اس کمائی کی دنائت، رذالت اور خباثت کا اعلان کر کے جنسی بے راہ روی سے باز رہنے کا ایک بڑا موثر ذریعہ مہیا کر دیا ہے اور اس طرح عفت کے کاروبار پر سیرہ بٹھا دیا ہے بشرطیکہ ملوث اور آلودہ افراد اور گھرانے اسلام کو بہ صدق زبان ہی نہیں عملاً قبول کر لیں۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ غیر مسلم معاشروں میں تو ان افعال قبیحہ کو عبادت کا درجہ تک دیا جاتا ہے یعنی دنیا میں واحد دین اسلام ہے جو انسان کو صاف ستھرا اور پاک و پاکیزہ معاشرہ مہیا کرتا ہے۔

ایسے تمام افراد کو جو جنسی کجروی کے ارتکاب میں لوگوں کا واسطہ اور وسیلہ بنتے ہیں اور اس فعل شنیع کو پیشہ بناتے ہوئے ہیں زبان اسلام میں قوادہ اور قوادہ اور اردو میں اگر مرد ہے تو بھڑوا اور عورت ہے تو ڈلہ یا بھڑوی کہتے ہیں۔ یہ لوگ عبرتناک سزا کے مستحق ہیں۔ اگر ان کو بلا رعایت اسلامی سزائیں دی جائیں تو جنسی کجروی کا ایک بہت بڑا سبب ختم ہو سکتا ہے۔

---

۳ فروع کافی ج ۵ ص ۱۲۵

عفت کی تجارت کے غیر معمولی منافع کا حصول

دنیا کے کسی ملک اور خطے میں کسی قوم، قبیلے اور جماعت کی کوئی سرداری، مرکزی، سیاسی
خاتون یا بیوہ یا مطلقہ عورت جیسی لوگوں کی طرف راغب اور مائل نہیں ہو سکتی۔
[illegible] افراد ان کو ورغلاتے، بہکاتے اور عیش و [illegible] اور ناز و
نعمت میں [illegible] کے سبز باغ دکھانے [illegible] بس یہی کہ [illegible]
[illegible] کی نعمت میں [illegible] مائل اور داخل
[illegible] روک دیتی ہے۔
[illegible] حقیقت [illegible] عادت [illegible]
[illegible] حضرت شعیب علیہ
وعلیہ السلام کی دختر نیک اختر [illegible] کرتے ہوئے حقیقت عورت
کی [illegible] فطری حیا [illegible] تمشی علی
استحیاء [illegible]
[illegible] کے پاس آئی۔ [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مقرر نہیں کی جا سکتی۔ پاکستان کے اخبارات میں روزانہ اغوا کے قصے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ چاروں صوبوں میں صنف نازک کو اغوا کرنے والوں کے مربوط و منظم گروہ موجود ہیں اور مختلف شہروں اور دیہاتوں میں بھی ان کی تنظیم کے ممبر سرگرم کار رہتے ہیں صوبہ سرحد سے اغوا کی جانے والی لڑکیاں اور عورتیں سندھ وغیرہ میں فروخت کر دی جاتی ہیں اور سندھ سے اغوا کر کے پنجاب اور سرحد میں بیچ ڈالی جاتی ہیں۔ کسی صوبہ کے ایک ضلع سے اغوا کر کے دوسرے ضلع میں یا ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں فروخت کر دینے کے واقعات بھی موجود ہیں۔ اغوا ہو جانے والی لڑکیاں اور عورتیں اپنے خاندان اور ورثاء سے دور کسی اجنبی کے ساتھ نکاح کے بندھن میں باندھ دی جاتی ہیں یا پھر بازارِ گناہ کی رونق میں اضافہ کے لیے ان کو فروخت کیا جاتا ہے۔ بازارِ گناہ، اور کسی شخص کے گھر میں قیام پذیر ہونے سے پہلے لڑکیوں اور عورتوں پر کیا گذر جاتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ؟ اس صورتحال کی تھوڑی بہت تفصیل اخبارات میں آتی رہتی ہے۔ عورتوں کا کاروبار کرنے والا گروہ سب سے پہلے اپنے صید کو اپنے حیوانی جذبات کا شکار بناتا ہے تاکہ کسی دوسرے ظالم تک منتقل ہوتے ہوئے کسی مرحلے پر کسی خاص اضطراب کا مظاہرہ نہ کریں۔ لڑکیاں اور عورتیں اس چکر میں آ کر اپنے ہم وطنوں اور ورثاء کی طرف شاذ و نادر ہی رخ کرتی ہیں اس لیے کہ ان کو واپسی کے بعد سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ نہیں ملتا ہمارا معاشرہ ان کے زخموں پر مرہم لگانے کے بجائے طنز و تشنیع اور طعنے مہنوں سے ان کا سینہ چھلنی کر دیتا ہے اور ان کا جینا محال ہو جاتا ہے۔

جنسی کجروی کو روکنے اور جنسی بے راہروی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایسے اڈے کو روکیں اور تنظیموں کا قلع قمع کر دیا جائے جو اس وحشیانہ کاروبار کو ذریعہ معاش کے طور پر اپنائے ہوئے ہیں جب تک ایسے لوگوں کی قرار واقعی سرکوبی

سزا کی حالت میں جنسی کردار کا سدباب کیا۔ جو کہ اس کے ساتھ ایسی عادتیں اور عورتیں حوالہ کرتی ہیں۔ دنیا داری کا نظام ہوتا ہے اس داری کے بعد ان کو دیکھا جائے اس لیے بڑی خدمت اور ان کی وجہ سے عادت و نظامت کے بیٹے میں وہ اچھی رہتی ہے عورت دیکھ کر دنیا۔ بگڑ جانے میں کرتی ہیں۔ ان لیے دنیا راستہ دعا مرکو اس بگڑ دہ عمل میں روٹی حاصل حل نہیں ہوتا قرآن کریم ایسے طبقے کی بہتری کے لیے صحیح ہدایت دیتا ہے ۔ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون ۔ (بے شک وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان کے درمیان بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ قرآنی الفاظ میں فاحشہ جنسی کجروی کے ارتکاب کو کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ صنف نازک اور معاشرہ میں بدکاری، فحاشی کرتے ہیں ان کو جنسی کجرویوں کے لیے جسمی تحریک دیتے ہیں وہ اللہ اور رسول کے ساتھ معاشرے کے بھی مجرم ہیں۔ ان کو عذاب دردناک یعنی لھم عذاب الیم فی الدنیا والآخرۃ ۔ اس تعریر سے صحیح دلیل ہے آخرت میں تو خدا ان سے سزا دہ کریں گے ہی ۔۔۔۔ دنیا میں مسلم معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ ایسے افراد سے مکمل برات و بیزاری کا اظہار کرے ان کو ہر طرح ذلیل و رسوا کرے اور قوت مقتدرہ یعنی حکومت کا فرض ہے کہ وہ ضروری قانون وضع کرکے ایسے افراد کو عبرتناک سزا دے اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو مسلمانوں کے پاکیزہ معاشرہ میں فحاشی کو رواج دینے کے جرم عظیم کا ارتکاب کرتے ہیں اور جب کہ عرض کیا گیا کہ درحقیقت قرآن یہ ابلاغ عبرتناک سزا کے مستحق ہیں ان سے روایت روایت کے ساتھ عبرتناک سلوک ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول حضور سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو دہرایا ہے قال رسول اللہ

۱۔ الاعراف پ ۸ سورہ آیت ۔

علیہ وآلہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من
اذاع فاحشۃ کان کمبتدیھا (۱) جو برائیوں اور بدکاریوں کو پھیلاتا اور رواج
دیتا ہے وہی ان کا بانی مبانی ہے یعنی اگر خواہ مخواہ افراد خود ارتکاب جرم نہ بھی کریں تو یہ
کیا کم جرم ہے کہ انہوں نے ایک بدرواج تحصیت کو گناہ کے جہنم میں جھونک دیا، چند
ٹکے کے لیے ایک خاندان کی عزت و حرمت کو برباد کر دیا اور ایک آزاد انسان کو اس کے
طبعی اور فطری ماحول سے الگ کر کے اس کی زندگی افتاد و اضطراب کے حوالے کر دی
۔۔۔ ہمارے علمائے کرام نے اس تعلق میں جو افادہ فرمایا ہے اس سے قانون سازی
میں بڑی واضح اور نمایاں مدد مل سکتی ہے۔ جناب محقق حلیؒ فرماتے ہیں

سرق صغیراً فان کان مملوکا قطع ولو کان حرا تباعه لم یقطع وقیل
یقطع دفعا لفساده (۲) جو شخص کسی بچہ کو چرا لے اگر وہ بچہ مملوک ہے تو چرانے
والے کا قطع ید کی سزا دی جائے گی اور اگر بچہ آزاد ہو اور اسے چرا کر کوئی بیچ ڈالے
تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ مطلب اس ارشاد کا یہ ہے کہ آزاد بچہ کے اغوا پر
حد جاری نہیں کی جائے گی مگر بطور تعزیر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا یعنی عبرتناک
سزا دی جائے گی۔ الغرض معلوم ہوتا ہے کہ علامہ حلی کے زمانے تک مسلم
معاشرے میں حیوانیت عام طفل میں تھی اور نوخیز بچوں کی اغوا کیا جاتا تھا، بالغ
افراد لڑکیاں اور لڑکے ان حیوان صفت انسانوں کی ترکتازی سے محفوظ تھے ہمارے
زمانہ کی طرح میں بچوں کے اغوا کی وارداتیں شب و روز نہ ہوتی رہتی تھیں اور
بعض حالات میں ان کو بیکار کیمپوں میں رکھ کر تعذیب و بربریت کا تختہ مشق بنایا
جاتا ہے۔ قیامت ہے کہ پاکستان میں ایک منظم حکومت کے ہوتے ہوئے
جس کے پاس قانون کو نافذ کرنے والے مضبوط ادارے موجود ہیں۔ یہ بیکار کیمپ کھلے

(۱) تفسیر معانی۔ ج ۲ صفحہ ۱۹۴ (۲) شرائع الاسلام کتاب الحدود

کے مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ آسمان کے اوپر یا زمین کے نیچے نہیں، مگر ہماری حکومت کے دائرہ اقتدار میں۔ یہ وہ کیمپ والے حکومت سے زیادہ طاقتور ہیں تو پھر حکومت کو اپنی حیثیت پر غور کرنا چاہیئے یا پھر قانون نافذ کرنے والے ادارے ملزموں کو زنجیروں میں جکڑ کے ہی سہی خود ہی عدالتی روپیلی زنجیروں میں گرفتار ہو جاتے ہیں مجھے یاد ہے کہ جنرل ضیاء کی گورنری کے زمانے میں کمانڈر انچیف جناب الرحمٰن خان نے جو خیبر پختونخوا کے ڈی جی لیویز تھے اپنے ڈویژن کے تمام کیمپوں کو قطع کر دیا تھا اور جنرل محمد موسیٰ کی ہمت افزائی کے لیے خیبر گئے تھے میں نے سنا ہے کہ اس جرنیل کو اسلام آباد میں کسی بیکار سے محکمہ کا انچارج بنا دیا گیا ہے۔ اس تذکرے سے ہم یہ کہتے ہیں کہ کمانڈر عارف خیالی طور پر حکومت کے سر پر بیٹھ گئے ہیں۔۔۔!! اگر ہمارے دوست ہمارے کالموں سے اس قسم کے واقعات منقطع کر دیں گے تو اس کالم کی حالت بھی تو آخری حدوں کو چھونے لگے گی تو کیا ہوگا۔۔۔!! میرا کمانڈر عارف سے کوئی ذاتی عناد اور بغض نہیں ہے ایک حق گو فوجی افسر تھا جس کو اڑا کر دیا گیا۔ بوٹ یہ مضمون ۱۹۹۰ء میں لکھا گیا تھا اس تعلق میں جناب شیخؒ نے روضۃ الندیہ موصوف پر شرح لمعہ میں جو فائدہ دیا ہے اس سے قارئین کے لیے بڑی آسانیاں فراہم ہو جاتی ہیں۔

لا یقطع سارق الخ وان کان صغیرا او مجنونا او عبدا او من ولد سارق قیل تقطع کف السارق لکن لا عن عبد او سارق بل لفساد فی الارض وجزاء المفسد القطع لا حد السرقۃ ویشکل بانہ ان کان لفساد فی الارض فلم یختص بما کان عین قتلہ او قطع ید او رجلہ من حد قاطع الطریق بل کل من اتی بکبیرۃ مفسد فی الارض یقتل او یصلب او ینفی او یقطع ید او رجل من خلاف وقد یجاب بان القتل او الصلب او النفی او قطع الید او الرجل من خلاف انما ثبت بنص الکتاب او السنۃ او الاجماع

وجوب القطع فيه وفي ما يتيمم بها لان الحكم معلق على مال
خاص يسرق على وجه خاص ومثله لا يتيمم في الحر ومطلق
قياسه غير مقصود في هذا الباب كما يظهر من
الشرائط، وحمر نفس عليه معلق لا يتيمم والشرائط له.
ثم لم في خصوصية سرقة الصغير وحده دون غيره
من الحيوانات والدواب وخزائنه، فالجواب الحكم يمثل ذلك
غير جيد ومن ثم حكاية المصنف قولين لو لم
يبلغ لم يقطع، وإن كان عليه ثياب يبلغ
النصاب لتبعيته عليها لم يتحقق سرقتها لم لو كان
صغيراً على وجه لا يتحقق له السيد. ا بخلاف القطع بالمال ومثله
سرقة الكبير بصناعة وهو نائم أو سكران أو مغمى عليه
أو مجنون، والقطع سارق الصغير حدّاً إذا
بلغت قيمته النصاب وإنما اطلقه كثيرون بناء على
الغالب واحترز بالصغير عما لو كان كبيراً مميزاً وله
يقطع سرقته إلا أن يكون نائماً أو في حكمه أو أعجمياً
لا يعرف سيده من غيره لانه حينئذ كالصغير ا. أقول إن
كون الاخوة كقطع يد الاخ لا يتم كما لا يخفى، فإن الاخ لو
كان مفلساً لا يقطع يده بسرقة مال أخيه، وكذا لو كان
الاخ مجنوناً أو صبياً لا يقطع يده بسرقة مال أخيه، فلا
يكون قطع يد الاخ كقطع يد الاجنبي، وأما قطع يد
الاخ الذي يسرق مال أخيه فلا يكون كقطع يد الاجنبي
لان الاخ لا يقطع يده بسرقة مال أخيه، فلا يكون
قطع يد الاخ كقطع يد الاجنبي، وأما قطع يد
الاخ الذي يسرق مال أخيه فلا يكون كقطع يد الاجنبي
لان الاخ لا يقطع يده بسرقة مال أخيه، فلا يكون
قطع يد الاخ كقطع يد الاجنبي، وأما قطع يد
الاخ الذي يسرق مال أخيه فلا يكون كقطع يد الاجنبي

شرح لمعة كتاب الحدود الفصل الخامس۔

پر عمل کرے۔ قطع ید کا حرز سے تعلق کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور یہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ مال حرز میں ہو تو قطع ید کی سزا صرف اس لیے ہے کہ مال کو حفاظت و احتیاط میں رکھنا ہے اور یہ بات اس لیے اولیٰ ہے تاکہ اس میں قطع ید کی سزا کو زیادہ اولیٰ ہونا سبب ہے، یہ اعتراض اس وجہ سے ہے کہ قطع ید کا حکم مسترد ہو جائے، اس بات سے کہ مال خاص کو وہ خاص یعنی حفاظتی مقام سے چرایا جائے۔ حالانکہ تمام صورتوں میں یہ شرط نہیں پائی جاتی، اور قطع ید کے لیے مطلق حفاظت و صیانت مقصود نہیں بلکہ مال کا مکتسب ہونا ضروری ہے جس کی شرائط سرقہ سے ظاہر ہے جس کو مال پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے اور شرائط کے پورا ہونے کے سبب ہی بچہ کے اغوا میں بھی قطع ید کی سزا نہیں دی جا سکتی اس لیے کہ بچہ کو نقصان پہونچانے پر اس کے بازو کو کاٹ دیا جائے، الگ سزا دی جائے گی بہر حال صیانت کو مقصود بنا کر قطع ید کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ اسی لیے مصنف نے کہا ہے (بقیہ ۱۰ مصنف کے قول اور دوسرے قول دونوں کی بنا پر) اگر اغوا کے بعد بچہ نہیں ہے تو کسی صورت میں بھی قطع ید کی سزا نہیں دی جا سکتی اور اگر اغوا شدہ کے جسم پر لباس اور تاریور وغیرہ ہو کر منصب تک بھی پہنچا ہو تب بھی سرقہ نہیں کہا جائے گا اس لیے کہ قرار مالک کا قبضہ ہے اللہ اگر اغوا ہونے والا اتنا چھوٹا بچہ ہو جس کا قبضہ مستحق نہ ہو تو اس کی وجہ سے قطع ید کی سزا دی جائے گی۔ اسی طرح اگر مالک آدمی کو اس کے مال و متاع سمیت خیمہ کی حالت میں پائے یا حد سے زیادہ حیلیں ہو۔ یا مائل ہونے کی صورت میں اغوا کیا ہو تب بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ ہر مرتبہ میں اغوا کو عین مال سرقہ دی

جا سکتی خواہ حد کے طور پر دی جائے یا تعزیر کی حیثیت سے۔ اگر بطور حد سزا کا ثبوت مہیا ہو گیا تو داہنے ہاتھ کی چار انگلیاں کاٹ دی جائیں گی اور اگر فساد فی الارض بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو داہنے ہاتھ کے ساتھ بایاں پیر بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اور اگر چوری کا حکم عائد نہ کیا جائے تو حاکم مجاز مختار ہے کہ کوئی بھی عبرتناک قسم کی سزا جو مناسب ہو دے خواہ قتل کر دے یا سر عام گولی سے اڑا دے جیسا کہ ماضی قریب میں تہران کی ایک عدالت نے اس قسم کے مجرموں کو سر عام گولیوں سے اڑا دیا۔ اس طریق کار پر عمل پیرا ہونے سے معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بنے گا۔ دہشت و مردم آزاری کے حوصلے ختم ہو جائیں گے اور بدکاری کو رواج دینے کے عزائم اور حوصلے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔

حضرت آیت اللہ العظمیٰ دامت ظلہ سے اس تعلق میں جو افادہ فرمایا ہے وہ اس طرح سے ہے۔ لو سرق حر من اکمل او صغیر او مکرہ او شیء مما یقطع حد فعل یقطع و فعل یضمن قتیل بعمد حد و یقد و لا جمع بین القطع و غیرہ بما مر فی الحدود۔ اگر کوئی شخص کسی آزاد فرد کو چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا، مرد ہو یا عورت اغوا کرے تو بطور حد اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ لیکن کیفر فساد کے دفع کرنے کے لیے قطع ید کی سزا دی جائے گی۔ اور حاکم وقت اپنی صوابدید کے مطابق اس کو سزا دے۔

تحفۃ الاسلام علامہ سید امیر محمد قزوینی رقمطراز ہیں:

من سرق مملوکا صغیرا لا یمیز بین مولاہ و غیرہ تقطع الید ق وان کان حرا فلا قطع و حبس یقطع دفعا لفساد (۲)۔

---

(۱) تحریر الوسیلہ ج ۲ کتاب الحدود ص ۴۷۶ (۲) التبصرہ فی عقائدھم و احکامھم ص ۲۰۵

جس شخص نے ایسے مملوک بچے کو اغوا کیا ہو جو اپنے آقا اور غیر میں تمیز نہیں کر سکتا ہے تو اغوا کنندہ کا ہاتھ قطع کیا جائے گا اور اغوا کیا جانے والا آزاد ہو تو قطع ید کی سزا نہیں دی جائے گی۔ اور کہا گیا ہے کہ فساد کے مٹانے کے لیے قطع ید کی سزا دی جائے گی۔ دمت طلالہ۔ اسلام نے اغوا کے تعلق میں بڑا واضح حکم دیا ہے: "من باع انسانا حرا صغیرا کان او کبیرا ذکرا کان او انثی قطعت یداہ" جو شخص کسی آزاد انسان کو بیچ ڈالے خواہ اغوا شدہ بالغ ہو یا نابالغ، صنف نازک میں سے ہو یا صنف قوی سے، اغوا کنندہ کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

حضرت خوئی مدظلہم نے اس سلسلے میں چند احادیث معصومین علیہم السلام نقل فرمائی ہیں "وقد علی ذلک معتبرۃ السکونی عن ابی عبداللہ علیہ السلام ان امیر المؤمنین علیہ السلام اتی برجل قد باع حرا فقطع یدہ رواہ وتویدھا وایدہ سفیان الثوری علی روایۃ محمد بن یعقوب وروایۃ طریف بن سنان الثوری علی روایۃ الصدوق والشیخ قال سئلت جعفر بن محمد علیہما السلام عن رجل سرق حرۃ صغیرۃ ما علیہا؟ قال یقام فیہا ان بلغت حد وان لم تبلغ فسارق تقطع یدہ" اور حکم قطع ید پر دلالت کرتی ہے جناب السکونی کی بیان کردہ حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے ایک آزاد فرد کو بیچ ڈالا تھا تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور اس کی تائید کرتی ہے سفیان ثوری کی بیان کردہ حدیث جسے محمد بن یعقوب کلینی، جناب صدوق اور جناب شیخ مفید رحم اللہ نے بیان کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام

[illegible] سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے آزاد عورت کو اغوا کر کے بیچ ڈالا۔ ۔ ۔ ؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس میں چار قسم کی حدیں عائد ہوتی ہیں اور سب سے پہلی یہ ہے کہ اغوا کنندہ چور ہے لہذا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

جناب خوئی دامت ظلہ کے فتوے اور استدلال کی روشنی میں یہ طے ہو جاتا ہے کہ اغوا کنندہ بہرحال عبرتناک سزا کا مستحق ہے اور وہ کم سے کم قطع ید ہے اگر ہمارے قانون ساز ادارے اغوا کنندہ کے لیے موت کی سزا کا اہتمام کریں تو جنسی بے راہ روی کا یہ تیسرا سبب کافور ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ اسلام یہی چاہتا کہ جنسی بے راہ روی کے ہر سبب کی بیخ کنی کر دی جائے۔ چند پیسے یا پرس کی سزا نہ پہلے کبھی مؤثر ہوئی ہے اور نہ آئندہ ہو گی۔ انسان دشمن کی ایجاد کردہ سزاؤں سے جیسا کہ دنیا میں مشاہدہ ہے حوصلہ شکنی کی شکست و ریخت ممکن نہیں ہے البتہ اسلام نے غواء کی وارداتوں کو روکنے کے لیے عبرتناک سزا مقرر کر کے جنسی کج روی کے ارتکاب کا ایک بہت بڑا سبب ختم کر دیا ہے۔

۱۔ ربانی تکملۃ المناہج ج ۱، ص ۲۰۳ ۔ ۲۔ وسائل الشیعہ ج ۱۸، باب ۲ من ابواب حد السرقۃ۔

مانع حمل آلات وادویہ کی ایجاد اوران کا وسیع پراپیگنڈہ

[illegible] مانع حمل ادویہ اور آلات کی ایجاد [illegible]

[illegible]

[illegible] زیادہ نہیں ہے لیکن مانع حمل اسباب کی ایجاد کو [illegible]

[illegible] حقیقت [illegible] یورپی ممالک میں

[illegible] دولت کی [illegible]

[illegible] مرد کے اختلاط [illegible]

[illegible] مردوں سے [illegible]

[illegible]

[illegible] مرد کے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حمل ضائع کرنے کی [illegible]

[illegible] کے نتیجے میں [illegible]

[illegible]

[illegible] تھے [illegible] تھے

[illegible] تھے [illegible]

[illegible]

کرنسی جواز عطا کی۔ دوسرے مانع حمل ادویات و آلات کی ایجاد اور تشہیر کے وسائل مہیا کیے۔

برصغیر پاک و ہند میں مانع حمل اشیاء کی درآمد ان دولت مندوں کے واسطے سے ہوئی جو یورپی ممالک میں آمدورفت کی استطاعت رکھتے تھے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارے ملک میں یہ لعنت سرمایہ داری کا کرشمہ ہے۔۔۔۔!! غریب کو اس سے کوئی تعلق نہیں، وہ رہی واسطہ تعلق نہ ہے۔

جہاں تک خاندانی منصوبہ بندی کا تعلق ہے، یورپی ممالک اور اقوام میں یہ جنسی کج روی پر پردہ ڈالنے کا ایک وسیلہ ہے اور شادی شدہ جوڑوں کے لیے عیاشی کا ذریعہ ہے۔ بچوں کی تربیت وغیرہ سے فرار بھی اس کا ایک بہت بڑا سبب ہے ہم نے خاندانی منصوبہ بندی کے متعلق جتنا بھی لٹریچر پڑھا ہے اس سب کی تان اس بات پر ٹوٹتی ہے کہ زمین اور اس کی قوت پیداوار محدود ہے۔ انسانی آبادی بڑھتی چلی جا رہی ہے اس وقت تقریباً سوا ارب آبادی ہے اگر سلسلہ توالد نہ روکا گیا تو ۲۰۰ سال کے اندر ۱۲ ارب ہو جائے گی۔ زمین کی پیداواری صلاحیت اور اس کا رقبہ اس قابل نہ رہے گا کہ سب کے لیے تغذیہ ممکن ہو۔ اس لیے لوگ بھوکے مر جائیں گے اور اس طرح گویا خود خدا کی منشا یہ ہے کہ سلسلہ توالد پر پہرے بٹھا دیے جائیں گے تاکہ انسان سامان کی مد شرب میں شریک نہ ہو جائیں۔ یہ ہے مجلس تحفظ زراعت کے ماہروں اور اقوام متحدہ کے پاپولیشن پلاننگ کے مختصروں کی آہ و فغاں عالیہ کی۔۔۔!!

حقیقت یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کا ڈھکوسلا ایک تیر سے دو شکار کے مترادف ہے۔ ایک تو یہ کہ غیر یورپی اقوام رنگ و نسل کی آبادی کم ہو جائیں دوسرا مہذب امریکہ برطانیہ اور فرانس وغیرہ کی طرف انگلی نہ اٹھائیں

دوسرے مسلمان، اسلام کے تلقین کردہ اپنے ایمان و یقین کو ترک کر کے آہستہ آہستہ اسلام کو چھوڑنے اور کافرانہ نظریات و عقائد کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ (۱)

اس کا تعلق زمین سے نہیں آسمان سے ہے

اسلام کی تلقینات میں یہ جو سری عقیدہ سرفہرست ہے کہ ہر ایک کی روزی کا ذمہ دار خدا ہے، جس نے پیدا کیا ہے وہی رزق بھی دیتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے: وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا (۲) زمین پر کوئی چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔

زمانہ جاہلیت میں جبکہ علم کا چراغ خال خال ہی نظر آتا تھا جہالت مآبوں کا یہی خیال تھا کہ نسل کو آگے نہ بڑھنے دیا جائے تاکہ ہماری معاشی حالت خراب نہ ہو۔ آفتاب اسلام کے طلوع کے وقت یہ احساس اس قدر جامد تھا کہ لوگ اپنے بچوں کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ ہمارے اس نام نہاد مہذب دور میں جبکہ علوم و فنون کے سہارے کائنات، افلاک پر کمندیں ڈالی جا رہی ہیں انسان تاریک روشنی یعنی علمی جاہلیت کا شکار ہوتا جا رہا ہے اور خود غرضی کا نچیر زنوں ہو کر غذائی قلت سے دنیا کو خوفزدہ بنا رہا ہے۔ قرآن کریم نے ماضی کے جہلا کو اس لپست کام سے یہ کہہ کر روکا تھا ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطئا کبیرا (۳) اور تم اپنی اولاد کو تنگدستی کے خوف سے قتل نہ کرو، ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی ان کا قتل یقیناً بہت بڑا جرم ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ہے!

۱۔ القرآن پارہ ۱۲ ھود آیت ۱۱۶۔ ۲۔ القرآن پارہ ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۳۱۔

ولا تقتلوا اولادکم من املاق ۔ نحن نرزقھم وایاکم ۔
اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ قتل کرو، ہم تم کو بھی روزی دیتے ہیں اور انھیں بھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ رزق کی ذمہ داری خالق انسان کی ہے اور اس لیے معاشیات کی بنیاد پر ضبط تولید کے نظریہ کو قبول کرنا غیر اسلامی فعل ہے۔

مذکورہ شمار کی بعول بعیتوں کے سہارے غیر مسلم نام نہاد ماہرین اقتصادیات و معاشیات کا یہ فرمانا کہ زمین کا رقبہ اور اس کی پیداواری قوت محدود ہے انسانی آبادی کی زیادتی فقر و فاقہ کا سبب بن جائے گی۔ قطعاً ایک کافرانہ تصور ہے۔ ۱۱ اور اس لیے کہ غذائی پیداوار کا زمین وسیلہ تو ہے مگر پیداوار کی قلت و کثرت میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے یہ خدائے قادر مطلق کا اپنا اختیار ہے کہ وہ ایک ایکڑ رقبہ زمین سے ایک کروڑ انسانی آبادی کے لائق غذا پیدا کر دے اور چاہے تو مکھو کا ایکڑ سے سو آدمیوں کے لیے بھی کافی غذا میسر نہ آئے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کی واضح طور پر نشاندہی کی ہے وان من شئی الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم ۱۲ اور ہمارے پاس تمام اشیاء کے خزانے موجود ہیں اور ہم سوچے سمجھے ہوئے انداز کے مطابق ان کو نازل کرتے رہتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ خدائے علیم و قدیر اپنی مخلوقات کو پیدا کرتا ہے تو ان کی ہر ضرورت کی اشیاء بھی مہیا کرتا ہے۔ غذائی اجناس انسانی ضرورت سے نہ پہلے کم تھیں، نہ آج کم ہیں اور نہ آئندہ ہوں گی۔ ارادۂ الٰہی کے تحت حسب تقدیر غذائی اجناس پیدا ہوتی رہیں گی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خدائے عادل طالب غذا کو پیدا تو کر دے اور غذا مہیا نہ کرے۔۔۔۔۔۔ بہرحال

۱۔ القرآن پ۱۵، ع۱۴ آیت ۲۔ القرآن پ۱۴، الحجر آیت ۲۱۔

مستقبل میں زمین کی قوت پیداوار کم یا ختم ہو جانے کا ڈھنڈورا پیٹنے والے بڑی ہوشیاری سے مسلمانوں کو بے دین بنانے کی کوشش کر رہے ہیں ورنہ جیسا کہ عرض کیا گیا خزائن رزق اللہ کے اختیار میں ہیں۔ زمین کے اختیار میں نہیں۔ ہاں اگر کبھی کچھ لوگ غذا کی کمی کا شکار ہوتے ہیں تو اس کا سبب غذائی اشیاء کی کمی نہیں ہوتا بلکہ خود غرضی اور زر پرست سرمایہ داروں کا جذبہ احتکار پسندی یا کچھ غرض پرستوں کی اسمگلنگ کے سہارے پیسہ کمانے کی خود غرضانہ خواہش ہوتی ہے۔

عیر مسلم اقوام خصوصاً یہودی اور عیسائیوں کی طرف سے خاندانی منصوبہ بندی کے پروپیگنڈے کی مساعی، اس خوف کی وجہ سے بھی ہیں کہ دنیا میں مسلمان عددی لحاظ سے زیادہ ہو جائیں گے تو سائنس اور ٹیکنالوجی میں بھی آگے بڑھ جائیں گے اور عیسائیوں اور یہودیوں کی ذہنی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے۔ ان اقوام کے مقابلہ میں مسلمانوں کے یہاں شرح پیدائش بہت زیادہ ہے اور بجا طور پر یہ قومیں خوف زدہ ہیں کہ اگر مسلمانوں کے اعداد و شمار اسی طرح بڑھتے رہے تو مستقبل قریب میں مسلمان ان قوموں کے مقابلہ میں ہر گونہ بالادستی حاصل کر لے گا۔۔۔۔!!

مشاہدہ بتلاتا ہے کہ غیر مسلم اقوام کے مقابلے میں مسلمانوں میں ترقی یافتہ قوموں کے مقابلہ میں ترقی پذیر اقوام میں اور امیروں کے مقابلے میں غریب لوگوں کے یہاں شرح پیدائش زیادہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ترقی یافتہ اور دولت مند اقوام و افراد مختلف قسم کے تعیشات میں مبتلا رہتے ہیں اور طرح طرح کی تدبیرات میں مصروف رہتے ہیں اس لیے ان کے تولیدی قویٰ تکاسر انتشار ہو جاتے ہیں جبکہ غریب لوگوں کو ضروری ذمہ داریوں سے اتنی فرصت ہی

ہیں ملتی کہ تفریح و تعیش میں وقت گذاریں۔ ان کی تو واحد تفریح، اوقات فرصت میں بال بچوں میں منہمک ہوتی ہے اور چونکہ ان کے ذہن افتشار کا شکار نہیں ہوتے اس لیے جنسی وظائف کی، دائیگی کے نتیجے میں بچوں کی پیدائش زیادہ ہوتی ہے۔ ہمارے ملک پاکستان میں بھی کثرت اولاد روساء کے یہاں نہیں بلکہ غریبوں کے یہاں محسوس و مشاہد ہے۔

اسلام اور کثرت اولاد کی ہمت افزائی

بہر حال رزق کی کمی کے خوف سے خاندانی منصوبہ بندی غیر اسلامی تصور ہے اور اقدام ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو اسلام میں کثرت اولاد کی ہمت افزائی کی گئی ہے اور شوق دلایا گیا ہے کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ اولاد پیدا کریں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تناکحوا تکثروا فانی باھی بکم الامم یوم القیمۃ ولو باسقط وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم یوم القیامۃ (۱)۔ نکاح کرو اور زیادہ اولاد پیدا کرو اس لیے کہ میں قیامت کے دن دوسری امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا۔ اگرچہ وہ ساقط شدہ حمل ہی کیوں نہ ہو۔ نیز فرمایا زیادہ بچے پیدا کرنے والی محبت کرنے والی ٹکی سے شادی کرو لاولد سیاہ فام زیادہ بچے پیدا کرنے والی خوبصورت بانجھ عورت سے بہتر ہے

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اس طرح حدیث پیغمبر کو بیان فرمایا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تزوجوا ولود ولا

---

(۱) جامع الاخبار صفحہ ۱۲۷۔

تزوجوا حسناء جميلة عاقرا فانی اباهی بکم الامم یوم القیامة (۱) زیادہ بچے پیدا کرنے والی کنواری لڑکی سے شادی کرو اور حسین و جمیل بانجھ عورت سے نکاح کرو اس لیے کہ میں قیامت کے دن دوسری امتوں کے مقابلے میں تم پر فخر کروں گا۔

عن سلیمان بن جعفر الجعفری عن ابی الحسن الرضا علیه السلام قال: تزوجوا سوداء ولودا ولا تزوجوا حسناء عاقرا (۲) فانی اباهی بکم الامم یوم القیامة اما علمت ان الولدان تحت العرش یستغفرون لاربابهم یحملهم ابراهیم ویتبیهم سارة فی جبل من مسک وعنبر وزعفران (۳)

سلیمان بن جعفر جعفری نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ بدشکل زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو اور خوبصورت بانجھ عورت سے شادی نہ کرو کیونکہ میں قیامت کے دن دیگر امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ بچے عرش کے نیچے اپنے والدین کے لیے مغفرت کرتے ہیں۔ جناب ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام ان کو سینے سے لگاتے ہیں اور جناب سارہ مشک و عنبر و زعفران کے پہاڑوں کی وادیوں میں ان کی پرورش کرتی ہیں۔

عن عبد الله بن سنان عن ابی عبد الله علیه السلام قال: جاء رجل الی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فقال: یا نبی الله

(۱) فروع کافی ج ۵ ص ۳۳۳، وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۳۲، (۲) وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۳۲، فروع کافی ج ۵ ص ۳۳۲۔

إن لي ابنة عم قد رضيت حبالها وحسنها ودينها ولكنها
عقر، فقال لا تتزوجها؛ إن يوسف بن يعقوب لقي إخاه
فقال: يا أخي كيف استطعت أن تتزوج النساء بعد يعقوب؟
فقال: إن أبي أمرني وقال: إن استطعت أن تكون
لك ذرية تستقل الأرض بالتسبيح فافعل فقال فجاء رجل
من الأعراب إلى النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقال له مثل
ذلك فقال له: تزوج سوداء ولود؛ فإني مكاثر بكم
الأمم يوم القيامة (۱)

عبداللہ بن سنان امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ ایک شخص جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میری ایک بھانجی ہے جس کا حسن و جمال اور تمیز و سلیقہ مجھے بہت پسند ہے لیکن وہ بانجھ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے ساتھ شادی نہ کرو۔ مزید فرمایا کہ جناب یوسف بن یعقوب علیہما السلام جب اپنے بھائی سے ملے تو کہا کہ بھیا میری گمشدگی کے بعد عورتوں سے شادی کرنے کا حوصلہ تمہیں کیسے ہو گیا۔۔۔!! بھائی نے جواب دیا کہ والد صاحب نے مجھے حکم دیا اور فرمایا کہ اگر یہ ہو سکے کہ تمہاری اولاد زمین کو تسبیح الٰہی سے بھر دے تو ایسا ضرور کرو۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور اسی طرح کی بات عرض کی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ زیادہ بچے پیدا کرنے والی بدشکل عورت سے شادی کر لو اس لیے کہ میں قیامت کے دن دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

ان مبارک احادیث کی روشنی میں بآسانی کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی ضوابط حیات میں کثرت اولاد ممدوح ہے اور مطلوب شارع علیہ السلام ہے۔

(۱) فروع کافی ج ۵ ص ۳۳۳، وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۳۳

ایک لطیفہ: اخبار نوائے وقت مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۸۰ء کی روایت کے مطابق "عالمی تنظیم خاندانی منصوبہ بندی کے ماہروں نے پاکستان کے متعلق اعداد و شمار کی روشنی میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اس خطے میں محکمۂ خاندانی منصوبہ بندی کی مساعی کے باوجود، شرح پیدائش میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ کچھ اضافہ ہی ہوا ہے۔۔۔!! یہ اظہار رائے دلچسپ بھی ہے اور تعجب انگیز بھی۔۔۔!! یہ رائے تو کسی طرح بھی قائم نہیں کی جا سکتی کہ پاپولیشن پلاننگ ڈیپارٹمنٹ کے کارکنوں نے مانع حمل کے ادویہ اور آلات کو دریائے راوی یا سندھ میں پھینک دیا ہوگا۔ ہم نے اس محکمہ کا جو لٹریچر پڑھا ہے اس کے پیش نظر ہماری رائے یہ ہے کہ کارپردازان محکمہ نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔ لیکن نتیجہ ڈھاک کے تین پات کی شکل میں اس لیے نکلا ہے کہ عوام نے شرعاً ضروری مانع حمل آلات و ادویہ لے کر ضائع کر دیئے مگر یہ صورت حال بھی مشکل ہی سے قابل قبول ہو سکتی ہے اس لیے کہ ادویہ اور آلات کی شکل میں تضییع سرمایہ کو جائز اور روا رکھ سکتا ہے۔۔۔!! لہٰذا قرین قیاس یہ ہے کہ کھاتے پیتے گھرانوں کے عیاش طبع، رنگین مزاج افراد نے اپنی رنگ رلیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ان دواؤں اور آلات کو استعمال کیا اور اس سے حاطر خواہ فائدہ اٹھایا اور جیسا کہ ہم عرض کر آئے ہیں مانع حمل اشیاء کی ایجاد ہوئی ہی جنسی کجرویوں کے نتائج سے محفوظ رہنے کے لیے ہے۔ اس لیے ان شبہ کو وہی طبقات استعمال کرتے ہیں جو رنگ رلیوں کے دلدادہ اور جنسی کجرویوں کے گرفتار ہیں۔

۱۔ فروع کافی ج ۵ ص ۳۳، وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۳۳

پاکستانی آبادی میں خاندانی منصوبہ بندی کا یہ حشر اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ مسلمان نے ذہنی طور پر یہودیت اور عیسائیت سے شکست نہیں کھائی ہے اور وہ خدا کی رزاقیت کے عقیدے کو ترک کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اگر خدائی قلت اور دیگر ضروریات زندگی کی کمی کے خوف کے علاوہ کوئی اور دلیل شرح پیدائش کو کم کرنے کے لیے پیش کی جائے تو مسلمان اس پر غور کرنے کے لیے تیار ہو سکتا ہے اسی لیے کہ اسلام نے افزائش نسل کو واجب قرار نہیں دیا ہے مناسب اور بہتر قرار دیا ہے اور کثرت اولاد کو خوشنودی خدا و رسول کا ذریعہ بتایا گیا ہے

اب ظاہر ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی خوشنودی کے لیے شرح پیدائش کو صرف وہی لوگ کم کر سکتے ہیں جو خدا کی رزاقیت پر ایمان نہ رکھتے ہوں دوسری طرف شرح پیدائش کے اضافے میں پیغمبر اسلام کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے مسلمان بدامکان اس گرانی قدر تحفے کے حصول میں کس طرح غفلت کر سکتا ہے۔

بہرحال جیسا کہ عرض کیا گیا بچوں کا پیدا کرنا واجب نہیں ہے۔ اگر کوئی جوڑا بچے پیدا کرنا نہ چاہتا ہو تو اسلام اس کی بھی اجازت دیتا ہے جیسا کہ محمد بن مسلم نے حساب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: عن محمد بن مسلم قال سئلت ابا عبداللہ علیہ السلام عن العزل ... ؟ فقال ذاک الی الرجل یصرف حیث شاء (۱) میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عزل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا مرد کا اختیار ہے جیسا چاہے کرے

اسی محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انھوں

---

(۱) وسائل الشیعہ ج ۷ صہ ۱۰۵

فرمایا: لا بأس العزل عن المرأة الحرة إن احبّ صاحبها وان كرهت ليس لها من الامر شئی (۱) اگر شوہر چاہے تو آزاد عورت کے ساتھ عزل کر سکتا ہے۔ اگر عورت ناپسند بھی کرتی ہے تو اس کو کوئی دخل نہیں ہے۔

عن محمد بن مسلم قال: قلت لأبی جعفر علیه السلام الرجل یکون تحته الحرة أیعزل عنها قال ذلك الیه إن شاء عزل وإن شاء لم یعزل (۲) محمد بن مسلم کہتے ہیں میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ آزاد عورت ایک شخص کی بیوی ہے کیا وہ اس سے عزل کر سکتا ہے فرمایا یہ مرد کا اختیار ہے چاہے عزل کرے یا نہ کرے۔

عن یعقوب الجعفی قال سمعت أبا الحسن علیه السلام یقول لا بأس بالعزل فی ستة وجوه المرأة التی تیقنت انها لا تلد، والمسنة والمرأة السلیطة والسیئة، والمرأة التی لا تستصبح ولدها والأمة (۳) یعقوب جعفی کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ چھ صورتوں میں عزل میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ۱۔ ایسی عورت کے ساتھ جس کے متعلق یقین ہو کہ اس کے بچہ پیدا نہیں ہوگا ۲۔ بوڑھی عورت کے ساتھ ۳۔ لڑاکا عورت کے ساتھ ۴۔ گندی اور بدلگام عورت کے ساتھ ۵۔ اپنے بچے کو دودھ نہ پلانے والی عورت کے ساتھ ۶۔ اور کنیز کے ساتھ۔

جناب آیۃ اللہ خمینی مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں لا اشکال فی جواز العزل

(۱) وسائل الشیعہ ج ۷، صفحہ ۱۰۲ (۲) وسائل الشیعہ ج ۷، صفحہ ۱۰۳ (۳) وسائل الشیعہ ج ۷، صفحہ ۱۰۴

فی سیر الزوجۃ الدائمۃ الحرۃ وکذا بینہما مع اذنہا واما بغیرہا
بدون اذنہا ففیہ قولان اشہرہما الجواز مع الکراہۃ وہو
الاقوی بل یبعد عدم الکراہۃ فی التی علم انہا لا تلد او فی
الآیسۃ والسلیطۃ والسیئۃ الخلق او التی لا توضع ولدہا [1] آزاد دائمی
نکاح والی بیوی کے علاوہ عزل میں کوئی اشکال نہیں ہے اور اگر آزاد بیوی اجازت
دے دے تو بھی کوئی منع نہیں ہے لیکن آزاد بیوی کی اجازت کے بغیر عزل میں
دو قول ہیں اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ کراہت کے ساتھ جائز ہے اور یہی قول
قوی ہے بلکہ یہ کراہت بھی زائل ہو جاتی ہے جبکہ عورت کے متعلق علم ہو کہ وہ بچہ
نہیں پیدا کر سکتی یا بوڑھی ہے یا لڑاکا یا بدزبان ہے یا اپنے بچے کو دودھ نہیں
پلاتی۔ غرضیکہ مذکورہ احادیث اور ان احادیث سے جناب آیۃ اللہ کے استنباط
سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شادی شدہ جوڑے اگر اولاد کے خواہشمند نہ ہوں
تو مانع حمل وسائل اختیار کر سکتے ہیں، لیکن از روئے اسلام یہ کوئی پسندیدہ فعل
نہیں ہے صرف اس کی اجازت ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ چیزیں خصوصی انتظام
کے ساتھ صرف اور صرف شادی شدہ ضرورت مندوں کو فراہم کی جائیں اور
ہر کس و ناکس ان کو حاصل کر سکتا ہو تو یہ سستا جنسی کجروی کی تہمت افزائی کا سبب
نہیں ہوگی۔ حمل کا انعقاد کنواری لڑکیوں کے لیے مستقبل کی تباہی کا ذریعہ بن جاتا ہے
اس لیے وہ جنسی کجروی سے شدید تشویق و تحریص کے باوجود باز رہتی ہیں
لیکن مانع حمل سہولتوں کی عمومی دستیابی جنسی بے راہ روی کی تہمت افزائی کا سبب
بنتی ہے۔ ... اس لیے تمام مانع حمل اشیاء کی دستیابی پر ایسی شدید

۱۔ تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۲۵۰

پابندیاں عائد کی جائیں کہ ان لوگوں کے علاوہ جن کے دو چار بچے ہو چکے ہوں کوئی حاصل ہی نہ کر سکے۔

یورپ کی جنسی بے راہ روی کا مشاہدہ اس حقیقت کی کافی اور وافی دلیل ہے کہ مانع حمل اشیاء نے فقط فحاشی اور عیاشی میں اضافہ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ اسلام کسی ایسے طریق کار کو جائز نہیں رکھتا جس سے جنسی بے راہ روی کی ہمت افزائی ہو۔

ہم حیران ہیں کہ امریکہ میں مانع حمل اشیاء پر پابندی لگائی جا چکی ہے کہ اس سے رحم اور سینے کا کینسر پیدا ہوتا ہے جبکہ پاکستان میں ابھی تک ان ادویہ کو آزمایا جا رہا ہے ۔۔۔!!

خواتین اور تعلیم ج ۲ ص ۳۸۱

۱۲۔ غیر متوازن معیشت

معاشی عدم توازن اور اقتصادی ناہمواری جہاں دوسری ان گنت اور بیشمار شکلوں میں بھی سیاسی، تہذیبی، ثقافتی، تمدنی، تجارتی اور دیگر اخلاقی واقدار میں عام آدمیت کو ریزہ ریزہ کرتی رہتی ہے اور امن، انسانیت کی دھجیاں اڑاتی رہتی ہے وہاں یہ صورت حالات جنسی کجروی کا ایک بڑی اور بنیادی سبب بھی بن جاتی ہے یورپین ممالک میں جہاں دیگر مسائل حیات کے علل و اسباب معلوم کرنے کے لیے دانشوروں پر مشتمل مختلف کمیشن معین کیے جاتے ہیں وہاں بلا استثناء جنسی کجروی کے وجود و اسباب معلوم کرنے کے لیے کمیشن تشکیل دیئے جاتے ہیں اور ان کی تحقیقات کے نتائج رپورٹوں کی شکل میں اخبارات و رسائل اور کتابوں کے ذریعے عوام تک پہنچا دیئے جاتے ہیں اور ان کی تحقیقات کے نتائج

عوام تک پہنچا دیئے جاتے ہیں تاکہ رائے عامہ بیدار ہو اور جنسی کجروی سے بچنے کی کوششیں کی جا سکیں مختلف کمیشنوں کی تحقیقات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ۸۰ فیصد جنسی بے راہ روی کا سبب معاشی عدم توازن ہے ۔۔۔۔۔!! گندہ آلود زندگی گذارنے والی لڑکیاں بے محابا بتاتی ہیں کہ لباس غذا مکان اور رہن سہن کے دوسرے طریقوں کے تعلق میں معاشروں کی عمومی سطح تک آنے کے لیے ہمارے معاشی وسائل یعنی تنخواہ وغیرہ کفایت نہیں کرتے اس لیے ہمیں اپنا جسم فروخت کرنے کے لیے پاکیزگی کو بازار میں بیچنا پڑتا ہے۔ جنسی لذت کوشی کو اس کاروبار میں صرف دو فیصد عورتوں اور لڑکیوں نے قبول کیا ہے بلکہ اس قسم کی زندگی گذارنے والی لڑکیوں اور عورتوں کی اکثریت نے بتایا ہے کہ ہمیں جنسی عمل میں کوئی لذت

محسوس نہیں ہوتی بلکہ بڑی حد تک بیزاری ہی ہوتی ہے۔

کہ پاکستان کے مختلف شہروں میں گناہ کے بازاروں کا تجزیہ کیا جائے اور جرم و عصیاں کی عام آنکھوں سے اوجھل خفیہ کمین گاہوں پر حقائق کی سٹرڈالی جائے تو اس سارے گھناؤنے کاروبار کے پس منظر میں ایک طرف غربت و افلاس اور دوسری طرف دولت و ثروت کی بھرمار نظر آئے گی۔ بازار حسن کے جو خاندان اس وقت عیش و عشرت کی زندگی گذار رہے ہیں ان کے ماضی میں جھانک کر دیکھا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان افراد کو یہاں تک لانے میں معاشی عدم توازن بنیادی سبب ہے۔ غربت و افلاس زدہ گھرانوں کی لڑکیوں کو اچھے کھانے پینے، کوٹھی بنگلہ میں ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ زندگی گذارنے اور قیمتی لباس و زیورات سے آراستہ رہنے کا لالچ دے کر سر بازار یا خفیہ اڈوں میں عفت فروشی کے کاروبار پر آمادہ کر لیا جاتا ہے۔ چونکہ نسواں خالق انسان نے فطری رجحانات کا بھی خالق ہے۔ اس لیے اس نے اسلام کی صورت میں جو نظام حیات دیا اس کے معاشی دائرے میں ایسے اصول و ضوابط وضع کر دیئے کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو ہر انسان ایسی معاشی سطح پر آجائے کہ فلاکت اور غربت کی وجہ سے کوئی فرد بھی اپنی عفت کے سودے کو نیلام کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتی۔ شوقیہ جنسی کجروی کی وہ اختیار کرتا ہے ۔ ۔ ۔

سنہ ہجری تک اسلام کا معاشی نظام اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ مسلمانوں میں رائج رہا تاہم سنہ ۳ھ تک معمولی اور جزوی تغیرات کے ساتھ اسلام کے معاشی نظام کے مطابق مسلمان زندگی گذارتے رہے اور نتیجہ یہ تھا کہ اس عرصہ میں جنسی جرم نہ ہونے کے برابر تھے اور اگر کسی سے یہ جرم سرزد ہو گیا تو اس نے کسی دارو گیر اور پکڑ دھکڑ کے بغیر اپنے آپ کو اسلامی تعزیر کے لیے پیش کر دیا سنہ ۳ھ کے بعد

مالکان مسند اقتدار نے بیت المال کو جو عوام کا حق تھا اپنی ذاتی ملکیت بنا لیا اور مسلمان ممالک میں معاشی عدم توازن کا بھوت اور اقتصادی ناہمواری کا دیو ہر جگہ عریاں رقص کرنے لگا صرف وہ دین دار افراد یا طبقے اسلامی معاشی نظام سے وابستہ رہے جو خدا و آخرت اور اسلام کے نظام جزا و سزا پر مستحکم یقین رکھتے ہیں ہمارے زمانے تک ایسے ہی افراد اسلام کے عادلانہ معاشی نظام کے فائدے میں دین افراد و طبقات میں گناہ آلود زندگی کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔

ظاہر ہے کہ پاکستان، اسلامی نظام زندگی کو نافذ کرنے کے لیے بنایا گیا تھا اور اسلامی نظام حیات برسرے کار نہیں آسکتا، جب تک کہ اسلام کا عادلانہ معاشی نظام قبول نہ کر لیا جائے۔

یہ درست ہے کہ مکمل طور پر معاشی مساوات عقل اور عادت زیادہ کے خلاف ہے کوئی کم کھاتا ہے کوئی زیادہ۔ کسی کو اپنے قد کاٹھ کے اعتبار سے کپڑے کی تھوڑی مقدار درکار ہوتی ہے کسی کو زیادہ اسی طرح مکانوں کی وسعت و جسمانی حاجتوں میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ کوئی اپنی ذہنی، قلبی اور جسمانی صلاحیتوں کے سارے وسائل معاش سے زیادہ استفادہ کر سکتا ہے اور کوئی کم۔ بعض افراد ذہنی اور جسمانی معذوریوں کی وجہ سے کوئی کام نہیں کر سکتے ۔ بہرحال معاشی تفاوت کا پیدا ہونا فطری اور طبعی امر ہے۔

علامہ اقبال نے قرآن کریم میں اس فرق واقعی کو واضح طور پر ایک مثال سے کر سمجھا دیا ہے "ان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ولکن اکثر الناس لا یعلمون" (۱) اے رسول کہہ دیجیے کہ تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی میں وسعت پیدا کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے کمی، لیکن انسانوں کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں سمجھتی۔ اسی حقیقت کی مزید وضاحت اس طرح فرمائی گئی ہے۔

---

(۱) القرآن پ ۲۵ سبا آیت ۳۶۔

واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق (۱) اے انسانو! اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے۔" مزید وضاحت کے لیے تاکہ کوئی معمولی سے معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی مبہم حقیقت میں اضطراب و تذبذب کا شکار نہ ہو فرمایا گیا ہے: "ھم یقسمون رحمت ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا ورفعنا بعضکم فوق بعض درجات لیتخذ بعضکم بعضا سخریا ورحمت ربک خیر مما یجمعون (۲) کیا وہ آپ کے پروردگار کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں۔۔۔۔ (نہیں بلکہ) ہم نے دنیا کی زندگانی میں ان کے درمیان ان کی روزی تقسیم کر دی اور ہم نے بعض کو بعض پر درجات کے لحاظ سے بلند کیا تاکہ ایک دوسرے کو خدمت گار بنا لے اور آپ کے پروردگار کی رحمت ان چیزوں سے جنہیں یہ جمع کرتے ہیں بہتر ہے

انسانی تہذیب و تمدن کی بقا اور ترقی کے لیے معاشی تفاوت ضروری اور بدی سے جس کا شمار خالق کائنات نے اپنی حکمت بالغہ کے ذریعہ ضروری فرمایا ہے تاہم یہ معاشی تفاوت جب عدم توازن کی حدود میں داخل ہوتا ہے تو انسانی زندگی، حیوانی طرز حیات کا نمونہ بن جاتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ قدرتی معاشی تفاوت کو خالق کائنات کے بنائے ہوئے ضوابط کی سخت نگہداری اور عدم توازن کی حدود سے نکال کر توازن معیشت کی طرح ڈال دی جائے تاکہ تفاوت کی خوبیاں انسان کو حاصل ہو جائیں اور عدم توازن کی قباحتوں سے بھی ہر طرح محفوظ رہے۔

۱۔ قرآن پ النحل آیت ۲، ۲۔ القرآن پ ۲۵ زخرف آیت ۳۲۔

خالق کائنات نے اپنے آخری رسول حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے جو نظام معاش نافذ کیا ہے وہ ہی ہماری میں توازن پیدا کرتا ہے یہ امر قابلِ بحث ہے کہ اسلام کے علاوہ اس وقت دنیا میں جتنے بھی معاشی نظام جاری و ساری ہیں خواہ وہ سرمایہ دارانہ نظام ہو یا اشتراکی و کمیونزم یہ سب انسانی ذہن کے ساختہ و پرداختہ ہیں اور یہ معاشی عدم توازن کو ختم نہیں کر سکتے۔

سرمایہ داری میں غربا کے لیے کوئی کشش نہیں ہے اور اشتراکیت میں خوشحال زندگی گذارنے والوں کے لیے کسی قسم کا جذب نہیں پایا جاتا دونوں دونوں نظاموں میں طبقاتی جنگ، جدل، لوٹ کھسوٹ، مار دھاڑ اور حسد دشمنی وغیرہ کے وجوہ و اسباب موجود ہیں اور ان نظاموں کو اقتدار مطلق کے سہارے نافذ کیا جاتا ہے۔ دوام قائم رکھا جا سکتا ہے جس وقت بھی تسخیر اقتدار کی دھار کند ہوں یہ نظام پاش پاش ہو جائیں گے اور اپنی موت آپ مر جائیں گے صرف دین اسلام جو خالق کائنات کا بنایا ہوا نظام معاش پیش کرتا ہے۔ رضاکارانہ معاشی عدم توازن کو ختم کرنے کی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہے اس میں جبر و استبداد کا کوئی دخل نہیں ہے۔

اسلام نے سب سے پہلے تو یہ بتایا ہے کہ جس طرح سے انسان کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے اس طرح سے ساری کائنات کا بھی وہی خالق ہے ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین (۱) اور بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ اللہ خالق کل شئی وھو علی کل شئی وکیل (۲) اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے

۱۔ القرآن سورۃ مومنون آیت ۱۲ ۲۔ القرآن سورۃ زمر آیت ۶۲

اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ ماخلقنا السموات والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمّی (۱) اور ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے حق ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ایک مقررہ مدت کیلئے۔

یہ امر بھی معلوم و عام ہے کہ انسان کو اپنی زندگی گذارنے کے لیے جتنی اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب زمین سے پیدا ہوتی ہیں اور انکی پیدائش اور تزئین میں کائنات کے دوسرے اجزا یعنی ستاروں کا دخل ہے تو یہ سب چیزیں بھی خدا ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی مذکورہ آیات سے واضح اور ظاہر ہوتا ہے اور قرآن کریم میں مزید فرمایا گیا ہے۔

وھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ (۲) اور وہ اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہر جگہ متبوع اور مطاع ہے وھو الذی خلق السموات والارض بالحق (۳) وہ خدا ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔

قرآن کریم نے واضح طور پر نشاندہی کی ہے کہ انسان کی ضرورت کی ہر چیز زمین میں موجود ہے اور وہ سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں: وھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (۴) وہی خدا ہے جس نے جو کچھ بھی زمین میں پیدا کیا ہے وہ سب تمہارے لیے ہے۔ اور اللہ نے انسان کو اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جن کا شمار ممکن نہیں ہے وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا (۵) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو نہیں گن پاؤ گے۔ لفظ نعمت سے خود اس بات کی دلیل ہے کہ جو کچھ بھی

۱۔ القرآن پ ۲۶ الاحقاف آیت ۳ ۲۔ القرآن پ ۲۵ الزخرف آیت ۸۴
۳۔ القرآن پ ۲۸ آیت ۲۲ ۴۔ القرآن پ ۱ البقرہ آیت ۲۹

انسان کھاتا پیتا ہے، اوڑھتا پہنتا ہے وہ سب خداوند عالم کا عطیہ ہے اور ظاہر ہے کہ عطیہ کو ملکیت نہیں کہا جا سکتا۔ انتفاع انسان کا حق ہے جس کے لیے یہ اشیاء پیدا کی گئی ہیں لیکن ان کا مالک خدا ہی ہے۔ ایک ایرانی شاعر نے بڑے حسین انداز میں اس حقیقت کی عکاسی کی ہے

در حقیقت مالک ہر شی خدا ست

این امانت چند روزے نزد ما ست

قرآن کریم کی اس آیت میں اسی حقیقت کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ[1] بے شک زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے" یعنی اسلامی نقطہ نظر سے زمین اللہ کی ملکیت ہے اور انتفاع کا حق ان بندوں کو ہے جو اس سے انتفاع کے اہل ہوں۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے: ان الارض یرثھا عبادی الصالحون[2] بے شک زمین کے قابض اور وارث میرے اہل بندے ہیں۔ "للہ ملک السموات والارض وما فیھن وھو علی کل شئ قدیر[3] اللہ ہی زمین اور آسمانوں اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے للہ ما فی السموات وما فی الارض[4] اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔

جیسا کہ مذکورہ بالا آیات سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے کہ مرئی عقدی کی حقیقت سے تو قدرتی طور پر بحث ہی نکلے گا کہ انسان دنیا کی کسی چیز کا مالک نہیں ہے، سب کچھ اسی کا ہے، اور چونکہ انسان اور

---

[1] القرآن پ ۹ الاعراف آیۃ ۱۲۸ [2] القرآن پ ۱۷ انبیاء آیۃ ۱۰۵ [3] القرآن پ ۷ المائدہ آیۃ ۱۲۰ [4] القرآن پ ۳ البقرہ آیۃ ۲۸۴

یہ سب چیزیں اللہ کی تخلیق ہیں، اس لیے ان اشیاء کے استعمال کے ضوابط انسان کو خدا ہی کی طرف سے ملیں گے اور انسان کا فرض ہے کہ وہ انہی ضوابط حیات کی کو قبول کرے اور ان کے مطابق زندگی گذارے۔ انسان کائنات کا ایک جزو اور حصہ ہے، یہ کائنات سے الگ کوئی چیز نہیں ہے تاہم اس کو عقل و شعور بخشا گیا ہے اس لیے طبعی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کو ارادی اور اختیاری زندگی سے بھی نوازا گیا ہے لہذا عقل کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح یہ اپنی طبعی اور غیر ارادی زندگی ساتھ اس کو ارادی اور اختیاری زندگی سے بھی نوازا گیا ہے

کے ساتھ ساتھ اس کو ارادی اور اختیاری زندگی سے بھی نوازا گیا ہے لہذا عقل

کا تقاضا یہی ہے کہ جس طرح یہ اپنی غیر ارادی زندگی میں قوانین فطرت کا اتباع کرتا ہے اسی طرح ارادی زندگی گذارنے کے لیے بھی اپنے خالق کے تجویز کردہ ضوابط حیات پر عمل کرے اور بندگی کرنے کے لیے خود قانون نہ بنائے تاکہ طبعی اور ارادی زندگی میں تصادم کا امکان پیدا نہ ہو سکے اسی لیے خالق کائنات نے انسان کو عقل و شعور اور ان کے نتیجہ میں ارادہ و اختیار بخش کر زندگی گذارنے کے لیے قانون بھی عطا کر دیا ہے: ان الدین عند اللہ الاسلام[1] ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل[2] اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہی ہے۔ اور اگر انسان اسلام کے علاوہ کوئی اور دین قبول اور تسلیم کرے گا تو وہ بارگاہ خداوندی میں قابل پذیرائی نہ ہوگا۔ احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ حقیقت واضح طور پر بیان کر دی گئی ہے کہ انسان زمین کا مالک نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی محنت اور مسلسل سے کوشش اور سعی سے جو چیزیں حاصل کرتا ہے ان سے اسلام کے معین کردہ ضوابط کے مطابق فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یعنی ضرورت کے مطابق استعمال کر سکتا ہے۔

---

[1] القرآن پ آل عمران آیت ۱۹ [2] قرآن پ آل عمران آیت ۸۵۔

ضرورت سے زیادہ استعمال بھی قابل مذمت ہے۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین (۱) کھاؤ اور پیو لیکن اسراف سے کام نہ لو بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ دوسری آیت میں کہا گیا ہے ولا تطع امر المسرفین الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون (۲) اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کھاؤ، پیو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو یعنی بیس بھیت، وت مار کا بیشہ اختیار کرو، جس نے اپنی محنت سے حاصل کیا ہے اس کو استعمال کرنے کا وہ خود زیادہ حقدار ہے مگر ضرورت کے مطابق ضرورت سے زیادہ خرچ اسراف ہوگا۔ اسراف کہتے ہی ہیں ضرورت کی چیز کو قدر ضرورت سے زیادہ صرف کرنے کو ظاہر ہے کہ بلا ضرورت خرچ تو بدرجہ اولیٰ قابل نفرت و مذمت ہوگا۔ اسی لیے خداوند عالم نے کہا ہے وآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا (۱) ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا (۲) اور قرابت دار، مسکینوں اور مسافروں کو ان کے حقوق دے دو مگر جبردار فضول خرچی نہ کرنا۔ فضول خرچ تو شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان تو اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ "تبذیر" کے معنی ہیں ضرورت کے بغیر خرچ کرنا۔ آجکل ہمارے گھروں میں ضرورت سے زیادہ بھی اور بلا ضرورت بھی سینکڑوں ہزاروں چیزیں خرید کر اکٹھی کر لی جاتی ہیں جو اسلام کے سادگی سے بود و باش کی خلاف ورزی ہے۔ اگر آپ چار جوڑوں میں ایک سال آرام سے گذار سکتے ہیں تو چھ اور آٹھ جوڑے بنانا اسراف کے حکم میں ہوگا اور بلا ضرورت کی چیزیں جو فیشن کی وجہ سے خریدی جاتی ہیں تبذیر کے حکم میں ہوں گی ظاہر ہے

---

(۱) سورہ الاعراف آیت ۳۱ (۲) القرآن پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶ پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۷

کہ تجارت اور فیشن کی چیزوں کی کوئی حد سے نہ انتہا، بازار پٹے پڑے ہیں۔ اسلام ایسی بیکار کی خریداری کی اجازت نہیں دیتا تاکہ اس طرح جو سرمایہ محفوظ ہو جائے بچ رہے وہ ضرورت مندوں کو دے دیا جائے۔ یہ سرمایہ محفوظ دولت کو اکٹھا کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ ضرورت مند انسانوں کی ضرورتوں کو رفع کرنے کے لیے اس کا تقسیم کر دینا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں واضح طور پر دولت کی مذمت کی گئی ہے۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (۱) اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے پس آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے جس دن کہ اس مال کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جو تم اپنی ذات کے لیے جمع کرتے تھے۔ پس تم مزا چکھو اس کا جو تم جمع کیا کرتے تھے۔

مال کی کثرت کو بھی ضوابط حیات میں کوئی وزن نہیں دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے: وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی الا من آمن وعمل صالحا فاولئک لھم جزاء الضعف بما عملوا وھم فی الغرفت آمنون (۲) اور تمہارے مال اور تمہاری اولادیں ایسی نہیں کہ وہ ہمارے حضور تمہارا درجہ

۱۔ القرآن پ ۱۰ سبا آیت ۳۷ ۲۔ القرآن پ ۲۸ حجرت آیت ۳۔

قریب کردیں سزا نے اس شخص کے جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے، چنانچہ یہی لوگ وہ ہیں کہ جو بھی عمل کریں اس کا دوگنا معاوضہ ان کے لیے مہیا کیا ہے۔ اور وہی بالاخانوں میں امن و امان سے رہنے والے ہوں گے۔

اسلامی معاشرہ میں عظمت کا کسوٹی نیکوکاری و تقویٰ ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (۲) یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بہرحال رضاءِ خداوندی پر ضرورت مند انسانوں کی ضرورتوں کو رفع دفع کرنے کے لیے مال خرچ کرنے کی مدح بھی کی گئی ہے اور اس کو قابل اجر قدم قرار دیا گیا ہے: الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (۳) وہ لوگ جو اپنے مالوں کو رات اور دن میں پوشیدہ اور علانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں ان کے لیے ان کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے، نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ دوسری جگہ فرمایا گیا ہے: ان الذین یتلون کتاب اللہ واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنھم سرا وعلانیۃ یرجون تجارۃ لن تبور لیوفیھم اجورھم ویزیدھم من فضلہ انہ غفور شکور (۴) یعنی وہ لوگ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انھیں رزق دیا انہوں نے اس میں سے خفیہ اور ظاہر طور پر خرچ کیا، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز کبھی تباہ نہ ہوگی تاکہ اللہ ان کے اجروں کو پورا پورا دے اور اپنے فضل سے انھیں زیادہ بھی دے یقیناً وہ بخشنے والا قدردان ہے۔

۱۔ القرآن پ ۲۲ سبا آیت ۳۷ ۲۔ القرآن پ ۲۶ حجرات آیت ۱۳ ۳۔ القرآن پ ۳ بقرہ آیت ۲۷۴ ۴۔ القرآن پ ۲۲ فاطر آیت ۵ ۵۔ القرآن پ ۴ آل عمران آیت ۱۳۶

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نماز روزہ کی کثرت ہی کا نام تقویٰ نہیں ہے بلکہ جملہ فرائض انسانی کی اسلام کے احکام کے مطابق بجا آوری خصوصاً غرباء کی دستگیری کے لیے مال و سامان کا خرچ کرنا منزل تقویٰ تک پہونچنے کے لیے ضروری ہے۔ قرآن مجید میں دوسروں کی مدد کا شوق بیدار کرنے کے لیے بڑے عجیب و غریب انداز میں صاحبان تقویٰ کی تصویر کشی کی گئی ہے: وسارعوا إلى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموات والأرض أعدت للمتقين ۝ الذين ينفقون في السراء والضراء والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس ۗ والله يحب المحسنين (۱) اور بڑھو اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض سب آسمانوں اور ساری زمین جتنا ہے۔ وہ صاحبان تقویٰ کے لیے تیار کی گئی ہے جو فراخی اور تنگدستی میں خرچ کرتے ہیں، غصے کو روکنے والے اور لوگوں کے قصور سے درگذر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

سود کو بھی حرام اسی لیے قرار دیا گیا ہے کہ سود کی وجہ سے انسانی زندگی بہت سی مصائب کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے واحل الله البيع وحرم الربوا (۲) اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ دوسری آیت میں سود کی مذمت اور صدقوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی ترغیب اس طرح کی گئی ہے: يمحق الله الربوا ويربي الصدقات ۗ والله لا يحب كل كفار أثيم (۳) اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقوں کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہگار کو دوست نہیں رکھتا۔

سود، اکتناز دولت کا سبب ہونے کے علاوہ انسان میں کنجوسی کی ذلیل صفت بھی پیدا کر دیتا ہے اور کسی ضرورت مند کی مدد کرنے کا جذبہ سود خور کے دائرہ قلب و دماغ ہی سے خارج ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں واضح طور پر بخل کی مذمت کی گئی ہے

---

(۱) القرآن پ۴ آیت ۱۳۳ (۲) القرآن پ۳ بقرہ آیت ۲۷۵ (۳) القرآن پ۲۷ الحدید آیت ۲۳

اور بخل کو غرور و تکبر کے پیدا ہونے کا سبب بتلایا گیا ہے: واللہ لا یحب کل مختال فخور ۔ الذین یبخلون ویأمرون الناس بالبخل[1] اللہ تعالیٰ کبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ وہ کہ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:۔ ھا انتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ واللہ الغنی وانتم الفقراء وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم[2] آگاہ رہو کہ تم وہ لوگ ہو جو بلائے جاتے ہو تاکہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ پس تم میں سے کوئی وہ ہے جو بخل کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے ماسوا اس کے نہیں ہے کہ اپنی ہی ذات سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم فقیر ہو اور اگر تم منہ پھیر لوگے تو وہ تمہارے سوا دوسری قوم بدل دے گا اور پھر تم جیسے نہ ہونگے۔

بخل سبھی کے لیے ہر حال اسلام میں ناپسندیدہ ہے۔ قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر انفاق فی سبیل اللہ کی مدح اور کنجوسی کی مذمت کی گئی ہے: سورہ تغابن میں اس طرح فرمایا گیا ہے: فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیرا لانفسکم ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون[3] پس جہاں تک ہو سکے اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو یہ تمہاری جانوں کے لیے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا پس وہی فلاح پانے والے ہیں۔

بخل اور بخیلوں کی مذمت کے ساتھ ساتھ روز قیامت بخیلوں کے لیے جو سزا کا طریقہ رکھا گیا ہے وہ بھی بڑا ہولناک ہے۔ اللہ اپنی عدالت کے تمام

---

[1] القرآن پ۵ محمد آیت ۳۸، [2] القرآن پ۲۸ تغابن آیت ۱۶

امینوں کو اس سے محفوظ رکھے اور اللہ کے بندوں کی خدمت میں اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے بعد سب کچھ خرچ کرنے کا حوصلہ پا جائیں: ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاھم اللہ من فضلہ ھو خیرا لھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ ولہ میراث السماوات والارض واللہ بما تعملون خبیر۔ (۱) اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دے رکھی ہے وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ بخل کرنا ان کے لیے اچھا ہے بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے۔ قریب ہے کہ جس چیز میں انھوں نے بخل کیا وہ قیامت کے دن ان کے گلے میں طوق بن کر پہنایا جائے اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پورا پورا خبردار ہے۔

اسلام نے صاحبان استطاعت پر معاشی عدم توازن کو ختم کرنے کے لیے اور ضرورتمندوں کو مجبوریوں اور پریشانیوں کے چنگل سے چھڑانے کے لیے دو طرح کے واجب حق (ٹیکس) عائد کیے ہیں کہ اگر ان کو ادا نہ کیا جائے تو انسان ماخوذ الذمہ رہے گا اور عذاب آخرت کا مستحق ہو جائے گا۔ ایک حق عام لوگوں کے لیے ہے جو زکوٰۃ کا نظام ہے۔ اس کی تفصیل قرآن کی زیر نظر آیت میں یوں کی گئی ہے: انما الصدقات للفقرآء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم (۲) یقیناً صدقات فقیروں، مسکینوں اور صدقات وصول کرنے والوں کا حق ہیں اور ان کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور لونڈی غلاموں کی گردنیں چھڑانے یعنی ان کو

(۱) القرآن پ ۴ آل عمران آیت ۱۸۰ (۲) القرآن پارہ ۱۰ توبہ آیت ۶۰ (۳) القرآن پ ۴ آل عمران آیت ۱۸۰

آزاد کرانے کے لیے اور قرضوں میں گرفتار ہو جانے والوں کے لیے اور مجاہدین راہ حق کے لیے اور مسافروں کی مدد میں یہ حق اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

جو لوگ یہ زکوٰۃ ادا کر دیتے ہیں وہ اجر کے مستحق ہو جاتے ہیں جب کہ فرمایا گیا ہے: "ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون"[1] بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی ان کا اجر ان کے رب کی بارگاہ میں موجود ہے۔ ورنہ انھیں خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اُمتِ مسلمہ کے تمام مسالک و فرقوں کا باختلاف یہ عقیدہ ہے کہ زکوٰۃ سادات کو نہیں دی جا سکتی حتیٰ کہ اگر کوئی سید، مال زکوٰۃ کی وصولی کے لیے مقرر کیا جائے تو اس کی تنخواہ بھی مالِ زکوٰۃ سے نہیں دی جائے گی اس لیے صاحبانِ شریعت کے نزدیک دوسرا حق واجب "اللہ کے" خمس قرار دیا ہے جس میں سے کچھ حصہ اللہ رسول اور امام معصوم کے حق کے طور پر ہمارے زمانے میں محتسد وقت کو دیا جائے گا اور بچا ہوا حصہ غربا، یتامیٰ، مساکین اور مسافران سادات کو دیا جائے گا جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے: "واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علیٰ عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان واللہ علیٰ کل شیئ قدیر"[2] اور جان لو کہ جو کچھ بھی تمھیں کسی غنیمت سے فائدہ

---

[1] القرآن سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۷ [2] القرآن سورۃ الانفال آیت ۴۱

نفع حاصل ہو، اس کا پانچواں حصہ، اللہ کے لیے، اس کے رسول اور رسول کے قرابت داروں کے لیے اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے فیصلہ کے دن نازل کی تھی جس دن دو گروہ باہم مقابل ہوئے تھے اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

ظاہر ہے کہ ہر نفع اور فائدہ پر فرحہ وہ میدان جنگ میں حاصل ہو یا دارین یا معدن و کان کے ذریعے یا سال بھر کے اخراجات پورا کرنے کے لیے بعد بچت کی شکل میں خمس، حق واجب کی حیثیت سے عائد ہو جائے گا۔

خمس کو میدان جنگ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت تک محدود کرنا، عائد رسول کے ساتھ سراسر ناانصافی ہوگی۔ . . . !!! تعجب ہے کہ کچھ لوگ سادات کو ان کے حق خمس سے محروم کر کے ان کی معاشی پریشانیوں کا تماشہ کیوں دیکھنا چاہتے ہیں۔ . . . ؟ زکوٰۃ اور خمس دونوں برابر کے حق ہیں کوئی وجہ محسوس نہیں ہوتی کہ زکوٰۃ کا سلسلہ تو برابر جاری رہے اور خمس کو میدان جنگ سے حاصل شدہ غنیمت سے مخصوص کر دیا جائے جبکہ عربی لغت کی ہر کتاب میں لفظ غنیمت کے معنی فوائد اور منافع بھی موجود ہیں۔ . . . .

یہ حقیقت معلوم ہے کہ زکوٰۃ عام مسلمانوں کا حق ہے، اس لیے اس کو مال پیداوار اور بچت پر عائد کر دیا گیا اور خمس حق سادات ہے، اس لیے اس کو صرف فوائد اور منافع پر لگایا گیا ہے۔ اس طرح سے غیر سادات اور سادات کے فلاکت زدہ خاندانوں کی معاشی پریشانیوں کو رفع کرنے کی راہ ہموار کی گئی ہے جو لوگ عارضہ زمانے میں خمس کو واجب نہیں جانتے وہ آخر سادات کے فلاکت زدہ خاندانوں کو معاشی مصائب سے نجات دلانے کے لیے کیا طریقہ تجویز فرمائیں گے . . . . ؟ بہرحال خمس کی اموال غنیمت سے تخصیص خاندان رسالت

سے محنت کے ثمرات کا بھی ایسا ہی حق ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد اس تعلق میں بالکل واضح ہے۔ الغنائم کے ساتھ "من شیئ" کا اضافہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں فوائد اور منافع بھی مطلوب ہیں۔ اگر صرف لڑائی میں حاصل شدہ مال غنیمت ہی مطلوب ہوتا تو من شیئ کے لفظ کی ضرورت نہ تھی۔ اس لفظ کے ہوتے ہوئے خمس و فقط میدان جنگ سے متعلق کر دینا بلاغت قرآن سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

[illegible] اسلام نے سادات اور غیر سادات معاشی طور پر پریشان لوگوں کے لیے خمس زکوٰۃ کو واجب قرار دے کر [illegible] کرنے کے بہترین وسائل تجویز فرمائے ہیں۔ مذکورہ واجب حقوق کے علاوہ ضرورتمندوں دردمند کے طلب گاروں کے لیے سرمایہ دولت کے سوال میں حق رکھا گیا ہے۔ وفی اموالھم حق للسائل والمحروم اور ان کے مالوں میں سائل و محروم کے لیے حق ہے۔ والذین فی اموالھم حق للسائل والمحروم اور وہ لوگ جن کے مالوں میں سوال کرنے والوں اور محروم لوگوں کے لیے ایک مقرر حق ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ حقوق واجبہ ادا کرنے کے بعد بھی دولت چند ہاتھوں میں گردش نہ کرتی رہے اور وہ ضرورتمندوں کے پاس جلد بہ جلد پہنچتی رہے تاکہ معاشی عدم توازن ختم ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں مال جمع کرکے اور غرباء کو محروم کرکے خیر اور نیکی کا تصور عملی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ خیر و نیکی وجود و ظہور پاتی ہے اس شکل میں کہ صاحب مال دولت غرباء کی مالی مدد کرے کہ وہ فقیری ذلت سے نجات پا جائے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: ولکن البر من آمن باللہ والیوم

سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۷ ۔ سورۃ المعارج آیت ۲۴ ۔

الآخر والملائکۃ والکتاب والنبیین ۚ واٰتی المال علی حبہ
ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل ۙ والسائلین
وفی الرقاب ۚ واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ۚ والموفون
بعھدھم اذا عٰھدوا ۚ والصٰبرین فی البأساء والضرآء
وحین البأس ۗ اولٰئک الذین صدقوا ۗ واولٰئک
ھم المتقون ۔ لیکن نیکی تو اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے
دن اور تمام فرشتوں اور کتاب اور سب نبیوں پر ایمان لایا اور خدا کی محبت
میں اپنا مال رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں
اور لونڈی غلاموں کی گردنیں آزاد کرنے میں دیا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا
کی اور وہ جو اپنے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے والے ہیں تنگی اور مصیبت
اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے
عمل سچ کر دکھایا اور یہی وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں۔ اس سے زیادہ وضاحت
کے ساتھ قرآن مجید کی اس آیت میں نیکی کے حصول کو اپنے مال و دولت
کے خرچ سے وابستہ کیا گیا ہے۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما
تحبون ۚ وما تنفقوا من شیء فان اللہ بہ علیم ۔ تم ہرگز نیکی
کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم ان چیزوں میں سے راہ خدا میں خرچ نہیں
کرو گے جن سے تم پیار کرتے ہو اور جو کچھ تم راہ خدا میں خرچ کرتے ہو
اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ یعنی کوئی شخص کتنی ہی نمازیں پڑھے روزے
رکھے، حج کرے، جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے لیکن وہ نیکی اور بھلائی
کو اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک کہ اپنا مال خدا کی خوشنودی کے لیے خرچ نہ کرے

پ ۲ البقرہ ۱۷۷ ۔ پ ۴ آل عمران ۹۲

کر دے ، ہم نہیں سمجھتے کہ اس ارشاد ربانی کے ہوتے ہوئے کون خدا اور آخرت پر یقین رکھنے والا ، معاشرے کے فلاکت زدہ طبقوں کو مشکلات اور مصائب میں گرفتار دیکھ سکتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ صاحبان دولت کے پاس جو کچھ مال ہے وہ خدا کا ہے اور غریب بندے بھی خدا ہی کے ہیں لہذا یہ مال ان کو پہنچنا چاہیئے

کیا خرچ کیا جائے ...؟

اسلام کا معاشی نظام ، نظام دولت کی نفی کرتا ہے اسی لیے سرمائے کی تقسیم کا ایک مکمل سلسلہ قائم کر دیا گیا ہے ، جس کی ممانعت ، کسی کی مدح ، ضرورتمندوں کو دینے کی ترغیب ، میراث میں عورتوں کے لیے ایک خاص حصے کا تعین ، زکوٰۃ ، خمس اور جہاد میں حصہ لینے کی تلقین ، تقسیم سرمایہ کی مختلف شکلیں ہیں اور اسی لیے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ اپنی شخصی اور خاندانی ضرورتوں سے جو کچھ بھی فاضل اور زیادہ ہو وہ راہ خدا میں خرچ کر دیا جائے ۔ ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو کذلک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون [1] اور یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ راہ خدا میں کیا خرچ کریں ؟ اے رسول ان سے کہہ دیجئے کہ جو کچھ تمہاری ضرورت سے فاضل رہے وہ سب خرچ کر دو اسی طرح اللہ تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو ۔

کہاں خرچ کیا جائے ....:

یہ بھی ایک بڑا اہم مسئلہ ہے کہ خرچات کی مدیں کیا ہوں ؟ اس متعلق دنیا کی رہنمائی بڑی ضروری تھی ورنہ آدمی یہ وہ بڑا چالاک ہے وہ اپنے عیش و تنعم کے لیے خرچ کے ایسے ایسے حیلے تجویز کر لیتا ہے کہ کسی

---

[1] القرآن پ ۲ البقرہ آیت ۲۱۹

ضرورت مند کی حاجت برآری بھی نہ ہوتی اور ضرورت سے فاضل سرمایہ خرچ بھی ہو جاتا۔۔۔۔ اس لیے قرآن کریم میں کیا خرچ کرنے کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا کہ کہاں کہاں خرچ کیا جائے۔ یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتامیٰ والمسٰکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم[1]

یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا خرچ کریں اے رسولؐ ان سے کہہ دیجیے کہ تم جو کچھ بھی خرچ کرو وہ والدین کے لیے، قریبی رشتہ داروں کے لیے، یتیموں کے لیے، محتاجوں کے لیے اور مسافروں کے لیے خرچ کرو اور جو نیکی بھی تم کرو گے یقیناً اس کا علم اللہ کو ہے۔

ضرورتمندوں کی مالی مدد ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح ہونی چاہیئے!

قرآن کریم نے لوگوں کے ساتھ بھلائی کو ظاہر و پوشیدہ دونوں طریقوں پر پسندیدہ قرار دیا ہے: فرمایا گیا ہے: ان تبدوا الصدقٰت فنعما ھی وان تخفوھا وتؤتوھا الفقرآء فھو خیر لکم ویکفر عنکم من سیاٰتکم واللہ بما تعملون خبیر[2] اگر لوگ کسی کی مالی مدد کھلم کھلا کرنے میں بھی اچھا ہے اور اگر پوشیدہ طریقہ پر ضرورت مندوں کو دے دو تو یہ طریق کار بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ دونوں صورتوں میں تمہارے کچھ گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ ان سے آگاہ ہے۔

کسی کی مالی مدد کر کے احسان نہیں جتانا چاہیئے!

اسلام چاہتا ہے کہ معاشرے میں کوئی فرد ذلیل نہ ہو اس لیے سرمایہ داروں

---

[1] القرآن پ۲ سورہ بقرہ آیت ۲۱۵ [2] القرآن پ۳ سورہ بقرہ آیت ۲۷۱

کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ کسی کی مدد کر کے احسان نہ جتائیں حقیقت تو یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس کچھ ہے تو وہ اللہ کی دین اور امانت ہے۔ اس صورت میں گروہ کسی کو کچھ دیتا ہے تو خدا کی امانت منتقل کرتا ہے اس کو احسان جتانے کا کیا حق ہے ..... پھر احسان جتانے سے خیر سگالی کے نتیجے میں جو محبت پیدا ہوتی وہ نفرت میں تبدیل ہو جائے گی اور معاشرتی تعلقات سے محروم ہو جائے گا جبکہ تہذیب و تمدن کے ارتقاء کے لیے تعاون ضروری ہے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے یا ایھا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم الآخر فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا لا یقدرون علی شیء مما کسبوا واللہ لا یھدی القوم الکافرین ۔ ومثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتا من انفسھم کمثل جنۃ بربوۃ اصابھا وابل فاٰتت اکلھا ضعفین فان لم یصبھا وابل فطل واللہ بما تعملون بصیر ۔

اے لوگو جو ایمان لا چکے ہو اپنے صدقوں کو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر باطل نہ کر دو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا، پس اس کی مثال ایسی چٹان جیسی ہے جس پر مٹی کی تہہ جمی ہو۔ پھر اس پر زور کا مینہ برسا اور اسے صاف کر کے چھوڑ گیا جو کچھ انہوں نے کمایا ہے اس میں سے کچھ بھی نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو منزل مقصود پر نہیں پہنچایا کرتا ہے اور ان لوگوں

مبتدہ القرآن پ۳ البقرہ آیت ۲۶۴-۲۶۵

کی مثال جو اپنے مال کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے اور اپنی ذات کو ثابت قدم رکھنے کے لیے خرچ کرتے ہیں، ایسی ہے جیسے ایک باغ بلند جگہ پر ہو اس پر زور کا مینہ برسا پھر وہ اپنا دوگنا لایا۔ پھر اگر اس پر زور کا مینہ نہ برسے تو ہلکی پھوار ہی سہی اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے۔[1]

دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے۔ الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذی ۗ واللہ غنی حلیم (۲)

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر جو کچھ انہوں نے خرچ کر دیا اس کے پیچھے نہ تو احسان جتاتے ہیں اور نہ ہی دکھ پہنچاتے ہیں ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ ہی ان کو خوف ہوگا اور نہ ہی رنجیدہ ہوں گے (یاد رہے کہ) اچھی بات کہنا اور درگذر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جو کہ ناگوار اور عار دلانے کی غرض سے دیا جائے، اللہ بے نیاز ہے، بردبار ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ ارءیت الذی یکذب بالدین ۝ فذلک الذی یدع الیتیم ۝ ولا یحض علی طعام المسکین ۝ فویل للمصلین ۝ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ۝ الذین ھم یراءون ۝ ویمنعون الماعون ۝ (۳)

اے رسول! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ پس یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور ایک دوسرے کو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں

---

(۱)۔ القرآن پ ۳ البقرۃ آیت ۲۶۱ (۲) القرآن پ ۳ البقرۃ آیت ۲۶۲ (۳) القرآن پ ۳۰ الماعون۔

دیتا، سد ان نمازیوں کے لیے خرابی ہے جو اپنی نماز سے غفلت کرنے والے ہیں، جو نماز کا دکھلاوا کرتے ہیں اور روزمرہ استعمال کی چیزوں سے منع کرتے ہیں۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا، سلامی نقطۂ نظر سے ایک عظیم کارِ ثواب ہے اسی لیے ضرورت مندوں کو کھانا کھلانے والوں کی قرآن کریم میں بڑی تعریف کی گئی ہے۔

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما وأسیرا ۝ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا ۝ انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا ۝ فوقاہم اللہ شر ذلک الیوم ولقاہم نضرۃ وسرورا ۝ وجزاہم بما صبروا جنۃ وحریرا ۝ متکئین فیہا علی الارائک لا یرون فیہا شمسا ولا زمہریرا ۝[1]

اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ماسوا اس کے نہیں کہ ہم تمہیں صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے ہی کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے نہ بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جس میں لوگ ترش رو اور بگڑے چہرے والے ہو جائیں گے۔ پس، اللہ انہیں اس دن کی سختی سے بچائے گا اور انہیں تر و تازگی اور سرور عطا کرے گا۔ اور یہ سبب اس کے کہ انہوں نے صبر کیا، انہیں جنت اور ریشم کا لباس بدلہ میں دے گا۔ وہ ان میں تختوں پر تکیے لگائے ہوں گے، وہ اس میں نہ تو دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی

ضرورتمندوں کو قرض دینا اسلامی فریضہ ہے

اسلامی نظامِ معاش میں جہاں عطیے اور بخشش کو اہمیت دی گئی ہے، وہاں

---

[1] القرآن، سورۃ الدہر آیت ۸ تا ۱۲

قرض کی بھی ہمت افزائی کی گئی ہے۔ عطیہ اور بخشش ان لوگوں کے لیے جو طبعی طور پر یا کسی خصوصی وجہ سے اکتساب کی صلاحیتوں سے محروم ہیں اور قرض ان کے لیے جو صلاحیت کسب و اکتساب رکھتے ہوں۔

قرض جہاں ہمت کا سبب ہوتا ہے وہاں اس سے ایک تباہ حال خاندان ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو جاتا ہے اور سرمائے کی غیر موجودگی کی وجہ سے جو صلاحیتیں سو جاتی ہیں۔ بیدار ہو کر معاشرے کی عظمت کا سبب بنتی ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے: من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضاعفہ لہ اضعافاً کثیرۃً واللہ یقبض ویبسط و الیہ ترجعون۔ کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے کہ خدا اس کو اس کے لیے بہت زیادہ بڑھا دے اور اللہ تنگدست کرتا ہے اور فراخی دیتا ہے اور اسی کی طرف تمہاری بازگشت ہے۔ ظاہر ہے کہ خداوند عالم نے دولت مندوں کی ہمت افزائی اور غربا کی دلداری کے لیے اپنی ذات والا صفات کو قرض گیرندہ کی منزل میں رکھا ہے۔ گویا جس کا مال ہے اسی کو دیا جا رہا ہے۔ شاید غالب نے اسی مقام سے اپنا یہ مشہور شعر اخذ کیا ہے:

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

سورۂ مزمل کی اس آیت میں تو قرض دینے کا حکم بھی دیا گیا ہے:
واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضاً حسناً وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیراً و اعظم اجراً۔ اور نماز قائم کیا کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو اور نیکی بھلائی میں سے جو کچھ تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے

تم سے اللہ کے ہاں سرخرو ہوگے اور وہ بہتر اور اجر کے لحاظ سے بہت عظمت والا ہوگا۔

ایثار :

اسلامی تعلیمات میں اپنی ذاتی ضروریات کو نظر کر کے دوسروں کی ضرورت کی تکمیل شرف آدمیت ہے : ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ [۱] اور اگرچہ اپنے اوپر تنگی ہی (کیوں نہ ہو) دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس قوم میں جذبۂ ایثار زندہ ہوگا اس قوم کا کوئی فرد فلاکت کی اس منزل میں کبھی نہیں آسکتا کہ جس میں اسے اپنی عزت کا سودا کرنا پڑے۔ مسلمان قومی اور شخصی اعتبار سے جہاں اور جس مرحلہ میں بھی ذلت اور رسوائی کا شکار بنتا ہے وہاں اسلامی ضوابط کا عملی انکار بنیادی سبب ہے

اسلامی نظام معاش کا ایک اہم ضابطہ

دنیا میں مست کی تباہیاں اور بربادیاں بعض لوگوں کی حماقت اور کم عقلی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ شخص، خاندان اور قوم کے معاشیات بھی اگر احمقوں کے حوالے ہو جائیں تو معاشی تباہی میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا اس لیے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے : ولا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیما وارزقوھم فیھا واکسوھم وقولوا لھم قولا معروفا [۲] اور بیوقوفوں کو اپنے مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے زندگی کے قیام کا سبب قرار دیا ہے نہ دو اور اس میں سے انہیں کھاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی اچھی باتیں کرو۔

یہ عام مشاہدہ ہے کہ جب کسی کاروبار میں سفہاء دخیل ہو جاتے ہیں

۱۔ القرآن سورۃ حشر ۲۔ القرآن پارہ ۴، سورۃ نساء آیت ۵

تو وہ تباہ ہو جاتا ہے اور جب کوئی احمق کسی ملک کا وزیر اعظم یا وزیر خزانہ بن جائے تو وہ اس ملک کے معاشیات کو تباہ کر دیتا ہے۔ اس لیے اسلام یہ چاہتا کہ احمقوں کو اموال پر تصرف نہ دیا جائے تاہم چونکہ وہ معاشرہ کا جزو ہیں اس لیے ان کو فلاکت اور ناداری کے گڑھے میں نہ دھکیلا جائے۔ بلکہ ان کے کھانے، پہننے اور دیگر ضروریات زندگی کا فرض ولی کا اہتمام کیا جائے اور محافل و مجالس میں نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ ان کی دلداری کی جائے۔

ہم نے اسلام کے معاشی نظام کی تفصیلات سے بحث کی نہیں ہے بلکہ اجمالاً اس کو پیش کیا ہے، اسی لیے صرف قرآن کریم کی آیتوں سے استشہاد کیا ہے۔ اگر احادیث سے بھی ہم تمسک کرتے تو مضمون بہت طویل ہو جاتا۔ تاہم اسلامی نظام معاشرت کے اس مختصر تعارف سے ہر باعقل و شعور آدمی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اگر اسلامی ضوابط معاشرت پر عمل کر لیا جائے تو کوئی انسان ناداری اور فلاکت و عسرت کا شکار نہیں بن سکتا۔ لہٰذا کسی کو اپنی عفت اور اپنے خاندان کی عظمت کو مال بازار بنانے کی ضرورت پیش نہیں آسکتی۔ اسلام نے معاشی عدم توازن کو ختم کر کے جنسی کجروی کا ایک بہت بڑا سبب موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

۱۵:۔ غیر موثر اور غیر متوازن امتناعی قوانین کی تشکیل

قیام پاکستان کے بعد تعزیرات پاکستان کے نام سے جو مجموعۂ قوانین تشکیل کیا گیا وہ صرف انگریزی تصور جرم و سزا کی نقالی سے زیادہ کچھ نہیں۔ !!!
ان قوانین میں زنا بالجبر کو قابل سزا نہیں قرار دیا گیا ہے صرف زنا بالجبر دس سال سے کم لڑکی سے زنا کو قابل تعزیر سمجھا گیا ہے۔ اسلام ہر طرح کے جنسی جرم کی بیخ کنی کر دینا چاہتا ہے اس لیے اسلام کے تجویز کردہ قانون سزا کو بلا کم و کاست نافذ کر دیا جائے تو ارتکاب جرم کی واقعی حوصلہ شکنی ہو گی اور بڑی تیزی سے پاکستانی معاشرہ جنسی کجروی کی لعنت سے محفوظ ہو جائے گا۔

اسلام کے تمام فرقے جنسی کجروی کی سزا میں ہم آہنگ اور یک آواز ہیں ہم بھی محل مناسب پر ان قوانین کی تفاصیل سے بحث کریں گے۔ جنسی جرائم کے متعلق جو غیر اسلامی قوانین نے ہر ملک اور ہر قوم میں جنسی جرم کی تعداد میں ہوشربا اضافہ کیا ہے۔ لیکن جس ملک میں اسلامی سزائیں نافذ ہیں وہاں شاذ و نادر ہی یہ جرم وقوع پذیر ہوتا ہے اس لیے ہم نے یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اسلامی تعزیری قوانین جنسی کجروی کو روکنے میں غیر معمولی تاثیر رکھتے ہیں اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ ان کے سراسر مفید ہونے کے لیے مشاہدہ کافی و وافی دلیل ہے۔

۱۰۴۔ امتناعی قوانین نافذ کرنے والے اداروں کی کور چشمی، خود غرضی اور بے صبری :-

ضوابط اور قوانین کتنے ہی مفید و مؤثر کیوں نہ ہوں بے معنی اور ایک حد تک زینت کتب ہی رہتے ہیں۔ اگر ان پر مؤثر طور پر عمل نہ کیا جائے دنیا کی اقوام و ملل کے پاس جنسی کجروی کو روکنے کے لیے معتدل اور مؤثر قوانین موجود ہی نہیں ہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس میں کسی قسم کی بحث نہیں کی جا سکتی کہ اسلام نے جنسی کجروی کو کلیتہً مٹا دینے کے لیے بے مثل قوانین وضع کیے ہیں لیکن ایک دو ملکوں کے علاوہ ان پر کہیں عمل نہیں کیا جاتا۔ ماضی میں بھی مسلمان بادشاہوں اور حکام کی رنگ رلیوں اور عیاشیوں کے پیش نظر اسلامی تعزیری قوانین کو نافذ نہیں کیا گیا۔ اس وقت کچھ مسلمان اپنے ملکوں میں اسی قوانین نافذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، خصوصاً پاکستان جس کی تشکیل ہی نفاذ اسلام کے لیے ہوئی ہے۔ جنرل محمد ضیاء الحق اور ان کے ساتھیوں کی سعی مشکور کے نتیجے میں نفاذ قوانین اسلام میں پیش رفت کر رہا ہے خدا کرے کہ یہ نفاذ دیگر قوموں کے قوانین کی طرح کتب قانون کی زینت بن کر نہ رہ جائے بلکہ واقعی اور حقیقی طور پر نافذ کر دیا جائے۔

قوانین کے نافذ کرنے والے عام طور سے حکومت کے دو اداروں سے تعلق ہوتے ہیں۔ مرحلہ اول میں پولیس سے اور دوسرے مرحلے میں عدلیہ سے۔ اگر انتظامیہ کے عمال دیانتدار اور فرض شناس ہوں تو ہر مجرم بلا رو رعایت کیفر کردار تک پہنچنے کے لیے عدلیہ کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے اور عدلیہ اپنے دیانتدار اور فرض کی محافظ ہو تو کوئی مجرم ضروری تعزیر سے نہیں بچ سکتا۔ اور اس طرح حوصلہ جرم در

عادۂ جرم کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے عام طور پر دو میں سے ایک یعنی سفارش یا رشوت کی انسانیت کش بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ سفارش ہمیشہ معاشرے کے سربرآوردہ اور بااثر افراد کی طرف سے کی جاتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے گلے بندھوں کو قانون کی گرفت سے بچانے کے لیے اپنا اثر و نفوذ استعمال کرکے قانون کو غیر مؤثر بنا دیتے ہیں اور ارتکاب جرم عادۂ جرم کا حوصلہ پرور پاتا ہے اور برگ و بار لاتا رہتا ہے اور معاشرہ جرم و گناہ میں مبتلا رہتا ہے۔ ان سفارش کرنے والوں کو چند مجرموں کی طرف سے مدح و ثنا کی خواہش میں مواخذہ عقبیٰ سے آنکھیں بند نہیں کر لینا چاہئیں۔ کسی مجرم کو تحفظ دے دینا، بچا لینا کھلے طور ارتکاب جرم کے حکم میں ہے۔ اگر سفارش کنندہ دنیا میں اپنے جرم کی کوئی سزا بھی نہ بھگتے تو آخرت میں اس کے بچنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ عدالت الٰہیہ میں، تردد رسوخ، دولت و ثروت اور معاشرتی مرتبہ کوئی قیمت نہیں رکھتے ... !!

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ معاون جرم بھی مجرم ہی ہے، خواہ یہ تعاون سفارش کی حیثیت میں کیا گیا ہو، ارتکاب جرم کا حکم دیا گیا ہو۔ مشورہ دیا گیا ہو یا رہنمائی کی گئی ہو۔ فی کتاب الخصال عن ابی عبد اللہ عن آبائہ عن علی علیہم السلام قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: من امر بمعروف و نہی عن منکر او دل علی خیر او اشار بہ فھو شریک، و من امر بسوء او دل علیہ او اشار بہ فھو شریک۔ [1] کتاب خصال میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء کرام علیہم السلام کے واسطے سے حضرت علی علیہ السلام کی روایت کردہ حدیث رسول بیان فرمائی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص کسی نیکی کا حکم دے یا

---

[1] تفسیر نور الثقلین ج ۱ ص ۵۳۲

برائی سے روکے یا کسی بھلائی کی طرف رہنمائی کرے یا اشارہ کرے وہ شخص شریک عمل ہے۔ یعنی اس کو بھی ثواب ملے گا جو عامل کا حصہ ہے اسی طرح جو شخص کسی برائی کا حکم دے یا فعل قبیح کی طرف راہنمائی کرے یا اشارہ کرے وہ ترتکب فعل کا شریک ہے یعنی وہ بھی اس سزا کا مستحق ہے جو مرتکب جرم کا استحقاق ہے۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مبارک قرآن کریم کی زیر نظر آیت کی شرح اور تفصیل ہے: من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منھا وکان اللہ علیٰ کل شیئ مقیتا (۱) "جو شخص اچھی شفاعت کرے گا اس میں سے اس کو بھی حصہ ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرے گا اس میں وہ بھی حصہ دار ہوگا۔ اور خدا ہر کام پر نگہبان ہے۔

اگر صاحبان اقتدار و نفوذ حقدار کا حق دلوانے یا مجرموں کو کیفر کردار تک پہونچانے میں ایسا اثر و نفوذ استعمال کریں تو یہ اقدام شفاعت حسنہ میں شمار ہوگا۔ اور اگر کسی کو حق سے محروم کرنے یا مجرم کو بچانے کے لیے ذرات استعمال کیے جائیں تو یہ شفاعت سیئہ بری سفارش ہوگی اور مجرم کے ساتھ سفارش کنندہ بھی سزا خدا سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

رشوت بڑی پرانی اور ہوس کی بیماری ہے۔ ماضی اور حال کے کم و بیش تمام معاشرے اس مرض میں مبتلا نظر آتے ہیں صرف چند باتقویٰ افراد اس بیماری سے محفوظ رہے ہیں۔ اور آج بھی وہی لوگ محفوظ رہتے ہیں جن کی سیرت خدا خوفی ہے۔ رشوت کی روک تھام کے لیے دن رات قوانین بنائے جاتے ہیں اور سزائیں تجویز کیے جاتے ہیں لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ رشوت کا طوفان تھمنے میں نہیں آتا اس لیے کہ معاشرہ خدا خوفی سے عاری ہے اور اخلاقی قدروں سے

۱۔ القرآن پ ۵ النساء آیت ۸۵

دیوانیہ۔ اگر تنقید افراد میں موجودہ عقلی کا احساس بیدار کر دیا جائے اور اخلاقی تربیت کا جوہری انتظام کیا جائے تو رشوت کے خاتمے کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ رشوت کے رواج پانے اور جاری ہونے میں انگریزوں کے بنائے ہوئے قوانین کا اتباع ایک بہت بڑا سبب ہے۔ انگریزوں سے جو قانون ہمیں ورثہ میں ملا ہے اس میں صرف رشوت گیرندہ کو موجب سزا قرار دیا گیا ہے۔ رشوت دہندہ کے لیے کوئی تعزیر موجود نہیں ہے۔۔۔۔ جب رشوت دینے والا تحفے تحائف یا نقد کی شکل میں متعلقہ فرد کے پاس پہونچتا ہے تو فطری طور پر اس کا جذبۂ حرص و آز بیدار ہو جاتا ہے اور وہ رشوت ستانی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ رشوت پیش کرنے والا بیشتر کسی ترغیب اور خوف کے رشوت پیش کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے اقدام کے لیے کوئی تعزیر نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رشوت کا بازار رشوت دہندوں کی بے خوفی کی وجہ سے گرم ہے۔ رشوت لینے والا عام طور سے رشوت دینے والوں کو تلاش نہیں کرتا بلکہ رشوت دینے والے رشوت پیش کرنے کے وسائل پیدا کر کے رشوت پیش کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مفت میں ہاتھ آتا ہوا مال کون چھوڑے۔ ضرب سے عقلی کا احساس مانع قوی ہو سکتا ہے اور وہ موجود نہیں ہیں اس لیے کہ جن تدریسی اور تربیتی اداروں میں ان کو مرتب کیا گیا ہے وہاں اس قسم کے احساسات سے عاری اور خالی ہوا کرتے ہیں۔ البتہ اگر واقعی رشوت کو ختم کرنا مقصود ہے تو ہمیں ایسا قانون بنانا پڑے گا جس کے تحت رشوت دہندہ بھی مستوجب سزا ہو اور جب سزا کے خوف سے کوئی رشوت پیش کرے گا ہی نہیں تو رشوت لینے والے کس سے اور کہاں سے لے گا۔۔۔۔ اس طرح رشوت کا خاتمہ آسان ہو جائے گا۔

ملت مسلمہ کے نزدیک بالاتفاق رشوت حرام ہے۔ عالم اسلام میں ایک متفق

بھی ایسا موجود نہیں ہے جو رشوت کی اباحت کا قائل ہو۔ قرآن کریم نے رشوت کو واضح طور پر حرام قرار دیا ہے۔ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون (۱) اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ مال کو رشوت کے طور پر حکام کو دو تاکہ لوگوں کے مال میں سے جو کچھ ہاتھ لگے بجرمانہ کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔ یہ آیت باجماع امت مسلمہ، رشوت کی حرمت پر دلیل ناطق ہے۔ ظاہر ہے کہ رشوت دینے والے کا بھی یہی حکم ہے۔ راشی و مرتشی یعنی رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا قرآن کریم کے حکم کی رو سے یہ دونوں ہی مجرم ہیں اس لیے صرف مرتشی کو لائق سزا قرار دینا اور راشی کو قابل سزا نہ سمجھنا حکم قرآن سے بغاوت ہے۔ اور جب تک یہ احمقانہ قانون زندہ رہے گا رشوت ختم ہونے کے بجائے بھتی پھولتی رہے گی خواہ ہم رشوت روکنے کے لیے "اینٹی کرپشن" قائم کے ہزاروں محکمے کیوں نہ قائم کریں۔ رشوت دینے کو سنگین جرم قرار دینے کے بجائے سے ضابطے کو نافذ کرنے کی بجائے نہ اور رشوت ستانی کے لیے محکمہ پر محکمہ قائم کرنا اور خرچ و قوت کے ضیاع کے سوا اور کیا ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی تعلیم ہی ہے؟ اسلامی ضوابط و قوانین میں "رشوت دہندہ اور مرتشی" "رشوت گیرندہ" حتیٰ کہ جو رشوت دینے اور دلانے کی کوشش کرے سب کو یکساں قابل تعزیر قرار دیا گیا ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راشی و مرتشی دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رشوت دہندہ رشوت گیرندہ اور ان دونوں میں وسیلہ بننے والا سب کے سب جہنمی ہیں۔

---

(۱) القرآن پ ۲ البقرۃ آیت ۱۸۸ (۲) بحوالہ اسلام اور تم ص ۳۰

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے: الراشی والمرتشی والحاکم بینھما ملعونون وقال: لعن اللہ الراشی والمرتشی والحاکم بینھما وقال یاکم والرشوۃ فانھا تحفی الکفر ولایشم صاحب الرشوۃ ریح الجنۃ [۱] رشوت دینے والا، اور رشوت لینے والا اور ان کے درمیان وسیلہ بننے والا سب ملعون ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ خداوند عالم نے رشوت دینے والا رشوت گیرندہ اور ان دونوں میں وسیلہ بننے والوں پر لعنت کی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ خبردار رشوت سے بچو کہ یہ خالص کفر ہے اور رشوت والا جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا۔

ان مبارک احادیث سے یہ حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہے کہ اسلام رشوت دہندہ اور رشوت گیرندہ دونوں کو قابل تعزیر اور مستوجب سزا قرار دیتا ہے

جہاں تک رشوت لے کر کسی فیصلے کو بدلنے کا تعلق ہے خواہ اس کا ارتکاب انتظامیہ کی طرف سے ہو یا عدلیہ کی طرف سے کفر ہے اور ایسے لوگوں کی نماز روزے اور دیگر اعمال خیر کی کوئی حیثیت نہیں ہے یقیناً ایسے افراد کی اولاد بھی خیر کی طرف مائل نہیں ہو سکتی۔

عن سماعۃ عن أبي عبد اللہ علیہ السلام قال: الرشا في الحکم ھو الکفر باللہ [۲] امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: فیصلہ میں رشوت "اللہ کا انکار ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے حیض حرام اور ناجائز کمائیوں اور آمدنیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا [۳] والرشا في الحکم فان ذلک الکفر باللہ العظیم ورسولہ [۴] اور رشوت فیصلہ میں

۱، جامع الاحادیث ص ۱۹۳ ۲، وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۱۴۲ کتاب القاضی ج ۲ ص ۲۵۲
۳، مجمع البیان ج ۳ ص ۱۶ ۴، فروع کافی ج ۷ ص ۴۰۹

تو بے تک یہ اللہ اور رسول دونوں کا انکار ہے۔

سرکار آیۃ اللہ الفقیہ السید ابوالقاسم خوئی فرماتے ہیں : تحرم الرشوۃ علی القضاۃ وغیرھم من الآخذ والمبادل [1] یعنی رشوت حرام ہے اور لینے دینے والے میں کوئی فرق نہیں ہے" یعنی راشی اور مرتشی دونوں مجرم ہیں اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی ہدایات کی روشنی میں راشی اور مرتشی دونوں کو مستوجب سزا قرار دیا جائے تو انشاء اللہ ارتکاب جرم کے امکانات معدوم ہو جائیں گے۔

ظاہر ہے کہ جنسی جرائم میں مجرموں کو سفارش اور رشوت ہی کے سہارے تحفظ ملتا ہے۔ اسلام نے سفارش اور رشوت کو جرم دگنا اور مستوجب سزا قرار دے کر جنسی جرائم کے ارتکاب کا قرار واقعی سدباب کر دیا ہے۔ اگر انتظامیہ اور عدلیہ کے ذمہ دار افراد دیانتدار اور فرض شناس ہوں اور مواخذۂ عقبیٰ کا احساس رکھتے ہوں تو عادۃً جرم اور حوصلۂ جرم تقریباً ناممکن ہو جائیں گے۔

۱۔ مبانی تکملۃ المنہاج، ج اوّل صفحہ ۵

جنسی کج روی کے اسباب

متعہ:

جنسی کجروی سے باز رکھنے کا بہترین ذریعہ

یہ ایک مشاہداتی حقیقت ہے کہ جنسی جذبہ اور احساس جتنا شدید تیز ہوتا ہے کہ اس کی فراوانی بہ نفس کی۔ وہیں کہ بڑے بڑے معتبر اور مقدس بھی نفسانی شہوت و حیوانیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے انسانی زندگی کے اس پہلو کی وضع علاج کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے [illegible] نفس امارہ کی [illegible] نفس امارہ بالسوء کا حساب شر کے لیے حکم دیتا رہتا ہے اس کی واردگیر سے صرف وہ لوگ محفوظ رہتے ہیں جن پر میرا خدا رحم کرے۔ یعنی میرا خدا بڑا بخشنے والا بہت مہربان ہے یعنی نفس کی سرپسندی سے صرف وہ لوگ محفوظ رہتے ہیں جو خدا کے فضل و رحمت کے حقیقی مستحق اور پیغمبر ہیں۔

جنسی کجروی کی طرف نفس انسانی کے میلان کی قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ بڑے ہی مؤثر پیرایہ میں وضاحت کی گئی ہے [illegible] یہ زلیخا نے جناب یوسفؑ کا ارادہ کیا تھا اور حضرت یوسف بھی زلیخا کا ارادہ کر لیتے اگر اپنے پروردگار کی واضح دلیل نہ دیکھ لیتے۔ یہ اس لیے تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دور رکھیں۔ یقیناً وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے۔ جناب زلیخا اور حضرت یوسفؑ کی واردات کے بیان کے ذیل میں [illegible] قال ہی یوسف ہی عن نفسہ و شہد شاہد من اہلہا ان کان قمیصہ قد من قبل فصدقت و ہو من الکاذبین و ان کان قمیصہ قد من دبر فکذبت و ہو من الصادقین فلما رای قمیصہ قد من دبر قال انہ من کیدکن ان کیدکن عظیم یوسف اعرض عن ہذا و استغفری لذنبک انک کنت من الخاطئین

صنف نازک اور صنف قوی کے احساسات کی ترجمانی اور عکاسی کی گئی ہے۔
یہ حقیقت ہے کہ ہر عورت کے دل و دماغ میں مرد کی طرف جھکاؤ کے احساسات پائے جاتے ہیں اور یہی حال مرد کا ہے تاہم جو لوگ کسی معاشرہ کے ضوابط اور دینی قوانین کے پابند ہیں وہ بدی اور برائی میں مبتلا نہیں ہوتے وہ قید و بند اور تعزیرات کی معصیتوں کا استقبال کرتے ہیں مگر فواحش کے قریب نہیں جاتے

مسلم معاشرے میں اصحاب کرام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خصوصی مقام و مرتبہ کے مالک ہیں معصوم مطلق رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت اور اس کی عظمت کی کرنی بخشی ہے "تاہم جنس کے جن کی" دسترس سے ان میں سے بلند پایہ حضرات تک محفوظ نہیں رہتے تھے۔ جب ماہ رمضان کے روزے واجب کیے گئے تو نماز عشاء کے یا سو جانے کے بعد یا کچھ دیر سو کر اٹھنے کے بعد کھانا پینا اور جنسی اتصال ممنوع تھے لیکن بعض بزرگ صحابہ محاسبہ نفس کے آگے جھک جاتے تھے اور اپنی بیویوں سے جنسی تسکین حاصل کیا کرتے تھے۔ قرآن کریم نے ان تفضیلات کی عکاسی ان لفظوں میں فرمائی ہے: احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ھن لباس لکم و انتم لباس لھن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم و عفا عنکم فالآن باشروھن و ابتغوا ما کتب اللہ لکم و کلوا و اشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر[1] "تمہارے لیے روزوں کے زمانے میں راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا۔ وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے۔ اللہ کو معلوم ہو گیا کہ تم لوگ چپکے چپکے اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے مگر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تم سے درگذر

[1] القرآن پ، البقرہ آیت ۱۸۷۔

فرمایا۔ اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لیے جائز کیا اسے حاصل کرو۔ نیز راتوں کو کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے سفیدۂ صبح کی دھاری نمایاں نظر آجائے" (ترجمہ از مولانا مودودی)۔ اس آیت سے جنسی دلکی چیرہ دستی اظہر من الشمس ہے صاحب تفسیر کشاف علامہ جار اللہ زمخشری نے مذکورہ آیت کی شان نزول سے متعلق تفصیلات بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: کان اوجب اذا امسی حل لہ الاکل والشرب والجماع الی ان یصلی العشاء الآخرۃ او یرقد فاذا صلاھا او رقد ولم یفطر حرم علیہ الطعام والشراب والنساء الی القابلۃ ثم ان عمر رضی اللہ عنہ واقع اھلہ بعد صلاۃ العشاء الآخرۃ ثم اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبکی ویلوم نفسہ فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا رسول اللہ انی اعتذر الی اللہ والیک من نفسی ھذہ الخطیئۃ واعدھا فیما فعل فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام ما کنت جدیرا بذلک یا عمر فقام رجال وعنروا کذلک فعفی بعد العتاب ونزلت ۔ روزوں کے زمانے میں جب افطار کا وقت آجاتا تو لوگوں کے لیے کھانا پینا اور جنسی اتصال جائز ہو جاتا۔ یہاں تک کہ نماز عشا پڑھ لیتے یا سو جاتا۔ پس اگر کسی شخص نے نماز عشا نہ پڑھی یا سو گیا اور دوسرا روز افطار کیا تو دوسرے دن کے وقت افطار تک اس پر کھانا پینا اور عورتیں حرام ہو جاتیں۔ پھر واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز عشا کے بعد اپنی بیوی سے ربط پیدا کیا اور جب انہوں نے غسل فرمایا تو روزہ شروع کر دیا اور اپنے نفس کو ملامت

تفہیم القرآن ج ۱ ص ۱۳۵۔ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۷۶، ۲۷۷

کرنے لگے۔ اسی کیفیت میں حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور عرض کیا کہ اے خدا کے رسول۔ میں آپ کی خدمت میں اور خداوند عالم کی درگاہ میں اپنے نفس کی اس خطا کی معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ کیا تھا اس کی تفصیل بیان کی سارا قصہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تمہارے لیے یہ فعل مناسب نہ تھا اس مرحلے پر اور بھی کئی اصحاب کرام کھڑے ہوگئے اور اسود نے عشاء کے بعد جو کچھ کیا تھا اس کا اعتراف کیا تو قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم الخ۔"

صاحب کشاف کے بیان کی تائید زیر نظر تفاسیر سے بھی ہوتی ہے صاحبان نظر ملاحظہ فرما سکتے ہیں: روح المعانی جلد اول صفحہ ۵۵، ۵۶۔ مصر درمنثور ج اول صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸ سیروت، تفسیر کبیر رازی ج ۵ صفحہ ۱۰۴ تہران، تفسیر خازن ج اول صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲ مصر، انوار التنزیل بیضاوی صفحہ ۱۰۳ مصر تفسیر القرآن۔ شبیر احمد عثمانی برحاشیہ ترجمہ محمود الحسن حاشیہ ۲۸۱ صفحہ ۶۹ لاہور تفہیم القرآن ج اول صفحہ ۱۴۴، ۱۴۵ لاہور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے صرف صحابہ کرام کا نام نہیں لکھا باقی سب باتوں کو تحریر کیا ہے۔

حضرت عمرؓ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خصوصی نسبت بھی رکھتے ہیں کہ آپ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خسر بھی تھے اور آپ کو حضرت ابوبکرؓ نے مسلمانوں کا دوسرا خلیفہ نامزد کیا تھا۔ آپ کی شخصیت بعض مسلمانوں کے نزدیک بڑی ہی قدآور ہے۔ جنسی جذبے کی طغیانی کیفیتوں کو سمجھنے کے لیے ایسی معتبر ہستی کا کردار عظیم روشنی مہیا کرتا ہے۔

کتاب مناقب سلطانی تصنیف قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، سرتاج مشائخ غوثیہ فخر خاندان عالیہ قادریہ حضرت سلطان حامد بن حضرت شیخ غلام یاہو،

قادری سروری، شائع کردہ ملک چنن دین، خلف ملک فضل الدین منزل نقشبندیہ کوچہ کتے زیاں، بازار کشمیری لاہور ۱۳۴۱ھ کے صفحہ ۴۳ پر لکھا ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ رمضان کا روزہ جماع سے افطار فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس حلال سے بڑھ کر کوئی حلال معلوم نہیں ہوتا میں اس سے روزہ افطار کرنا افضل جانتا ہوں اور جہاں کہیں مسئلہ کا موقع آتا ہے میں حتی الامکان اسے بیان کرتا ہوں۔ اگر کوئی اعتراض کرے تو اس کا یہ جواب کافی ہے کہ واللہ لا یستحی من الحق "یعنی اللہ تعالیٰ حق بات کے کہنے سے نہیں شرماتا۔"

الغرض جب جنسی "جن" اور "دیو" کی گرفت اتنی شدید اور قوی ہو تو ضروری ہے کہ جنسی جذبات کی تسکین کے لیے جائز وسائل اور قانونی ذرائع مہیا کر دیئے جائیں۔

اسلام چونکہ کائنات کے خالق کا تشکیل و نافذ کردہ ضابطۂ زندگی ہے اس لیے اسلام میں جنسی جذبات کی تسکین کے لیے دو ذریعے تجویز کئے گئے ہیں: والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون "اور وہ مومنین فلاح پا گئے ہیں جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں سے یا اپنی کنیزوں سے پس اس میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔ پھر جن لوگوں نے اس کے سوا خواہش کی تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

تزویج کی تشویق کے لیے فرمایا گیا ہے: وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من

۔ القرآن پ ۱۸ المومنین آیت ۵ تا ۷۔

مضلہ واللہ واسع علیم (۱) اور تم نکاح کرو بغیر بیوی والے مردوں اور بغیر شوہر والی عورتوں کا، اور قابل نکاح غلاموں اور کنیزوں کا، اگر یہ محتاج ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تو بڑا وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اگر ایک بیوی تسکین نفس کے لیے کافی نہ ہو تو نکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث ورباع ۔ فان خفتم الا تعدلوا واحدۃ او ما ملکت ایمانکم (۲) اور عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں تو دو دو تین تین اور چار چار سے نکاح کر لو، تاہم اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم ان کے درمیان عدل نہ کر سکو گے تو منکوحہ ایک ہی ہونا چاہیئے یا وہ عورتیں جو تمہاری ملکیت ہوں یعنی لونڈیاں۔

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر جنسی کجروی سے باز رہنے کا حکم اور جائز ذرائع اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ مسلم معاشرہ ہر طرح کی بے راہروی سے محفوظ رہے۔ جہاں تک کنیزوں کا تعلق ہے ہمارے زمانے میں یہ جنس ناپید ہے۔ مسلمانوں کے لیے جنسی تسکین کا قانون اور جائز ذریعہ صرف نکاح ہی ہے اور نکاح کی دو قسمیں ہیں (۱) نکاح دائم (۲) نکاح موقت یا نکاح منقطع۔

نکاح موقت کو عرف عام میں متعہ کہا جاتا ہے۔ نکاح دائم اور منقطع کی تفصیلات پر نظر کرنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ وہ کونسی عورتیں ہیں جن سے جنسی رابطہ کسی حالت میں جائز اور درست نہیں اور وہ کونسی عورتیں ہیں کہ جن سے ایک وقت خاص تک جنسی رابطہ حرام ہے۔

قرآن کریم کی تصریح اس تعلق میں اس طرح ہے: ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء الا ما قد سلف ۔ اور تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے

۱۔ القرآن پ ۱۸ النور آیت ۳۲ ۲ القرآن پ ۴ النساء آیت ۳

ساتھ تمہارے ایسا کام فاحشہ و مقتاً و ساءَ سبیلاً۔ حرمت
علیکم بایدان نکاح کر چکے ہوں سوائے اس کے جو پہلے انتہا تکم
وبناتکم واخواتکم وعمّتکم وخالاتکم وبنات الاخ و جو چکا
سو وہ بے حیائی اور اللہ کی ناراضگی کی بات بات الاحتاد و امہاتکم
التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ اور برادر رضاعی تھا۔ تم
پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں فامہات النساءکم و بناتکم التی
فی حجورکم من نسائکم التی۔ تمہاری بیٹیاں۔ تمہاری بہنیں
تمہاری پھوپھیاں تمہاری و خالہ ہیں۔ تمہاری بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری
وہ مائیں وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم لا دان تجمعوا
سیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور حلیلیں
الا ما قد سلف ان اللہ کان غفوراً رحیماً اور تمہاری بہوؤں کی
مائیں بھی ہیں اور تمہاری وہ والمحصنات من النساء الا ما ملکت
ایمانکم ج کتاب اللہ پر وہ لڑکیاں جو تمہاری گرفت میں تمہاری ان بیویوں
علیکم ج واحل لکم ما وراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین
کے بعد سے ہوں جن سے تم جنسی تعلق قائم کر چکے ہو غیر مسافحین ۔
پس اگر تم نے ان عورتوں سے جنسی رابطہ قائم نہ کیا ہو تو ان لڑکیوں سے نکاح میں
کوئی حرج نہیں ہے اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام ہیں اور
ایک وقت میں دو بہنوں کا جمع کرنا بھی۔ ہاں جو پہلے ہو چکا ہو چکا۔ بے شک
اللہ تو بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے اور شادی شدہ عورتیں بھی تم پر
حرام ہیں۔ سوائے ان عورتوں کے جو تمہاری ملکیت ہو جائیں۔ مذکورہ عورتوں کا

حرام ہونا خدا نے تمہارے ذمہ رکھ دیا ہے اور ان کے سوا تمہارے لیے باقی عورتیں حلال کی گئی ہیں کہ تم اپنے مالوں سے پاکدامنی کے ساتھ خواستگاری کرو نہ کہ زناکاری کے لیے۔"

قرآن کریم اور سنت رسول کی تفصیل و وضاحت علماء کرام نے چند عنوانوں کے تحت کی ہے: عورت جو ہری طور پر دو طرح حرام ہوتی ہے: نسبت کی وجہ سے (۱) اور سبب کی وجہ سے۔

نسبت کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں سات قسم کی ہیں۔

(۱) ماں: نانی، دادی، پرنانی، پردادی وغیرہ سب ماں کے حکم میں ہیں

(۲) بیٹی: نواسی، پوتی، پرنواسی، پرپوتی، کسی سلسلہ نسل تک بھی چلی جائیں بیٹی کی حقیقت میں شامل ہیں

(۳) بہن: ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے یا دونوں طرف سے ہر حالت میں بہن ہے

۴: پھوپھی: اس میں سگے، سوتیلے کا امتیاز نہیں ہے۔

۵: خالہ: سگی ہو یا سوتیلی دائما حرام ہے

۶: بھتیجی اور بھانجی بھی بیٹیوں کی طرح حرام ہیں۔

سبب کی کئی قسمیں ہیں

۱: رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں، عن برید العجلی عن ابی جعفر علیہ السلام فی حدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: یحرم من الرضاع مایحرم من النسب (۲) جو رشتے رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں، عن العجلی قال سئلت ابا عبداللہ علیہ السلام

۲۔ حلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے رضاعت کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں؛ (سبب کی کئی قسمیں ہیں)

رضاعت کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ بچہ پندرہ بار، وقفہ کے بغیر ایک عورت کا دودھ پیئے یا ایک دن رات بار بار دودھ پیتا رہے، یا اتنا دودھ پیئے کہ لوگ یہ سمجھیں اور یہ کہیں کہ اسی دودھ سے ہڈیاں مضبوط ہوئی ہیں اور گوشت بڑھا ہے بشرطیکہ یہ دودھ حلال سے پیدا ہوا اور بچہ عورت کے پستان سے پیئے اور عرصہ رضاعت میں پیئے

(۲) مصاہرت (داماد): بیوی کی ماں یعنی ساس اور ساس کی ماں اور نانی، دادی، بیوی کی بہن جب تک کہ وہ جائز عقد میں ہے۔ بیوی کی خالہ اور پھوپھی یا بھانجی اور بھتیجی اگر بیوی اجازت نہ دے، یہ سب حرام ہیں۔ بیوی کی رضاعی بہنیں بھی حقیقی سالیوں کے حکم میں ہیں۔ باپ کی زوجہ جسے سوتیلی ماں کہا جاتا ہے اور بیٹے زوجہ جسے بہو کہا جاتا ہے باپ کے لئے حرام ہیں۔

(۳) دیگر اسباب کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں یہ ہیں۔

(الف) جس شوہر دار عورت سے زنا کیا جائے وہ عورت زانی پر ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔

(ب) جن عورتوں سے نکاح کے بعد جبسی اتصال بھی واقع ہو چکا ہو ان کے پہلے شوہروں کی لڑکیاں جن کو ربیبہ کہا جاتا ہے، حرام ہیں۔

(ج) جس عورت کو طلاق بائن یعنی تین مرتبہ طلاق ہو جائے تو وہ محلل کے بغیر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگی۔ اور اگر تین بار طلاق بائن یعنی نو بار طلاق ہو جائے تو پھر وہ کسی طرح حلال نہ ہوگی۔

(۵) اگر ہم جنسی کا ارتکاب کیا جائے (معاذ اللہ) تو مفعول کی ماں، بہن (حقیقی ہوں یا سوتیلی یا رضاعی) اور بیٹی مرتکب جرم پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہیں (باقی تفصیلات کے لئے کتب فقہ کی طرف رجوع کیا جائے)

مذکورہ عورتوں کے علاوہ باقی ماندہ عورتیں، انسان کے لئے نکاح یا کنیزی کے وسیلے سے حلال ہیں۔ کنیزی کا آجکل وجود نہیں ہے اس لئے صرف نکاح جیسی تمکین کا جائز ذریعہ رہ جاتا ہے اور جیسا کہ عرض کیا گیا، نکاح کی دو قسمیں ہیں نکاح دائم اور منقطع۔ قرآن کریم ان دونوں نکاحوں کی واضح لفظوں میں اجازت دی ہے اور تمام اسلامی فرقوں میں نکاح دائم کے جواز و تشریع میں کوئی جوہری اختلاف نہیں ہے

متعہ کی تشریع اور جواز کے لیے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: فما استمتعتم به منهن فآتوهن اجورهن فريضة ولا جناح عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضة ان الله كان عليما حكيما (۴) اور پھر تم جن سے متعہ کرو تو ان کے مقرر کیے ہوئے مہر دے دو اور مہر و معیار مقرر ہو جانے کے بعد اگر آپس میں تم کمی بیشی پر راضی ہو جاؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور یقیناً اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

متعہ کے جواز اور تشریع کے تعلق میں تمام مسلمان فرقے متفق ہیں کہ اس طریقہ جنسی تقاضا کو خدا اور رسول کی طرف سے سند جواز حاصل ہے لیکن بعض مسلمان فرقوں کے نزدیک نکاح منقطع یعنی متعہ کی تشریع ایک خاص مدت کے لیے تھی آجکل یہ جائز نہیں ہے مگر ان حضرات کی یہ رائے ان کی اپنی رائے ہے اس لیے کہ اسلام میں قانون سازی صرف اللہ کا اختیار ہے اور اس کی تشریح، توضیح اور نفاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اس لیے کسی قانون کے اسلامی ہونے کی سند صرف خدا اور رسول سے مل سکتی ہے، دیگر حضرات اگر کچھ فرمائیں گے تو اس کی حیثیت شخصی یا گروہی رائے کی ہو سکتی ہے جس کو شریعت الہیہ یعنی قانون

اسلامی کا حصہ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ اس قانون ساز کی اختیارات میں جو اللہ رسول سے مخصوص ہیں ان حضرات کی شرکت بھی ماننا پڑے گی جس کو اسلام کا تشریعی قانون اور مزاج قبول نہیں کرتا۔۔ ۱۱ اور ایسے حضرات جو اس کو کوئی اہمیت دیں گے کم از کم شرکی رسالہ کے مرتکب ضرور قرار پائیں گے۔۔ ۱۲

چودھویں صدی تک عربی زبان میں جتنی بھی تفسیریں لکھی گئی ہیں جواز خلاف مؤقت یعنی متعہ کا کسی نے انکار نہیں کیا ہے، البتہ بعض تاویلات کے ذریعے سے آیت متعہ کی منسوخیت کے کچھ حضرات قائل ہوئے۔ لیکن اردو میں جو قرآن مجید کی تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ ان میں بعض مفسروں نے آیت متعہ کی ترجمہ کرتے ہوئے ایسا انداز اختیار کیا ہے کہ گویا یہ آیت تشریع متعہ سے متعلق نہیں ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی آیت متعہ کا ترجمہ اس طرح فرما گئے ہیں گو اس میں متعہ کا ذکر ہی نہیں ہے، یہ تفسیر بالرائے کو ممنوع قرار دیا ہے اور فرمایا ہے من فسر القرآن برأیہ فلیتبوء مقعدہ من النار یا من فسر بغیر رأی فأصاب فقد کفر جو اپنی رائے سے تفسیر قرآن کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے یا جو بغیر رائے سے قرآن کی تفسیر کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ تاہم مولانا مودودی نے سورۂ مومنون کی تفسیر کرتے ہوئے مجبوراً متعہ کی تشریع کو قبول کیا ہے فرماتے ہیں۔ والذین ھم لفروجھم حافظون ۵ الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ۶ فمن ابتغیٰ وراء ذلک فاولئک ھم العادون ۷ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے، اور ان عورتوں کے جو ان کی ملکیت میں ہوں کہ ان پر (محفوظ نہ رکھنے میں) وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔ البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں۔ وہی زیادتی کرنے

۱۱۔ القرآن پ ۵ النساء آیت ۲ ۔ القرآن پ ۱۸، مومنون آیت ۵ تا ۷

اب متعہ کے تعلق میں مولانا کے ارشاداتِ عالیہ ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں " بعض مفسرین نے متعہ کی حرمت بھی اس آیت سے ثابت کی ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ ممتوعہ عورت نہ تو بیوی کے حکم میں داخل ہے اور نہ لونڈی کے حکم میں۔ لونڈی تو وہ ظاہر ہے کہ نہیں ہے، اور بیوی اس لئے نہیں ہے کہ زوجیت کے لئے جتنے قانونی احکام ہیں ان میں سے کسی کا بھی اس پر اطلاق نہیں ہوتا۔ نہ وہ مرد کی وارث ہوتی ہے، نہ مرد اس کا وارث ہوتا ہے۔ نہ اس کے لئے عدت ہے نہ طلاق نہ نفقہ نہ ایلاء و ظہار و لعان وغیرہ بلکہ چار بیویوں کی مقررہ حد سے بھی وہ مستثنیٰ ہے پس جب وہ بیوی اور لونڈی دونوں کی تعریف میں نہیں آتی تو وہ لامحالہ "ان کے علاوہ کچھ لوم" میں شمار ہوگی جس کے طالب کو قرآن حد سے گذرنے والا " قرار دیتا ہے۔ یہ استدلال بہت قوی ہے مگر اس میں کمزوری کا ایک پہلو ایسا ہے جس کی بنا پر یہ کہنا مشکل ہے کہ متعہ کی حرمت کے بارے میں یہ آیت ناطق ہے۔ وہ پہلو یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حرمت کا آخری اور قطعی حکم فتح مکہ کے سال دیا ہے اور اس سے پہلے اجازت کے ثبوت صحیح احادیث میں پائے جاتے ہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ حرمت متعہ کا حکم قرآن کی اس آیت میں ہی آچکا تھا جو بالاتفاق مکی ہے اور ہجرت سے کئی سال پہلے نازل ہوئی تھی تو کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے فتح مکہ تک جائز رکھتے۔۔ لہٰذا یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ متعہ کی حرمت قرآن مجید کے کسی صریح حکم پر نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مبنی ہے سنت

میں اس کی صراحت نہ ہوتی تو محض اس آیت کی بنا پر تحریم کا فیصلہ کر دینا مشکل تھا۔ متعہ کا جب ذکر آگیا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دو باتوں کی اور توضیح کر دی جائے۔ اوّل یہ کہ اس کی حرمت خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لہٰذا یہ کہنا کہ اسے حضرت عمرؓ نے حرام کیا درست نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ اس حکم کے موجد نہیں تھے بلکہ صرف اسے شائع اور نافذ کرنے والے تھے چونکہ یہ حکم حضورؐ نے آخر زمانے میں دیا تھا اور عام لوگوں تک نہ پہنچا تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے اس کی اشاعت کی اور بدریعہ قانون اسے نافذ کیا۔ دوم یہ کہ شیعہ حضرات نے متعہ کو مطلقاً مباح ٹھہرانے کا جو مسلک اختیار کیا ہے اس کے لئے تو بہرحال نصوص کتاب و سنت میں سرے سے کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ صدر اوّل میں صحابہ اور تابعین اور فقہاء میں سے چند بزرگ جو اس کے جواز کے قائل تھے وہ اسے صرف اضطرار اور شدید ضرورت کی حالت میں جائز رکھتے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اسے نکاح کی طرح مباح مطلق اور عام حالات میں معمول بہا بنانے کا قائل نہ تھا۔ ابن عباسؓ جن کا نام قائلین جواز میں سب سے زیادہ نمایاں کر کے پیش کیا جاتا ہے اپنے مسلک کی توضیح خود ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ "ما هي الا كالميتة لا تحل الا للمضطر" (یہ تو مردار کی طرح ہے کہ مضطر کے سوا کسی کے لئے حلال نہیں) اور اس فتوے سے بھی وہ اس وقت باز آگئے تھے جب انھوں نے دیکھا کہ لوگ اباحت کی گنجائش سے ناجائز فائدہ اٹھا کر آزادانہ متعہ کرنے لگے ہیں اور ضرورت تک اسے موقوف نہیں رکھتے۔ اس سوال کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے کہ ابن عباسؓ اور

ان کے ہم خیال چند گنے چنے اصحاب نے اس مسلک سے رجوع کر لیا تھا یا نہیں ؟ تو ان کے مسلک کو اختیار کرنے والا زیادہ سے زیادہ جواز بحالتِ اضطرار کی حد تک جا سکتا ہے۔ مطلق اباحت اور بلا ضرورت تمتع، حتیٰ کہ منکوحہ بیویوں تک کی موجودگی میں بھی متعہ سے استفادہ کرنا تو ایک ایسی آزادی ہے جسے ذوقِ سلیم بھی گوارا نہیں کرتا۔ کجا کہ اسے شریعتِ محمدیہ کی طرف منسوب کیا جائے اور ائمۂ اہلِ بیتؑ کو اس سے متہم کیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ خود شیعہ حضرات میں بھی کوئی شریف آدمی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص اس کی بہن یا بیٹی کے لئے نکاح کے بجائے متعہ کا پیغام دے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جوازِ متعہ کے لئے معاشرہ میں زنانِ بازاری کی طرح عورتوں کا ایک ایسا ادنیٰ طبقہ موجود رہنا چاہیئے جس سے تمتع کرنے کا دروازہ کھلا رہے یا پھر یہ کہ متعہ صرف غریب لوگوں کی بیٹیوں اور بہنوں کے لئے ہو اور اس سے فائدہ اٹھانا خوشحال طبقہ کے مردوں کا حق ہو۔ کیا خدا اور رسول کی شریعت سے اس قسم کے غیر منصفانہ قوانین کی توقع کی جا سکتی ہے اور کیا خدا اور اس کے رسول سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ کسی ایسے فعل کو مباح کر دیں گے جسے ہر شریف عورت اپنے لئے بے عزتی سمجھے اور بے حیائی بھی[1]

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے مذکورہ خیالات جن کو لطائف سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہوگا، آپ کے سامنے ہیں۔ مبحث متعہ میں یہ کج مج بیانی، گروہی عقیدہ کی حمایت کا ردِ عمل ہے ورنہ مولانا

---

[1] تفہیم القرآن ج ۳ حاشیہ ۴ صفحہ ۲۶۶-۲۶۷

کے بیان سے جواز متعہ میں کہیں جھول تک پیدا نہیں ہو سکا ہے۔ بعض مفسرین" کی طرف سے حرمت متعہ کے جو دلائل دیئے ہیں ان میں لفظ "بعض" رکھ کر یہ تسلیم کر لیا ہے کہ کچھ مفسر ایسے بھی ہیں جو ان ارشادات کو قبول نہیں کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ اس استدلال کو "قوی" کہنے کے باوجود مولانا خود ہی اس کی کمزوری کا پردہ بھی چاک کرتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے اور مدنی آیت کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ مولانا نے قبول کیا ہے کہ فتح مکہ تک متعہ جائز تھا۔ اب انھیں یہ کیوں یاد نہ آیا کہ ان کے "بعض مفسروں" کے بقول نہ اس میں طلاق ہے، نہ عدہ ہے، نہ نفقہ نہ ایلاء و ظہار و لعان، چار بیویوں کی حد سے بھی خارج، لونڈی کے حکم میں بھی نہیں ۔ ۔ ۔ ؟! تو کیا فتح مکہ تک حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی شارع کو یہ امور معلوم نہ تھے کہ انھوں نے فتح مکہ تک متعہ کو جائز رکھا ؟ ؟ ! شاعری کے جوش میں ایک مسلمان کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کر ڈالے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قانون کے مفسروں سے بھی گئے گذرے تھے کہ انھوں نے بقول شخصے صفات مذکورہ کے نہ ہوتے ہوئے بھی متعہ کو جائز رکھا۔ ۔ ۔ ۔ ؟!

مولانا مودودی نے یہ حقیقت تسلیم کر لی ہے کہ "متعہ کی حرمت قرآن کے کسی صریحی حکم سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کا انحصار سنت پر ہے" جناب سرسید احمد خاں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے، فرماتے ہیں۔ "علماء کا اتفاق ہے کہ ابتدائے اسلام میں متعہ جائز تھا۔ اور اس باب میں کہ وہ بدستور جائز ہے یا ممنوع یا منسوخ ہو گیا

ہے اختلاف ہے۔ گروہ کثیر امت کا یہ قول ہے کہ اس آیت میں تو بلاشبہ جواز متعہ کا حکم ہے لیکن یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے مگر جن آیتوں سے نسخ کا استدلال کرتے ہیں وہ استدلال میری دانست میں نہایت ضعیف ہے [1]

بہر حال یہ تو طے ہوا کہ قرآن نے متعہ کو جائز قرار دیا ہے، حرام قرار نہیں دیا لہذا یہ اقرار مولانا مودودی، سرسید احمد خاں، نص قرآن کی رو سے متعہ جائز ہے اب رہی سنت کے ذریعے حرمت متعہ تو یہ قانون عقل و شرع کے خلاف ہے مولانا کو چاہیئے تھا کہ شریعت اسلامیہ سے قرآن کے کسی دوسرے حکم کی سنت سے تنسیخ کی مثال دیتے جو یقیناً اس لئے نہیں دی کہ وہ ممکن نہیں ہے . . . "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے :۔ کلامی لا ینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی، وکلام اللہ ینسخ بعضہ بعضا [2] "میرا کلام، کلام خدا کو منسوخ نہیں کر سکتا اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر سکتا ہے، اللہ کا ایک کلام دوسرے کلام کو منسوخ کر دیتا ہے" ان مسلمہ احادیث کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعہ کے قرآنی قانون کو منسوخ فرما دیا ہو . . .

حقیقت یہ ہے کہ سنت پیغمبر کے ذریعے سے نسخ حکم قرآن

---

[1] تصانیف احمدیہ حصہ اول ج چہارم، تفسیر القرآن ج دوم ص۱۱۱

[2] فلسفۃ التشریع فی الاسلام ص

عقل کے خلاف ہے۔ علامہ ابو اسحاق شیرازی اس تعلق میں اس طرح اظہار رائے فرماتے ہیں "ہمارے نزدیک از روئے سماع یہ جائز ہی نہیں ہے کہ سنت نبوی کے ذریعے وحی قرآنی کو منسوخ کیا جائے" شافعی اکابر نے سماع اور عقل دونوں کے لحاظ سے اس خیال کا شدت سے انکار کیا ہے [1]

علامہ حمزہ فناری "نسخ القرآن بالسنۃ" کو جائز نہیں مانتے انھوں نے کہا ہے "ان السنۃ لا تصلح ناسخۃ لنظم الکتاب لتقرم مقامہ فی الاعجاز وصحۃ الصلوٰۃ وغیرھما" سنت، نظم کتاب کی ناسخ نہیں بن سکتی کہ اس میں ناسخ بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اس لئے کہ نہ اعجاز میں قرآن کی مانند ہے اور نہ نماز میں تلاوت کئے جانے کی حیثیت سے صحت صلوٰۃ کی ضامن [2]

امام احمد بن حنبل نے اس تعلق میں فرمایا ہے، امام اعظمی فرماتے ہیں "حدثنا الوحاظ السجستانی قال سمعت احمد بن حنبل وسئل عن حدیث، السنۃ قاضیۃ علی الکتاب، قال لا اجتری ان اقول فیہ ولکن السنۃ مفسر القرآن ولا ینسخ القرآن الا القرآن" امام احمد بن حنبل سے جب دریافت کیا گیا کہ نظریہ نسخ القرآن بالسنۃ کے بارے میں آپ کا موقف کیا ہے

---

[1] اللمعۃ فی اصول الفقہ مصر

[2] فصول البدائع ج ۲ ص ۱۲۵ مصر

تو آپ نے کہا معاذ اللہ ایسی جرات مجھ میں کہاں ہے کہ حدیث کو ناسخ قرآن تسلیم کروں۔ سنت تو تفسیر قرآن کرتی ہے اور قرآن کو قرآن ہی منسوخ کر سکتا ہے سنت نہیں کر سکتی

امام شافعی فرماتے ہیں۔

لاینسخ الکتاب بالسنۃ المتواترۃ سنت متواترہ بھی قرآن پاک کو منسوخ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی [۱]

مذکورہ حوالے ہم نے "تفسیر منسوخ القرآن" صـ۶۳ تا ۶۵ از علامہ رحمت اللہ طارق ادارہ ادبیات اسلامیہ ملتان طبع اول نومبر ۱۹۷۴ء سے لئے ہیں۔ ترجمہ بھی موصوف ہی کا کیا ہوا ہے۔ تفسیر منسوخ القرآن خیر پور پبلک لائبریری میں موجود ہے۔

علامہ رحمت اللہ طارق صاحب نے بھی متعہ کے متعلق بڑی دلچسپ شاعری فرمائی ہے جو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی سے ملتی جلتی ہے اس لئے ہم ان کی گفتگو کو قابل اعتناء نہیں سمجھتے تاہم ان کا ایک دلچسپ انفرادی استدلال پیش کئے دیتے ہیں تاکہ اس محقق مجتہد کی وہبی پرواز کی پستی کا اندازہ ہو سکے "بگاڑ کہاں سے پیدا ہوا" کی سرخی سے ابی ابن کعب اور ابن عباس کے مصاحف میں آیۃ "فما استمتعتم بہ منھن" میں "الی اجل مسمی" کے الفاظ کے وجود پر داد شاعری دیتے ہوئے جس کا تمام الفوں نے تحقیق رکھا ہے فرمایا ہے "اب ہم ایک اور زاویہ سے بھی

---

[۱] الاعتبار صـ۲۷ میسور مشقی

[۲] فتح بیان فی مقاصد قرآن ج اول صـ۱۴۱ نواب صدیق حسن خاں بھوپال

الیٰ اجل مسمیٰ" کا جائزہ لے رہے ہیں کہ اگر ابن عباس اور ابی بن کعب کا یہ اضافہ ان کے مصاحف میں درج ہوتا تو حکومت ایران ضرور اس پر عمل کرتی اور میعادی شادی کے خلاف قانون وضع نہ کرتی یعنی حکومت ایران نے یکم رجب ۱۳۵۴ ہجری مطابق ستمبر ۱۹۳۵ء کو شخصی قوانین میں اس بات کا اضافہ کیا تھا کہ اس تاریخ کے بعد کوئی بھی ایرانی شہریت رکھنے والا شخص ایک سے زیادہ بیویاں اور نکاح متعہ نہیں کر سکتا۔ یعنی الیٰ اجل مسمیٰ پر عمل کرنے کے باعث شہری قوانین کے تحت قابل سزا جرم کا مرتکب سمجھا جائیگا۔[1]

"الیٰ اجل مسمیٰ" کے گرد سے رحمت اللہ طارق صاحب ابھی تک زخمی ہیں کہ وہ ایرانی حکومت کے قانون کو دینی قانون قرار دے رہے ہیں ۔ ۔ ۔ !! گویا حکومت ایران نے یکم رجب ۱۳۵۴ھ کو "الیٰ اجل مسمیٰ" کے مصاحف میں نہ ہونے کا احساس کیا اور اس کے ساتھ ہی "فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع (۴) کی آیت کو بھی قرآن کریم سے نکال کر صرف ایک بیوی کی حد تک سمٹ جانے کا فرمان جاری فرمایا۔ اگر حکومت ایران کا یہ احمقانہ اقدام کوئی وزن رکھتا ہے تو پھر قرآن کی دونوں آیتیں "فما استمتعتم بہ منھن الخ" اور "فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلاث ورباع الخ" طارق صاحب کو قرآن سے خارج کر دینا چاہیئے (نعوذ باللہ ۔ ۔ ۔ !! ان صاحبزادے کو کون سمجھائے کہ حکومت کے

---

[1] مسموخ القرآن صـ۳۷۲ طہران [2] القرآن پ۴ النساء آیت ۳

قوانین دینی وقار نہیں رکھتے۔ علماء اور فقہاء کے احکام ہی دینی نقطہ نظر کے عکاس ہوا کرتے ہیں اور وہی سند کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں اور اس نقطۂ نظر سے عالم اسلام میں زمانۂ پیغمبر و اصحاب میں بھی متعہ رائج تھا اور آج بھی رائج ہے۔

یہ تو تھا جملۂ معترضہ، اب اصل مبحث کی طرف آیئے!!

مولانا مودودی نے حضرت عمرؓ کے اقدام تحریم متعہ کو تحفظ دیتے ہوئے بڑا دلچسپ طریقہ اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ: "چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخر زمانے میں متعہ کو حرام کیا تھا اور یہ حرمت عام لوگوں کو معلوم نہ ہو سکی تھی۔ حضرت عمرؓ نے عام اور شائع کر دیا"۔ اتفاقاً مولانا چند سطر پہلے آخر زمانہ کا موقع فتح مکہ کو قرار دے چکے ہیں اور فتح مکہ کے موقعہ پر کم سے کم دس ہزار صحابہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن تھا۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک امر مباح کو ناجائز قرار دیں اور اس کا علم صرف حضرت عمرؓ کو ہو باقی صحابہ بے خبر رہیں ۔ ۔ ۔ !! احکام مذہب سے صحابہ کی یہ بے خبری خود صحابہ کرام کے وقار کے لئے کوئی اچھی علامت قرار نہیں دی جا سکتی حقیقت یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متعہ کو حرام قرار دیتے تو تمام صحابہ باخبر ہوتے۔ حضرت عمرؓ کے علاوہ کسی صحابی کا ماخوذ نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی حیات مبارک میں حضرت ابوبکرؓ کے پورے زمانہ خلافت میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی تین چار برس کے عرصہ میں اصحاب کرام متعہ

کرتے رہے اور کسی نے ایک دوسرے کو نہیں ٹوکا ۔ ۔ ۔ ! کسی خاص وجہ سے حضرت عمرؓ نے متعہ کی حرمت کا فتویٰ دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس فتوے کے ارشاد کے لئے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہ خود اس حقیقت کی دلیل ہیں کہ متعہ کو حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں بلکہ حضرت عمرؓ نے حرام کیا ہے : متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ وانا انہی عنہما و عاقب علیہما ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے میں دو متعے تھے (متعۃ الحج ومتعۃ النساء) میں ان دونوں کو ممنوع قرار دیتا ہوں اور ان دونوں کے مرتکب کو سزا دوں گا۔

عجیب بات ہے کہ حضرت عمرؓ تو واضح لفظوں میں کہیں کہ رسول اللہ کے زمانے میں متعہ حلال تھا، میں حرام کر رہا ہوں ، اور مولانا مودودی فرمائیں کہ حضرت عمرؓ صرف اعلان کر رہے تھے ۔ ۔ ۔ !!

تاہم یہ اعلان بھی اپنی حکومت کا کافی عرصہ گذر جانے کے بعد فرمایا اور خاصے عرصہ تک بقول مولانا مودودی اس حرام پر عمل گوارا فرماتے رہے (نعوذ باللہ)

ایک دلچسپ نکتہ یہ بھی ہے جو مودودی صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ "ابن عباس فائلین جواز میں سب سے زیادہ نمایاں کئے جاتے ہیں" یعنی یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جواز کے بہت سے لوگ قائل ہیں ان میں سے ایک ابن عباس بھی ہیں لیکن حرمت متعہ کے صرف حضرت عمرؓ قائل ہیں اس کے ساتھ کوئی دوسرا صحابی نہیں ہے۔ فقط حکومت کا اختیار ان کا قانون تھا۔

صاحب عبداللہ ابن عباسؓ کے متعلق یہ تاثر دیتا کہ وہ متعہ کو مردار کی طرح حالت اضطرار میں جائز سمجھتے تھے۔ ابتدائی عمر معقول اور گھڑا ہوا

۱؎ نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۸۳

الحاق اور انتساب ہے۔ جناب ابن عباسؓ جو امت مسلمہ میں مفسر قرآن سمجھے جاتے ہیں اور بڑے ذہین اور باسواد آدمی مانے جاتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نکاح موقت کی تمثیل میں مردار کو پیش کریں۔ !! اس لئے کہ مردار بذات خود حرام ہے اور جب کسی شخص کو بھوک کی شدت کی وجہ سے موت کا خطرہ لاحق ہو جائے تو مردار کا اتنا حصہ کھا لینا جائز ہوتا ہے جس سے جان بچ جائے، تسکین کی حد تک سیر ہو کر کھانا کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔ یعنی مردار خوری میں ایک شخص جان بچانے کے لئے بقدر سد رمق کھا سکتا ہے اس کے برعکس نکاح موقت یعنی متعہ نص قرآن اور سنت پیغمبر کی روشنی میں جائز و حلال ہے جنسی جذبے کے ہیجان کے نتیجے میں موت کا خطرہ کبھی لاحق نہیں ہوتا صرف عفت اور پاکدامنی کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور نکاح موقت میں مقابل جنس کا ہونا ضروری ہے یعنی عورت اور مرد دونوں ہی ہوں تو نکاح موقت وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اب یہ کیا لازم ہے کہ مرد اگر جنسی ہیجان میں مبتلا ہے تو کوئی عورت بھی جنسی ہیجان میں گرفتار ہو۔ !! اس لئے متعہ کی تمثیل مردار خوری سے ماردں گھٹنا پھوٹے آنکھ کے حکم میں ہے دونوں میں کوئی جزوی ربط بھی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا جناب ابن عباسؓ کی طرف منسوب مقولہ قطعاً الحاقی ہے یہ جناب ابن عباسؓ کے غلام عکرمہ کی کارستانی معلوم ہوتی ہے کہ موصوف حسب ضرورت حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی منسوب کر کے حدیثیں گھڑ لیا کرتے تھے۔ ابن عباسؓ کی طرف ایک مہمل خیال کا منسوب کر دینا کیا بڑی بات ہے۔ !! غرضیکہ جناب ابن عباسؓ

نے بفرض محال یہ بات کہی بھی ہو تو بے معنی ہے کہ اکل میتہ اور متعہ مؤقت میں کسی قسم کی مماثلت نہیں پائی جاتی۔

مولانا کے ذوق سلیم " پر بیویوں کے ہوتے ہوئے متعہ بڑا گراں گذر رہا ہے لیکن جب وہ تسلیم کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فتح مکہ تک جائز رکھا تھا تو مولانا کا " ذوق سلیم " حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تو کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا یا پھر یوں کہا جائے کہ مولانا کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ذوق سلیم نام کی کوئی چیز تھی ہی نہیں (معاذ اللہ)۔

مولانا کو بڑی شرم آتی ہے کسی کی بیٹی یا بہن کو متعہ کا پیغام دیتے ہیں۔ لیکن کیا یہ پیغام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہیں دیئے گئے ؟ اگر اس وقت یہ پیغام دیئے گئے اور متعے کئے گئے تو ایک جائز فعل میں اب شرم کی کونسی بات ہے ؟ اگر نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے تو متعہ کا بھی دیا جا سکتا ہے۔

تفاسیر اور احادیث کی کتابوں میں حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حیات مبارک میں مسلمانوں کے متعے کے تذکرے موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مسلمان حضور کے محترم صحابی تھے۔ یہ حضرات بڑی بے تکلفی سے متعہ کیا کرتے تھے اور عورتوں سے بڑی آزادی کے ساتھ متعہ کا پیغام سلام کرتے تھے۔ عورتیں بھی بلا تکلف مہر اور مدت طے کر کے متعہ کر لیا کرتی تھیں۔ ہم " صحیح مسلم " سے ایک واقعہ نقل کئے دیتے ہیں اس قسم کے بہت سے واقعات موجود ہیں۔

عن ربیع بن سبرۃ ان ابا غزا مع رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکۃ قال فاقمنا بها خمس عشرة ثلاثین بین لیلة ویوم فاذن لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی متعة النساء فخرجت انا ورجل من قومی ولی علیه فضل فی الجمال وهو قریب من الدمامة مع کل واحد منا برد، فبردی خلق و برد ابن عمی برد جدید غض حتی اذا کنا باسفل مکة او باعلاها فتلقتنا فتاة مثل البکرة العنطنة فقلنا هل لک ان یستمتع منک احدنا ؟ قالت وماذا تبذلان ؟ فنشر کل واحد منا بردة فجعلت تنظر الی الرجلین ویراها صاحبی ینظر الی عطفها فقال ان برد هذا خلق وبردی جدید غض فتقول برد هذا لا بأس به ثلاث مرات او مرتین ثم استمتعت منها ۔

ربیع بن سبرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا اور ہم نے مکہ مکرمہ میں پندرہ یعنی رات دن ملا کر تیس دن قیام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دے دی میں اپنی قوم کے ایک آدمی کے

۔ صحیح مسلم مترجم ج ۲ صہ ۳۹۵، ۳۹۶ اس قسم کا واقعہ سنن ابن ماجہ مترجم ج ۲ صفحہ ۶۳۴ تفسیر درمنثور ج ۲ صہ ۱۴۵ اور خود صحیح مسلم میں دوسری جگہ ج ۲ صہ ۳۶۷، ۳۶۸ پر موجود ہے۔

ساتھ مکہ مکرمہ سے نسل کر چلے یا ہیں خوبصورتی میں اس سے
زیادہ تھا اور وہ بدصورتی کے قریب قریب تھا ہم دونوں
میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک چادر بھی تھی مگر میری چادر
پرانی تھی اور اس کی چادر نئی اور اچھی تھی جب ہم مکہ مکرمہ
کے بائیں جانب پہنچے تو ایک عورت سے ملاقات ہوئی۔
عورت نوجوان طاقتور اور دراز گردن تھی ہم نے اس سے
کہا کیا تم ہم میں سے کسی کے ساتھ متعہ کر سکتی ہو؟ بولی تم
دونوں کیا دو گے؟ ہم نے اپنی اپنی چادر کھول کے دکھادی
تو وہ ہم دونوں کو غور سے دیکھنے لگی اور میرا ساتھی اس کے
میلان طبع کا امیدوار تھا اس لئے کہنے لگا کہ اس شخص کی
چادر پرانی ہے اور میری چادر نئی اور عمدہ ہے مگر عورت نے
دو تین دفعہ کہا کہ اس کی چادر میں کوئی نقصان نہیں ہے۔
بالآخر میں نے اس کے ساتھ متعہ کر لیا (ترجمہ از صحیح مسلم)

اصحاب رسول نے جن خواتین سے متعہ کیا وہ بھی صحابیات تھیں
انھوں نے تو متعہ کا پیغام سن کر نہ تیوری پر بل ڈالے، نہ بھنچائیں، نہ
گھٹنوں میں منہ دیا بلکہ آزادی سے پوچھ لیا کہ مہر کیا دو گے؟ اور آخر
ایک فعل شرع میں شرمانے کی کیا بات ہے "وللہ لایستحی
من الحق" شرم تو آنی چاہیئے فعل حرام پر تو صحابیات بھی متعہ کے
تعلق میں بے تکلف اقدام فرماتی ہیں اور بقول شخصے اس سے زیادہ
دینی حقیقت کو کون سمجھ سکتا تھا۔ جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے
ہیں۔ روی الطحاوی و مسلم عن اسماء بنت ابی بکر

قالت فعلناها علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وصدرا من خلافۃ عمر فلما کان اخر خلافۃ عمر فعلناھا ثم نھانا عنھا فلم نعد[1]

نسائی اور طحاوی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم نے متعہ کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں اور جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا آخری دور آیا تو انھوں نے ہم کو متعہ سے روک دیا۔ پھر ہم نے متعہ نہیں کیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بڑی جلیل القدر صحابیہ ہیں آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سالی حضرت عائشہؓ کی حقیقی بہن۔ حضور کے پھوپھی زاد اور صحابی زبیر بن العوام کی زوجہ محترمہ اور عبداللہ بن زبیر صحابی کی والدہ محترمہ ہیں۔

جناب اسماء بنت ابی بکرؓ نے تمام عمر میں حج کی استطاعت کی ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ صحابیات کا معاشرہ نکاح مؤقت یعنی متعہ کو بخوشی بلاتکلف عمل میں لاتا تھا اور مولانا مودودی صاحب کی شرم کا وہاں کوئی تصور نہیں تھا۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو اصحاب اور صحابیاتؓ کے احترام اور عظمت کا ڈھنڈورہ پیٹا جائے اور دوسری طرف ان پر پھبتیاں کسی جائیں۔ ۔ ۔ "بہرحال امر مشروع میں شرم کا تذکرہ اسلام میں

---

[1] تفسیر مظہری ج ۲ صہ ۷۴

ایک بدعت کو رائج کرنے کے مترادف ہے۔

مولانا مودودی کے ذہن میں قیاس نے اپنی کرسی بچھا رکھی ہے اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ "متعہ جائز رہا تو زنان بازاری کی طرح کا ایک طبقہ رکھنا پڑے گا" ہم مولانا سے پوچھتے ہیں کہ کیا (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایسا کوئی طبقہ بپا کر رکھا تھا ۔ ۔ ؟ اس لئے کہ فتح مکہ تک تو آپ کے نزدیک بھی متعہ جائز تھا ۔ ؟ اور کیا اس زمانے میں شریف عورتیں متعہ میں کوئی حجاب محسوس کرتی تھیں ۔ ؟ تاریخ کا ریکارڈ تو یہ ہے کہ بڑی بڑی شریف زادیوں نے متعہ کیا ہے اور بچے پیدا کئے ہیں مودودی صاحب کو یہ یاد نہیں رہا ہے کہ قانون شخصی رجحانات و احساسات کا تابع نہیں ہوا کرتا وہ عمومی افادیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تشکیل دیا جاتا ہے اگر کسی صاحب کو متعہ سے شرم دامنگیر ہوتی ہے تو وہ متعہ نہ کریں اور جن کو نکاح سے شرم آتی ہے وہ نکاح بھی نہ کریں ۔ ۔ ! عرب جاہلیت میں لڑکیوں کو صرف اس لئے قتل کر دیا جاتا تھا کہ عربوں کی غیرتی شرم یہ برداشت نہ کرتی تھی کہ ان کی بیٹی کسی کے نکاح میں جائے اس لئے اگر یہ شرم والا "فارمولا" قبول کر لیا جائے تو نکاح کا جواز بھی اس ارتیاد کی زد میں دم توڑ جاتا ہے ۔ !!

حقیقت یہ ہے کہ قرآنی نص کی رو سے میں نکاح مؤقت یعنی متعہ جائز تھا جائز ہے اور جائز رہے گا رہا حضرت عمرؓ کا حکم تو وہ ایک حاکم کا انتظامی حکم ہو سکتا ہے جو ایک محدود وقت تک نافذ رہ سکتا ہے لیکن اصل دستوری قانون کو کالعدم نہیں کر سکتا ۔ اس

تعلق میں مزید تفصیلات محل مناسب پر پیش کی جائیں گی۔

مولانا مودودی نے آیت متعہ کا گول مول ذکر کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ متعہ کی تشریح قرآن کریم نے کی ہی نہیں۔ تو پھر اس مرحلہ پر مولانا سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ جب قرآن میں حکم متعہ آیا ہی نہیں تو مولانا کے ہم خیال بعض علماء کے نزدیک قرآن کی بعض آیتوں سے اور مولانا کے نزدیک سنت نبوی سے منسوخ کیا ہوا ۔ ؟ اسی کو کہتے ہیں حق بر زبان جاری۔ سنت یا قرآن سے حکم متعہ کی منسوخی اس کے وجود کی ناقابل انکار دلیل ہے۔ اس لئے دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ مولانا آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے کہ واضح ہو جاتا کہ یہ آیت، متعہ کی تشریح کے لئے نازل ہوئی تھی اور تفسیری نوٹ میں اپنا موقف بیان کر دیتے کہ منسوخ ہو گئی ہے، جیسا کہ نوٹ میں انھوں نے لکھا بھی ہے لیکن افسوس کہ ترجمہ گروہی عقیدہ کی نذر ہو گیا ۔ ۔ !!!

مولانا بہت ذہین آدمی ہیں، انھوں نے آیت متعہ کی تنسیخ کے متعلق اپنے علماء کی کج مج بیانیاں دیکھ کر واضح طور پر کہہ دیا کہ قرآن کی کسی آیت سے تو حکم متعہ منسوخ نہیں ہے لہذا مولانا کے بقول قرآن سے متعہ ثابت ہوا ۔ ۔ ۔ ! اب رہ گئی سنت کے سہارے تنسیخ، تو اس کے لئے عالم اسلام میں کسی کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں ہے، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ تاہم آیت متعہ کے مختلف آیات قرآنی سے منسوخ ہونے کا علماء ساختہ افسانہ ہم قارئین کی دلچسپی اور قیاس پسند علماء کی عجائب پسندی کا ریکارڈ مہیا کرنے کے لئے پیش کئے دیتے ہیں

ف القرآن پ۱۸ المومنون آیت ۷

پہلی آیت تو سورۂ مؤمنون کی یہی آیت ہے جس کا تذکرہ فرماتے ہوئے مولانا مودودی نے کہا ہے کہ "استدلال تو بڑا قوی تھا مگر ایک کمزوری رہ گئی کہ سورۂ مؤمنون کی آیت، آیۂ متعہ سے خاصا عرصہ پہلے نازل ہوئی تھی" حقیقت یہ ہے کہ علماء کے قیاس واہی کو استدلال کہنا بھی مولانا مودودی ہی کی جرأت رہمت ہے ۔ ۔ ۔ "بہرحال یہ آیت ایک دفعہ پھر پڑھ لیجئے :

والذین ھم لفروجھم حافظون ۝ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ۝ فمن ابتغی وراء ذالک فاولئک ھم العادون[1]

اور وہ مومنین فلاح پاگئے ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں سے یا اپنی کنیزوں سے پس اس میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔ پھر ان لوگوں نے اس کے سوا خواہش کی تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں"

اس آیت سے آیۂ متعہ کی تنسیخ کے متعلق رحمت اللہ طارق صاحب کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے ۔ "یہ اصول شکنی مستزاد ہے کہ مکی آیات کے ذریعے مدنی آیت کو منسوخ کیا گیا ہے جو علمی دیانت کے سراسر منافی ہے"[2]

بعض حضرات نے آیۂ متعہ کو آیۂ عدہ :

یاایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن[3]

اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو عدت کے وقت

---

[1] القرآن پ۱۸ المؤمنون آیۃ ۵ [2] تفسیر منسوخ القرآن صہ ۳۶۹

[3] القرآن پ۲۸ الطلاق آیۃ ۱

طلاق دو" و المطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء[1] "اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ اپنے آپ کو تین طہر تک روکے رکھیں" سے منسوخ قرار دیا ہے مطلب ان حضرات کا یہ ہے کہ زوجین کی جدائی طلاق اور عدہ سے ہوتی ہے اور نکاح متعہ میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں نہ عدہ نہ طلاق۔ حالانکہ یہ دعویٰ کہ متعہ میں عدہ اور طلاق نہیں ہے، یا بداہت باطل ہے۔ نکاح میں چونکہ مدت معین نہیں ہوتی اس لئے صیغۂ طلاق جاری کرنا پڑتا ہے اور عقد متعہ میں مدت معین ہوتی ہے لہذا اس کا خاتمہ ہی طلاق ہے اس لئے کہ ختم مدت کے بعد عورت عدت کے بغیر دوسرے شخص سے عقد دائم یا متعہ منقطع نہیں کر سکتی عدہ متعہ کے متعلق واضح احکام موجود ہیں

"عن زرارۃ عن أبی عبد اللہ علیہ السلام انہ قال

إن کانت تحیض فحیضۃ وان کانت لا تحیض فشھر و نصف

اگر عورت کو حیض آتا ہے تو ایک حیض عدت ہے اور اگر حیض نہیں آتا تو پچاس[2] دن

قال ابو جعفر علیہ السلام:

عدۃ المتعۃ خمسۃ واربعون یوما والاحتیاط

خمسۃ واربعون لیلۃ

متاع کا عدہ پینتالیس دن ہے اور احتیاط یہ ہے کہ پینتالیس راتیں شمار کی جائیں[3]

---

[1] القرآن پ ۲ البقرہ آیت ۲۲۸ [2] وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۱۴

(اس مقصد پر دال بہت سی حدیثیں فروع کافی، تہذیب الاحکام اور من لایحضرہ الفقیہ میں موجود ہیں)

حضرت ابن عباسؓ نے بھی نکاح مؤقت کا عدہ ایک حیض قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ فخر الدین رازی نے فرمایا ہے۔

امّا ابن عباس فعنہ ثلاث روایات، احداھا القول بالإباحۃ المطلقۃ قال عمّارۃ: سئلت ابن عباس عن المتعۃ اسفاح ام نکاح، قال لا سفاح ولا نکاح! قلت فما ھی؟ قال ھی متعۃ کما قال تعالیٰ، قلت ھل لھا عدّۃ؟ قال نعم عدّتھا حیضۃ، قلت ھل یتوارثان؟ قال بلا[1]

ابن عباسؓ سے متعہ کے متعلق تین قسم کی روایتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ متعہ کو مباح مطلق جانتے ہیں۔ عمارہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے متعہ کے بارے میں پوچھا کہ متعہ، نکاح ہے یا زنا؟ ابن عباسؓ نے کہا نہ نکاح ہے نہ زنا، میں نے کہا پھر وہ کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا وہ متعہ ہے جیسا کہ خدا نے آیۃ متاع میں اس کو متعہ کہا ہے۔ میں نے کہا کیا متعہ میں عدہ ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، متعہ کا عدہ ایک حیض ہے۔ میں نے پوچھا عورت اور مرد ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آیت متعہ، آیت میراث (ولکم نصف

---

[1] تفسیر کبیر ج ۱۰ صہ ۴۹

ماترک ازواجکم[1] اور جو کچھ تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اس میں سے تمہارے لئے نصف حصہ ہے) سے منسوخ ہوئی ہے۔ نکاح موقت چونکہ ایک وقت خاص تک کے لئے ہوتا ہے اس لئے اس میں میراث کا نہ ہونا اس کی منسوخیت کی دلیل نہیں بن سکتا کہ میراث تو بعض حالات میں نکاح دائمی میں بھی نہیں ملتی جیسا کہ طلاق ہونے کے بعد بہرحال طرفین ایک دوسرے کے وارث نہیں رہتے اور متعہ میں چونکہ اختتام مدت ہی طلاق ہے اس لئے میراث کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ اگر شرائط متعہ میں میراث کی شرط طرفین قبول کرلیں اور مدت متعہ میں کسی کی وفات واقع ہو جائے تو ایک دوسرے کی میراث پائیں گے۔ عن ابی الحسن الرضا علیہ السلام: قال تزویج المتعۃ نکاح المیراث ونکاح بغیر میراث، ان اشترطت کان وان لم تشترط لم یکن[2] امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ متعہ میراث کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور بغیر میراث کے بھی اگر میراث کی شرط کی گئی ہے تو میراث کے ساتھ ہوگا اور اگر شرط نہیں کی گئی تو نہ ہوگا۔

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ آیہ عدد فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع[1] (عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں تو دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کرلو) سے منسوخ ہوئی ہے ظاہر ہے کہ یہ عدد نکاح دائمی کے لئے ہے، نکاح منقطع کا حکم مستقل طور پر الگ آیت (فما استمتعتم بہ منھن الخ) میں موجود ہے نیز یہ کہ آیت طلاق، سورہ بقرہ میں واقع ہوئی ہیں جو سورہ نساء

---

[1] القرآن پ۴ النساء آیہ ۱۲ [2] القرآن پ۴ آیہ ۳

سے قبل نازل ہوئی ہے اسی طرح آیت عدد، سورۂ نساء میں آیت متعہ سے پہلے واقع ہوئی ہے اور اسی طرح آیت میراث بھی آیۃ متعہ سے قبل واقع ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ پہلے نازل ہونے والی آیتیں بعد میں نازل ہونے والی آیت کو منسوخ نہیں کر سکتی جہاں تک آیۂ عدہ کا تعلق ہے ہم اس کے متعلق عرض کر چکے ہیں کہ عدہ متعہ بھی اسی طرح واجب ہے، جس طرح عدہ طلاق، اس لئے یہ آیت بھی آیت متعہ کو منسوخ نہیں کر سکتی اب رہ گیا آیت تحریم (حرمت علیکم امہاتکم الخ) سے متعہ کی منسوخیت پر استدلال تو یہ نہایت ہی بے معنی ہے اس لئے کہ آیت تحریم میں تو حرام عورتوں کی تفصیل بتائی گئی ہے ان عورتوں سے نہ نکاح ہو سکتا ہے نہ متعہ لہذا اس آیت کا متعہ کی تنسیخ سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کے علاوہ آیت تحریم آیت متعہ سے پہلے واقع ہوئی ہے بلفرض محال اگر اس میں نسخ کی صلاحیت ہوتی تب بھی اپنے بعد والی آیت کو کیسے منسوخ کر سکتی تھی ۔ ۔ ۔ !! (ہم نے اس مرحلہ گفتگو میں حجۃ الاسلام والمسلمین جناب علامہ محمد حسین طبا طبائی کی تفسیر المیزان ج ۴ ص ۲۹۲۔ ۲۹۳ تہران سے استفادہ کیا ہے۔)

میں سمجھتا ہوں کہ ہر سادہ آدمی، آیت متعہ کی تنسیخ کے لئے علماء امت کا مذکورہ اضطراب و انتشار دیکھ کر آسانی سمجھ سکتا ہے کہ محض قیاسی گھوڑے دوڑائے گئے ہیں اسی لئے کسی نے کسی آیت کو، منسوخ قرار دیا کسی دوسرے نے کسی دوسری آیت کو، ایک آیت پر اتفاق ممکن نہ ہو سکا کہ حقیقتاً آیت متعہ منسوخ ہوئی ہی نہیں ہے۔ گروہی عقائد کے تحفظ کیلئے دور از کار تاویلوں سے تمسک کی کوشش کی گئی ہے جو بہرحال عقلاء کے

تو دیک کوئی مہرم نہیں رکھتی ۔ ۱۱!

حقیقت یہ ہے کہ ان علماء کرام سے یہ غلطیاں اس لئے ہوئی ہیں کہ انھوں نے حلال خدا کو حرام بنانے کے لئے قرآنی قانون نسخ سے آنکھیں بند کر کے ذہنی اندھیرے میں قیاسی گھوڑے دوڑانا شروع کر دیئے قرآن کریم نے قانون نسخ کو بڑے واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

قرآنی قانونِ نسخ

ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا، الم تعلم ان اللہ علی کل شئی قدیر[1]

جو آیت ہم منسوخ کر تے ہیں یا فراموش کرا دیتے ہیں تو لاتے ہیں دوسری بہتر اس سے یا کم از کم اس جیسی، کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے

(ترجمہ پیر کرم شاہ ضیاء القرآن ج اول ص ۸۳-۸۲ لاہور)

قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں قرآنی قانون نسخ کا اطلاق اس طرح ہوگا کہ منسوخ شدہ آیت جس موضوع میں تھی اسی موضوع میں زیادہ بہتر اور زیادہ ترقی یافتہ یا اسی مقصد کے لئے اس سے ملتا جلتا حکم، لیکن کسی نسخ سے زیادہ معتدل حکم دیا جانا ضروری ہے۔

مثلاً ابتدا میں جنسی کجروی میں گرفتار عورتوں کے لئے زیر نظر سزا تجویز کی گئی تھی واللتی یاتین الفاحشۃ من نسآئکم

---

[1] القرآن پ البقرہ آیت

فاستشهدوا علیھن اربعۃ منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفاھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلا [۵]

اے نبی تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کریں تو تم ان پر اپنوں میں سے چار کی گواہی طلب کرو پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو تاآنکہ موت ان کو پورا پورا لے لے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راہ نکال دے۔

اسلامی معاشرے کی یہ خاص امتیاز ہے کہ وہ تہذیب و تمدن سے دور عورتوں کے بارے میں جس کوشش میں گرفتار عورتوں کے لئے تھا وہ سزا تجویز کی گئی کہ ان کو گھر کے کسی کونے کھدرے میں ڈال دیا جائے تاکہ وہ اپنی اوٹھل کرتوت میں مشغول رہیں یہ سزا جہاں ان عورتوں کے لئے تھی ان کے خاندان کے افراد کے لئے بھی پریشانی و تکلیف کا باعث تھی انہیں ان کی حفاظت اور ان کی خانہ داری تو خود خاندان ہی کو کرنا پڑتا تھا۔ اس کے علاوہ مرتکب جرم مردوں کے لئے کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی تھی اس لئے جب اسلامی معاشرہ مضبوط بنیادوں پر مستحکم ہو گیا تو اس سزا کو منسوخ کر دیا گیا اور اس کی جگہ لے تو ہر عورتوں و مرد، دونوں مردوں کے لئے سو کوڑوں کی سزا تجویز کی گئی اور شادی شدہ عورتوں اور مردوں کو رجم کی سنگ ساری کی سزا دی گئی جیسے کہ قرآن کریم میں نازل کیا گیا ہے

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ

۵ قرآن پاک سورۃ النساء

جلدة ۔ ولا تأخذكم بهما رأفة في دين
الله إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر
وليشهد عذابهما طائفة من المؤمنين[1]

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مردوں میں سے ہر ایک
کو سو سو کوڑے لگاؤ اور اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان
رکھتے ہو تو خدا کے قانون کے مطابق سزا جاری کرنے میں ان
دونوں کے متعلق تمہیں رحم نہ آجائے اور چاہیئے کہ ان دونوں
کی سزا کے وقت مومنوں کا ایک گروہ موجود رہے ۔

شوہر دار عورت اور شادی شدہ مرد کے لئے سنگساری کی سزا آیت رجم میں مذکور ہوئی جو منسوخ التلاوہ ہے لیکن اس کے حکم پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے اس وقت تک عمل ہوتا رہا ہے یعنی شادی شدہ جوڑوں کی سزا کی اس نوعیت پر اجماع امت مسلمہ ہے بہرحال سورۃ نساء کی آیت کا حکم سورہ نور کی آیت اور آیت رجم سے منسوخ کر دیا گیا اور یہ تنسیخ بالکل عقل کے مطابق ہے کہ سابقہ سزا چنداں مؤثر نہیں تھی رائج سزا بڑی مؤثر اور خوفناک کوڑے کی بڑی گہری تاثیر رکھتی ہے لیکن دونوں آیتوں کا موضوع زنا کے مجرموں کی سزا ہے پہلی سزا ایک حد تک غیر مؤثر اور ناقص تھی کہ اس میں مردوں کا ذکر نہیں تھا اس لئے اس کو ختم کر دیا گیا اور زیادہ موثر و مکمل سزا تجویز کر دی گئی ۔

---

[1] قرآن پ نور آیت

آیت متعہ میں صرف بیان کی تسکین اور تحفظ عفت کا ... صاحب وسیع
... ہے اگر یہ حکم معطل ہو تو لازم ہے کہ صرف حد کی تسکین
اور تحفظ عفت کے لئے زیادہ سے زیادہ شرائط عائد کر دی جائیں جبکہ یہ بات
... کوئی آیت موجود نہیں ہے۔ اس لئے **قرآنی قانون نسخ**
کے سلسلہ میں آیت متعہ منسوخ ہی نہیں ہوئی حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی طرف بھی ذخیرۂ احادیث میں کوئی نسبت ایسی موجود نہیں
ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ آیت متعہ منسوخ ہو گئی ہو
لہٰذا متعہ کا حکم آج بھی جاری اور نافذ ہے۔

تاہم اگر کوئی صاحب متعہ کرنا پسند نہ کریں تو وہ بے تک متعہ
نہ کریں اس لئے کہ متعہ مباح ہے واجب نہیں خود نکاح بھی واجب نہیں
ہے وہ بھی مباح ہے۔ لیکن حلال خدا کو حرام کہنا سراسر گمراہی و ضلالت کا موجب
ہے اس لئے ہر مسلمان کو احتیاط کرنا چاہئے زیادہ وضاحت کے لئے
گذارش ہے کہ اسلام میں کتنی عورتیں حلال ہیں ایک صاحب اس
کا جواب یہ دیں گے کہ چار بیویاں اور جتنی لونڈیاں، مگر اہل تشیع اجیرہ اور گشت
کرنے والیوں کو بھی اسلام نے حرام نہیں کیا حق تو یہ ہے کہ ان سب سے
بڑھ کر حلال ہونا اسلام ہی نے حلال کیا ہے اور حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو چیز اللہ نے حرام کی ہے خواہ کوئی نام رکھ کر
یا بدل کر۔

اس حدیث سے سنت نبوی کے ذریعے سے صراحت و حرمت
متعہ کا سوال ہے اس تعلق میں ایک عجیب و غریب انتشار کیا گیا
جاتا ہے جس کی مثال کسی دوسرے مسئلہ میں موجود نہیں ہے۔ علامہ

ابوبکر جصاص متعہ کی حرمت وحلّت کی تفصیل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں

ابیحت فی صدر الاسلام عام اوطاس وھو عام فتح وعمرۃ القضاء وحرمت یوم خیبر و غزوۃ تبوک وحجۃ الاسلام [1]

متعہ ابتدائے اسلام، فتح مکہ، اوطاس اور عمرہ قضا کے سال مباح ہوا اور جنگ خیبر، غزوہ تبوک اور حضور کے حج آخر کے زمانے میں حرام ہوا۔

"صحیح مسلم" کے مطابق ملاحظہ فرمایئے

ابیحت ثم نسخت، ثم ابیحت ثم نسخت ثم ابیحت ثم نسخت [2]

۱۔ متعہ مباح ہوا پھر منسوخ ہوا (۲) پھر مباح ہوا پھر منسوخ ہوا (۳) پھر مباح ہوا پھر منسوخ ہوا

علامہ زرقانی نے متعہ کی حلّت وحرمت کو سات بار بتلایا ہے۔ فرماتے ہیں

ابیحت سبعاً ونسخت سبعاً نسخۃ بخیبر وحنین وعمرۃ القضاء وعام الفتح وعام اوطاس وغزوۃ تبوک وحجۃ الوداع [3]

متعہ سات مرتبہ مباح ہوا اور سات مرتبہ منسوخ ہو منسوخ ہوا خیبر میں، حنین اور غزوہ تبوک میں۔ فتح مکہ اور غزوہ اوطاس

---

[1] احکام القرآن ج ۲ صـ۱۸۲ [2] صحیح مسلم مترجم ج ۲، ۱۱ صـ۳۹۲

[3] شرح موطا للزرقانی ج ۲ صـ۲۲

اور حجۃ الوداع کے سال (مذکورہ حوالے علامہ عبدالحسین احمد امینی کی کتاب الغدیر ج ۶ صہ ۲۲۵ بیروت سے لئے گئے ہیں)

سنن ابن ماجہ میں نکاح متعہ کے ضمن میں کچھ احادیث اباحت اور اس کی منسوخیت سے متعلق موجود ہیں جن میں ایک حدیث غزوہ خیبر کے بارے میں ہے جس میں متعہ اور پالتو گدھے کی حرمت ذکر کی گئی ہے۔ مترجم نے اس پر جو حاشیہ لکھا ہے وہ ملاحظہ کیجئے

حاشیہ ۱: متعہ کا نکاح یہ ہے کہ ایک میعاد معین تک نکاح کرے جیسے ایک دن، دو دن، ایک ہفتہ، ایک ماہ، ایک سال یا اس سال کے لئے۔ یہ نکاح اول اسلام میں حلال تھا پھر حرام ہوگیا، پھر حلال ہوا پھر حرام ہوا پھر قیامت تک کے لئے حرام ہوگیا لیکن بعض لوگ اس کی حرمت سے مطلع نہیں ہوئے اور اباحت کے قائل رہے۔

حاشیہ ۲: بعضوں نے کہا ہے کہ یہ ممانعت اس لئے نہیں تھی کہ پالتو گدھا حرام ہے بلکہ اس وجہ سے کہ لوگوں نے یہ حاضر مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے لے لئے تھے اور ان کا گوشت پکنے کے لئے چڑھا دیا تھا۔ چونکہ امام مالک کے نزدیک پالتو گدھا حلال ہے۔ بس یہی احتمال متعہ میں بھی قائم ہوسکتا ہے علاوہ اس کے جنگ خیبر کے بعد مکہ فتح ہوا اور فتح مکہ میں متعہ پھر حلال ہوا تھا جیسے دوسری حدیث سے ثابت ہے لہذا یہ ممانعت حرمت کی دلیل نہیں ہوسکتی [1]

---

[1] سنن ابن ماجہ ج دوم صہ ۶۳

متعہ کی حلت و حرمت کا یہ گورکھ دھندا اتنا دلچسپ ہے کہ خاص امام شافعی کو بھی اس پر حیرانی اور تعجب کا اظہار کرنا پڑا ہے اور فرمایا ہے

لا اعلم فی الاسلام شیئا أحل ثم حرم ثم أحل ثم حرم غیر المتعة [1]

مجھے اسلام میں متعہ کے سوا کوئی ایسی چیز معلوم نہیں جو حلال کی گئی ہو پھر حرام کی گئی ہو پھر حلال کی گئی ہو، پھر حرام کی گئی ہو۔ ۔ ۔ ۔ ؟؟

بہرحال حلت و ممانعت متعہ کے اس عجوبہ سے بس اتنی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان متفکرین کرام کے نزدیک شریعت اسلام ایک مذاق ہے اور اللہ و رسول کا قانون ایک تماشہ ٹھہرا جبھی حاجی موم کی ناک کہ جب جی چاہا حرام کہہ دیا اور جب جی چاہا حلال کہہ دیا۔ حالانکہ بقول امام شافعی اس تماشے کی کوئی دوسری مثال موجود نہیں ہے تو اس لئے بجا طور پر یہ عرض کیا جا سکتا ہے کہ متعہ کی مشروعیت اور اس کا جواز حضرت عمرؓ کے زمانے تک محل بحث نہیں تھا۔ صرف حضرت عمرؓ کے حکم کے بعد ان کے حکم کو تحفظ دینے کے لئے بے معنی ہاتھ پیر مارنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بہت سے مفسروں نے آیت متعہ کو آیت محکمہ تسلیم کیا ہے علامہ جار اللہ زمخشری آیۃ متعہ فما استمتعتم بہ منھن الخ کے ذیل میں فرماتے ہیں " وعن عباس ھی محکمة لم تنسخ [2]۔

ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ آیۂ متعہ محکم آیت ہے منسوخ نہیں ہوئی

---

[1] تفسیر الخازن ج اول صفحہ ۵ [2] تفسیر کشاف ج اول صہ ۳۹۱

علامہ علاؤالدین علی بن محمد الخازن فرماتے ہیں کہ،

عن ابن عباس فی المتعة . فقیل عنك انّ الآیة محکمة وکان یرخص فی المتعة قال عمارة سألت ابن عباس عن المتعة أسفاح هی أم نکاح ؟ فقال لا سفاح ولا نکاح قلت فما هی ؟ قال متعة ، قال الله تعالیٰ فما استمتعتم به منهن الخ قلت هل لها عدة ؟ قال نعم حیضة ! قلت هل یتوارثان ؟ قال لا [1]

جناب ابن عباسؓ کا قول بیان کیا گیا ہے کہ آیت متعہ محکم آیت ہے اور ابن عباس ہمیشہ متعہ کی اجازت دیا کرتے تھے عمارہ کہتے ہیں میں نے ابن عباس سے متعہ کے متعلق پوچھا کہ وہ نکاح ہے یا سفاح ؟ انھوں نے کہا نہ نکاح ہے نہ سفاح میں نے پوچھا پھر کیا ہے ؟ تو انھوں نے کہا متعہ ہے جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے فما استمتعتم به منهن الخ میں نے کہا کیا متعہ میں عدت ہے ؟ انھوں نے کہا ہاں ایک حیض میں نے کہا کیا وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں ؟ کہا نہیں

محمد حسین بن مسعود البغوی فرماتے ہیں ۔۔

وکان ابن عباس رضی الله عنهما یذهب الی انّ الآیة

---

[1] تفسیر خازن ج اوّل صفحہ ۵۰

محکمة وترخص فی نکاح المتعة، وروی عن ابی نضرة قال اسئلت ابن عباس رضی اللہ عنہما عن المتعة فقال ما تقرأ فی سورة النساء "فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی" قلت لو قرأتها هکذا قال ابن عباس رضی اللہ عنہ هکذا انزل اللہ ثلاث مرات[1]

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آیت متعہ کو آیت محکمہ سمجھتے تھے اور نکاح متعہ کو جائز جانتے تھے۔ ابو نضرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعہ کے متعلق پوچھا تو کہنے لگے کیا تم سورۃ نساء میں آیت متعہ "فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی" نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا اس طرح سے تو نہیں پڑھتا۔ تو جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے تو یہ آیت اسی طرح نازل فرمائی ہے اور یہ بات آپ نے تین بار دہرائی یعنی زور دے کر کہی ۔ ۔ ۔ ۔"

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :۔

واخرج عبد الرزاق و ابو داؤد فی ناسخه وابن جریر عن الحکم انه سئل عن هذه الآیة أمنسوخة قال لا قال علی لولا ان عمر نهی عن المتعة ما زنی الا شقی[2]

عبدالرزاق، ابو داؤد اور ابن جریر نے حکم کا قول بیان کیا ہے

---

[1] تفسیر بغوی بر حاشیہ تفسیر خازن ج ۱ ص ۵۰۲

[2] تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۴۰

کہ مرصوف سے آیت متعہ کے متعلق پوچھ گیا کہ یہ آیت منسوخ ہے تو آپ نے کہا نہیں منسوخ نہیں ہے اور حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا کہ اگر عمرؓ متعہ سے منع نہ کرتے تو بدبخت کے علاوہ کوئی زنا نہ کرتے۔

علامہ فخر الدین رازی عمران بن الحصین کا متعہ کے متعلق نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وانّ عمران بن الحصین فانه قال: نزلت آیة المتعة فی کتاب الله تعالیٰ ولم تنزل بعدها آیة تنسخها وامرنا بها رسول الله صلی الله علیه وسلّم وتمتعنا بها ومات ولم ینهنا عنه ثم قال رجل برأیه ماشاء[1]

عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ آیت متعہ کتاب خدا میں نازل ہوئی اور اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو اسے منسوخ کرتی اور اس آیت کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں حکم متعہ دیا اور ہم نے متعہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس حال میں رحلت فرمائی کہ حضورؐ نے ہمیں متعہ سے نہیں روکا پھر ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔ (۱۲) اور ظاہر ہے کہ کسی بھی شخص کی رائے خواہ وہ کتنی ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو قرآن شریعت کو تبدیل نہیں کر سکتی۔

---

[1] تفسیر کبیر ج ۱۰ صہ ۴۹

حضرت علی علیہ السلام کی رائے متعہ کے متعلق ہر شخص کو معلوم ہے کہ وہ حضرت متعہ کو امر مشروع جانتے تھے۔ علامہ رازی تحریر فرماتے ہیں

وروی محمد بن جریر الطبری فی تفسیرہ عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال: لولا ان عمرؓ نھی الناس عن المتعۃ ما زنی الا شقی[1]

محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت علی علیہ السلام کی فرمائش نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر عمرؓ لوگوں کو متعہ سے نہ روکتے تو بدبخت کے علاوہ کوئی زنا نہ کرتا

یعنی حضرت علی علیہ السلام کے نزدیک متعہ کی مشروعیت، اللہ و رسول کی طرف سے ثابت ہے صرف جناب عمرؓ نے لوگوں کو اس سے روکا ہے اور موصوف کے حکم کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے اسی لئے حضرت عمرؓ کے ارشاد کی روشنی میں باسواد اور فہیم مسلمان متعہ کرتے رہے ۔ ۔ ۔ ! اس لئے کہ درحقیقت جناب عمرؓ کا فرمان متعہ کی مشروعیت کی بڑی مضبوط دلیل ہے۔

امام راغب اصفہانی نے محاضرات ج ۲ صـ۹۲ پر علامہ یحییٰ بن اکثم قاضی بلخ کا یک بزرگ سے مناظرہ نقل کیا ہے۔

قال یحییٰ بن اکثم لبشیخ بالکسرۃ بمن اقتدیت فی جواز المتعۃ؟ قال بعمر بن الخطابؓ. قال کیف وعمرؓ اشد الناس فیھا؟ قال لان

---

[1] تفسیر کبیر ج ۱۰ صـ۵۰

الخبر الصحیح انه صعد المنبر فقال ان اللہ
ورسولہ قد احلا لکم متعتین وانی محرمهما
علیکم واعاقب علیهما، فقبلت شهادته ولم
نقبل تحریمه [1]

یعنی ابن اکوع نے شیخ سے کہا کہ تم نے حوالہ متعہ میں کس کی پیروی کی ہے؟ انھوں نے کہا عمر بن خطاب کی۔ قاضی حاوب نے فرمایا کس طرح؟ حضرت عمرؓ تو ممانعت متعہ میں بڑے سخت تھے۔ انھوں نے جواب دیا اس لیے کہ صحیح میں ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دن منبر پر تشریف لے گئے اور کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے دو متعے حلال کئے تھے میں ان کو حرام کرتا ہوں اور ان کے ارتکاب پر سزا دوں گا تو ہم نے ان کی گواہی قبول کرلی کہ خدا اور رسول نے متعۃ النساء اور متعۃ الحج کو حلال کیا ہے لیکن ان کے حکم ممانعت کو قبول نہیں کیا کہ آپ شارع نہیں ہیں صرف حاکم ہیں"

ممانعت متعہ سے متعلق حضرت عمرؓ کے حکم کی حیثیت

جو عقائد سے بڑھی ہوئی عقیدت اور محبت محبوب کی تائید و توثیق کے لئے، مبالغہ اور غلو کے راستے اتنا کر آمادہ اور تیار کرلیتی ہے حضرت عمرؓ نے ممانعت متعہ کا جو حکم صادر فرمایا تھا وہ صحیح طور پر ایک انتظامی حکم تھا لیکن بعد میں آنے والی نسلوں کے علماء نے حضرت

---

[1] تفسیر کبیر ج ۶ صفحہ ۲۷۲

عمرؓ کے حکم کو شرعی حکم ثابت کرنے کے لئے قرآن و سنت سے متعہ کی مشروعیت کے دلائل ہاتھ پیر مارے ۔ جبکہ خود جناب عمرؓ کے ارشاد کی روشنی میں ان کا حکم کوئی شرعی حکم نہیں تھا۔ اس لئے حکم متعہ کی مشروعیت کا افسانہ کج بحثی سے آگے نہ بڑھ سکا۔ حضرت عمرؓ کے الفاظ جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں متعۃ النساء اور متعۃ الحج رائج تھے، میں ان کی ممانعت کرتا ہوں اور ان کے مرتکب کو سزا دوں گا" ان کا انداز گفتگو اور کلام کا دروبست واضح دلیل ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے حکم کو انتظامی حکم کی حیثیت سے نافذ کر رہے ہیں اور اس شبہ کو دفع کرنے کے لئے کہ اس حکم کو کوئی حکم شرع نہ سمجھ بیٹھے (کہ شرع میں یعنی حکم خدا اور رسول میں تو متعہ امر مشروع ہے) فرمایا "میں اس کی ممانعت کرتا ہوں ۔ ۔ ۔" جن حالات میں حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا وہ انتظامی ممانعت کے متقاضی تھے جیسا کہ ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے جن کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا تھا: "اخرج مالک وعبد الرزاق عن عروۃ بن زبیر، ان خولۃ بنت حکیم دخلت علی عمر بن خطاب وقالت ان ربیعۃ بن امیہ استمتع بامرأۃ مولدۃ فحملت منہ فخرج عمر بن الخطاب یجر رداءہ فزعاً فقال ھذہ المتعۃ ؟ ولو کنت تقدمت فیھا لرجمت"[1]

مالک اور عبد الرزاق نے عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ خولہ بنت حکیم، جناب عمرؓ کے پاس آئیں اور کہا کہ

---

[1] تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۱۴۱

ربیعہ بن امیہ نے ایک کم عمر لڑکی سے متعہ کر لیا ہے اور وہ ان سے حاملہ ہو گئی ہے ۔ ۔ ۔ تو حضرت عمرؓ یہ سن کر غصے میں اپنی چادر زمین پر گھسیٹتے ہوئے باہر آئے اور فرمایا ، یہ ہے متعہ ۔ ۔ ۔ ؟؟ اگر میں پہلے متعہ کی ممانعت کا حکم کر چکا ہوتا تو سنگساری کا حکم دے دیتا ۔

دوسرا قصہ عمر بن حریث کا ہے ، حدثنی محمد بن رافع قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا ابن جریج قال اخبرنی ابو الزبیر قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول ، کنا نستمتع بالقبضۃ من التمر والدقیق ۔ الایام علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابی بکر حتی نھی عنہ عمر فی شان عمرو بن حریث ۔

ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ ، ہم برابر مٹھی بھر کھجوروں اور آٹے کے عوض جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے زمانے میں متعہ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن حریث کے قصے میں اس کی ممانعت کر دی ۔ *

* صحیح مسلم مترجم ج ۲ صہ ۳۶۲

عمرو بن حریث کا قصہ یہ ہے : عن جابرؓ قال قدم عمرو بن حریث الکوفۃ فاستمتع بمولاۃ فاتی بھا عمر فبلی فسائلہ فاعترف قال فذلک حین نھی عنھا عمرؓ [۵]

جناب جابرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن حریث صحابی رسول، کوفہ آئے اور وہاں انھوں نے ایک کنیز سے متعہ کیا، وہ کنیز حضرت عمرؓ کے پاس لائی گئی تو حاملہ تھی، آپ نے حضرت عمرو بن حریث سے دریافت کیا، انھوں نے اقرار کرلیا۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے متعہ کی ممانعت کردی۔

پہلے واقعہ میں ربیعہ بن امیہ نے ایک کم عمر لڑکی سے متعہ کرلیا تھا اور ظاہر ہے کہ کنواری لڑکی سے متعہ مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے قصہ میں عمرو بن حریثؓ نے ایک کنیز سے متعہ کرلیا تھا، ممکن ہے کہ انھوں نے اس کنیز کے آقا سے اجازت نہ لی ہو۔ ان دونوں واقعات کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے یہ ضروری سمجھا کہ متعہ کو انتظاماً ممنوع قرار دیں تاکہ لوگ شرعی جواز سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں۔ یہ تو متعہ کی ممانعت کا قصہ ہے۔ اگر عقد متعہ سے بھی کوئی مفسدہ پیدا ہوتا ہو تو حاکم وقت یا قاضی کو ایسا نکاح روک دینے کا حق پہنچتا ہے لیکن یہ انتظامی اور وقتی حکم ہوگا۔ دائمی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔

نکاح متعہ از روئے قانون اسلام جائز ہے حضرت عمرؓ نے جیسے مذکورہ ناگوار واقعات کی وجہ سے ممنوع قرار دیا۔ اس حکم سے

[۵] فتح الباری ج ۹ ص ۱۲۷

متعہ کا شرعی جواز تمتعات شرعیہ نہیں ہوتا۔ ایک وقت خاص کے لئے اس پر علیٰ آمد ملتوی سمجھا جائے گا مثلاً ایک سڑک پر سے پانچ یا اس سے زیادہ آدمیوں کے گذرنے کا دستوری حق حاصل ہے لیکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کسی فساد کے خطرہ کے پیش نظر ایک وقتی انتظامی حکم نافذ کرکے اس سڑک پر سے چار سے زیادہ آدمیوں کے گذرنے کو ممنوع قرار دے دیتا ہے یہ وقتی ممانعت بالکل درست ہے کہ رفع خطرۂ فساد کے لئے کی گئی ہے لیکن اس سے عوام کا سڑک پر سے گذرنے کا حق ہمیشہ کے لئے سلب نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ سڑک پر سے کسی تعداد میں بھی گذرنا عوام کا دستوری حق ہے اور ممانعت قانونی ضرورت کے تحت ہے لہٰذا دستوری حق، قانون ضرورت کی حد تک معلق ہو جائے گا معدوم نہیں ہوگا اور ضرورت کے ختم ہوتے ہی خود بخود بحال ہو جائے گا ۔۔ یا اسی طرح سے حضرت عمرؓ کا حکم ممانعت متعہ، قانون ضرورت کے تحت نافذ ہوا اور متعہ کا دستوری حق بنص قرآن و حدیث و عمل اصحاب کرامؓ باقی و جاری رہا۔

قرآن کی آیت کے متعلق تو ہم تفصیلاً عرض کر چکے ہیں۔ ایک دفعہ آیت کو پھر دہرا دیجئے فما استمتعتم به منهن فآتوهن اجورهن فريضة [1]

جہاں تک احادیث رسول اور عمل صحابہ کا تعلق ہے تو ملاحظہ فرمائیے

عن قيس قال سمعت عبد الله بن مسعود يقول

---

[1] القرآن پ ۴ النساء آیت ۲۴

كنا نغزو مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس لنا نساء فقلنا : ان لا نستحصي ؟ فنهانا عن ذلك ثم رخص لنا ان ننكح المرأة بالثوب إلى اجل ثم قرأ عبد الله : يا ايها الذين امنوا لا تحرموا طيبات ما احل الله لكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين [1]

قیس نے جناب عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت بیان کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں : ہم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عالم حرب و جنگ میں تھے اور ہمارے پاس عورتیں نہیں تھیں تو ہم نے کہا : ہم اپنے آپ کو خصی نہ کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حرکت سے منع کیا اور اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے کوئی کپڑا بطور مہر دے کر ایک مدت معین کے لئے نکاح کریں پھر جناب عبداللہ نے یہ آیت پڑھی اے ایمان والو اللہ نے تمہارے لئے جو پاکیزہ چیزیں حلال کی ہیں انھیں حرام مت کرو اور حد سے آگے نہ بڑھو، اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یعنی جناب عبداللہ بن مسعود نے متعہ کی مشروعیت کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ متعہ کو ناجائز سمجھنے والے حلال خدا کو حرام کرنے والے اور حدود خدا کو توڑنے والے ہیں اور بہرحال یہ طرز عمل کسی مسلمان کے لئے مناسب

[1] صحیح مسلم مترجم ج ۲ صفحہ ۳۶۲ - ۳۶۳

نہیں ہو سکتا۔

عن جابر بن عبد اللہ وسلمۃ ابن الاکوع قالا، خرج علینا منادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: ان رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد اذن لکم ان تستمتعوا یعنی متعۃ النساء [1]

جناب جابر بن عبد اللہؓ اور سلمہؓ ابن اکوع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منادی ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا کہ، بے شک اللہ کے رسول نے تم لوگوں کو متعہ کرنے کی اجازت دی یعنی متعۃ النساء کی۔

انہی سلمہ ابن اکوع اور جابر بن عبد اللہ سے دوسری حدیث اس طرح مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتانا فاذن لنا فی المتعۃ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں متعہ کی اجازت دی۔

قال عطاء قدم جابر بن عبد اللہ معتمرا فجئنا بمنزلہ فسألہ القوم عن اشیاء ثم ذکر والمتعۃ فقال، نعم استمتعنا علی عہد رسول اللہ وأبی بکر وعمر [3]

---

[1] صحیح مسلم مترجم ج ۲ صفحہ ۳۶۲ [2] صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۶۴

عطا کہتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ انصاریؓ عمرہ کرنے کے لئے آئے تو ہم ان سے ملنے ان کی جائے قیام پر گئے، کچھ لوگوں نے ان سے بعض مسائل کے متعلق دریافت کیا۔ اس کے بعد متعہ کا ذکر چھیڑا تو انھوں نے فرمایا: ہاں ہم حضور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت ابوبکر و عمرؓ کے زمانے میں متعہ کرتے رہے ہیں۔

عن الحسن بن محمد عن جابر بن عبداللہ و سلمۃ بن الاکوع قالا: کنا فی جیش فاتانا رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: انہ قد اذن لکم ان تستمتعوا! فاستمتعوا [1]

حسن بن محمدؒ بیان کرتے ہیں کہ جابر ابن عبداللہؓ اور سلمہ ابن اکوعؓ نے کہا کہ ہم ایک لشکر میں تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک قاصد آیا اور اس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم لوگوں کو متعہ کی اجازت دی ہے لہٰذا تم متعہ کرو۔

مذکورہ احادیث اور جلیل اصحاب سے آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہے کہ متعہ بحکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معمول اصحاب کرام تھا تاہم اس مرحلے پر بعض مفکروں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ لشکر کشی کے مراحل میں لوگوں کی عورتیں تو ساتھ ہوتی نہیں تھیں اس لئے متعہ کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اگر میدان جنگ میں جانا

---

[1] صحیح بخاری مترجم ج ۳ صہ ۸۲

لشکروں میں شریک ہونا اور اپنی بیویوں سے دوری، علت جواز متعہ تھی تو خلفاء راشدین کے دور حکومت، سلاطین بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانے اور اس کے بعد مغلوں اور ترکوں کے دور میں مسلمان فوجیں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ربع مسکون کے ہر حصے میں محاذ آرائی کرتی رہی ہیں اور اب ہمارے زمانے میں تو یہ علت اور یہ سبب زیادہ نمایاں طور پر موجود ہے کہ برسوں لوگ فوج میں شامل ہو کر سفروں میں رہتے ہیں اور ان کی بیویاں ان کے ساتھ نہیں ہوتیں اس لئے جب کہ علت باقی ہے تو حکم متعہ کے ختم کرنے کا کوئی جواز موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس سبب کی بنا پر متعہ کے جواز کو قبول کرنا ہی ہوگا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے زمین کے بڑے محدود حصے میں فوجیں جایا کرتی تھیں جب ان مختصر سے فوجی سفروں کے سبب سے متعہ جائز تھا تو حضور کے زمانے کے بعد تو سفروں کی طوالت کی کوئی حد ہی معین نہیں کی جا سکتی اس لئے جواز متعہ کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

جواز متعہ کا ایک نیا رُخ

بعض ذہین علماء اور مفسرین نے حضرت عمرؓ کے حکم کو تحفظات دینے کی خواہش میں جواز متعہ کا نیا زاویہ تجویز فرمایا ہے کہ جب لوگ اپنے وطن سے دور کسی اجنبی جگہ جاتے تھے تو یہ ضرورت ان کے لئے متعہ جائز تھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی آیئہ متعہ فما استمتعتم بہ منھن کے ذیل میں فرماتے ہیں

واخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس قال کان

متعة النساء فی اوّل الاسلام ، کان الرجل یقدم البلدة لیس معه من یصلح له ضیعته ولا یحفظ متاعه فیتزوج المرأة الی قدر ما یری انه یفرغ من حاجته فتنظر له متاعه وتصلح له ضیعته وکان یقرأ فما استمتعتم به منهن إلی اجل مسمّی [1]

بروایت ابن ابی حاتم جناب ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ متعۃ النساء صدر اسلام میں تھا اور صورت یہ ہوا کرتی تھی کہ ایک شخص کسی شہر میں آتا تھا اور اس کے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ ہوتا تھا جو اس کا ساز و سامان تیار کر دے اور اس کے مال و متاع کی حفاظت کرے چنانچہ وہ کسی عورت سے اتنی مدت کے لئے تزویج کر لیتا تھا جس میں اس کا کام پورا ہو جائے، پس وہ عورت اس کی پونجی کی حفاظت کرتی تھی اور اس کا کھانا وغیرہ تیار کرتی تھی اور ابن عباسؓ اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے فما استمتعتم به منهن إلی اجل مسمّی

اس صورت اباحت متعہ پر ایک ذہین عالم جناب حارمی نے بڑا خوبصورت حاشیہ تجویز فرمایا ہے

وقال الحارمی انّه (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لم یکن ابا حها لهم قطّ وهم فی بیوتهم واوطانهم

---

[1] در منثور ج ۲ ص ۱۳۹

وانما اباحہا لھم فی اوقات بحسب الضرورات ۔

جناب حارثی نے فرمایا ہے کہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے لئے متعہ کو مباح قرار نہیں دیا جبکہ وہ اپنے گھروں اور وطنوں میں ہوتے تھے، ہاں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے مختلف اوقات میں، مختلف ضرورتوں کے تحت متعہ کو جائز قرار دیا تھا۔"

یعنی مطلب شاعر یہ ہے کہ جب اصحاب کرامؓ کا کاروبار یا میل ملاقات کے لئے اپنے ہم وطنوں سے دور ہوتے تھے تو وطن اور گھروں سے دوری کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعہ کو مباح کر دیا تھا گویا ان بزرگوار کے نزدیک علت متعہ کا سبب وطنوں سے دوری تھی لیکن حضرت یہ سوچنا بھول گئے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور کے بعد وطنوں سے دوری کے بہت زیادہ دوگنی پیدا ہو گئے تھے اور لوگ برسہا برس وطن سے دور رہتے تھے اور یہ وطن سے دوری کا سلسلہ ہر زمانے میں جاری و ساری رہا ہے فرق صرف اتنا پڑا ہے کہ صدر اسلام میں مکہ سے مدینہ، مدینہ سے کوفہ، کوفہ سے بصرہ، بصرہ سے دمشق اور دمشق سے قاہرہ وغیرہ چلے جاتے تھے لیکن جیسے جیسے اسلام آگے بڑھا مسلمان تجارتی، تبلیغی اور تربیتی ضرورتوں کے لئے ہندوستان، چین، افریقہ، یعنی ایشیا اور یورپ کے کم و بیش تمام ملکوں میں سفر کرنے لگے اور آجکل تو مسلمان دنیا کے ہر گوشے کا تعلیمی، تجارتی، تربیتی اور تبلیغی مقاصد کے لئے سفر کرتے ہیں اور برسہا برس اپنے گھروں

اور بیوی بچوں سے دور رہتے ہیں۔ آجکل تو تعلیم و تربیت ہی کے لئے دس دس، پندرہ پندرہ سال تک لوگ بیرونی ممالک میں قیام کرتے ہیں تو اگر وطن سے دوری سبب جواز متعہ تھی تو یہ سبب زیادہ سنگین صورت میں دور رسالت کے بعد آج تک موجود رہا ہے، اس لئے جب یہ سبب باقی ہے تو متعہ کے جواز کو ختم کرنا صرف شاعری ہی ہو سکتی ہے شریعت نہیں ہو سکتی ۔ ۔ ۔ !! شریعت تو یہی ہے کہ لوگوں کو حرام سے بچنے کے لئے خدا اور رسول کے علما کئے ہوئے جائز ذریعہ تسکین نفس و حفظ عفت یعنی متعہ کو جائز سمجھا جائے ۔ ۔ ۔ !!

آیت متعہ کے متعلق ایک دلچسپ اجتہاد

بعض طباع اور منچلے علماء نے جب یہ محسوس کر لیا کہ قرآن و حدیث سے تو متعہ کے جواز میں کوئی شبہ پیدا ہوتا ہی نہیں ہے اس لئے انھوں نے ایک نئے اجتہاد کا سہارا لیا اور وہ یوں کہ آیت متعہ آیۂ متعہ نہیں ہے بلکہ اس میں نکاح کا ہی حکم دیا گیا ہے جیسا کہ بعض مفسروں کا ارشاد ہے

المتعة ليست مرادة من هذه الآية والمعنى قوله فما استمتعتم به منهن ما انتفعتم وتلذذتم بالجماع من النساء بالنكاح الصحيح فآتوهن اجورهن اى مهورهن كذا قال الحسن والمجاهد [1]

اس آیت سے مراد متعہ نہیں ہے بلکہ خداوند عالم کی فرمائش

---

[1] تفسیر مظہری ج ۲ ص ۸۰

فما استمتعتم به منهن کے معنی یہ ہیں کہ تم عورتوں سے نکاح صحیح کے بعد جماع کر کے جو لذت اور فائدہ حاصل کرو تو اس صورت میں اُن کے مہر دے دو۔ حسن اور مجاہد کی یہی رائے ہے۔

خاتم صدیق حسن خاں صاحب نے اسی رائے کو دہرایا ہے:

فما استمتعتم به منهن الآية وقد اختلف اهل العلم فی معنی الآية فقال الحسن والمجاهد وغيرهما المعنی فيما انتفعتم وتلذذتم بالجماع من النساء بالنكاح الشرعی فآتوهن اجورهن ای مهورهن[1]

اور اہلِ علم نے آیت کے معنی میں اختلاف کیا ہے حسن اور مجاہد نے فما استمتعتم به منهن کے معنی یہ لئے ہیں کہ جب تم نکاح شرعی کے بعد عورتوں سے جماع کی لذت اور فائدہ حاصل کرو تو اُن کو مہر دے دو"

حقیقت یہ ہے کہ کسی ملت اور قوم نے بھی اپنی شریعت کے ساتھ یہ مذاق روا نہیں رکھا ہے جو مسلمانوں نے اسلامی شریعت کے ساتھ جائز رکھا۔ یہ درست ہے کہ قرآن کریم میں مجمل مطالب کی وضاحت کا طریقہ استعمال کیا گیا ہے اور مسلمانوں نے یہ قانون تسلیم کیا ہے کہ "القرآن یفسّر بعضه بعضاً" قرآن کی بعض آیتوں

---

[1] نیل المرام ص۱۵۵ (یہ کتاب خیر پور پبلک لائبریری میں موجود ہے)

کی تشریح بعض دوسری آیتیں کرتی ہیں۔ یعنی اگر ایک جگہ کوئی بات مجمل کہی گئی ہے تو دوسری جگہ اس کی وضاحت اور تشریح کر دی گئی ہے۔ تاکہ قاری ذہنی اضطراب کا شکار نہ رہے۔ ظاہر ہے کہ اس قاعدے کی روشنی میں قرآن کریم کے طرز خطاب اور انداز کلام کا تقاضا یہ ہے کہ اگر نکاح کا تذکرہ مجمل کیا گیا ہوتا تو دوسری آیت میں اس کی تفصیل کر دی جاتی لیکن قرآن کریم کی آیات گواہ ہیں کہ آیت متعہ سے پہلے حکم نکاح کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا:

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعولوا واٰتوا النساء صدقاتھن نحلۃ [1]

اور عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں تو دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کر لو لیکن اگر یہ ڈر ہو کہ تم ان میں عدل نہ کر سکو گے تو صرف ایک سے نکاح کرو یا وہ لونڈیاں جو تمہاری ملکیت ہیں۔ یہ طریقہ ناانصافی سے بچنے کے لئے زیادہ مناسب ہے اور عورتوں کے مہر ان کو خوشی خوشی دے دو۔ وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واٰتیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا اتاخذونہ بھتانا واثما مبینا [2]

---

[1] القرآن پ۴ النساء آیت ۳ [2] القرآن پ۴ النساء آیت ۲۰

اگر تمہارا ارادہ ہو کہ ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کر لو تو جو مال کثیر تم اسے دے چکے ہو اس میں سے ہرگز کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم کھلم کھلا گناہ کر کے اور بہتان لگا کر اپنا مال واپس لینا چاہتے ہو (زمانہ جاہلیت کی طرح)

وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم الا ان یعفون او یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح [1]

اگر تم اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو اور تم ان کا مہر تو مقرر کر ہی چکے تھے، تو جو مہر تم نے مقرر کیا تھا اس کا آدھا آدھا ادا کرو مگر یہ کہ وہ اپنا حق معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

مذکورہ بالا آیتوں میں حکم نکاح اور مہر کی ادائیگی کے واضح احکام اس طرح بیان کیے گئے ہیں جن میں کوئی خفا نہیں ہے۔ یہ بتلا دیا گیا ہے کہ اگر عورت سے بعد نکاح نزدیکی کر لی جائے تو پورا مقررہ مہر دینا ہوگا اور اگر نزدیکی سے پہلے طلاق دے دیا گیا تو آدھا مہر ادا کرنا ضروری ہوگا۔ اتنے روشن احکام کے بعد بھی اگر فما استمتعتم بہ منھن الخ میں نکاح کا ہی ذکر ہے تو ایک واضح حکم کو چیستان اور پہیلی میں تبدیل کرنا ہے ۔ ... اور یہ قرآن کریم کے انداز تکلم اور مزاج شریعت کے خلاف ہے۔

---

[1] القرآن پ۲ البقرہ آیت ۲۳۷

اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ آیت فما استمتعتم بہ منھن الخ میں "نکاح مؤقت" کا حکم دیا گیا ہے اور اس لئے اس کو لفظ "استمتاع" سے بیان کیا گیا تاکہ قاری اس کو پہلا حکم ہی نہ سمجھ بیٹھے یعنی حکم نکاح اور اسی وجہ سے تمام مفسرین نے آیت فما استمتعتم سے حکم متعہ ہی سمجھا ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے فرمایا ہے۔

وقال الجمہور ان المراد بھذا الآیۃ نکاح المتعۃ الذی کان فی صدر الاسلام ویؤید ذلک قراءۃ ابی بن کعب وابن عباس وسعید بن جبیر:
فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی فآتوھن اجورھن [1]

اگر جمہور نے کہا ہے کہ اس آیت سے مراد نکاح متعہ ہے جو صدر اسلام میں تھا اور اس حقیقت کی تائید و توثیق کرتی ہے ابی بن کعب، ابن عباس اور سعید بن جبیر کی قرأت

صدر اسلام کی قید بڑی دلچسپ ہے نواب صاحب یہ بھول گئے کہ آیہ متعہ مدنی آیت ہے اور "صدر اسلام" کا اطلاق حضورؐ کی مکی زندگی کے ابتدائی دور پر ہو سکتا ہے ۔ ۔ ۔ !!

جناب فخر الدین رازی لکھتے ہیں: ان المراد بھذہ الآیۃ ھکذا المتعۃ وھی عبارۃ عن ان یستاجر الرجل المرأۃ بمال معلوم الی اجل معین فی

---

[1] نیل المرام صفحہ

جامعہاء واتفقوا علی انّها کانت مباحة فی ابتداء الاسلام [1]

بے شبہ اس آیت کا مقصود حکم متعہ ہی ہے اور متعہ کے معنی یہ ہیں کہ مرد کسی عورت سے وقت معین کے لئے مہر معلوم کے ساتھ ربط پیدا کرے اور اس سے جنسی فعل کرے۔ عالم اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ متعہ ابتدائے اسلام میں مباح تھا۔"

جناب رازی صاحب بھی یہ بھول گئے ہیں کہ "ابتدائے اسلام" سے مدنی آیت متعلق نہیں ہو سکتی ... ...!! اسلام کی ابتدا مکہ میں ہوئی ہے اور مکہ ہی کے عرصہ قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسلام کا ابتدائی زمانہ کہا جائیگا۔

جناب علامہ خازن بغدادی فرماتے ہیں:۔

وقال قوم المراد من حکم الآیة هو نکاح المتعة وهو ان ینکح امرأة إلی مدة معلومة بشئ معلوم واذا انقضت تلک المدة بانت منه بغیر طلاق ویستبرئ رحمها ولیس بینهما میراث وکان هذا فی ابتداء الاسلام [2]

اور قوم نے کہا ہے کہ حکم آیت سے مراد نکاح متعہ ہے اور متعہ یہ ہے کہ ایک مرد کسی عورت سے مہر معین کے ساتھ مدت مقررہ کے لئے نکاح کرلے، پس جب یہ مدت

---

[1] تفسیر خازن ج اوّل صفحہ

ختم ہوگی تو وہ عورت اس شخص سے بغیر طلاق کے جدا ہو جائے گی اور اپنے رحم کا استبراء کرے گی یعنی عدہ رکھے گی اور ان دونوں میں میراث نہیں ہے اور یہ متعہ ابتدائے اسلام میں ہوا کرتا تھا۔

میرا خیال ہے کہ یہ "ابتدائے اسلام" کا جملہ مفسرین کرام بغیر سوچے سمجھے رواجاً لکھ جاتے ہیں ۔ اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں تو متعہ تھا ہی نہیں اس کا حکم تو مدنی زندگی میں نازل ہوا ہے۔ چونکہ یہ حضرات جواز متعہ سے انکار تو کر نہیں سکتے محض بات کی پچ کے لئے ابتدائے اسلام کا تذکرہ کر دیتے ہیں جو خود ان لوگوں کے عقیدے کی تکذیب کے لئے کافی ہے۔

علامہ جار اللہ زمخشری فرماتے ہیں

فما استمتعتم به منهن فآتوهن اجورهن فريضة ، قيل نزلت فى المتعة التى كانت ثلاثة ايام حين فتح الله مكة على رسوله عليه الصلوٰة والسلام ثم نسخت ، كان الرجل ينكح المرأة وقتاً معلوماً ليسة أو ليلتين أو اسبوعاً بثوب أو غير ذلك ويقضى منها نطره ثم يعتزمها ثمنت متعة لاستمتاعه بها أو لتمتعيه لها لما يعطيها[1]

کہا گیا کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی جو تین

---

[1] تفسیر کشاف ج اول ص ۲۹۱

دن کے لئے جائز تھا جبکہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر مکہ کو فتح کیا۔ پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی اور متعہ یہ تھا کہ ایک مرد، ایک عورت سے نکاح کرتا تھا وقت مقرر کے لئے، ایک رات، دو راتیں یا ایک ہفتہ کے لئے، مہر میں کپڑا یا کچھ اور دے کر اس سے پوری کر لیتا تھا پھر اس کو رخصت کر دیتا تھا اس طرز نکاح کا نام "متعہ" اس لئے رکھا گیا کہ مرد عورت سے استمتاع کرتا تھا یا عورت کو جو کچھ دیتا تھا اس کے بدلے میں فائدہ اٹھاتا تھا۔

علامہ زمخشری نے "متعہ کے متعلق اپنے اضطراب ذہنی کو چھپانے کی بڑی کوشش کی ہے مگر ان کی یہ کوشش لطیفہ بن گئی، جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ:

"متعہ فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لئے جائز ہوا تھا پھر منسوخ ہوگیا" لیکن اس کی تفصیل لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "متعہ ایک رات، دو رات یا ایک ہفتہ کے لئے کر لیا جاتا تھا۔" کوئی جار اللہ صاحب سے کیونکر پوچھے کہ جب متعہ فقط تین دن ہی کے لئے جائز ہوا تھا تو اصحاب نبی "ایک ہفتہ" کا متعہ کیسے کرتے تھے ..؟ حقیقت یہ ہے کہ زبان ہو یا قلم حق جاری ہو کر ہی رہتا ہے۔

علامہ طوسی فرماتے ہیں۔

انما استمتعتم بہ منھن الخ وقال آخرون ھو

نکاح المتعة وهو التمتع المرأة إلى مدة فاذا انقضت تلك المدة بانت منه بلا طلاق و يستبرئ رحمها وليس بينهما ميراث وكان ذلك مباحاً في ابتداء الاسلام [1]

اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ آیت سے مراد نکاح متعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت سے ایک مدت مقررہ کے لیئے نکاح کیا جائے جب یہ مدت ختم ہو جائے تو وہ مرد سے بلا طلاق جدا ہو جاتی ہے اور عدت رکھتی ہے، دونوں میں میراث نہیں ہوتی۔ اور یہ متعہ ابتدائے اسلام میں مباح تھا۔

جناب سید محمود آلوسی فرماتے ہیں۔

ولا نزاع عندنا في انها احلت ثم حرمت [2]

اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے کہ متعہ حلال تھا، بعد میں حرام ہو گیا۔ علامہ آلوسی نے حرمت متعہ سے متعلق جو بحث کی ہے اس میں یہی بیان کیا ہے کہ پہلے حلال تھا پھر حرام ہو گیا۔ پھر حلال ہو گیا پھر حرام ہو گیا گویا جناب آلوسی کے نزدیک، شریعت بچوں کا کھیل ہے کہ جب چاہا گھروندا بنا لیا اور جب چاہا بگاڑ دیا !!

حقیقت یہ ہے کہ متعہ کی حلت نسخ قرآن وحدیث میں اتنی واضح ہے کہ جس کو حرام ٹھیرانے کے لیئے کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا بقول

---

[1] تفسیر بغوی برحاشیہ تفسیر خازن ج ۱ ص ۵۱۰ [2] تفسیر روح المعانی ج ۵ ص ۵

جناب ابن عباسؓ متعہ تو امت محمدیہ کے لئے رحمت تھا اور رحمت ہے جیسا کہ فرمایا :

واخرج عبد الرزاق وابن المنذر من طریق عطاء عن ابن عباس قال یرحم اللہ عمرؓ ما کانت المتعۃ الا رحمۃ من اللہ رحم بھا امۃ محمدؐ ولولا نھیہ عنھا ما احتاج الی الزنی الا شقی وقال وھی التی فی سورۃ النساء فما استمتعتم بہ منھن الی کذا وکذا من الاجل سمی کذا وکذا قال ولیس بینھما وراثۃ فان مدالھما ان تبرا ضیا بعد الاجل فنعم وان تفرق فنعم ولیس بینھما نکاح واخبرانہ سمع ابن عباس یراہ لا ان حلالا [1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خدا عمرؓ پر رحم فرمائے متعہ تو اللہ کی طرف سے امت محمدیہ کے لئے ایک رحمت تھا اور اگر حضرت عمر اس سے منع نہ کرتے تو زنا کے لئے شقی کے علاوہ کوئی شخص مجبور نہ ہوتا۔ جناب ابن عباس نے فرمایا کہ یہ متعہ وہی ہے جس کا سورۂ النساء میں آیۂ فما استمتعتم بہ منھن میں حکم دیا گیا ہے کہ کسی بھی مدت مقررہ کے لئے، کسی بھی معینہ مہر پر متعہ کر لیا جائے اور یہ بھی فرمایا کہ ان دونوں میں وراثت نہیں ہے

---

[1] تفسیر درمنثور ج ۲ صـ ۱۴۱

پس اگر وہ دونوں راضی ہوں تو ختم مدت کے بعد مدت کا اضافہ کر سکتے ہیں۔ اور اگر چاہیں تو جدا ہو سکتے ہیں۔ جدائی کی شکل میں دونوں میں نکاح نہیں رہے گا اور عطاء نے یہ خبر بھی دی ہے کہ ابن عباسؓ متعہ کو حضرت عمرؓ کے باوجود اب بھی حلال جانتے ہیں۔

جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں :

فما استمتعتم به منهن فآتوهن اجورهن ۔ قال جماعة المراد بالاستمتاع عقد المتعة وهي عقد يرد بها ملك البضعة الى مدة معينة بمهر معين بانت المرأة بعد انقضاء تلك المدة بلا طلاق وتستبرئ رحمها وليس بينهما ميراث ولا تتمنى امرأة بها زوجة ولا الرجل زوجا روى عبدالرزاق مصنفه عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس انه كان يراها الآن حلالا ويقرأ فما استمتعتم به منهن قال وقال ابن عباس وفي حرف ابي بن كعب الى اجل مسمى قال وكان يقول يرحم الله عمرؓ ما كانت المتعة الا رحمة من الله يرحم الله بها عباده ولولا نهي عمرؓ ما احتيج الى الزنى الا قليلا[1]

ایک جماعت نے کہا ہے کہ استمتاع سے مراد عقد متعہ

---

[1] تفسیر مظہری ج ۲ صـ۱۰۰

ہے اور یہ متعہ ایک ایسا عقد ہے جس میں عورت پر تصرف کیا جاتا ہے، ایک معین مدت کے لئے، مقررہ مہر پر، مقررہ مدت ختم ہو جانے کے بعد عورت بغیر طلاق کے جدا ہو جاتی ہے اور اپنے رحم کا استبراء کرتی ہے یعنی عدہ رکھتی ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے اور عورت کو زوجہ اور مرد کو زوج نہیں کہا جاتا اور عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں ابن جریج اور ابن عطاء سے حضرت ابن عباسؓ کے متعلق یہ ذکر کیا ہے کہ وہ متعہ کو اب بھی حلال جانتے ہیں اور فما استمتعتم بہ منھن پڑھتے رہتے ہیں۔ عطاء کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ ابن عباسؓ کی قرأت میں إلی اجل مسمیٰ۔ موجود ہے عطاء نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن عباسؓ کہا کرتے تھے اللہ حضرت عمرؓ پر رحم نازل کرے۔ متعہ تو اللہ کی طرف سے رحمت تھا کہ اللہ نے متعہ کے ذریعے اپنے بندوں پر رحم فرمایا تھا اور اگر حضرت عمرؓ متعہ کی ممانعت نہ کرتے تو کوئی شخص کبھی بھی زنا کے لئے مجبور نہ ہوتا۔

نکاحِ مؤقت یعنی متعہ کی تعریف

مفسرین کرام اور علماء عظام کے مذکورہ بیانات اور تصریحات سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ متعہ ایک حکم شرعی ہے اور نکاح دائم کے علاوہ تحفظ عفت و پرہیزگاری کا ایک مستقل بالذات ذریعہ ہے وہاں متعہ کی تعریف بھی واضح ہو گئی یعنی متعہ عورت اور مرد کا وہ

ازدواج ہے جس میں مہر اور مدت معین ہوتے ہیں۔ مدت کے ختم ہوتے ہی عورت اور مرد میں جدائی ہو جاتی ہے اور عورت کو عدہ رکھنا ہوتا ہے۔ جدائی کے بعد عورت، مرد زوج اور زوجہ نہیں کہلاتے ظاہر ہے کہ نکاح دائم میں بھی طلاق کے بعد عورت اور مرد زوج اور زوجہ نہیں کہے جا سکتے

یہ تو متعہ کی وہ تعریف تھی جو سنی علمائے اسلام نے کی ہے، شیعہ علمائے اسلام نے متعہ کی جو تعریف کی ہے ہم وہ بھی پیش کئے دیتے ہیں تاکہ متعہ پر جو فضول اور بے معنی اعتراض کئے جاتے ہیں وہ اپنی موت آپ مر جائیں۔ یحدد الفقہاء النزوج المؤقت بانہ

عقد ازدواج بین طرفین معلومین إلی اجل معین
لمہر معین یذکر فی متن العقد، فاذا انتہی الأجل
أو وہب الزوج زوجتہ المدۃ انحلت العقد بینہما
دون حاجۃ إلی طلاق و تعتد الزوجۃ بحیضتین
وخمسۃ واربعین یوماً ان کانت لا تحیض وہی
فی سن من تحیض، وممّا ذا مات الزوج وہی فی
تلک المدۃ لحقتہا عدۃ الوفاۃ ومقدارہا اربعۃ
اشہر وعشرۃ ایام أو وضع الحمل ان کانت
حاملا وتاخذ ما بعدہما أحکاما والولد یلحق بابیہ
اذا تتہا دون الحضانۃ ونفقتہ علی الأب فی
اثنائہا وحکمہ حکم سائر اولادہما من حیث المیراث
وغیرہ بلا فرق اصلاً فہو ولد حقیقی لہما

له مالعیة لاولاد من احکام [illegible] زواج منقطع کی تعریف
نجتہادونے اس طرح کی ہے کہ ۔ متعہ دو معین اشخاص میں ایک
مدت مقررہ کے لئے مہر معین پر عقد کا نام ہے ۔ یہ مہر اور
مدت ، صیغۂ عقد میں ذکر کئے جائیں گے جب مدت مقررہ
ختم ہوجائے یا شوہر بیوی کو مدت بخشے ، دے تو یہ عقد ختم
ہوجاتا ہے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی اور زوجہ
دو حیضوں کی مدت کا عدہ رکھتی ہے یا اگر حیض نہیں آتا جیسا کہ
جن اس کا حیض آنے والی عورتوں کا سا ہے تو ۴۵ دن کا
لیکن اگر مدت متعہ کے دوران شوہر کی موت واقع ہوجائے
تو زوجہ پر عدۂ وفات لازم ہوگا جس کی مقدار چار مہینے
دس دن ہے اور اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک عدہ
ہوگا اور چار مہینے دس دن یا وضع حمل میں سے جو مدت
زیادہ ہوگی اس مدت کا عدہ شمار ہوگا ، بچہ ، پرورش کا
زمانہ گذر جانے کے بعد باپ سے ملحق ہوجائے گا اور
دوران پرورش بچہ کا نفقہ باپ پر ہوگا اور اس بچہ کا حکم
تمام دوسری اولاد کی طرح ہوگا میراث وغیرہ کے تعلق میں
کسی قسم کا کوئی فرق نہیں کیا جائیگا کیونکہ وہ ان کا حقیقی بچہ
ہے اس کے لئے وہی احکام جاری ہوں گے جو باقی اولاد
کے لئے ہیں ۔

سرکار آیۃ اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی اور سرکار

له الزواج المؤقت ص۱۵

آیۃ اللہ السید روح اللہ الخمینی دامت ظلالہا نے متعہ سے متعلق مسائل کے ذیل میں یہی کچھ افادہ فرمایا ہے۔ [۱]

ہمارے علماء کرام نے متعہ کی جو تعریف فرمائی ہے اس کا ایک ایک لفظ احادیث آئمہ اطہار علیہ السلام سے ماخوذ ہے جبکہ مولانا مودودی کا شیعوں پر یہ اتہام ہے کہ انھوں نے اباحت متعہ کا انتساب ائمہ اطہارؑ کی طرف بلا دلیل کر دیا ہے ۔ ۔ ۔ !! حقیقت یہ ہے کہ مودودی صاحب اور ان ایسے علماء نے اصحاب پیغمبرؐ اور آئمہ اطہار علیہم السلام پر بہتان باندھا ہے کہ وہ متعہ کے قائل نہ تھے جیسا کہ ہم دلائل ظاہرہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ تاہم مختصر طور پر ہم اباحت متعہ اور متعہ کی تعریف میں استعمال شدہ ایک ایک لفظ کے لئے آئمہ اطہار کی احادیث پیش کئے دیتے ہیں۔

اباحت وحلّت متعہ

محمد بن محمد بن نعمان المفید (فی رسالۃ المتعۃ) عن علی علیہ السلام وسائر الائمۃ علیہم السلام انھم قالوا باباحۃ المتعۃ [۲] جناب مفیدؒ نے رسالہ متعہ میں حضرت علی اور تمام آئمہ علیہم السلام کی احادیث نقل کی ہیں اور کہا ہے کہ ان سب نے اباحت متعہ کا حکم دیا ہے۔ عن ابی مریم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: المتعۃ نزل بھا القرآن وجرت بھا السنۃ من رسول اللہ [۳] امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا

---

[۱] توضیح المسائل للخمینی ص ۳۸۷ ۳۸۸ تحریر الوسیلہ للخمینی ج ۲ ص ۴۳۶ تا ۴۲۹

[۲] وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۴۴۰ [۳] وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۴۳۷

کہ متعہ قرآن میں نازل ہوا ہے اور رسول اللہ کی سنّت نے اس کو رائج کیا ہے عن زرارۃ قال جاء عبداللہ بن عمیر اللیثی إلی أبی جعفر علیہ السّلام فقال ما تقول فی متعۃ النساء؟ فقال احلّها اللہ فی کتابہ وعلی سنۃ نبیہ فہی حلال إلی یوم القیامۃ [1] جناب زرارہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمیر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ عورتوں سے متعہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا اللہ نے اپنی کتاب میں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سنّت کے ذریعے متعہ کو حلال کیا ہے چنانچہ یہ قیامت تک حلال ہے۔

عن أبی بصیر قال سألت أبا جعفر علیہ السلام عن المتعۃ؟ فقال: نزلت فی القرآن فما استمتعتم بہ منہن فآتوہن اجورہن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ [2] ابوبصیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: متعہ تو قرآن میں نازل ہوا ہے اور یہ آیت پڑھی فما استمتعتم بہ منہن الخ قال الرضا علیہ السلام: واحلّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم المتعۃ ولم یحرّمها حتی قبض [3] امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے متعہ حلال کیا اور آپ نے اس کو حرام نہیں کیا یہاں تک کہ رحلت فرمائی۔

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۷، صہ ۴۳۷ [2] وسائل الشیعہ ج ۷، صہ ۴۳۶
[3] وسائل الشیعہ ج ۷، صہ ۴۳۸

مقررہ مدت، معین مہر اور متعہ میں ان کا ذکر

عن زرارۃ عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: لاتکون متعۃ الا بامرین، اجل مسمّی و اجر مسمّی [1] امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: متعہ دو امروں کے بغیر نہیں ہوتا اور وہ ہیں مقررہ مدت اور معین مہر

عن اسماعیل بن فضل الہاشمی قال سئلت اباعبداللہ علیہ السلام عن المتعۃ فقال: مہر معلوم الی اجل معلوم۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: متعہ میں معین مہر اور مقررہ مدت ضروری ہے۔

عن ابی بصیر عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال، لابد من ان تقول فیہ ھذہ الشروط أتزوجک متعۃ کذا وکذا یوماً بکذا وکذا درھماً [2] ابوبصیرؒ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول بیان کیا کہ: متعہ میں ضروری ہے کہ تم ان شرطوں کا ذکر کرو کہ میں تجھ سے متعہ کرتا ہوں اتنے دن کے لئے، اتنے مہر پر [3]

متعہ میں طلاق کی کوئی ضرورت نہیں

عن عمر بن اذینۃ عن أبی عبداللہ علیہ السلام فی حدیث للمتعۃ قال، فاذا انقضی الأجل بانت منہ بغیر طلاق [4] عمر بن اذینہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۴۶۵ [2] وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۴۶۵، ۴۶۶
[3] وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۴۶۵

حدیث متعہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ: جب مقررہ مدت ختم ہو جائے گی تو عورت بغیر طلاق کے مرد سے جدا ہو جائے گی۔

عِدّۂ متعہ | عدۂ متعہ کے متعلق ہم پہلے بھی کئی احادیث نقل کر چکے ہیں۔ تاہم کچھ اور ملاحظہ فرمائیے۔

عن زرارة قال عدة المتعة خمسة واربعون يوماً كاني انظر الى ابي جعفر عليه السلام يعقده بيده خمسة واربعين فاذا جاء الأجل كانت فرقة بغير طلاق [1] جناب زرارہ امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان بتاتے ہیں کہ عدۂ متعہ ۴۵ دن ہے زرارہ کہتے ہیں گویا میں دیکھ رہا تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام اپنے دست مبارک پر پینتالیس کا عدد شمار فرما رہے تھے پس جب مدت پوری ہو جائے گی تو بغیر طلاق کے جدائی ہو جائے گی۔

عدّۂ وفات: عن عبد الرحمن ابن حجاج قال سئلت ابا عبد الله عليه السلام عن المرأة يتزوجها الرجل المتعة ثم يتوفى عنها، هل عليها العدّة؟ فقال تعتد اربعة اشهر وعشراً [2] عبد الرحمن بن حجاج کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت سے ایک شخص متعہ کر لے اور دوران متعہ وفات پا جائے تو کیا اس عورت پر عدت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ چار مہینے دس دن

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۷، صد ۴۷۲ [2] وسائل الشیعہ ج ۷، صد ۴۷۲

کی عدت رکھے گی۔

متعہ سے پیدا شدہ بچہ اپنے باپ کا حقیقی بچہ ہے

عن محمد بن مسلم عن أبی عبد اللہ علیہ السلام فی حدیث فی المتعة قال: قلت أرأیت إن حبلت؟ فقال، هو ولده [1]

محمد بن مسلم امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام سے دریافت کیا کہ اگر زن متعوعہ حاملہ ہو جائے تو بچے کا کیا حکم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: بچہ باپ کا ہے! یعنی نکاحی اور متاعی اولاد میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ایک دلچسپ لطیفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا مودودی اور بعض دیگر علماء اہل سنت کا اصرار ہے کہ زن متعوعہ زوجہ نہیں ہوتی ۔ ۔ ۔ !! حالانکہ یہ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت کا انکار ہے اور گروہی احساسات کو تقویت پہنچانے کی سعی نامشکور ہے۔

جناب جار اللہ زمخشری والذین هم لفروجهم حافظون الا علیٰ ازواجهم أو ما ملکت ایمانهم الخ کی تفسیر فرماتے ہوئے کہتے ہیں: فان قلت هل فیه دلیل علی تحریم المتعة؟ قلت لا، لأن المنکوحة نکاح المتعة من جملة الازواج اذا صح النکاح [2] "اگر تم یہ کہو کہ آیت مذکورہ میں حرمت متعہ پر کوئی دلیل ہے تو میں کہوں گا نہیں!! اس لئے کہ نکاح متعہ کے ذریعے سے نکاح

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۷، صہ ۴۸۸ [2] تفسیر کشاف ج ۲ صہ ۳۵۷

میں آنے والی عورت زوجہ ہی شمار ہوگی جب کہ نکاح صحیح ہو۔"

ظاہر ہے کہ نص خدا و رسول اور عمل اصحاب کرام کے ہوتے ہوئے نکاح متعہ کی صحت سے کون انکار کر سکتا ہے۔۔۔؟ اور جب خدا اور رسول کی نص اور عمل اصحاب کی روشنی میں نکاح متعہ صحیح ہے تو زن ممتوعہ کے زوجہ نہ کہنے کے لئے کوئی جواز موجود نہیں ہے جب تک عورت کسی کے متعہ میں رہے گی اس کی زوجہ کہلائے گی۔ مدت متعہ کے ختم ہونے کے بعد اسی طرح ممتوعہ بھی زوجہ نہیں ہے جس طرح طلاق کے بعد منکوحہ بنکاح دائم، زوجہ نہیں رہتی۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کرامؓ بھی زن ممتوعہ کو زوجہ ہی سمجھتے اور کہتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے: کان الرجل یقدم لبیدۃ ولیس معہ من یصلح لہ ضیعتہ ولا یحفظ متاعہ "فیتزوج" المرأۃ إلی قدر ما یری انہ یفرغ من حاجتہ[1] کوئی مرد کسی شہر میں آتا اور اس کے ساتھ کوئی ایسی شخصیت نہ ہوتی جو اس کے ساز و سامان کو درست کرے اور اس کے مال و متاع کی حفاظت کرے تو وہ کسی عورت کو اتنی مدت کے لئے جس کے متعلق وہ سمجھتا کہ اس عرصہ میں اس کو فراغت ہو جائے گی، نکاح متعہ کے ذریعے اپنی بیوی بنا لیتا "فیتزوج" کا استعمال واضح طور پر بتلاتا ہے کہ اصحاب پیغمبر زوجہ ممتوعہ کو بیوی ہی سمجھتے تھے۔

واخرج عبد الرزاق وابن ابی شیبہ والبخاری ومسلم عن ابن مسعود قال، کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۱۳۹

وآلہ وسلّم ولیس معنا نساءنا وقلنا ان لا نستحصی ؟ ؟
فنہانا عن ذلک ورخص لنا ان نتزوج المرأۃ بالثوب إلی
أجل [1] عبدالرزاق ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن
مسعودؓ صحابی پیغمبر کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ہم لوگ
حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی معیت میں جنگ وجدل میں مصروف
تھے اور ہمارے ساتھ ہماری عورتیں نہیں تھیں تو ہم نے کہا: ہم اپنے
تئیں نامرد کیوں نہ بنالیں ۔ ؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے
ہمیں اس حرکت سے روک دیا اور ہمیں اجازت دی کہ کوئی کپڑا مہر
کے طور پر دے کر مدّت مقررہ کے لئے کسی عورت کو نکاح متعہ کے ذریعہ
"زوجہ" بنالیں۔

عن الربیع بن سبرۃ عن ابیہ قال، خرجت مع رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فی حجۃ الوداع فقالوا یا رسول
اللہ، انّ الغربۃ قد اشتدت علینا قال، فاستمتعوا من ھذہ
النساء فاتیناھن فابین ان تنکحنا إلّا ان نجعل بیننا وبینھن
أجلا، فذکرنا ذلک للنبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فقال، اجعلوا
بینکم وبینھن أجلا، فخرجت أنا وابن عمّ لی معہ برد
ومعی برد، وبردہ اجود من بردی وأنا اشب منہ فاتینا
علی امرأۃ فقالت برد کبردہ "فتنزوجتھا" فمکثت عندھا
تلک اللیلۃ [2] ربیع بن سبرہ اپنے والد کا بیان نقل کرتے ہیں کہ
ہم حجۃ الوداع کے مرحلے پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ

---

[1] تفسیر درمنثور ج ۲ صہ ۱۴۰ [2] سنن ابن ماجہ مترجم ج ۲ صہ ۶۲۔۶۳

تھے تو اصحاب کرامؓ نے کہا کہ اے خدا کے رسول! تجرد کی زندگی تو ہمارے لئے بڑی ناگوار ہوگئی ہے ... ! آپ نے فرمایا ان عورتوں سے متعہ کرلو، ہم ان عورتوں کے پاس گئے تو انھوں نے تعین مدت کے بغیر نکاح متعہ کرنے سے انکار کردیا، یہ بات حضورؐ پیغمبر میں عرض کی گئی تو آپؐ نے فرمایا: اپنے اور ان کے درمیان مدت مقرر کرلو تو میں اور میرا ایک چچازاد دونوں نکلے، میرے پاس بھی ایک چادر تھی اور اس کے پاس بھی، اس کی چادر میری چادر سے اچھی تھی، تاہم میں اس سے زیادہ جوان تھا، بس ہم ایک عورت کے پاس آئے تو اس نے کہا چادر تو چادر کی طرح ہے چنانچہ میں نے اس کو متعہ کے ذریعے "بیوی" بنالیا اور اس رات اسی کے پاس رہا

وروی الترمذی عن ابن عباسؓ کان لرجل یقدم البلدۃ لیس لہ بہا معرفۃ فیتزوج المرأۃ بقدر ما یری انہ مقیم (بقدر ضرورت) [1] کوئی شخص کسی ایسے شہر میں آتا جہاں اس کا حلقہ تعارف نہ ہوتا تو وہ اپنے دوران قیام کے لئے کسی عورت کو نکاح منقطع یعنی متعہ کے ذریعے "بیوی" بنالیتا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی تو لے چارے عرب نہیں ہیں، اگر بعض عرب مفسروں نے بھی یہ رائے ظاہر کی ہو کہ زن متعہ "زوجہ" نہیں ہے تو یہ ان کا قیاس ہے، اس لئے کہ یہ حضرات بہرحال حلقہ اصحاب پیغمبر میں داخل وشامل نہیں ہیں ... ! اصحاب پیغمبرؐ متعہ کے ذریعے سے کسی عورت کو

---

[1] تفسیر مظہری ج ۲ صـ۷۷

ایک وقت مقرر کے لئے بیوی بناتے تھے اور بیوی سمجھتے تھے اور "تمتع" و "تزوج" کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ اور یہ زن ممتوعہ کو زوجہ کہنے والے سب اصحاب پیغمبرؐ تھے، تو جب صحابۂ کرامؓ نے زن ممتوعہ کو زوجہ اور بیوی کہا اور سمجھا ہے تو اگر کوئی عالم یا مفسر زن ممتوعہ کو زوجہ نہ کہے تو یہ محض دھاندلی ہے اور اسے خوش خیالی اور خوش فہمی ہی کہا جا سکتا ہے جس کی دنیائے حق و حقیقت میں کوئی تاثیر نہیں ہے ؛ بہرحال زن ممتوعہ کو زبان اصحاب میں جو مقصد شارع کو سمجھنے کے زیادہ اہل تھے "زوجہ" ہی کہا جاتا ہے۔

متعہ کے تعلق میں ایک اور انوکھا اجتہاد

متعہ کے تعلق میں بعض جدت پسند حضرات نے (جن کے سرخیل سر سید احمد خاں بانی علیگڑھ کالج ہیں) اس اقرار کے بعد کہ شرع اسلام میں ابتدائی اسلام میں متعہ جائز اور رائج تھا یہ اضافہ فرمایا ہے کہ وہ جاہلیت کے طور طریقوں میں سے ایک طریقہ تھا جس کو بقول ان کے اسلام میں ایک وقت تک یعنی تقریباً ۴ سال جائز رکھا گیا اور حجۃ الوداع کے موقع پر ممنوع قرار دے دیا گیا۔ سر سید احمد خاں فرماتے ہیں: غرضیکہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ متعہ کا طریقہ اسلام نے پیدا نہیں کیا بلکہ وہ قدیم سے جاری تھا، اسلام نے اس کو منع کیا گو کہ ابتدائے زمانۂ اسلام میں بھی جاری رہا ہو۔ بہت سے رواج زمانۂ جاہلیت کے ایسے تھے جو زمانۂ ابتدائے اسلام میں رائج تھے بعد کو ممنوع ہوئے۔ متعہ بھی اسی میں ہے [1]

[1] تفسیر القرآن ج دوم صہ ۱۲

یہ درست ہے کہ اسلام نے زمانۂ جاہلیت کے بعض اعمال و روایات کو باقی رکھا ہے لیکن اس لئے نہیں کہ وہ جاہلیت کا پسندیدہ تحفہ تھے بلکہ اس لئے کہ جاہلی عرب بہرحال سنن ابراہیمی و اسماعیل پر عامل تھے۔ مرور ایام سے لوگوں نے جناب ابراہیم علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کی بہت سی سنتوں کو مٹا دیا، کئی ایک کو ترمیم کر دیا اور زندگی کے دستور العمل میں بہت سے امور اپنی طرف سے داخل کر دیئے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاہلیت کے پیدا کردہ آثار کو اعلان نبوت کے ساتھ ہی مٹانا شروع کر دیا اور سنن ابراہیم میں سے جو اپنی اصلی حالت پر باقی تھیں ان کو اسی طرح جاری اور رائج رکھا اور جن کو ترمیم کر دیا گیا تھا ان کے اضافی اجزاء کو ختم کر کے اصل سنت کو باقی رکھا جیسا کہ ختنہ اور حج و عمرہ کے قران الفض و مناسک وغیرہ تو اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ متعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقی رکھا تو ماننا پڑے گا کہ یہ عمل حضور کے نزدیک آثار ابراہیمی میں سے تھا ورنہ یہ ناممکن تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عمل جاہلیت کو زندہ رہنے دیتے جیسا کہ آپ نے زنا کو قطعاً ممنوع کیا اور قرآن کریم نے نص کی: ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلا[1] اور زنا کے نزدیک نہ جاؤ کہ یقیناً وہ بدکاری اور برا راستہ ہے؛ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابیات سے بیعت لیتے تھے تو ترک زنا کی شرط عائد فرماتے تھے۔ یاایہا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا

---

[1] القرآن پ ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۳۲

ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن الخ[1] اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب مؤمنہ عورتیں آپ کے پاس آئیں تو اس بات پر آپ کی بیعت کریں کہ اب اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔

یہ اپنی جگہ ثابت ہے کہ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی عمل کو بغیر اذن خدا جائز نہیں کہہ سکتے تھے۔ لامحالہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعہ کو جاری اور رائج رکھا تو بہ اذن خدا رکھا اور یہ قرآن مجید کی نص موجود ہے: قل ان اللہ لا یأمر بالفحشاء[2] کہہ دیجئے اے رسول کہ خداوند عالم بے حیائیوں کا حکم نہیں دیا کرتا۔ بہرحال اگر بقول سرسید احمد خان وغیرہ، متعہ جاہلیت کا طریقہ تھا تو وہ یقیناً سنت ابراہیمی تسلیم کیا جائیگا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابراہیم علیہ السلام کے دیگر آثار کی طرح اس کو بھی باقی رکھا۔ لیکن حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ اگر متعہ زمانہ جاہلیت سے چلا آرہا تھا تو اس کے لئے قرآن میں حکم کی کیا ضرورت تھی۔۔۔؟ حالانکہ قرآن کریم میں واضح طور پر کہا گیا ہے۔ فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ الآیہ۔ زمانۂ جاہلیت میں تو لوگ متعہ سے واقف بھی نہ تھے، یہ تحفظ عفت کے لئے اسلام کا ایک نیا حکم ہے اور دنیائے اسلام اور عرب، مذکورہ آیۂ قرآنی کے نزول کے بعد لفظ "استمتاع" کے اسلامی مفہوم سے واقف ہوئے۔ لفظ "متعہ" لسان شرع کی ایک مخصوص اصطلاح ہے جس کا مفہوم خداوند

---

[1] القرآن پ ۲۸ الممتحنۃ آیہ ۱۲ [2] القرآن پ ۸ الاعراف آیہ ۲۸

عالم اور حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعین فرمایا ہے جس طرح سے لفظ صلوٰۃ، زکوٰۃ، اور صوم کا مطلوب و مقصود، کہ عرب ان لفظوں سے واقف تو تھے مگر ان کا ایک خصوصی مفہوم شریعت اسلامیہ نے معین کیا ہے اسی طرح لفظ "استمتاع" عربی زبان میں تھا تو، مگر اس کا یہ مفہوم کہ "عورتوں سے وقت مخصوص کے لئے، مہر معین پر جنسی ربط قائم کر لیا جائے" اسلام نے معین کیا ہے، عرب اس مفہوم سے قبل نزول آیۂ متعہ واقف نہیں تھے۔

جناب سر سید احمد خاں وغیرہ نے تاریخ کے ساتھ مذاق فرمایا ہے ۔ ۔ !! جاہلیت کے عادات و اطوار اور اعمال و روایات پر مشتمل تاریخیں آج بھی موجود ہیں، کسی ایک تاریخ سے ہمیں یہ دکھلا دیا جائے کہ دور جاہلیت میں متعہ رائج تھا ۔ ۔ ؟ حقیقتاً یہ ایک تاریخی جھوٹ ہے اور قیامت تک اس کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ بہر حال یہ جرأت قابل داد ہے کہ تاریخ پر ایک جیتا جاگتا الزام لگا دیا جائے اور ثبوت کے لئے سنی، شیعہ، یہود و نصاریٰ کسی بھی تاریخ سے کوئی حوالہ نہ دیا جائے۔ ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ممنون ہیں کہ انھوں نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر کو عرب جاہلیت کے جنسی ارتباط سے متعلق طور طریقوں کو تفصیلاً بیان فرمایا اس میں کہیں متعہ کا ذکر نہیں ہے۔ اگر متعہ دور جاہلیت میں معمول بھی ہوتا تو جہاں ام المومنین رضؓ نے اور تمام طریقوں کی وضاحت کی ہے، متعہ کا ذکر کیوں ترک فرما دیتیں ۔ ۔ ؟ اس لئے متعہ کے متعلق دور جاہلیت کا افسانہ محض مجتہدین کی اختراع ہے یہ شریعت

اسلامیہ کا اپنا نافذ کردہ قانون ہے جس کا انکار عقل و شرع کا منہ چڑانا ہے

حدثنا یونس عن ابن شہاب قال اخبرنی عروۃ ابن الزبیر ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخبرتہ ان النکاح فی الجاھلیۃ کان علی اربعۃ انحاء فنکاح منھا نکاح الناس الیوم یخطب الرجل الی الرجل ولیتہ او ابنتہ فیصدقھا ثم ینکحھا ونکاح آخر کان الرجل یقول لامرأتہ اذا طھرت من طمثھا ارسلی الی فلان فاستبضعی منہ ویعتزلھا زوجھا ولا یمسھا ابدا حتی یتبین حملھا من ذلک الرجل الذی تستبضع منہ فاذا تبین حملھا اصابھا زوجھا اذا احب وانما یفعل ذلک رغبۃ فی نجابۃ الولد وکان ھذا النکاح نکاح الاستبضاع ونکاح آخر یجتمع الرھط مادون العشرۃ فیدخلون علی المرأۃ کلھم یصیبھا فاذا حملت ووضعت ومر علیھا لیالی بعد ان تضع حملھا ارسلت الیھم فلم یستطع رجل منھم ان یمتنع حتی یجتمعوا عندھا تقول لھم قد عرفتم الذی کان من امرکم وقد ولدت فھو ابنک یا فلان تسمی من احبت باسمہ فیلحق بہ ولدھا لا یستطیع ان یمتنع بہ الرجل ونکاح رابع یجتمع الناس الکثیر فیدخلون علی المرأۃ لا تمتنع ممن جاءھا وھن البغایا کن ینصبن علی ابوابھن رایات تکون علما فمن ارادھن دخل علیھن فاذا حملت احداھن ووضعت حملھا جمعوا لھا ودعوا لھم القافۃ ثم

الحقوا ولدها بالذی یرون فالتاط بہ ودعی ابنہ لا یمتنع من ذلک۔ فلما بعث محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالحق ھدم نکاح الجاھلیۃ کلہ الا نکاح الناس الیوم (۱) یونس ابن شہاب اور عروہ ابن زبیر، حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں چار طرح کا نکاح تھا ایک نکاح تو یہ تھا جو آجکل لوگ کرتے ہیں، ایک آدمی دوسرے کے پاس اس کی ولیہ یا بیٹی کا پیغام بھیجتا تھا اور اسے مہر دے کر لڑکی کو بیاہ لاتا تھا۔ نکاح اس طریقہ پر بھی تھا کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کہہ دیتا تھا کہ جب تو ایام سے فارغ ہو جائے تو فلاں مرد کے پاس چلی جانا اور اس سے فائدہ حاصل کر لینا! پھر شوہر اس عورت سے جدا ہو جاتا تھا اور اس کے قریب نہ جاتا تھا جب تک کہ اس مرد کا حمل ظاہر نہ ہو جاتا تھا جب اس کا حمل ظاہر ہو جاتا تو اس عورت کا شوہر جب دل چاہتا اس کے پاس چلا جاتا، یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا تھا کہ بچہ اچھی نسل کا پیدا ہو، اس نکاح کو "نکاح استبضاع" کہتے تھے۔

تیسرے نکاح کی قسم یہ تھی کہ چند آدمی، دس سے کم جمع ہو کر ایک عورت سے صحبت کرتے تھے، جب اسے حمل رہ جاتا اور اس کا بچہ پیدا ہو جاتا اور اسے کئی دن ہو جاتے تو وہ سب کو بلواتی اور ان میں سے کسی کو یہ طاقت نہ ہوتی کہ وہ آنے سے انکار کر دے جب سب جمع ہو جاتے تو وہ کہتی تم سب کو اپنا حال معلوم ہے جو کچھ تھا اور میرے ہاں تمہارا بچہ پیدا ہوا ہے، اے فلاں یہ تیرا بچہ ہے جو تیرا دل چاہے اس کا نام رکھ (تجھے اختیار ہے) وہ بچہ اس

(۱) صحیح بخاری مترجم ج ۲ ص ۸۹۰، ۸۹۱ سنن ابن داؤد مترجم ج ۲ ص ۲۰۶، ۲۰۷

کا ہو جاتا تھا اور اسے انکار کرنے کی مجال نہ ہوتی تھی۔

چوتھے قسم کا نکاح یہ تھا کہ بہت سے آدمی ایک عورت سے صحبت کر جایا کرتے تھے اور وہ کسی آنے والے کو منع نہیں کرتی تھی دراصل یہ رنڈیاں تھیں، انھوں نے نشانی کے واسطے دروازوں پر جھنڈے نصب کر رکھے تھے۔ جو چاہے ان سے صحبت کرے جب ان میں سے کسی کو پیٹ رہ جاتا اور بچہ پیدا ہو جاتا تو وہ سب جمع ہو کر علم قیافہ جاننے والے کو بلاتے، وہ جس کے مشابہ دیکھتے اس سے کہہ دیتے یہ تیرا بیٹا ہے وہ اس کا بیٹا ہو جاتا اور وہ بچہ اس شخص کا بیٹا کہہ کر پکارا جاتا اور وہ مرد اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی مبعوث ہوئے تو سب قسم کی زمانہ جاہلیت کی شادیاں باطل کر دی گئیں، صرف آجکل کی شادی کا مروجہ طریقہ جائز رکھا گیا (ترجمہ از صحیح بخاری)۔

عالم اسلام کو دعوت فکر

دنیا کی تمام متمدن اور غیر متمدن قومیں خواہ ان کا کوئی دین و مذہب ہو یا نہ ہو حتیٰ کہ افریقہ وغیرہ کے وحشی قبائل اور خانوادے نکاح کو اچھا سمجھتے ہیں اور زنا کو برا۔ خواہ نکاح کپڑوں میں گرہ باندھ کے کیا جائے یا عدالتی رجسٹروں میں درج کرا کے یا کسی پادری یا مولوی سے دو بول پڑھوا کے بہرحال کسی نہ کسی طریقے سے دنیا کے ہر ملک و قوم میں نکاح رائج ہے اور اسے پسند کیا جاتا ہے اور جیسا کہ عرض کیا گیا زنا کو ہر قوم ناپسند کرتی ہے، یہ کیوں ۔ ۔ ؟ حالانکہ جنسی فعل دونوں میں ہوتا ہے نکاح میں ہڑبڑ ہنگامہ، اعلان، اشتہار، تحریر، تقریر، باجے گاجے ڈھول

ڈھکے اور مبارک سلامت کے سائے میں اور زنا میں خاموشی کے ساتھ چھپ کر، اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو جنسی فعل انجام دیا جاتا ہے۔ بظاہر حالات تو مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنسی فعل خاموشی کے ساتھ چھپ چھپاتے کر لیا جائے۔ ڈھول ڈھمکے، شور شرابے اور لوگوں کو بتا بتا کر مبارک سلامت کے سائے میں جنسی فعل کا ارتکاب بظاہر حالات اچھا محسوس نہیں ہوتا لیکن انسانی تہذیب و تمدن کا یہ بڑا دلچسپ رُخ ہے کہ چوری چھپے غیر معلوم طریقوں پر جنسی فعل کے ارتکاب کو بُرا سمجھا جاتا ہے اور مبارک سلامت اور پیام و سلام کے سائے میں اچھا سمجھا جاتا ہے ۔ ۔ !!! اس کی وجہ کیا ہے ۔ ۔ ؟ اس لئے کہ خاموشی کے ساتھ اور چھپا کے جنسی فعل کرنے سے معاشرہ، دین، ملک، ملّت اور مذہب کا قانون ٹوٹتا ہے جبکہ نکاح بیاہ، خواہ وہ کسی طرح بھی ہو، کے سہارے معاشرے یا دین، قوم یا قبیلے کے قانون کی اطاعت کی جاتی ہے۔ یعنی نکاح اور زنا دونوں میں ہوتا جنسی فعل ہی ہے لیکن زنا میں قانون شکنی ہوتی ہے اور نکاح میں قانون کی اطاعت، یہ احساس کہ یہ جنسی عمل، عورت اور مرد دین یا معاشرے کے کسی قانون کے تحت کر رہے ہیں جو مباح، درست اور پسندیدہ ہے۔ متعہ میں بھی قانون کی اطاعت اور اللہ و رسول سے وابستگی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اس لئے اطاعت قانون کی حیثیت سے متعہ اور نکاح میں کوئی فرق نہیں ہے۔ زنا میں دین اور معاشرہ سے بغاوت کا احساس بالیدہ ہوتا ہے اور نکاح اور متعہ میں دین، معاشرہ اور اللہ و رسول کے احکام کی اطاعت کا جذبہ پروان پاتا ہے

اس لئے عقلاً متعہ کو جنسی اتصال کا ایک قانونی ذریعہ سمجھتے ہوئے ہمیں جائز ہی ماننا چاہیئے۔ مگر متعہ میں اللہ و رسول کے احکام کی اطاعت کا جذبہ زندہ نہ رہتا اور محض جنسی ہیجان کی تسکین کا ایک غیر قانونی ذریعہ ہوتا تو اس کو جائز سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ لیکن چونکہ اللہ نے اپنے کلام پاک میں اس کا حکم دیا اور شارع اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنے اصحاب میں رائج فرمایا اس لئے اسے ناجائز سمجھنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے تاہم یہ لازمی نہیں ہے کہ متعہ ضرور کیا جائے، اگر ضرورت نہ ہو تو نکاح ہی ضروری نہیں ہے، نہ متعہ واجب ہے نہ نکاح دونوں پر عمل بربنائے ضرورت ہے۔ مقصد گفتگو صرف اتنا ہے کہ اس حلال خدا و رسول کو حلال سمجھا جائے۔

جہاں تک ہمارے آئمہ اطہار علیہم السلام کی ہدایتوں کا تعلق ہے تو ان حضرات نے تو خود ہدایت فرمائی ہے کہ بلا وجہ متعہ نہ کیا جائے، عن علی بن یقطین قال سئلت ابا الحسن علیہ السلام عن المتعۃ ؟ فقال ما انت وذاک ؟ قد اغناک اللہ عنہا ؛ فقلت لہ قد اردت ان اعلمہا ؛ فقال ھی فی کتاب علی علیہ السلام[1] علی بن یقطین کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے؟ تمہیں تو خدا نے (بیوی کی وجہ سے) اس سے بے نیاز کر دیا ہے!! میں نے عرض کیا کہ میں تو صرف حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا "نکاح متعہ" کا جواز کتاب علی علیہ السلام میں موجود ہے۔

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۲ ص ۴۴۹

عن محمد بن الحسن بن شمعون کتب الرابعس علیہ السلام إلی بعض مواليه لا تتعدّوا علی المتعة فانما علیکم اقامة السنة فلا تشغلوا بها عن فرشکم وحرثکم[1]

محمد بن حسن بن شمعون کہتے ہیں کہ: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے کچھ اصحاب کو لکھا کہ متعہ میں حد سے آگے نہ بڑھو، تمہارے لئے صرف سنت کا زندہ کرنا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ متعہ کی وجہ سے اپنے گھروں اور بیویوں سے بے پرواہ ہو جاؤ !!

عن الفتح بن یزید قال سئلت ابا الحسن علیہ السلام عن المتعة ؟ فقال هی حلال مباح مطلق لمن لم یغنه الله بالتزویج فلیستعفف بالمتعة. فان استغنی عنها بالتزویج فهی مباح له اذ غاب عنها[2]

فتح بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے متعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ: متعہ حلال، مباح اور جائز ہے اس شخص کے لئے جسے اللہ تعالیٰ نے شادی ہو جانے کی وجہ سے بے نیاز نہ کر دیا ہو، ایسا شخص بے شک متعہ کے ذریعے اپنی عفت کا تحفظ کرے، لیکن جو شخص شادی ہو جانے کی وجہ سے متعہ کا ضرورت مند نہ رہا ہو تو ایسے شخص کے لئے متعہ اس وقت درست ہوگا جب وہ بیوی سے دور ہو۔

بدکار عورت سے بھی متعہ نامناسب ہے

عن محمد بن الفضیل قال سئلت ابا الحسن علیہ السلام عن المرأة الحسناء الفاجرة هل یجب للرجل

[1] وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۲۵۰ [2] وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۲۴۹

ان تمتع منها یوماً او اکثر؟ فقال اذا کانت مشهورة بالزنا فلا یتمتع منها ولا یکحنها[1] محمد بن فضیل کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا کسی مرد کے لئے مناسب ہے کہ وہ ایک دن یا زیادہ عرصہ کے لئے کسی خوبصورت بدکردار عورت سے متعہ کرلے؟ آپؑ نے فرمایا! جو عورت بدکاری کے لئے مشہور ہو اس سے نہ متعہ کرے نہ نکاح۔

عن محمد بن الفیض قال سئلت ابا عبد الله عن المتعة؟ قال نعم الی ان قال وایاکم والکواشف والدواعی وبعید وحدث الازواج قلت ما الکواشف؟ قال اللوتی بکاشفن ویبوتهن معلومة وبیوتین قلت فالدواعی؟ قال اللوتی یدعون الی انفسهن وقد عرفن بالفساد قلت فالمعایا، قال المعروفات بالزنا قلت فحدوات الازواج؟ قال المطلقات علی غیر السنة

محمد بن فیض کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا متعہ جائز ہے مگر تم لوگوں کو کواشف، دواعی، بغایا اور ذوات الازواج سے سخت احتیاط اور پرہیز کرنا چاہیئے! میں نے پوچھا "کواشف" کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا، جو کھلم کھلا ہر جنسی جرائم کا ارتکاب کرتی ہیں، ان کے گھر تہمت یافتہ ہیں اور لوگ وہاں آیا جایا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ "دواعی" کون ہیں؟ فرمایا، یہ وہ عورتیں ہیں جو خود دعوت گناہ دیتی ہیں اور شر و فساد کے لئے مشہور ہیں۔ میں نے کہا "بغایا" کسے کہتے ہیں؟ تو فرمایا جو زناکاری

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۴۵۲

کے لئے مشہور ہوں۔ میں نے پوچھا "ذوات الازواج" کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: یہ وہ عورتیں ہیں جنہیں قانونِ اسلام کے مطابق صحیح طریقہ پر طلاق نہیں دی گئی۔

مذکورہ ہدایات، معاشرہ کو سکون اور پاکیزگی عطا کرنے کی ضامن ہیں اور ایسی ہدایات کے ہوتے ہوئے متعہ پر نکتہ چینی، شریعت اسلامیہ کے ساتھ استہزاء کہلائے گی۔ اس لئے امت مرحومہ سے درخواست ہے کہ وہ حلال خدا و رسول کو حلال ہی سمجھے، حرام قرار نہ دے کہ حکم خدا و رسول کو بدلنا بذات خود جرم ہے۔

بہرحال جب فرزندانِ آدم کو نکاح دائم اور منقطع کے ذریعے سے جنسی ہیجان کی تسکین اور تحفظ عفت کے جائز وسائل دے دیئے گئے ہیں اور مقتضیات و دواعی زنا کی مکمل و مؤثر سرکوبی کر دی گئی ہے تو بجا طور پر قانون کو ہاتھ میں لینے والے اور جنسی کج روی کا ارتکاب کرنیوالے ایسی سزاؤں کے مستحق ہیں جن کے تذکرہ اور تصور ہی سے حوصلۂ بغاوت ٹھنڈا ہو جائے اور جذبۂ قانون شکنی بیدار نہ ہو سکے۔ اسی لئے اسلام نے زنا کو مستوجب سزا قرار دیا ہے۔

زنا کی سزا زنا، خدا و رسول کے احکام مقل کے مطابق اور اقوام عالم کی اجماعی رائے کی بنا پر ممنوع اور قابل سزا جرم ہے۔ اس لئے اس کی سزا کے سلسلے میں مناسب اور ضروری تفصیلات سے گفتگو کی جاتی ہے۔

زنا کی حد جاری کرنے کے لئے مرتکب جرم میں چند صفتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ ۱۔ بلوغ ۲۔ عقل ۳۔ اختیار ۴۔ حرمت کا علم

۱۔ بلوغ : نابالغ بچوں پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔
۲۔ عقل : پاگل خواہ عورت ہو یا مرد قابل حد نہیں ہے۔
۳۔ اختیار : کسی مجبور پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت حد جاری نہیں کی جائے گی۔
۴۔ حرمت کا علم : اگر کوئی شخص یہ نہ جانتا ہو کہ جس سے وہ جنسی فعل کر رہا ہے وہ اس کے لئے حرام ہے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی اسی طرح اگر کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ یہ عورت مجھ پر حلال ہے جب کہ حقیقتاً وہ حرام تھی تب بھی مرتکب پر حد جاری نہیں کی جائے گی مثلاً ایک شخص کسی عورت کو اپنے بستر میں پائے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بیوی ہے اس سے ہمبستری کرے تو اس مرد پر کوئی حد جاری نہیں کی جائے گی، لیکن عورت پر حد جاری کر دی جائے گی۔

زنا کا وقوع : صرف اس صورت میں تسلیم کیا جائے گا کہ کوئی شخص اپنے آلۂ تناسل کو کسی عورت کی قبل یا دبر میں داخل کرے اور یہ کم از کم حشفہ تک ہو اور اگر حشفہ کٹا ہوا ہو تو اتنا کہ جس سے دخول صادق آجائے۔ صرف ساتھ لیٹ رہنے یا بوس وکنار کرنے یا کسی اور طرح التذاذ سے حد جاری نہیں ہوگی بلکہ قاضی جتنی مناسب سمجھے گا تعزیری سزا دے گا۔ [1]

سزا کے اعتبار سے اقسامِ زنا | سزا کے اعتبار سے اقسام زنا پانچ ہیں۔

---

[1] تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۵۸۵-۵۸۶ کتاب الحدود، مبانی تکملۃ المنہاج ج اوّل ص ۱۶۶/۱۶۷

۱۔ قتل : جو شخص ہمیشہ کے لئے حرام عورتوں میں سے کسی کے ساتھ زنا کرے اس کو قتل کیا جائے گا۔ خواہ یہ زنا کرنے والا کنوارہ ہو یا شادی شدہ، مسلمان ہو یا غیر مسلم، غلام ہو یا آزاد، بوڑھا ہو یا جوان، اس قسم کے مجرم کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے گی۔ کسی عورت سے زبردستی زنا کرنے والا بھی قتل کیا جائے گا۔ کوئی کافر اگر کسی مسلمان عورت سے زنا کرے خواہ اس عورت کی رضا شامل کیوں نہ ہو قتل کیا جائے گا۔

۲۔ رجم : جو شادی شدہ مرد کسی بالغہ اور عاقلہ عورت سے یا شادی شدہ عورت کسی بالغ اور عاقل مرد سے زنا کرے تو سنگسار کئے جائیں گے اور اگر یہ زنا کار شادی شدہ ہونے کے ساتھ بوڑھے بھی ہوں تو ان کو اوّل تازیانے لگائے جائیں گے اور اس کے بعد سنگسار کیا جائے گا۔

اگر کوئی شادی شدہ مرد کسی نابالغہ یا مجنونہ سے منہ کالا کرے تو اس کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ رجم نہیں کیا جائے گا اور اگر کوئی شادی شدہ عورت کسی بچے سے منہ کالا کرے تو اس کو کوڑے لگائے جائیں گے رجم نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی بالغہ عاقلہ کسی پاگل انسان سے زنا کرائے تو اس پر اس کی حیثیت کے مطابق کامل حد جاری کی جائے گی۔ یعنی اگر کنواری ہے تو صرف کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر شادی شدہ ہے تو سنگسار کی جائے گی اور اگر شادی شدہ بوڑھی ہے تو کوڑے بھی لگائے جائیں گے اور سنگسار بھی کیا جائے گا۔

۳۔ **فقط کوڑے**: غیر شادی شدہ زانی مرد اور عورت کو بدکاری کے ارتکاب پر ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے اور اس بالغہ عاقلہ عورت کو بھی کوڑے لگائے جائیں گے جس سے کوئی بچہ زنا کرے خواہ یہ عورت شادی شدہ ہو یا کنواری۔ اور بچہ کے لئے قاضی کو اختیار ہے کہ حد سے کم کوڑے جتنے چاہے لگوائے یعنی مناسب سزا دے تاکہ آئندہ وہ اس قسم کی شیطنت میں مبتلا نہ ہو

۴۔ **کوڑے اور سنگساری ایک ساتھ**: یہ سزا عمر رسیدہ شادی شدہ زناکار مردوں اور عورتوں کی سزا ہے۔ پہلے انھیں کوڑے لگائے جائیں گے پھر سنگسار کر دیا جائے گا۔

۵ **کوڑے، جلاوطنی، اور سر کا مونڈنا ایک ساتھ**: یہ ایسے زنی کی سزا ہے جس کا نکاح ہو گیا ہو لیکن رخصتی عمل میں نہ آئی ہو۔ ایسے شخص کا سر مونڈ کر، کوڑے لگا کر ایک سال کے لئے شہر بدر کر دیا جائے گا اس جرم میں اگر لڑکی ماخوذ ہو تو صرف کوڑے لگائے جائیں گے نہ اس کا سر مونڈا جائے گا اور نہ شہر بدر کیا جائے گا۔

کیفیت اجرائے حد، چند ضروری مسائل:

۱۔ زن مستحاضہ جب تک تندرست نہ ہو جائے اس کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے لیکن زن حائضہ کی سزا میں تاخیر نہیں کی جائے گی۔

۲۔ مریض مجرم کو کوڑے لگانے سے اگر موت کا خوف ہو تو اس کی صحت کا انتظار کیا جائے گا اور اگر تندرستی سے مایوسی ہو تو سو چھڑیوں کا ایک گٹھا بنا کر مجرم کو مارا جائے گا۔

۳۔ اگر کوئی زانی بعد جرم دیوانہ ہو جائے تو سزا معطل نہیں کی جائے گی۔

۴۔ جب سزا کوڑوں کی ہو تو فقہاء سزا میں، موسم کی شدت کو ملحوظ رکھا جائے۔ بہتر ہے کہ جاڑوں میں دوپہر میں اور گرمی میں صبح یا شام میں سزا دی جائے۔

۵۔ اگر کسی مجرم پر دو قسم کی سزائیں عائد ہو جائیں تو دونوں میں سے پہلے وہ سزا دی جائے گی جس سے دوسری فوت یا معطل نہ ہو جائے مثلاً ایک مجرم کو کوڑوں اور سنگساری کی سزا دی گئی ہے تو پہلے کوڑے لگائے جائیں اس کے بعد سنگسار کیا جائے۔

۶۔ اگر مجرم مرد ہے اور اس کو سنگسار کیا جانا ہے تو سنگساری سے پہلے اس کو، کولہوں تک زمین میں دبا دیا جائے اور اگر عورت ہے تو سینے تک۔

۷۔ اگر مجرم سنگساری کی سزا کے دوران میں بھاگ کھڑا ہو تو اگر شہادت کی بنا پر اسے سزا دی گئی ہے تو اس کو واپس لا کر سنگسار کیا جائے گا اور اگر بربنائے اقرار سزا دی گئی ہے تو اگر اسے ایک بھی پتھر لگ گیا ہو تو اس کو گرفتار نہیں کیا جائے گا اگر کوڑوں کی سزا ہو تو بھاگنے کی کوئی تاثیر نہیں ہے، مفرور کو پکڑ کر لایا جائے گا اور سزا کی تکمیل کی جائے گی۔

۸۔ اگر کسی شخص نے کئی بار زنا کیا ہے اور اس کا ثبوت خواہ اقرار سے ہوا ہو یا شہادتوں سے تو ایک ہی بار حد جاری کی جائے گی۔

۹۔ اگر کسی شخص پر تین مرتبہ حد جاری کی جا چکی ہو تو چوتھی مرتبہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

۱۰۔ زانیہ محصنہ اگر حاملہ ہو تو وضع حمل اور عرصۂ رضاعت تک سنگساری

کو معطل کیا جائے گا اور اگر کنواری حاملہ ہو تو اگر اس کے بچے کے لئے نقصان دہ نہ ہو تو حد جاری کر دی جائے گی۔

۱۱۔ زانی مرد کو کھڑا کر کے کوڑے لگائے جائیں گے اور عورتیں کے علاوہ اس کو برہنہ کر دیا جائے گا اور اس کی گردن سے پیروں تک کوڑے لگائے جائیں گے۔ چہرے، سر اور مقام مخصوص کو بچایا جائے گا۔ جبکہ عورت کو پورا لباس پہنے ہوئے بٹھا کر سزا دی جائے گی۔

۱۲۔ جب کسی مجرم پر حد جاری کی جائے تو لوگوں کو اعلان کے ذریعے بلایا جائے تاکہ وہ اجرائے حد کو دیکھیں۔

۱۳۔ اجرائے حد میں بلا سبب تاخیر نہیں کی جائے گی۔ نہ کسی کی ضمانت قبول کی جائے گی نہ سفارش سنی جائے گی۔

۱۴۔ جب کسی عورت یا مرد کو رجم کیا جائے تو اس کو خود غسل میت کر لینا چاہیئے اور میت کی طرح کفن پہننا چاہیئے۔ رجم کے بعد اس پر نماز میت پڑھی جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔

۱۵۔ اگر کوئی شخص زن مردہ سے زنا کرے (معاذ اللہ) تو اس پر وہی احکام جاری ہوں گے جو زندہ عورت سے زنا کرنے پر ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر وہ محصن ہے تو رجم کیا جائے گا اور غیر محصن ہے تو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ حد جاری کرنے کے ساتھ اس قسم کے مجرم کو کچھ مزید سزا بھی تعزیراً دی جائے گی۔ اور اگر کوئی شخص اپنی مردہ بیوی سے جنسی فعل کرے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی بلکہ تعزیری سزا دی جائے گی۔

۱۶۔ جو شخص کسی محترم وقت اور زمانے میں جیسے رمضان، جمعہ یا

عید کا دن یا محترم مکان جیسے مسجد کعبہ یا مشاہد مشرفہ میں جنسی جرم کا مرتکب ہو اس کو حد کے علاوہ کچھ تعزیری سزا بھی دی جائے گی کہ اس نے ارتکاب جرم کے ساتھ گستاخی اور اہانت کا رویہ بھی اپنایا ہے۔

۱۷ کسی مرد و عورت سے زنا کا ثبوت چار مردوں کی گواہی یا مجرم کے چار مرتبہ اقرار سے ہوتا ہے۔ عورتوں کی گواہی تنہا یا مردوں کے ساتھ شامل کر کے قابل قبول نہ ہوگی [1]

احصان زنا کی بحث میں "محصن" اور "محصنہ" کا لفظ بار بار استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اس لفظ کے معنی لغت میں "شادی شدہ" کے ہیں لیکن فقہی اصطلاح میں ایک ضروری اضافہ یہ ہے کہ شادی شدہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے ایک دوسرے کے ساتھ جنسی فعل میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور دن اور رات میں جب چاہیں وہ ایک دوسرے سے نزدیکی کر سکیں۔ اس لئے شادی شدہ اگر ایسے سفر میں ہے کہ بعد مسافت کی وجہ سے وہ اپنی بیوی سے یا عورت اپنے شوہر سے قربت نہیں کر سکتے یا مرد یا عورت قید میں ہے، یا کسی صاحب قوت و اقتدار نے دونوں کو قریب آنے سے بہ جبر روک رکھا ہے، یا بیوی اور شوہر میں لڑائی ہو یا دونوں میں سے ایک شدید بیمار ہو کہ مباشرت ممکن نہ ہو تو ایسے اشخاص عورت یا مرد کنوارے کے حکم میں ہوں گے اور ارتکاب جرم کی صورت میں غیر شادی شدہ مجرموں کی سزا کے مستحق ہوں گے [2]

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج ج اوّل صہ ۲۲۷ تا ۲۲۸ تحریر الوسیلہ ج ۲ صہ ۵۹۳ تا ۵۹۶، شرائع الاسلام صہ ۱۵۴ تا ۱۵۸

[2] مبانی تکملۃ المنہاج ج اوّل صہ ۲۰۲ تا ۲۰۳ تحریر الوسیلہ ج ۲ صہ ۵۸۰، شرائع الاسلام کتاب حدود صہ ۱۵

ثبوت زنا کے وسائل اور ذرائع

زنا دو ذریعوں یا طریقوں سے ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ مجرم کا اقرار ۲۔ گواہی

۱۔ اقرار سے زنا کے ثبوت کے لئے چند شرائط ہیں۔ اوّل یہ کہ اقرار کنندہ بالغ، عاقل صاحب اختیار اور آزاد ہو۔ دوم یہ کہ چار مرتبہ اقرار کرے اور یہ اقرار مختلف اوقات میں کرے۔ چنانچہ بچے، پاگل، مجبور، نشہ میں مدہوش اور غفلت زدہ کا اقرار غیر مؤثر ہوگا۔ سوم ضروری ہے کہ صریح اور واضح الفاظ میں اقرار کرے، اگر ایسے الفاظ میں اقرار کیا جائے جن میں کسی دوسرے معنی کا احتمال ہو تو وہ اقرار بھی غیر مؤثر ہوگا۔

جناب امیر علیہ السلام نے ایک عورت پر حد جاری کرنے سے پہلے چار بار، مختلف اوقات میں، واضح لفظوں میں اس کا اقرار سماعت فرمایا

أتت امرأة مجح امیرالمؤمنین علیه السلام فقالت: یا امیر المؤمنین إنی زنیت فطهرنی طهرك الله، فإن عذاب الدنیا الیسر من عذاب الآخرة الذی لا ینقطع، فقال لها: مما أطهرك؟ فقالت: إنی زنیت، فقال لها: وذات بعل، أنت إذ فعلت فعلتك؟ أم غیر ذلك؟ قالت: بل ذات	ایک عورت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا، اے امیر المومنین خدا آپ کو پاک و پاکیزہ رکھے میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجئے کہ یقیناً دنیا کا عذاب بہت آسان ہے آخرت کے عذاب سے جو کبھی قطع اور ختم نہیں ہوتا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا، میں تجھے کس چیز سے پاک کروں؟ تو اس نے عرض

بعل، فقال لها أفحاضراً كان بعلك إذ فعلت ما فعلت؟ أم غائباً كان عنك، قالت بل حاضراً، فقال لها فانطلقي فطهري ما في بطنك ثم ايتيني اطهرت؛ فلما ولّت عنه المرأة صارت حيث لا تسمع كلامه قال، اللهم انها شهادة. ثم تلبث أن أتته فقالت قد وضعت فطهرني قال فتحاصل عيناها فقال، اطهرك يا أمة الله مما ذا؟ قالت بي ربيت فطهرني قال، وذلك لعل أنت اذ فعلت ما فعلت؟ قالت نعم قال فكان زوجك حاضراً أم غائباً؟ قالت، بل حاضراً قال، فانطلقي فارضعيه حولين كاملين كما أمرك الله. قال فانصرفت المرأة فلما صارت منه حيث لا تسمع كلامه قال، اللهم انها شهادة قال فلما

کیا میں نے زنا کیا ہے! آپؑ نے فرمایا: جب تم نے یہ فعل کیا تو تم شوہر دار تھیں یا نہیں؟ اس نے کہا میں شوہر دار تھی۔ آپ نے پوچھا، جب تو نے یہ حرکت کی تو کیا تیرا شوہر حاضر تھا یا غائب؟ اس نے عرض کیا کہ وہ موجود تھا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا کہ اس وقت چلی جا، وضع حمل کے بعد میرے پاس آنا میں تجھے پاک کر دوں گا۔ جب وہ عورت جناب امیر علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہوئی اور اتنی دور چلی گئی کہ وہ جنابؑ کے ارشادات کو نہ سن سکتی تھی تو آپؑ نے فرمایا پالنے والے یہ ایک شہادت ہے۔ وہ بار نہ آئی اور کچھ عرصہ کے بعد پھر آ گئی۔ اور کہنے لگی! میں نے بچہ جن دیا ہے اب مجھے پاک کر دیجئے! راوی کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے تجاہل عارفانہ فرماتے ہوئے اس سے کہا اے کنیز خدا میں تجھے کس جرم سے

مضى المحلان أنت المرأة فقالت
قد أرضعته حولين فطهرني
يا أمير المؤمنين فتجاهر عليها
وقال اطهرك معاذ الله فقالت
إني زنيت فطهرني. فقال دخلت
بعل أنت أو فعلت ما فعلت؟
فقالت نعم. قال وكان غائباً
عنك أو فعلت ما فعلت؟ فقالت
بل حاضر. قال فالطلق فأكمليه
حتى يعقل أن يأكل ويشرب
ولا يقرى من سطيح ولا يتمر
في ستر قال، فانصرفت وهي
تبكي فلما ولت وصارت حيث
لا تسمع كلامه قال اللهم
هذه ثلاث شهادات قال
فاستقبلها عمرو بن حريث
المخزومي فقال لها: ما يبكيك
يا أمة الله؟ وقد رأيتك
تخاصمين إلى علي عليه السلام
تسأليه أن يطهرك فقالت
إني أتيت أمير المؤمنين عليه السلام

پاک کردوں؟ اس نے کہا: میں نے
زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجئے۔ تو
آپؑ نے فرمایا: جب تو نے یہ کیا تو
تو شوہر دار تھی؟ اس نے کہا،
ہاں، آپ نے پوچھا تیرا شوہر موجود
تھا یا غائب؟ اس نے کہا موجود
تھا! آپؑ نے فرمایا تم چلی جاؤ
اور بچے کو دو برس دودھ پلاؤ
جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے
راوی کہتا ہے کہ عورت پلٹ گئی
اور جب اتنی دور ہو گئی کہ وہ حضرت
کا کلام نہیں سن سکتی تھی تو آپ نے
فرمایا: اے خدا یہ دو گواہیاں ہوئیں
راوی کہتا ہے کہ جب دو برس گذر
گئے تو وہ عورت پھر آگئی اور اس
نے کہا کہ میں نے بچے کو دو برس
دودھ پلا دیا ہے، مولا اب مجھے
پاک کر دیجئے! حضرت علی علیہ السلام
نے اس سے گفتگو میں ایسا ردیہ
اختیار فرمایا گویا اسے جانتے نہیں
ہیں اور کہا، تم کو کس چیز سے پاک

فسألته أن يطهرني فقال .
إكفلي ولدك حتى يعقل أن يأكل
ويشرب ولا يتردى من سطح
ولا يتهور في ركوة وقد فعلت
أن يأتي علي الموت ولم يطهرني .
فقال لها عمرو بن حريث
أرجعي إليه فأنا أكفله فرجعت
وحضرت أمير المؤمنين عليه السلام
فقال عمرو بن حريث . فقال له
أمير المؤمنين عليه السلام وهو
متجه إلى عدوه وهو يكفل
عمرو ولدك ؟ فقالت يا أمير
المؤمنين إني زنيت فطهرني
فقال وكنت قبل أن تلدي
ما فعلت ؟ قالت . نعم قال
أفلما كان بعد أن ولدت
ما فعلت ؟ قالت من عاجلاً
قال فرفع رأسه إلى السماء
فقال اللهم إنك قد علمت
عليها أربع شهادات بالزنا
قال فنظر إليه عمرو بن حريث

کر دوں ؟ اس نے عرض کیا ، میں
نے زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجیے ۔ آپؑ
نے پوچھا کہ تم نے جو کچھ بھی کیا ، تم
اس وقت شوہر دار تھیں ؟ اس
نے کہا ، جی ہاں ! آپؑ نے فرمایا جب
تو نے یہ حرکت کی تو تیرا شوہر غائب
تھا ؟ اس نے عرض کیا ۔ حاضر تھا
آپؑ نے اس عورت سے کہا کہ چلی
جاؤ اور اس بچے کی پرورش کرو
یہاں تک کہ کچھ سمجھ دار ہو جائے ،
کھانے پینے لگے ، کسی اونچی جگہ سے
لڑھک نہ جائے اور کسی کنویں وغیرہ
میں گر نہ جائے ۔ یہ سن کر وہ عورت
اس حال میں واپس مڑی کہ رو
رہی تھی ، جب وہ اتنے فاصلے پر
پہونچ گئی کہ وہ حضرتؑ کی بات
سن نہ سکتی تھی تو آپؑ نے فرمایا
خدایا ، تین شہادتیں ہو گئیں ۔
راوی کہتا ہے کہ اس عورت کو راستے
میں عمرو بن حریث مخزومی ملے اور
کہا کہ اے کنیز خدا کیوں روتی ہے

وكانت المرأة تختلف في وجهه فتراه في حالات شتى وتقول يا أمير المؤمنين إني أتيتك مرات أن تطهر ولدك وأنت تأبى ذلك، فما الذي كرهته مني؟ فقال أمير المؤمنين عليه السلام أبعد أربع شهادات مستقلة تكملت وأنت فيها عدل

میں دیکھتا رہا ہوں کہ تو حضرت علی علیہ السلام کے پاس بار بار آکر اپنے بیٹے کو پاکیزہ کرنے کی درخواست کرتی رہی ہے۔" اس نے کہا: میں امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس آئی تھی کہ وہ مجھے پاک کر دیں تو آپ نے حکم دیا کہ اپنے بچے کی پرورش کرو، یہاں تک کہ اسے سمجھ آجائے اور خود کھانے پینے لگے اور کسی اونچی جگہ سے لڑھک نہ جائے اور کنویں گڑھے میں گر نہ جائے۔ اب مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے موت آجائے اور مولا نے مجھے پاک نہ کیا ہو۔" عمرو بن حریث نے کہا کہ حضرتؑ کے پاس چلی جاؤ، میں اس بچے کی پرورش کروں گا۔ چنانچہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس پلٹ آئی۔ اور آپؑ کو عمرو بن حریث کی گھنگر سے آگاہ کیا۔ تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس سے سابقہ انداز میں فرمایا: عمرو تمہارے بچے کی پرورش کیوں کرے گا (جب کہ تم موجود ہو)۔ اس نے کہا، مولا میں نے تو رنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجئے! آپ نے فرمایا، تم نے جو کچھ کیا اس وقت شوہر دار تھیں؟ اس نے کہا، جی ہاں۔ آپ نے پوچھا تمہارا شوہر غائب تھا؟ اس نے عرض کیا، نہیں، حاضر تھا! تب آپؑ نے آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا، اے خدا اس کے خلاف چار گواہیاں ثابت ہو چکی ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس حالت میں عمرو بن حریث نے حضرت علیؑ کے چہرے پر نظر ڈالی تو آپؑ کا چہرہ سرخ تھا۔ عمرو نے یہ عالم جلال دیکھ،

تو عرض کیا: مولا میں نے تو اس بچے کی پرورش اس لئے قبول کر لی تھی کہ میں یہ سمجھا تھا کہ آپ اسے پسند فرمائیں گے لیکن آپ کو ناپسند ہے تو میں یہ ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اب، چار شہادتوں کے بعد ۔ ۔ ۔ ؟؟ اب تو تمہیں اس کی کفالت کرنا پڑے گی اور حقارت و ذلت تمہارا مقدر ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد آپ نے اس عورت کو سزا دے دی۔

ایک مرد کے متعلق میں بھی جناب امیر علیہ السلام نے یہی طریق کار اختیار فرمایا:

علی بن ابراہیم عن احمد بن محمد بن خالد رفعہ إلی امیر المؤمنین علیہ السلام قال: أتاہ رجل بالکوفۃ فقال، یا امیر المؤمنین إنی زنیت فطہرنی قال: ممن أنت؟ قال من مزینۃ قال أتقرأ من القرآن شیئاً؟ قال بلی، قال فاقرأ، فقرأ فاجاد فقال أ لک عیشۃ؟ قال لا قال، فاذہب حتی نسئل عنک فذہب الرجل ثم رجع الیہ بعد فقال، یا امیر المؤمنین إنی زنیت فطہرنی، فقال ألک زوجۃ؟

کوفہ میں جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا اے امیر المومنین میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجئے، آپ نے فرمایا تم کس قبیلہ سے ہو؟ اس نے عرض کیا مزینہ سے فرمایا تم قرآن میں سے کچھ پڑھ سکتے ہو، اس نے عرض کیا جی ہاں، اس کے بعد اس نے پڑھا اور بڑے سلیقہ سے پڑھا، آپ نے فرمایا، تو دیوانہ تو نہیں ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں! حضرت نے فرمایا واپس جاؤ ہم تمہارے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔ وہ چلا گیا اور کچھ عرصہ

ان سلمی قال فمقیمة معك
فی المنزل ؟ قال نعم قال
فامره امیر المؤمنین علیه السلام
فذهب وقال حتی نسئل عنك
فرجعت الی قومه فسألهم عن
خبره فقالوا یا امیر المؤمنین
صحیح العقل فرجع الیه
فاخبره فقال له مثل مقالته
فقال له اذهب حتی نسئل
عنك فرجع الیه الرابعة
فلما قرر قال امیر المؤمنین
علیه السلام لقنبر لقنه
له فدعف ثم قال اما
اقبح ما ورد علی مکلف باقی
بعض هذه الفواحش یفضح
نفسه علی رؤوس الملاء، اما
تاب فی سبعة فلم تقبله
فیما بینه وبین الله العفو
عن اقی علی الحد ت

کے بعد پھر خدمت میں پیش ہوا اور کہا
یا امیر المؤمنین میں نے زنا کیا ہے مجھے
پاک کر دیجئے۔ آپؑ نے فرمایا تمہاری
بیوی ہے؟ عرض کیا جی ہاں، آپؑ
نے پوچھا! تمہارے ساتھ ہی رہتی ہے
اس نے کہا جی ہاں۔ جناب نے پھر
اسے واپس جانے کا حکم دیا، یہ کہہ
کر کہ ہم تیرے متعلق کچھ پوچھ گچھ کریں
گے۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام
نے اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے
کے لئے اس کے قبیلے والوں سے
پوچھا تو ان لوگوں نے کہا یہ صحیح العقل
ہے۔ پھر وہ تیسری مرتبہ آیا اور حضرتؑ
کے سامنے اپنی سابقہ گفتگو دہرائی
حضرتؑ نے فرمایا چلے جاؤ ہم تمہارے
بارے میں سوال کریں گے۔ وہ شخص
چوتھی مرتبہ آیا اور اپنے جرم کا اقرار
کیا تو جناب امیر المؤمنین علیہ السلام
نے قنبرؑ سے کہا اس کی نگرانی کرو۔
پھر آپ کو جلال آگیا اور آپ نے فرمایا کہ تم میں سے وہ شخص کتنا برا ہے

ت فروع کافی ج ۷ کتاب الحدود باب ۲۷ و مسائل شیعہ ج ۱۸ ص ۳۰۸

فواحش میں مبتلا ہوتا ہے اور خود کو عوام کے سامنے رسوا کرتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ وہ اپنے گھر میں توبہ کر لیتا۔ اس کی توبہ اس معاملہ میں جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے میرے اس پر حد قائم کرنے سے افضل ہے"!!

اس حدیث کے آخری حصے سے یہ حقیقت برآمد ہوتی ہے کہ اگر کسی سے کوئی جنسی جرم سرزد ہو جائے تو اسے بارگاہ خداوندی میں توبہ کرنا چاہیئے کہ خداوند عالم ستار العیوب ہے اور عیبوں اور جرموں پر پردے کو پسند فرماتا ہے اور یہ بات اپنی جگہ ثابت ہے کہ توبہ کے بعد کوئی جرم، جرم نہیں رہتا۔ التائب من الذنب کمن لا [illegible] اسی لیے فقہاء نے ہر جگہ لکھا ہے کہ اقرار اور شہادت سے پہلے کوئی شخص توبہ کرلے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی

اگر کوئی شخص چار مرتبہ اقرار نہ کرے تو اس کو بطور حد سزا نہیں دی جائے گی۔ البتہ قاضی اس کو تعزیری سزا دے گا۔ ان تمام امور میں عورت اور مرد یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

گونگے کا اقرار ایسے واضح اشارے سے قابل تسلیم ہوگا جو نطق کا بدل ہو سکے اور اگر ایسے شخص کا اشارہ قاضی نہیں سمجھتا ہے اور اس کی ترجمانی کی ضرورت ہے تو دو عادل گواہ درکار ہوں گے۔

اگر کوئی شخص کسی عورت کا نام لے کر زنا کا اقرار کرے تو چار مرتبہ کا اقرار ہی موثر ہوگا۔ اس صورت میں عورت کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ اور مرد پر بھی قذف کی سزا عائد نہیں

نہ جائے گی۔ لیکن اگر یہ کہدے کہ میں نے اس سے زنا کیا ہے اور وہ زانیہ ہے تو اس پر حد زنا کے ساتھ حد قذف بھی ہوگی

اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کا چار بار اقرار کرے اور عورت کا نام نہ لے تو اس سے نام نہیں پوچھا جائے گا۔

اگر کوئی بے شوہر عورت حاملہ پائی جائے تو جب تک وہ چار بار اقرار زنا نہ کرے یا اس کے خلاف شہادتیں قائم نہ ہو جائیں اس وقت تک اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی اور کسی کو اس سے قیام حمل کے متعلق سوالات اور تفتیش کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص ایسے جنسی جرم کا اقرار کرے جس کی سزا رجم ہے اور پھر منکر ہو جائے تو رجم نہیں کیا جائے گا اور اگر ایسے جرم کا اقرار کر کے منکر ہو، ہو جس کی سزا کوڑے ہوں تو یہ سزا ختم نہیں ہوگی۔[1]

۲۔ **گواہی**: ثبوت زنا کا دوسرا ذریعہ گواہی ہے، لیکن اس جنسی جرم کے ثبوت کے لئے چار مردوں یا تین مردوں دو عورتوں یا دو مردوں اور چار عورتوں کی شہادت درکار ہوگی۔ تاہم دو مردوں اور چار عورتوں کی شہادت سے وہ زنا ثابت ہوگا جس کی سزا کوڑے ہیں۔ سنگساری کے ثبوت کے لئے چار مردوں یا تین مردوں اور دو عورتوں کی گواہی مؤثر ہوگی۔ اس جرم میں صرف عورتوں کی شہادت کی کوئی قیمت نہیں ہے اور ایک مرد اور چھ عورتوں کی شہادت بھی بے معنی ہے

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج ج اوّل ص ۱۶۳ تا ۱۷۸، تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۵۸۹، ص ۵۹۰، استفتائے اسلام کتاب الحدود ص ۱۵۰

اسی طرح دو مردوں اور چار عورتوں کی گواہی بھی غیر مؤثر ہے۔

شہادت کے لیے ضروری ہے کہ وہ یقینی مشاہدے اور معائنے کی بنیاد پر ہو یعنی یہ کہ تمام گواہوں نے اپنی آنکھوں سے اس فعل شنیع کا واضح غیر مشکوک مشاہدہ کیا ہو۔ اگر گواہوں کی تعداد میں ایک کی بھی کمی ہوگی تو ملزم کے نہ کوڑے مارے جا سکتے ہیں۔ نہ رجم کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ گواہوں پر حد قذف جاری کر دی جائے گی۔

گواہ، وقوعہ واقعہ کی کیفیات میں بھی متحد ہوں۔ یعنی یہ کہ وقت و مکان وغیرہ کے بیان میں کوئی اختلاف نہ پایا جاتا ہو اگر ایسا اختلاف موجود ہو تو ملزم کو سزا نہیں دی جائے گی بلکہ گواہوں کو حد قذف لگائی جائے گی۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ سب گواہ ایک ہی وقت میں حاضر ہو کر یکے بعد دیگرے گواہی دیتے چلے جائیں کسی گواہ کا انتظار نہیں کیا جائیگا، اگر تین گواہ، گواہی دے دیں اور چوتھا نہ ہو تو ان تین پر حد قذف جاری کر دی جائے گی اگر سب گواہ موجود ہوں لیکن ان میں سے کچھ گواہی دے دیں اور کچھ نہ دیں تو گواہی دینے والوں پر حد قذف عائد ہو جائے گی۔

نوٹ حاکم وقت کو اختیار ہے کہ چاہے تو ہر گواہ کی گواہی الگ لے یا چاروں کی شہادت یکے دوسرے کے سامنے سنے۔

گواہیوں کے گذر جانے کے بعد حد کا ثبوت ہو جاتا ہے ملزم کی طرف سے گواہیوں کی تصدیق یا تکذیب کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

اگر کسی کنواری لڑکی کے خلاف چار مرد گواہ گذر جائیں اور لڑکی اس کا انکار کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ وہ باکرہ ہے تو اگر چار عورتیں اس کے باکرہ ہونے کی گواہی دیدیں تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

ملزم اگر گواہیوں کے گذرنے سے پہلے توبہ کرلے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ [1]

گواہی فقط تازہ واردات ہی کے لئے مؤثر نہیں ہے بلکہ کسی پرانے جرم کے ثبوت کے لئے بھی مؤثر ہوتی ہے [2]

استبصار اسلامی قانون شہادت میں مسلمہ طور پر دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے یا ایک عورت کی گواہی ایک مرد کے مقابلے میں نصف ہے اس لئے ظاہر ہے کہ جب تک کسی معاملہ میں دو عورتیں گواہ نہیں ہوں گی ان کی شہادت کی کوئی تاثیر نہیں ہوگی۔ قرآن کریم میں عورت کی شہادت کے متعلق واضح حکم دیا گیا ہے۔ واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى [3] اور اپنے پسندیدہ گواہوں میں سے دو مردوں کو گواہ بنالو لیکن اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالو تاکہ ان عورتوں میں سے اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے

حضور شارع اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے اس وقت تک امت مسلمہ دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر ہی سمجھتی رہی ہے لیکن آجکل بعض متجددین نے جن میں بعض خواتین بھی شامل

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج، ج اوّل صفحہ ۱۷۸ تا ۱۸۱، سیر الوسیط ج ۲ صفحہ ۵۹۱، ۵۹۲
شرائع الاسلام کتاب الحدود صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۳ [2] الاستبصار فی عقائدھم واحکامھم صفحہ ۲۳۱
[3] پ ۳ البقرہ آیت ۲۸۲

ہیں عورت کی گواہی کو مردانہ حیثیت دینے کے لئے کوشاں ہیں۔ ان کی روشنی چشم کے لئے ہم جناب امیر علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ نقل کر رہے ہیں۔ معاشر الناس انہن نواقص الایمان، نواقص الحظوظ، نواقص العقول۔ فاما نقصان ایمانہن فقعودہن عن الصلوۃ والصیام فی ایام حیضہن واما نقصان عقولہن فشہادۃ امرأتین کشہادۃ الرجل الواحد واما نقصان حظوظہن فمواریثہن علی الانصاف من مواریث الرجال[1] لوگو! عورتوں کے ایمان حصے اور عقلیں ناقص ہوتی ہیں۔ نقص ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ماہواری میں نماز روزہ ادا کرنے کے قابل نہیں رہتیں۔ نقص عقول کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے دو عورتوں کے حصے کی کمی کا ثبوت یہ ہے کہ میراث میں ان کا حق مردوں کے مقابلہ میں نصف ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا یہ ارشاد فاما نقصان عقولہن فشہادۃ امرأتین کشہادۃ الرجل الواحد (یعنی دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے) اس بات کی دلیل ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر کسی خاص مورد میں نہیں ہے بلکہ جہاں بھی عورت محل شہادت میں آئے گی تو دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر تسلیم کی جائے گی۔

قرآن کریم کے اطلاقات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد

---

[1] نہج البلاغہ مترجم مرزا یوسف حسین ص ۳۱۶

حضرت علی علیہ السلام سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے علوم کے اظہار کا وسیلہ قرار دیا ہے یہ کہہ کر "انا مدینۃ العلم وعلی بابہا" اور تمام اصحابؓ رسول بلا استثنار حضرت علی علیہ السلام کی رفعت علمی کے قائل ہیں اس لئے اسلامی قانون شہادت میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوگی اور سوائے مخصوص موارد کے اہم اور اصولی معاملات میں ایک عورت کی گواہی کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔

غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے لگانے کی سزا قرآن کریم کے سورۂ نور میں بیان کی گئی ہے (الزانیہ والزانی فاجلدوا کل واحدۃ منہما مائۃ جلدۃ ، زانی مرد اور عورت میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ) لیکن رجم یعنی سنگساری سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے اور اس میں کسی مسلمان فرقے نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ اصحاب کرامؓ کے دور حکومت میں سرآمد اہل بیت رسول حضرت علی علیہ السلام کے دور اقتدار اور جب بھی، جہاں کہیں بھی اسلامی سزاؤں کا رواج رہا ہے رجم کی سزا پر عمل کیا گیا ہے۔ حجاز مقدس میں آجکل بھی اس پر عمل ہوتا ہے۔ جدّت پسندوں کا یہ ارشاد کہ رجم اسلامی سزا نہیں ہے ایک ایسا اجتہاد ہے جس پر مسلمان صرف حیرانی سے مسکرا سکتا ہے۔

لواطہ

یہ شہوت رانی کی انتہائی ذلیل اور قبیح شکل ہے۔ اس میں مرد ہی فاعل ہوتا ہے اور مرد ہی مفعول اس کو آج کل کی زبان میں "ہم جنسی" کہا جاتا ہے۔ یہ جنسی جرائم کی بدترین صورت ہے اس لئے کہ یہ وضع فطرت کے خلاف ہے جب تک انسان اخلاقی طور پر مکمل دیوالیہ نہ ہو جائے اس فعل کا ارتکاب کر ہی نہیں سکتا۔ سؤر کے علاوہ جانور بھی اس جنسی بے راہ روی سے بالکل محفوظ رہتے ہیں صرف سؤر ایک ایسا جانور ہے جو ہیجان جذبہ جنسی میں نر و مادہ میں امتیاز نہیں کرتا۔ اور شاید اسی لئے وہ قومیں اس فعل شنیع کا بے محابا ارتکاب کرتی ہیں جو سؤر خور ہیں۔ یورپ کے بعض ممالک میں اس غیر انسانی بلکہ ابلیسی عمل کو قانونی حیثیت بھی دے دی گئی ہے۔ امم سابقہ میں سے حضرت لوطؑ کی قوم اس بیماری میں مبتلا تھی اور خداوند عالم نے اس پر عذاب استیصال نازل کر کے اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا تھا اور فنا کر دیا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:۔

ولما جاءت رسلنا لوطا سیئ بھم وضاق بھم ذرعا وقال ھذا یوم عصیب ۝ وجاءہ قومہ یھرعون الیہ ط ومن قبل کانوا یعملون السیات ط قال یقوم ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم فاتقوا اللہ ولا تخزون فی ضیفی ط الیس منکم رجل رشید ۝ قالوا لقد علمت مالنا فی بناتک من حق ج وانک لتعلم ما نرید ۝ قال لو ان لی بکم قوۃ او اوی الی رکن شدید ۝ قالوا یلوط انا رسل ربک

لن یصلوا الیک فاسر باھلک بقطع من اللیل ولا یلتفت منکم احد الا امرأتک ط انہ مصیبھا ما اصابھم ط ان موعدھم الصبح ط الیس الصبح بقریب ○ فلما جاء امرنا جعلنا عالیھا سافلھا وامطرنا علیھا حجارۃ من سجیل ۵ منضود ۵ مسومۃ عند ربک ط وما ھی من الظلمین ببعید ○ [1]

"اور جب ہمارے فرستادہ فرشتے لوط کے پاس آئے تو ان کو ان کی آمد سے رنج پہونچا اور وہ بڑے دل تنگ ہونے اور کہنے لگے کہ آج کا دن تو بڑا ہی سخت ہے اور جناب لوط کی قوم کے لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے سے بدکاریاں کیا کرتے تھے۔ جناب لوط علیہ السلام نے کہا کہ اے میری قوم یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، یہ تمہارے لئے بالکل پاکیزہ اور مناسب ہیں لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے معاملہ میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی سمجھدار آدمی نہیں ہے، وہ کہنے لگے آپ جانتے ہیں کہ ان لڑکیوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے اور جو ہم چاہتے ہیں اسے بھی آپ خوب جانتے ہیں ..... آپ نے فرمایا کاش مجھے تمہارے مقابلے کی طاقت حاصل ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے یا قلعے کی پناہ لے سکتا، اس مرحلے پر فرشتوں نے کہا: اے لوط ہم آپ کے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں، یہ لوگ آپ تک ہرگز نہ پہونچ پائیں گے، لہٰذا آپ کچھ رات رہے اپنے خاندان والوں کو لے نکل جائیے اور کوئی بھی

---

[1] القرآن پ ۱۲ سورہ ھود آیت ۷۷ تا ۸۳

پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، تاہم اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جائے بے شک اس کو وہی عذاب پہنچے گا جو ان لوگوں کو پہنچے گا بے شک ان کے وعدۂ عذاب کا وقت صبح ہے اور کیا صبح قریب نہیں ہے پھر جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصے کو نیچے کا حصہ بنا دیا یعنی الٹ پلٹ کر دیا اور ہم نے اس پر کنکروں والے پتھر تابڑ توڑ برسائے جن پر آپ کے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے۔ اور یہ سزا ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے؟

یہ حقیقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کثرت ارتکاب زنا پر امم سابقہ میں سے کسی اُمت کا تختہ نہیں الٹا گیا اور کسی قوم کے نام و نشان کو نہیں مٹایا گیا، ہم جنسی وہ واحد جرم ہے جس کی اتنی ہولناک سزا دی گئی ہے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

حرمة الدبر اعظم من حرمة الفرج وان الله اهلك امة لحرمة الدبر ولم يهلك احد لحرمة الفرج (له)

قرآن کریم میں اس ذلیل فعل کے مرتکبین کو مجرم، مسرف، ظالم، فاسق، مفسد اور عدوان پسند کہا گیا ہے جیسا کہ زیر نظر آیات سے واضح ہوتا ہے:

ولوطاً اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العالمين ۝ انكم لتاتون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم مسرفون ۝ وما كان جواب قومه الا ان قالوا اخرجوهم من قريتكم ج انهم اناس يتطهرون ۝ فانجيناه واهله الا امرأته

له وسائل الشيعه ج ، ص ۲۴۱

كانت من الغٰبرين ○ وامطرنا عليهم مطراً فانظر كيف كان عاقبة المجرمين ○ (۱)

"اور جناب لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ وہ بدفعلی گناہ کرتے ہو جو دنیا میں اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کیا، یعنی عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو، تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔ ان کی قوم نے بس یہ جواب دیا کہ لوگو! لوطؑ کے کنبے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو کہ یہ لوگ تو پاکبازی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بس ہم نے لوطؑ اور ان کے کنبے کو نجات دے دی البتہ ان کی بیوی پیچھے رہ گئی اور ہم نے ان لوگوں پر پتھروں کی بارش کر دی تو اے رسولؐ دیکھیے تو ان مجرموں کا کیا حشر ہوا"۔۔۔۔!!

انا منزلون على اهل هذه القرية رجزاً من السماء بما كانوا يفسقون ○ (۲)

"اور ہم اس بستی کے رہنے والوں پر ان کے فسق و فجور یعنی بدکاری کی پاداش میں آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں"۔

قال رب انصرني على القوم المفسدين ولما جاءت رسلنا ابراهيم بالبشرىٰ قالوا انا مهلكوا اهل هذه القرية ان اهلها كانوا ظٰلمين ○ (۳)

"نبیؑ نے فریاد کی، اے خدا! اس بدکار قوم پر مجھے غلبہ عطا فرما۔ پھر

---

(۱) القرآن پ ۸ الاعراف آیت ۸۰ تا ۸۴ (۲) القرآن پ ۲۰ العنکبوت آیت ۳۴
(۳) القرآن پ ۲۰ آیت ۳۱ تا ۳۲

جب ہمارے فرستادہ فرشتے ابراہیم کو خوشخبری دینے آئے تو انہوں نے بتایا کہ ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ ظالم ہیں:

أتأتون الذكران من العالمين ۝ وتذرون ما خلق لكم ربكم من أزواجكم ۚ بل أنتم قوم عادون ۝ [1]

"تم اس جہان میں ہم جنسی کا ارتکاب کرتا چاہتے ہو اور اپنی بیویوں کو جنہیں خدا نے تمہارے لئے خلق کیا ہے چھوڑ بیٹھے ہو۔ بات یہ ہے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے ہو:

ان آیتوں کی وضاحت کے مطابق یہ ثابت ہو گیا کہ ہم جنسی کے مرتکب مرد سخت مذمت کے مستحق ہیں اور انتہائی ہولناک سزا کے بھی، کہ ان کا اور ان کی آبادیوں کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا۔

ذخیرۂ احادیث میں بھی اس جرم شنیع کی مذمت میں ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں۔ جن میں سے چند پیش کئے جاتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من جامع غلاماً جنباً يوم القيامة لا ينقيه ماء الدنيا وغضب الله عليه ولعنه وأعد له جهنم وساءت مصيراً ثم قال صلى الله عليه وآله وسلم إن الذكر يركب الذكر فيهتز العرش لذلك وإن الرجل لو أوتي في حقبه فيجيء الله تعالى على جسر جهنم حتى يفرغ الله من حساب الخلائق ثم يؤمر به إلى جهنم فيعذب بطبقاتها

---

[1] القرآن پ ۱۹ آیت ۱۶۵/۱۶۶

طبقة طبقة حتى يرد إلى اسفلها ولا يخرج منها [1]

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس شخص نے کسی لڑکے سے بدفعلی کی وہ قیامت کے دن جنب ہی محشور ہوگا، اسے دنیا کا پانی پاک نہیں کر سکتا۔ اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور خدا نے اس کے لئے دوزخ مہیا کر رکھا ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ پھر فرمایا کہ جب کوئی مرد کسی مرد سے منہ کالا کرتا ہے تو عرش الٰہی کانپنے لگتا ہے اور اگر کوئی شخص یہ گندہ فعل کرائے گا تو اللہ اسے جہنم کے پل پر اس حد تک محبوس رکھے گا کہ وہ ساری خلائق کے حساب سے فارغ ہو جائے پھر وہ اس کو جہنم میں ڈالنے کا حکم دے گا اور جہنم کے تمام طبقات میں سے ایک ایک طبقہ میں اس پر عذاب کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں پہنچ جائے گا اور اس سے کبھی نہ نکلے گا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

من مات مصرًا على اللواط لم يمت حتى يرميه الله بحجر من تلك الاحجار فيكون فيه منيته ولا يراه احد۔

" جو شخص ہم جنسی میں دلچسپی رکھتا ہوا مر جائے تو اس کی موت قوم لوط کے پتھروں ہی میں سے کسی پتھر سے واقع ہوتی ہے اگرچہ اس کو کوئی دیکھتا نہیں ہے۔"

---

[1] جواہر الکلام ج ۴۱ ص ۳۰۵

دوسری حدیث میں فرمایا:

ما من عبد یخرج من الدنیا یستعمل عمل قوم لوط الا رمی اللہ کبدہ من تلک الحجارۃ تکون منیتہ فیھا ولکن الخلق لا یرونہ (اللہ)

"جو بندہ عمل قوم لوط کو درست سمجھتا ہوا دنیا سے نہیں جاتا مگر یہ کہ اللہ، قوم لوط والے پتھروں سے اس کے جگر پر ضرب لگاتا ہے اور ان پتھروں ہی سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے لیکن اللہ کی مخلوق اس منظر کو نہیں دیکھتی"

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

لو کان ینبغی لاحد ان یرجم مرتین لوجب اللوطی (سنہ)

"اگر کسی شخص کے لئے مناسب ہوتا کہ اسے دو دفعہ سنگسار کیا جائے تو ہم جنسی کے مرتکب کو دو مرتبہ ہی رجم کیا جاتا"

مذکورہ احادیث کی روشنی میں ہر شخص بآسانی یہ سمجھ سکتا ہے کہ قانون فطرت کو توڑ کر ہم جنسی کی طرف راغب ہونا، انسانیت سے انحراف ہے۔ ہر انسان کو اس سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے، خصوصاً امت مسلمہ کے ہر فرد کا فرض ہے کہ اس گھناؤنے کاروبار سے مکمل طور پر اجتناب و احتراز کرے اس لئے کہ آخرت کی سزا کے علاوہ دنیاوی اعتبار سے بھی یہ فعل انسانی نفسیات اور صحت کو تباہ کر ڈالتا ہے، طبی کتابوں میں اس کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے اور مشاہدہ، طبی کتب کی اس انوکھی

سنہ فروع کافی ج ۷، ص ۱۹۹ سنہ تفسیر صافی سورۂ ھود ص ۲۴۱

کی تصدیق کرتا ہے۔ دنیا میں اس کا عظیم ترین نقصان یہ ہے کہ مفعول کی ماں بہن اور بیٹی فاعل پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہیں (۱) اور اگر جہالت یا حماقت کی وجہ سے رسماً اس قسم کا کوئی رشتہ ظہور پذیر ہو جائے تو یہ سلسلۂ حرام کہاں تک چلے گا اس کو تو خدا ہی جانتا ہے اور اس کا وبال ہم جنسی کا ارتکاب کرنے والوں کے نامۂ اعمال ہی میں ثبت ہوگا۔"

ہم جنسی کے اسباب:

ہم جنسی کا کوئی واقعی سبب تو موجود نہیں ہے اس لئے کہ ہر خطۂ ارض میں صنف مقابل کا حصول ممکن ہے اور اس طرح فطری طریقہ پر جنسی جذبہ کی تسکین کا سامان ہو سکتا ہے۔ تاہم، ہم جنسی کی پہلی وجہ فرزندان آدم کا عقلی فتور ہے اس لئے کہ غیر فطری لذت کوشی فتور عقل کو ہی مقتضی ہے۔ دوسرا افسادی سبب حقائق زندگی سے گریز اور فرائض حیات سے فرار ہے۔ انسان فطری قوانین کی اطاعت کرتے ہوئے شادی بیاہ کرے تو عورت کے نان نفقہ اور دیگر ضروریات کی تکمیل کے فرائض مرد پر عائد ہو جاتے ہیں اور اگر بچے بھی پیدا ہو جائیں تو بچوں کی معاشی ضروریات کے علاوہ تعلیم و تربیت کے فرائض بھی متعلق ہو جاتے ہیں۔ انہی ذمہ داریوں سے بچنے کے لئے عقل باختہ انسان ہم جنسی اختیار کرتا ہے کہ اس میں جنسی ہیجان کی تسکین ہو جاتی ہے مگر کوئی حیاتیاتی فرض عائد نہیں ہوتا اور نہ کوئی معاشی و معاشرتی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس لئے فرائض زندگی اور حقائق حیات سے منہ چھپانے والے لوگ ان ذمہ داریوں سے فرار اور گریز کے لئے ہم جنسی کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ خواہ ہم جنسی میں تسلسل ہو یا کبھی کبھار اس کا ارتکاب کیا جائے، احمقانہ

---

(۱) توضیح المسائل آقائی خوئی مسئلہ ۲۴۱۲، تحریر الوسیلہ آقائی خمینی ج ۲ ص ۲۹۲

لذت کوشی کے علاوہ ذمہ داریوں سے فرار کو بھی جو ہری دخل ہوتا ہے۔ اگر یہ فعل شنیع جاری رہے تو نسل انسانی کے انقطاع کا امکان مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ توالد و تناسل کے لئے قانون فطرت کا اتباع ہی مفید ہو سکتا ہے کہ مجرموں کی یہ بھی ایک ہولناک سزا ہوگی کہ ان کی نسلیں ختم ہو جائیں گی۔ چونکہ اس فعل شنیع میں حمل وغیرہ کا خطرہ نہیں ہوتا اس لئے بھی بعض لوگ اس طرف رجوع ہو جاتے ہیں کہ جنسی ہیجان بھی رفع ہو جائے اور بدنامی بھی نہ ہو سکے آخر کار جسمانی اور نفسیاتی بیماریاں اس قسم کے مجرموں کا مقدر بن جاتی ہیں۔

مردانہ ہم جنسی کے نتیجے میں ایک خاص بیماری جس کا نام "عفت انبہ" ہے پیدا ہو جاتی ہے جو انتہائی رسوا کن اور ذلیل ہے اس قسم کے مریض نوجوانوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور ان پر کثیر سرمایہ خرچ کرتے ہیں۔ غیرت انسانی، در شرف آدمیت ایسے شخص کو قطعاً چھوڑ جاتی ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مکن من نفسہ طائعاً یلعب بہ، القی اللہ علیہ شھوۃ النساء (لہ)

"امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بخوشی مفعولیت اختیار کرتا ہے تو خداوند عالم اس پر عورت کا سا جنسی ہیجان مسلط کر دیتا ہے۔"

دنیاوی قوانین میں اس ذلیل ترین جرم کی جو صحیح جرم شکن سزا تجویز نہیں کی گئی ہے بلکہ بعض قوموں کے قوانین میں تو اس کو تحفظ دیا گیا ہے۔ اس لئے بھی عقل

لہ وسائل الشیعہ ج ، صفحہ ۲۵۳

باختہ لوگ اس طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ کم لڑکوں کو غرض پرستوں کی طرف سے مختلف قسم کے لالچ اور دھوکوں سے گمراہ کر لیا جاتا ہے، خصوصاً ایسے بچے جن کے والدین انہیں مناسب جیب خرچ نہیں دیتے یا ان کی مکمل نگرانی نہیں کرتے، ابلیسی چالوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر والدین اپنے فرائض سے غفلت نہ کریں تو لڑکے بالے، شیاطین الانس کے چنگل میں پھنسنے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرے کا ہر فرد اس لعنت کے خلاف نفرت و بیزاری کا مظاہرہ کرے اور ہولناک قسم کی تادیب و تعزیر کا اہتمام کیا جائے تو اس کے تسلسل کو روکا جا سکتا ہے اور کچھ عرصہ میں ختم بھی کیا جا سکتا ہے۔

لواطہ کی تعریف اور سزا:

ایک مرد کے کسی دوسرے مرد سے خواہ ان کی عمریں کچھ بھی ہوں جنسی فعل کرنے کو لواطہ کہتے ہیں۔ خواہ فاعل کا عضو مخصوص پورا یا اس کا کچھ حصہ مفعول کی دبر یعنی مخرج میں داخل ہو یا نہ ہو یعنی صرف سرین (چوتڑوں) میں ادخال کیا جائے۔

لواطہ کا ثبوت:

اس کے ثبوت میں چار مرتبہ مجرموں کا اقرار یا چار عادل مردوں کی معائنے اور مشاہدے کی یعنی آنکھوں دیکھی شہادت ضروری ہے۔ اقرار کنندہ میں خواہ وہ فاعل ہو یا مفعول چار شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) بالغ ہو (۲) کامل العقل ہو (۳) آزاد ہو (۴) صاحب اختیار ہو۔

اس لئے اگر کوئی شخص چار مرتبہ سے کم اقرار کرے تو اس پر ہم جنسی کی حد قائم نہیں کی جائے گی بلکہ اس کو تعزیری سزا دی جائے گی جتنی بھی قاضی مناسب سمجھے۔ اور اگر

چار سے کم افراد گواہی دیں تو ہم جنسی ثابت نہ ہو گی بلکہ گواہوں کو افترا کی وجہ سے حد قذف لگائی جائے گی۔ اور اگر حاکم شرع کو اس فعل شنیع کا ذاتی علم ہو تو وہ اپنے علم پر عمل کرے گا یعنی حد جاری کر دے گا۔ اس کو اقرار اور گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔

اس جرم کے ثبوت میں تنہا عورتوں کی گواہی یا مردوں کے ساتھ شامل کر کے قابل قبول نہیں ہے یعنی صرف مردوں کی شہادت ہی مؤثر ہوتی ہے۔

سزا:

اگر ہم جنسی کا ارتکاب کرتے ہوئے کسی شخص نے اپنا عضو مخصوص دوسرے کے مقعد میں پورا یا کچھ حصہ داخل کر دیا تو فاعل اور مفعول دونوں قتل کیے جائیں گے بشرطیکہ دونوں بالغ، عاقل اور مختار ہوں۔ اس حکم میں مسلمان اور کافر، شادی شدہ اور غیر شادی شدہ یکساں ہیں یعنی ان کی سزا میں کوئی فرق نہیں کیا جائیگا۔

تاہم سرکار خوئی دامت فیوضہم نے قدیم اور معاصر مجتہدین سے غیر شادی شدہ لوطی کی سزا کے تعلق میں اختلاف فرمایا ہے اور آپ کے نزدیک قتل درست نہیں ہے یعنی ان کے نزدیک ایسے مجرم کو سو کوڑے لگائے جائیں گے جیسا کہ فرمایا ہے:

وهل يقتل غير المحصن؟ المشهور انه يقتل وفيه اشكال والاظهر عدم القتل كما انه يقتل الملوط مطلقاً[1]

"اور کیا غیر شادی شدہ لوطی قتل کیا جائے گا؟ مشہور تو یہی ہے کہ قتل کیا جائے گا لیکن اس میں اشکال ہے اور عدم قتل زیادہ بہتر ہے۔ تاہم مفعول ہر حالت میں قتل کیا

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج جلد اوّل صفحہ ۳۳ تا ۳۴

جائے گا۔

بہرحال سزائے قتل کے لئے مجرم کا بالغ، عاقل اور مختار ہونا ضروری ہے۔ اس لئے اگر کوئی بالغ عاقل کسی بچے سے منہ کالا کرے تو بالغ کو قتل کر دیا جائے گا اور بچے کو تادیب کی جائے گی یعنی اتنی سزا دی جائے گی کہ آئندہ وہ اس قسم کا جرم نہ کر سکے۔ اسی طرح اگر کوئی بالغ کسی دیوانے سے یہ حرکت کرے تو بالغ قتل کیا جائے گا اور اگر مجنون کو تھوڑا سا بھی احساس ہے تو حاکم اس کو مناسب تادیبی سزا دے گا اور اگر بچہ، بچے کے ساتھ بدفعلی کرے تو دونوں کو تادیبی سزا دی جائے گی۔ اور اگر کوئی پاگل کسی عاقل کے ساتھ آغشہ تو عاقل پر حد جاری کی جائے گی اور بچے کو تادیبی سزا دی جائے گی۔ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان سے یہ گندی حرکت کرے تو خواہ وہ حربی ہو یا نہ ہو ہو دونوں حالتوں میں غیر مسلم کو قتل کیا جائیگا۔ اگر کسی شخص پر جبر کیا گیا ہو تو جبر کنندہ کو قتل کیا جائے گا مجبور کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی کہ ارتکاب جرم میں اس کی مرضی کو دخل نہیں تھا۔

سزائے ہم جنسی کی تفصیلات :

ہم جنسی کی سزا پانچ صورتوں میں سے کسی ایک شکل میں دی جا سکتی ہے۔

(۱) قتل کر دیا جائے (۲) آگ میں جلوا دیا جائے۔ (۳) سنگسار کر دیا جائے (۴) کسی اونچی جگہ سے ہاتھ پیر باندھ کر گرا دیا جائے (۵) یا اس پر کوئی دیوار گرا دی جائے اور یہ بھی درست ہے کہ ان سزاؤں میں سے کسی سزا کے بعد اس کو نذر آتش کر دیا جائے جناب آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی دامت ظلہم، ہم جنسی کے مجرم کو تلوار سے قتل کرنے کے بعد اس کی لاش کو آگ میں جلانا زیادہ بہتر جانتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے :-

اذا اخر بہ بالسیف لزم احراقہ بعدہ بالنار علی الاظہر[1]

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج، جلد اوّل ص۲۳۴

"اور جب مجرم کو تلوار سے قتل کر دیا جائے تو ضروری ہے کہ اس کے بعد اس کو آگ میں جلا دیا جائے؟"

جناب امیر علیہ السلام کے فیصلوں سے بھی اس کا واضح ثبوت ملتا ہے:

عن عبد الرحمن العرزمی قال سمعت أبا عبد الله علیه السلام یقول: وجد رجل مع رجل فی إمارة عمر فضربه أحدهما فأخذ الأعور فجیئ به إلی عمر فقال للناس: ما ترون؟ قال: فقال هذا أصنع کذا وقال هذا أصنع کذا فقال ما تقول یا أبا الحسن؟ قال فقال: اضربه علیه فضربه فعقد ثم قال ویحک کیف یحسب فقال علیه السلام سله یا عمر أنه قد بقی من حدوده شیئ قال أی شیئ قد بقی؟ قال دع یقطع قال: فدعا عمر بقصاب فأمر به أمیر المؤمنین علیه السلام فأحرق به (۱)

"عبد الرحمن عرزمی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو شخص ایک دوسرے کے ساتھ حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں ہم جنسی کے مرتکب پائے گئے۔ ان میں سے ایک تو بھاگ گیا دوسرا پکڑا گیا اور حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے حاضرین سے پوچھا اس معاملہ میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ ایک نے کہا یہ کرو دوسرے نے کہا وہ کرو (اس ہنگامۂ اختلاف میں) حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا: اے ابوالحسنؑ آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کی گردن مار دو۔ اس کی گردن مار دی گئی پھر یہ ارادہ

---

(۱) تہذیب الاحکام ج ۱۰، ص ۵۳، وسائل الشیعہ ج ۱۸، صفحہ ۴۷

کیا کہ اس کی لاش اٹھا کر لے جائیں، آپ نے فرمایا: ٹھہریں اس کی سزا میں سے کچھ ابھی باقی ہے۔ عرض کیا گیا: کیا باقی ہے: آپ نے فرمایا: لکڑیاں منگاؤ، حضرت عمر نے لکڑیاں منگوائیں اور جناب امیر علیہ السلام کے حکم کے مطابق اس کو جلا دیا گیا۔

ایک دوسرے فیصلے میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ہم جنسی کے مجرم سے چار مرتبہ اقرار لینے کے بعد حد جاری فرمائی،

عن مالك بن عطية عن أبي عبد الله عليه السلام قال: بينما امير المومنين عليه السلام في ملاء من اصحابه اذ اتاه رجل فقال: يا امير المومنين! إني اوقبل على غلام فطهرني. فقال له امير المومنين عليه السلام: يا هذا امض إلى منزلك لعل مرارا هاج بك. فلما كان من غد عاد اليه فقال: يا امير المومنين إني اوقبت على غلام فطهرني. فقال له: يا هذا امض إلى منزلك لعل مرارا هاج بك. حتى فعل ذلك ثلاثا بعد مرته الاولى فلما كان في الرابعة قال له: يا هذا ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حكم في مثلك ثلاثة احكام فاختر ايهن شئت؟ فقال وما هي يا امير المومنين؟ قال: ضربة بالسيف في عنقك بالغة ما بلغت أو إحداب من جبل مشدود اليدين والرجلين أو إحراق بالنار (له) (الى آخر الحديث)

• مالک بن عطیہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے

(له) تہذیب الاحکام ج ۱۰ ص ۵۳، وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۴۳

فرمایا: امیرالمومنین علیہ السلام اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: اے امیرالمومنین میں نے ایک لڑکے سے بدفعلی کی ہے مجھے پاک کر دیجیے! آپ نے اس سے کہا: اے شخص اپنے گھر چلا جا ممکن ہے کہ سودا کے ہیجان نے تیرے دماغ پر اثر ڈالا ہو۔ جب دوسرا دن ہوا تو وہ پھر گیا اور اس نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا: میں نے ایک لڑکے سے منہ کالا کیا ہے مجھے پاک کر دیجیے! آپ نے فرمایا اپنے گھر چلے جاؤ ممکن ہے کہ یہ سودا کا ہیجان ہو تا آنکہ اس شخص نے اپنے پہلے اقرار و اعتراف کے بعد تین مرتبہ ایسا ہی کیا، چنانچہ جب چوتھی مرتبہ بھی اس نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا تو جناب امیر علیہ السلام نے اس سے کہا: اے شخص! جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھ ایسے شخص کے متعلق تین حکم دیئے ہیں ان تینوں میں سے جو ایک تو چاہے اختیار کر لے! اس نے عرض کیا: امیرالمومنین وہ احکام کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: تیری گردن پر تلوار کی ایک ضرب جہاں تک بھی وہ پہنچے یا تو ہیر باندھ کر کسی پہاڑ سے گرایا جائے اور تیسرے یہ کہ آگ میں جلایا جائے۔"

جناب آیۃ اللہ خمینی مدظلہم نے طرق سزا کو بڑے خوبصورت انداز میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

الحاکم مخیر فی قتل بین ضربہ عنقہ بالسیف او القائہ من شاھق کجبل ونحوہ شدود الیدین والرجلین او احراقہ بالنار او رجمہ وعلی قول او القاء جدار علیہ فاعلا کان او مفعولا ویجوز الجمع بین سائر العقوبات والاحراق بان یقتل ثم یحرق[1]

[1] تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۱

" اور حاکم کو اختیار ہے کہ مجرم کی گردن پر تلوار سے ضرب لگائے یا اس کو کسی اونچی جگہ جیسے پہاڑ وغیرہ سے ہاتھ پیر باندھ کر لڑھکا دے، یا اسے آگ سے جلا دے یا سنگسار کر دے یا یک قول کے مطابق اس کے اوپر کوئی دیوار گرا دے مجرم خواہ فاعل ہو یا مفعول یہ احکام دونوں کے لئے ہیں اور ان تمام سزاؤں کا اور جلانے کا جمع کرنا درست ہے اور وہ اس طرح سے کہ پہلے قتل کیا جائے پھر جلا دیا جائے اسی طرح شدہ پہاڑ سے گرایا جائے اور پھر جلا دیا جائے یا رجم کیا جائے اور جلا دیا جائے "

(مجرموں کی لاشوں کے جلانے کا مقصد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ مل سکے)

اب رہ گئی ہم جنسی کی دوسری شکل یعنی رنڈیوں میں یا جوتڑوں میں یہ نامناسب فعل کیا جائے تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں اور اس سزا میں شادی شدہ، غیر شادی شدہ کافر مسلم اور فاعل و مفعول میں کوئی فرق نہیں ہے ہاں اگر فاعل کافر ہو اور مفعول مسلم ہو تو کافر قتل کیا جائے گا اور مسلمان کے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر مجرم گندگاری بار بار کرے اور ہر بار سزا دی جاتی رہی تو جناب محقق حلی اور جناب فخر المحققین مدظلہ کے مطابق چوتھی مرتبہ میں قتل کیا جائے گا۔ جبکہ آیۃ اللہ العظمیٰ جناب خوئی مدظلہ کے مطابق تیسری بار میں ہی قتل کی سزا دی جائے گی[1]

ایک ضروری مسئلہ

اگر دو مرد ایک کپڑے میں برہنہ پائے جائیں تو ان کو تعزیری سزا دی جائے گی جو سو کوڑے

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج جلد اول صفحہ ۲۳۹، تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۶۰۱، شرائع الاسلام کتاب الحدود صفحہ ۱۶۰/۵۹

ہونا چاہیئے۔ اور اگر اس حالت میں دو عورتیں پائی جائیں تو ان کی بھی یہی سزا ہے۔ اور اگر شخص کسی لڑکے یا مرد کا اور عورت بچی یا بڑی کا بوسہ لے لے تو اگر وہ حالت احرام میں ہے تو سو کوڑے لگائے جائیں گے ورنہ حاکم اس کو حد سے کم جو بھی مناسب سمجھے سزا دے گا۔

اگر ہم جنسی کے مجرم شہادتوں کے گذرنے سے پہلے توبہ کر لیں تو ان پر حد جاری نہیں کی جائے گی، شہادت کے بعد توبہ کی کوئی تاثیر نہیں ہے اور اگر ثبوت جرم اقرار سے ہوا ہے اور مجرم نے توبہ کر لی تو حاکم کو اختیار ہے کہ چاہے تو حد جاری کرے یا معاف کر دے (۱)

اگر کوئی ابلیس صفت انسان کسی مرد شخص سے منہ کالا کرے تو اس کو لوطی کے احکام کے مطابق سزا دی جائے گی اور اس کے ساتھ کچھ شدت بھی کی جائے گی یعنی اس کو قتل کر کے یا ہاتھ پیر باندھ کر کسی اونچی جگہ سے گرانے کے بعد آگ میں جلا دیا جائے گا اور اس سزا سے پہلے اسے مارا پیٹا بھی جائے گا یہ انتہائی ذلیل قسم کا گناہ ہے۔ اور اس جرم کے نفاذ میں بھی بلوغ، عقل اور اختیار شرط ہیں اس کا ثبوت چار مردوں کی شہادت یا مجرم کے چار مرتبہ اقرار سے ہوتا ہے۔ عورتوں کی شہادت کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں ہے۔ (۲)

---

(۱) مبانی تکملۃ المنہاج جلد اول صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۰، تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۶۰۲، شرائع الاسلام کتاب الحدود صفحہ ۱۹۰، الشیعہ فی عقائدھم واحکامھم صفحہ ۲۳۶ تا ۲۳۸

(۲) تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۶۰۲، شرائع الاسلام کتاب الحدود صفحہ ۱۸۹

مساحقت

اُردو میں اس منحوس عمل کو "چپٹی کھیلنا" کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تفاسیر کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ اقوام ماضیہ و سابقہ میں سب سے پہلے قوم لوط اور اس کے بعد اصحاب رس کی عورتوں نے اس عمل کو شروع کیا۔ ظاہر ہے کہ جب مرد مردوں سے مشغول رہنے لگے تو عورتوں نے جنسی ہیجانات کے دفعیہ کے لئے یہ راستہ اختیار کر لیا ہوگا جیسا کہ بعض روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جس طرح شیطان نے مردوں کو مردانہ ہم جنسی سکھائی اسی طرح عورتوں کو بھی ہم جنسی کا سبق پڑھا دیا۔ تفسیر صافی میں کہا گیا ہے:۔

فلما رأى انه قد احكم امره فى الرجال جاء الى النساء فصير فى نفسه امرأة ثم قال إن ربكن يفعل بعضهم لبعض، قلن نعم قد رأين ذلك وكل ذلك يعظم لوط عليه السلام ويوصيهم، وابليس يغويهم حتى استغنى النساء بالنساء [1]

"جب شیطان ملعون نے یہ محسوس کر لیا کہ مردوں میں تو اس کا جادو مکمل طور پر چل گیا ہے تو وہ ایک عورت کی شکل اختیار کر کے عورتوں کے پاس جا پہنچا اور کہنے لگا کہ تمہارے مرد تو ہم جنسی کا ارتکاب

---

[1] تفسیر صافی، ہود ۲۳۹

کرتے رہتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عورتوں نے کہا ہاں یہ سب کچھ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے، تو جناب ہود علیہ السلام اپنی قوم کو وعظ و پند فرماتے تھے اور نیکی کی وصیت کرتے تھے جبکہ شیطان ان کو گمراہ کرتا تھا، یہاں تک کہ عورتیں بھی ہم جنس سے تعلق کے نتیجے میں مردوں سے بے نیاز ہو گئیں۔"

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے بعد اصحاب رس نے بھی یہی راستہ اختیار کیا۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

وقوم نوح لما كذبوا الرسل أغرقناهم وجعلناهم للناس آية ، واعتدنا للظلمين عذابًا اليما ۝ وعادا وثمودا واصحاب الرس وقرونًا بين ذلك كثيرا ، وكلا ضربنا له الامثال ز وكلا تبرنا تتبيرا ۝ (لہ)

"اور ہم نے نوح کی قوم کو، جبکہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا، غرق کر دیا اور ہم نے ان کو عام لوگوں کی عبرت کے لئے نشانی قرار دیا اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب مہیا کیا ہے۔ اور عاد و ثمود اور رس والوں کو اس کے درمیان بہت سے زمانے والوں کو بھی ہم نے ہلاک کر دیا۔ اور ہر ایک کے لئے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہم نے ہر ایک کو ایسا ہلاک کیا کہ جو ہلاک کرنے کا حق ہے۔"

صاحب تفسیر منہج الصادقین، علامہ فتح اللہ کاشانی نے اصحاب رس کے

لہ القرآن ۲۵ الفرقان آیت ۳۷ تا ۳۹

متعلق تفاصیل بتاتے ہوئے اور ان کے گناہوں میں غیر معمولی انہماک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"واز جملہ معصیت ایشاں آں بود کہ عمل قوم لوط پیش گرفتند واز زناں مہاجرت کردند وزناں را بہ جہت این شبق شدید شیطان بصورت بجوزہ برآمد ونزد ایشاں آمد وگفت آنرا کہ آں دلھاث بنت ابلیس بود کہ پیش ایشاں آمد و مساحقہ را پیش ایشاں تعلیم کرد۔"

اور انکے گناہوں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ انہوں نے عمل قوم لوط شروع کیا اور عورتوں سے علیحدگی اور جدائی اختیار کرلی چنانچہ عورتوں میں جنسی ہیجان کے پیش نظر شیطان عورت کے روپ میں ان کے پاس آیا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ شیطان کے بجائے اس کی بیٹی دلھاث نامی عورتوں کے پاس آئی اور انہیں مساحقہ (ہیجڑی کھیل) سکھادیا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی ایک عورت کو جواب دیتے ہوئے یہی نشاندہی کی ہے کہ صحابہ رسؐ کی عورتیں اس خباثت کا ارتکاب کیا کرتی تھیں:

عن محمد ابن ابی حمزہ وھشام وحفص عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ دخل علیہ نسوۃ فسالتہ امرأۃ منھن عن السحق؟ فقال حدھا حد الزانی فقالت المرأۃ ماذکر اللہ عزوجل ذلک فی القرآن فقال بلی قالت واین ھو؟ قال: ھن اصحاب الرس[1]

"امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس کچھ عورتیں حاضر ہوئیں، ان عورتوں میں سے ایک خاتون نے امام سے سحق کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا سحق کی سزا، زنا والی سزا ہے۔ اس سے عرض کیا: کیا خدا وند عالم نے

---

[1] فروع کافی جلد ۲، صفحہ ۲۰۰، منہج الصادقین ج ۶ صفحہ ۲۸۶

سحق ماذکر قرآن میں نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا ہے۔
اس نے پوچھا کہاں؟ آپ نے فرمایا: یہ اصحاب رس کی عورتیں تھیں۔

ظہور اسلام کے وقت بھی یہ اس نسبت سوزی، عورتوں کے بعض حلقوں میں رائج تھی اسی لئے اس کی ترہلی سزا مقرر کی گئی۔ ہمارے زمانے میں اس بیماری کا مسلمانوں میں خال خال اور غیر مسلموں خصوصاً اہل یورپ میں بکثرت رواج پایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس جنون، لذت کوشی کی کوئی معاشی وجوہ نہیں ہے، کچھ معاشرتی وجوہ ضرور موجود رکھتی ہیں۔ عام طور سے اس بیماری کے ظہور میں بعض عورتوں کا تواتر و تسلسل اور شوہروں کے فرائض سے غیر مؤثر ہے یعنی مرد یا عورت کی بعض عورتیں شوہر کی علالت، حمل و رضاعت کی تکالیف اور زچگی کے فرائض ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور اس کو وہ آزاد زندگی سمجھتی ہیں۔۔۔۔۔ کچھ وہ عورتیں بھی اس عادت کی طرف مائل ہو جاتی ہیں جو شوہروں کی توجہات سے بوجوہ محروم رہتی ہیں یعنی شوہر حضرات ادھر ادھر منہ مارتے ہیں اور اپنی بیویوں کے جذبات کا کوئی لحاظ و پاس نہیں کرتے یا جنسی طور پر ناآسودہ اور غیر مطمئن خواتین یا بعض وہ عورتیں جو کم عمری میں بیوہ یا مطلقہ ہو جاتی ہیں اور ہمارا غیر انسانی معاشرہ عقد ثانی کو عیب سمجھتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کی عورتیں بھی آوارہ ہو جاتی ہیں۔ بعض ایسی لڑکیاں جو عمر رسیدہ ہو جاتی ہیں مگر کسی یا معاشی بہتری کو بہانہ بنا کر ان کی شادی نہیں کی جاتی وہ بھی اس بیماری کا شکار ہو جاتی ہیں تاہم ان میں سے نسوانی فرائض کی ادائیگی سے گریزاں خواتین کے علاوہ اگر اسلامی زندگی کو اپنا لیا جائے اور رسم و رواج، نام و نمود اور ناک وغیرہ کو بیچ میں نہ آنے دیا جائے اور عیاش و رنگین مزاج شوہر اپنی طرح اپنی بیویوں کے جذبات کا بھی احساس کریں تو اس بیماری کو کم از کم مسلم معاشرہ سے ختم کیا جا سکتا ہے۔

ہم جنسی کی علت میں مبتلا عورتیں جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی بیماریوں کا شکار زیوں بن کر رہ جاتی ہیں اور چونکہ اس فعل میں بھی مادۂ تولید کا لاوجہ ضیاع ہوتا ہے اس لئے مقصد تخلیق الٰہی سے کھلی ہوئی بغاوت ہوتی ہے۔ بنا بریں قانون اسلام میں دنیاوی سزا کے علاوہ شدید عذاب آخرت بیان کیا گیا ہے تاکہ کچھ لوگ دنیاوی سزا کے خوف سے اور بعض اخروی عذاب کے ڈر سے اس ناشائستہ حرکت سے باز رہیں:

عن اسحاق بن جریر عن أبی عبد الله علیه السلام فی حدیث ان امرأة قالت له: اخبرنی عن السواقی باللواتی ماحد من فیه؟ قال حد الزنا انه اذا کان یوم القیامة یؤتی بهن قد الحسن مقطعات من نار وتلبسن بمقانع من نار وسربلنا من نار واد خل فی أجوافهن إلی رؤوسهن عامدة من نار وقذف بهن فی النار۔ ایتها المرأة! إن اول من عمل هذا العمل قوم لوط، فاستغنی الرجال بالرجال ألبقی النساء بغیر الرجال ففعلن کما فعل رجالهن۔[1]

"اسحاق بن جریر کا بیان ہے کہ ایک عورت نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا، مجھے چھٹی کھیلنے والی عورتوں کی سزا بتلایئے؟ آپ نے فرمایا: جو زنا کی سزا ہے وہی اس جرم کی سزا ہے۔ لاریب جب قیامت کا دن ہوگا تو اس قسم کی عورتیں آگ کا لباس پہنا کر لائی جائیں گی اور انکے مقنع اور نقاب بھی آگ کے ہوں گے، ان کو شلواریں بھی آگ کی پہنائی جائیں گی اور ان کے پیٹوں میں سروں تک آگ کے عمود

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۳۳۱

داخل کر دیئے جائیں گے اور پھر انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا
اے خاتون! جس نے سب سے پہلے یہ عمل کیا وہ قوم لوط ہے۔ ان
کے مرد، مردوں سے مشغول رہنے لگے اور عورتیں غیر مردوں کے رہ
گئیں تو وہ بھی وہی کرنے لگیں جو مرد کرتے تھے"

عن بشیر النبال قال، سمعت عبد أبی عبد الله علیه السلام
رجلاً فقال له ما تقول فی النواتی مع النواتی فقال لا اخبرك حتی
تحلف لتحدثن بما احدثك النساء قال: فحلف له فقال:
هما فی النار علیهما سبعون حلة من نار فوق ثلاث الحلل جلد جاف
علیه من نار علیهما نطاقان من نار وتاجان من نار وهما فی النار (لہ)

"بشیر نبال کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ایک
شخص کو دیکھا جس نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ سحق میں مبتلا عورتوں
کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ..... ؟ آپ نے فرمایا جب تک تم یہ
حلف نہ کرو گے کہ جو کچھ میں تمہیں بتاؤں گا تم عورتوں کو ضرور بتاؤ گے میں
کچھ نہ بتاؤں گا، اس شخص نے قسم کھائی تو آپ نے فرمایا: وہ دونوں جہنم میں
جائیں گی انہیں آگ کے ستر جوڑے پہنائے جائیں گے اور ان جوڑوں
کے اوپر دوزخ کا ایک بدبودار چمڑا پہنایا جائے گا دونوں کے کمر
بند آگ کے ہوں گے۔ ان کے سروں پر آگ کے تاج رکھے جائیں گے
ان کے منہ سے آگ ہی کے ہوں گے اور وہ دونوں آگ میں رہیں گی"

عن یعقوب بن جعفر سئل رجل أبا عبد الله أو أبا ابرهیم علیهما

لہ وسائل الشیعہ ج ۷ صلہ ۲۶۱

السلام عن المرأة تساحق المرأة فكان متكيئاً فجلس وقال، ملعونة ملعونة المراكبة والمركوبة وملعونة حتى تخرج من الذي بها فان الله وملائكته واولياءه يلعنونها وأنا ومن بقي في اصلاب الرجال وارحام النساء فهو والله الزنا الاكبر (۱)

"ایک شخص نے امام جعفر صادق یا امام موسیٰ کاظم علیہما السلام سے اس عورت کے متعلق پوچھا جو دوسری عورت سے ہم جنسی کرے .... ! جس وقت یہ سوال کیا گیا امام علیہ السلام تکیے سے ٹیک لگائے ہوئے جلوہ فرما تھے، یہ سوال سن کر بیٹھ گئے اور فرمایا فاعلہ اور مفعولہ دونوں ملعونہ ہیں اور جب وہ اپنے کپڑے اتارتی ہیں تو لعنت شروع ہو جاتی ہے، بے شک اللہ، اس کے فرشتے اور سارے اولیاء لعنت کرتے ہیں۔ میں بھی لعنت کرتا ہوں۔ اور جو لوگ مردوں کی صلب اور عورتوں کے رحموں میں باقی ہیں وہ بھی لعنت کرتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ حق الزنائے اکبر"

عن أبي خديجة عن أبي عبد الله عليه السلام قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال وهم المخنثون والاتي ينكحن بعضهن بعضاً (۲)

"ابو خدیجہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی چال ڈھال اور طور طریقے اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی ہیئت کذائی اپناتی ہیں اور یہ مخنث کہے جاتے ہیں (نسخہ ساقط)

---

۱ وسائل الشیعہ ج ، صفحہ ۲ وسائل الشیعہ ج ۷ صفحہ

اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ جنسی فعل کرتی ہیں یعنی چپٹی کھیلتی ہیں۔"

خداوند عالم سب مسلمان عورتوں بلکہ ساری دنیا کی عورتوں کو اس ذلت آمیز حماقت سے محفوظ رکھے۔

عورتوں کی ہم جنسی کی تعریف اور سزا:

ایک عورت کا دوسری عورت سے جنسی فعل کرنا سحق کہلاتا ہے۔ اور اس کا ثبوت چار مرد گواہوں کی شہادت یا مجرم کے چار مرتبہ اقرار سے ہوتا ہے بشرطیکہ جرم کرنے والیاں:۔

(۱) بالغ (۲) عاقل اور (۳) مختار ہوں

خواہ یہ عورتیں شادی شدہ ہوں یا نہ ہوں، کافرہ ہوں یا مسلمان، فاعلہ اور مفعولہ دونوں کو سو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ سرکار آیۃ اللہ خمینی اور محقق حلی وغیرہ کا یہی فتویٰ اور مختار ہے جبکہ سرکار آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی دامت ظلہ نے فرمایا ہے کہ اگر شادی شدہ عورت سحق کا ارتکاب کرے گی تو اس کو رجم کیا جائے گا۔

حد السحق إذا كانت غير محصنة مائة جلدة وقال جماعة ان الحكم في المحصنة أيضاً كذلك ولكنه ضعيف بل الظاهر ان المحصنة ترجم (لہ)

"اگر غیر شادی شدہ عورت ہم جنسی کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا سو کوڑے ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ شادی شدہ کا حکم بھی یہی ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے، اور واضح یہ ہے کہ محصنہ یعنی زن دشوہردار کو سنگسار

لہ مبانی تکملۃ المنہاج جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ تا ۲۳۸

کیا جائے گا؟

اگر حق کا ارتکاب کئی بار کیا جائے اور ہر بار حد قائم کی گئی ہو تو زیادہ تر فقہاء کے نزدیک چوتھی بار میں فاعل اور مفعول کو قتل کر دیا جائے گا جبکہ سرکار آیۃ اللہ العظمیٰ السید الخوئی تیسری مرتبہ میں قتل کا فتویٰ دیتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے:

لو تکرر المساحقۃ فان اقیم الحد علیھا بعد کل مساحقۃ قتلت فی الثالثۃ فاذا لم یقم الحد علیھا لم تقتل (۱)

"اگر مساحقہ دوبارہ کیا جائے تو ہر مساحقہ پر حد قائم کی جا چکی ہو تو تیسری مرتبہ میں ارتکاب جرم کرنے والیاں قتل کی جائیں گی اور اگر حد قائم نہ ہوئی تھی تو قتل نہیں کی جائیں گی۔"

اگر مرتکب جرم عورتیں گواہی گذرنے سے پہلے توبہ کر لیں تو حد ساقط ہو جاتی ہے بعد میں نہیں۔ اور اگر مساحقہ اقرار سے ثابت ہوا ہے تو امام علیہ السلام اور نائب امام کو اختیار ہے کہ چاہیں تو حد قائم کر دیں چاہے معاف کر دیں۔

اگر دو ننگی عورتیں ایک چادر میں پائی جائیں تو دونوں کو حد سے کم تعزیری سزا دی جائے گی اور اگر ایک چادر میں ننگے لیٹنا مکرر ثابت ہو اور دو دفعہ ان کو تعزیری سزا بھی دی جا چکی ہو تو ان کو سزا بطور حد دی جائے گی اور اگر وہ حد کے نفاذ کے بعد بھی یہی حرکت کریں تو بہتر یہی ہے کہ پھر دو مرتبہ ان کو تعزیری سزا دی جائے اور تیسری مرتبہ میں پوری حد جاری کی جائے۔

ایک ضروری مسئلہ:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے مقاربت کرے اور وہ عورت کسی کنواری لڑکی سے چپٹی کھیلے تو

---

(۱) مبانی تکملۃ المنہاج جلد ۲ صفحہ ۲۴۹

گر وہ کنواری لڑکی حاملہ ہو جائے تو بچہ صاحب نطفہ مرد سے متعلق کیا جائے گا اور لڑکی کو وضع حمل کے بعد سو درے لگائے جائیں گے اور حق کرنے والی عورت سے اس لڑکی کو مہر مثل (لڑکی کے خاندان میں قریبی رشتہ دار عورتوں کا جو مہر رائج ہو) دلوایا جائے گا۔ اور اس عورت کو جناب آیۃ اللہ العظمیٰ سید الخوئی کے فتوے کے مطابق سنگسار کیا جائے گا جبکہ دیگر علماء کے نزدیک اس کو بھی سو درے لگائے جائیں گے (۱)۔ سرکار خوئی دامت ظلہ کے الفاظ یہ ہیں:

لو جامع الرجل زوجته فقامت الزوجة فوقعت على جارية بكر فساحقتها فالتقت النطفة فيها فحملت فعلى المرأة مهر الجارية البكر ثم ترجم المرأة واما الجارية تسترق حتى تضعها ثم في بعضها ويرد إلى أبيه صعب النطفة ثم تجلد (۲)

"اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے مقاربت کی اور زوجہ کسی کنواری لڑکی پر جا پڑی اور اس سے چپٹی کھیلی اور نطفہ اس میں مستقر کر دیا جس سے وہ حاملہ ہو گئی تو عورت پر کنواری لڑکی کا مہر عائد ہوگا اور مہر کی وصولی کے بعد عورت کو سنگسار کر دیا جائے گا جبکہ لڑکی کے وضع حمل تک انتظار کیا جائے گا اور پیدا ہونے والا بچہ صاحب نطفہ کو دیا جائے گا پھر لڑکی کے کوڑے لگائے جائیں گے۔

آیۃ اللہ العظمیٰ السید الخوئی مدظلہم نے اپنا فتویٰ زیر نظر احادیث سے اخذ فرمایا

---

(۱) تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۰۱ شرائع الاسلام کتاب الحدود ص ۹۱۰ تا ص ۹۱۱، الشیعہ فی عقائدھم واحکامھم ص ۲۳۸ تا ۲۳۹

(۲) مبانی تکملۃ المنہاج جلد اول ص ۲۵۰

ہے:

عن محمد بن مسلم قال سمعت أبا جعفر و أبا عبد الله عليهما السلام يقولان: بينما الحسن بن علي عليه السلام في مجلس امير المؤمنين عليه السلام اذ اقبل قوم فقالوا يا أبا محمد ارد نا امير المؤمنين عليه السلام قال: فما حاجتكم؟ قالوا: اردنا ان نسئله عن مسئلة قال وما هي تخبروا بها قالوا: امرأة جامعها زوجها فلما قام عنها قامت بحمولتها (اى بشهوتها) فوقعت على جارية بكر فساحقتها فوقعت النطفة فيها فحملت فما تقول في هذا. . . . فقال الحسن عليه السلام معضلة وأبو الحسن عليه السلام لها وأقول فان أصبت فمن الله ومن امير المؤمنين عليه السلام وإن اخطأت فمن نفسي وأرجو أن لا أخطي إن شاء الله. يعمد إلى المرأة فيؤخذ منها مهر الجارية البكر في أول وهلة لان الولد لا يخرج منها حتى تشق وتذهب عذرتها ثم ترجم لانها محصنة وينتظر بالجارية حتى تضع ما في بطنها ويرد الولد إلى ابيه صاحب النطفة ثم تجلد الجارية الحد قال: فانصرف القوم من عند الحسن عليه السلام فلقوا امير المؤمنين عليه السلام فقال ما اقدمكم لابي محمد وما قال لكم فاخبروه؟ فقال نوالتي المسئول ما كان عندي فيها اكثر مما قال ابني له[1]

"محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ امام حسن علیہ السلام جبکہ امیر المؤمنین کی سرکار

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۰ ص ۴۲۷ تا ۴۲۸

میں حاضر تھے تو کچھ لوگ اور انہوں نے کہا اے ابو محمد ہم امیر المومنین سے ملنا چاہتے ہیں آپ سے پوچھا کیا کام ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم ان سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا مسئلہ ہے ہمیں بتاؤ؟ ان لوگوں نے عرض کیا: ایک عورت سے اس کے شوہر نے مباشرت کی جب وہ اس سے الگ ہو گیا تو وہ عورت جنسی جذبہ کے جوش میں کھڑی ہوئی اور ایک کنواری لڑکی پر جا پڑی اور اس سے سحق کیا اور مادۂ تولید اس کنواری لڑکی کے جسم میں داخل ہو گیا اور وہ حاملہ ہو گئی..... اس صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ہے تو مشکل مسئلہ اور جناب امیر علیہ السلام ہی اس کے لئے مناسب ہیں۔ تاہم میں اس کا جواب دیتا ہوں اگر میں نے درست جواب دیا۔ تو یہ خدا اور امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے ہو گا اور اگر میں نے خطا کی تو یہ میری طرف سے ہو گی لیکن مجھے اللہ کے فضل سے اُمید ہے کہ غلطی نہ کروں گا۔ (تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ) عورت سے کنواری لڑکی کو مرحلۂ اوّل ہی میں مہر مثل دلوایا جائے گا۔ اس لئے کہ کنوارپنے کے زوال کے بغیر بچہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد عورت کو سنگسار کیا جائے گا کہ وہ محصنہ ہے اور لڑکی کے تعلق میں انتظار کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ وضع حمل سے فرصت پائے پھر یہ بچہ اپنے باپ یعنی صاحب نطفہ کو دے دیا جائے گا اس کے بعد لڑکی کو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ امام حسن علیہ السلام کے پاس سے چلے گئے اور امیر المومنین علیہ السلام سے ملے تو آپ نے پوچھا کہ تم ابو محمد سے کیا کہا اور انہوں نے تمہیں کیا جواب دیا۔۔ ؟ انہوں نے

سارا قصہ حضرت علی علیہ السلام کو سنا دیا تو آپ نے فرمایا: اگر مجھ سے یہی سوال کیا جاتا تو جو کچھ میرے فرزند نے کہا ہے اس سے زیادہ میرے پاس کچھ نہ تھا۔"

عن المعلّی بن خنیس قال: سئلت أبا عبد الله علیه السلام عن رجل وطئ امرأته فنقلت مائه إلی جاریة بکر فحبلت فقال: یولد للرجل وعلی امرأة الرجم وعلی الجاریة الحد (له)

"معلی بن خنیس نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا کہ جس نے اپنی بیوی سے مباشرت کی پھر اس عورت نے مادۂ تولید کو ایک کنواری لڑکی میں منتقل کر دیا، اور وہ حاملہ ہو گئی، تو آپ نے فرمایا: بچہ مرد کا ہے اور عورت کو سنگسار کیا جائے گا اور لڑکی کو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔"

---

(۱) وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۴۳۸

قیادت

قیادت کے معنی ہیں عورتوں اور مردوں کا زنا کے لئے یا مردوں کا ہم جنسی کے لئے اور عورتوں کا سحق یعنی چپٹی کھیلنے کے لئے اکٹھا کرنا۔ اس کو اردو میں بھڑوت یا کٹنا پا کہتے ہیں اگر مرد اس فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے کٹنا پا یا بھڑوا کہتے ہیں اور اگر عورت یہ جرم کرتی ہے تو اسے کٹنی یا ڈلا کہتے ہیں اور زبان [illegible] ان کو قوادہ اور قوادہ کہا جاتا ہے

یہ ذلیل حرکت پیشہ پست ذہن اشخاص عورت و مرد انجام دیتے ہیں جو محنت و مشقت سے جی چراتے ہیں اور اس فعل حرام کو اپنے معاش کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے آمد کار زیادہ تر پیشہ والے لوگ ہی ہوتے ہیں اس لئے وہ کٹنیوں اور کٹنوں کو منہ مانگی رقم دے دیتے ہیں اور جب ایک دفعہ یہ چسکا پڑ گیا تو ظاہر ہے کہ اس سے جان چھڑانا مشکل ہوتا ہے۔ اس کے خاتمے کے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ اسلامی معاشرہ میں ایسے لوگوں کی زیادہ سے زیادہ توہین کی جائے اور جائز وسائل معاش کے حصول کی طرف رہنمائی کی جائے اور ان کو سمجھایا جائے کہ زیادہ حرام کے مقابلے میں تھوڑا حلال بہتر اور اچھا ہے اس لئے کہ حرام معاش سے دنیا میں بھی ذلت اور سزا کا

کا امکان موجود ہے اور آخرت میں بھی عذاب کی وعید شدید جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے عن ابراہیم بن زیاد الکرخی قال سمعت أبا عبد اللہ علیہ السلام یقول، لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الزاصلة و المستوصلة یعنی الزانیہ والقوادہ ابراہیم کرخی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو کہتے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زانیہ اور قوادہ یعنی کٹنی پر لعنت کی ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا ہے ومن قاد بین رجل وامرأة حراماً، حرم اللہ علیہ الجنة ومأواہ جہنم وساءت مصیرا ولم یزل فی سخط اللہ حتی یموت جو آدمی کسی حرام کے لئے عورت و مرد میں کٹنا پنے کا کام کرے اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو کہ بہت برا ٹھکانہ ہے اور ایسا شخص جب تک زندہ رہتا ہے غیظ و غضب الٰہی کا شکار رہتا ہے۔

اس جرم کا ثبوت دو عادل افراد کی گواہی سے ہوتا ہے یا مجرم اور مجرمہ کے دو دفعہ اقرار سے اور اقرار میں شرط یہ ہے کہ اقرار کرنے والا بالغ عاقل اور مختار ہو۔ اس لئے بچے، پاگل اور مجبور کے اقرار کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

جب یہ جرم ثابت ہو جائے تو مجرم مسلمان ہو یا کافر عورت ہو یا مرد، پچیس کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر مجرم مرد ہے تو دوبارہ جرم کرنے کی شکل میں اس کو ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے گا اور قول مشہور کے بنا پر اس کا سر مونڈ دیا جائے گا اور اس کی تشہیر کی جائے گی لیکن اگر مجرمہ عورت ہے تو اس کو صرف پچھتر

ہ وسائل الشیعہ ج ۲ ص ۲۶۶

کوڑے لگائے جائیں گے نہ اس کا سر مونڈا جائے گا نہ اس کی تشہیر کی جائے گی اور نہ اس کو دیس نکالا دیا جائے گا۔ جناب آیۃ اللہ العظمیٰ سرکار خوئی دامت ظلہ نے مرد مجرم کے جلاوطنی کے قول کو ضعیف قرار دیا ہے یعنی ان کے نزدیک مجرم کی جلاوطنی تعلی ضروری نہیں [1]

سرکار آیۃ اللہ خمینی مدظلہ فرماتے ہیں یجلد القواد خمسۃ وسبعون جلدا ثلاثۃ ارباع حد الزانی وینفی من البلد الی عشرۃ والاحوط ان یکون النفی فی المرۃ ثانیۃ وعلی قول مشہور یحلق رأسہ ویشہر ویستوی فیہ المسلم والکافر والرجل والمرأۃ الا انہ لیس فی المرأۃ الا الجلد فلا حلق ولا نفی ولا شہرۃ علیہا، ولا یبعد ان یکون حد النفی بنظر الحاکم [2] دلے کو بطور حد سزائے زنا کا تین چوتھائی یعنی پچھتر کوڑے مارے جائیں گے اور خارج البلد کر دیا جائے گا احتیاط اس میں ہے کہ دوسری مرتبہ کے ارتکاب جرم پر خارج البلد کیا جائے اور قول مشہور کی بنا پر اس کا سر مونڈ دیا جائیگا اور اس کی تشہیر کی جائے گی ان احکام میں مسلمان اور کافر مرد اور عورت سب یکساں ہیں جہاں تک عورت کا تعلق ہے اس کو صرف کوڑے مارے جائیں گے نہ اس کا سر مونڈا جائے گا نہ اس کو خارج البلد کیا جائے گا اور نہ اس کی تشہیر کی جائے گی اور جلاوطنی کی مدت کا تعین حاکم شرع کی صوابدید کے مطابق ہوگا "

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج ج ۲ صفحہ ۲۵۲

[2] تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۴۰۱

قذف

اسلام کی تمام تعلیمات و تعلیمات اور قانون سزا و قصاص
ودیت کا جوہری مقصد یہ ہے کہ دنیا میں ایک پاک و پاکیزہ اور بے
عیب معاشرہ پیدا ہو جائے اور انسان اپنی زندگی کے کسی لمحے میں
بھی آدمیت اور انسانیت کو اس کے درجے سے نہ گرائے اور انسان
شرافت و تہذیب کا نمونہ اور نمائندہ بن جائے اس لئے اسلام نے
قذف کو بھی قابل حد جرم قرار دیا ہے۔

قذف کے معنی لغت میں تو پتھر اور تیر پھینکنے کے ہیں اور اسی
نسبت سے بہتان اور اتہام کو قذف کہا گیا ہے۔ کہ زبانوں کے نکلے
ہوئے تیر اور پتھر حقیقی پتھروں اور تیروں سے زیادہ ہولناک نتائج
پیدا کرتے ہیں مادی پتھر اور تیر سے تو ایک شخص کا کوئی حصہ جسم ہی
زخمی ہوگا لیکن زبان کے تیروں سے بعض حالات میں ایک پورا خاندان
زخمی ہی نہیں ذبح ہو جاتا ہے۔ اور زبان کے تیر قتل و دنگ کو اس حد
تک مجروح کر دیتے ہیں کہ بعض حالات میں قتل و غارت کی بنیاد پڑ جاتی
ہے اور معاشرہ فساد اور انتشار کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ پتھر اور
تیر وغیرہ کا زخم تو مرہم پٹی سے بھر بھی جاتا ہے لیکن زبان کے لگائے
ہوئے چرکے سلاج پذیر نہیں ہوتے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

تبہ کا تیر کا تلوار کا تو زخم بھر
لگا جو زخم زباں کا رہا ہمیشہ ہرا

ایک عرب شاعر نے بھی خوب کہا ہے

جرحت السان لہ الیام
ولا یلتام ما جرحت السان

تیروں کے زخم تو مندمل ہو جاتے ہیں لیکن زبان کے لگائے ہوئے زخم کبھی نہیں بھرتے صرف مجرموں کی سزایابی کے نتیجے میں ہی زخمی دلوں اور روحوں کو کچھ سکون مل سکتا ہے اسی لئے اسلام کے قانون سزا میں قذف کو قابل حد جرم قرار دیا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شہادۃ ابدا واولئک ھم الفاسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم ۔ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر وہ چار گواہ نہیں لا سکتے تو تم ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں مگر وہ لوگ جنہوں نے ارتکاب جرم کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو یقیناً خداوند عالم بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگرچہ اس آیت میں عورتوں ہی کا ذکر کیا گیا ہے لیکن مرد بھی ہیں اور عورتوں کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ مرد اتہام بازی اور بہتان طرازی میں جری ہوتے ہیں اور عورتیں فطری شرم

ہ پ نور آیت ۴

حیا کی وجہ سے شاید ہی کبھی اس حماقت کا ارتکاب کرتی ہیں۔

مذکورہ آیت میں "قذف" کی بجائے "رمی" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ الزام اور بہتان بھی نفس روح میں اسی طرح زخم ڈال دیتا ہے جس طرح تیر بدن میں۔ ایسے مجرموں کی کسی مسئلہ میں بھی شہادت قابل قبول نہیں ہے اور ان کو فاسق کا خطاب دیا گیا ہے جو کفر و شرک کے بعد انسان کی سب سے بڑی تذلیل ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو اس جرم سے روکنے کے لئے احتیاطی تدبیر بھی اختیار فرمائی ہیں اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے ان الذین یرمون المحصنت الغفلت المؤمنت لعنوا فی الدنیا والآخرۃ ۵ ولھم عذاب عظیم ۵ یوم تشھد علیھم السنتھم و ایدیھم بما کانوا یعملون ۵ یومئذ یوفیھم اللہ دینھم الحق ویعلمون ان اللہ ھو الحق المبین ۱ بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے اس دن جب کہ ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کی حرکتوں کی گواہی دیں گے۔ اس دن خداوند عالم انھیں ان کا ٹھیک اور پورا پورا بدلہ دے گا۔ اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی ظاہر حق ہے

ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ان الذین یحبون ان تشیع الفحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم ۲ فی الدنیا

---

۱ القرآن پ ۱۸ النور آیت ۲۳ تا ۲۵

والآخرة ، واللہ یعلم وانتم لا تعلمون بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

ظاہر ہے کہ کسی پاک دامن مرد یا عورت پر فواحش کا الزام لگانا معاشرہ میں برائیوں کو رواج دینا ہے جو مواخذۂ عقبیٰ کا سبب بھی ہے اس آیت کے ذیل میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: عن الصادق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من ذاع فاحشۃ کان کمبتدیھا ۔ جو شخص کسی بری بات کو شہرت دیتا ہے تو گویا اسی نے اس بدی کا ارتکاب کیا ہے

اگر لوگوں کو زبانوں کے تیر و نشتر چلانے کی اجازت دے دی جائے تو اس کے نتیجے میں جو فتنہ و فساد برپا ہوگا اس سے معاشرہ ابتذال و انتشار کی پاتال تک پہونچ جائے گا۔ عقل کسی طرح جرأت نہیں دیتی کہ فساق کے علاوہ کسی کے عیب کا ڈھنڈورا پیٹا جائے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قذف کو سات ہلاک کنندہ امور میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ اصحاب کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوا: اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ وما ھن؟ قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق وأکل الربوا وأکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات[1] سات ہلاک کرنے والے امور سے بچو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ

---

[1] تفسیر صافی النور ص ۳۵۳

[2] وسائل باب ۴۶ ص ۔ حدیث نمبر ۔

وہ کونسے گناہ ہیں آپؐ نے فرمایا (۱) اللہ کا شریک ٹھہرانا (۲) جادو (۳) کسی انسان کا ناحق قتل (۴) سود خوری (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) میدان جنگ سے بھاگ نکلنا (۷) بے گناہ اور پاکدامن عورتوں پر بہتان لگانا

یک دوسری حدیث میں حضور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے [illegible] جو شخص کسی پاک دامن مرد یا عفیفہ عورت پر تہمت لگائے تو خداوند عالم اس کے تمام اعمال اکارت کر دیتا ہے اور قیامت کے دن ستر ہزار فرشتے اسے قبر کے پیچھے سے کوڑے ماریں گے پھر اسے جہنم میں داخل کرنے کا حکم دے دیا جائیگا۔

مسلمان اور مومن کا احترام تو اپنی جگہ پر مسلّم ہے۔ اسلام نے تو غیر مسلم پر بھی اتہام لگانے کی سخت ممانعت کی ہے جیسے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ عن عبد اللہ بن سنان عن [illegible] عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے غیر مسلم کو اتہام لگانے سے بھی منع کیا ہے" دوسری روایت میں بھی یہی حکم پہونچایا ہے عن [illegible] امام جعفر صادق علیہ السلام نے غیر مسلموں کے خلاف [illegible] سخت ممانعت فرمائی ہے

---

۵ وسائل الشیعہ ج ۸ صفحہ ۴۳۱
۶ وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۴۳۰

سزائے قذف

زبان شرع میں قذف کے معنی ہیں کسی پاک دامن عورت یا مرد پر زنا یا ہم جنسی کا اتہام لگانا اور یہ اتہام واضح لفظوں میں ہو۔ کنائے اور اشارے کا اس میں دخل نہ ہو۔ کہنے والا اپنے الفاظ کے معنی کو سمجھتا ہو جس کے متعلق کہا گیا ہے وہ خواہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ جیسے یہ کہا جائے کہ تو نے زنا کیا ہے یا تو زانی ہے۔ یا تو نے ہم جنسی کی ہے یا تیرے ساتھ ہم جنسی کی گئی ہے۔

اتہام لگانے والے یعنی قاذف کا بالغ عاقل ہونا ضروری ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر بچہ یا پاگل کسی پر اتہام لگائے گا تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح قاذف کا مختار ہونا لازمی ہے۔ اس لئے اگر مجبور اور غافل یا مدہوش شخص کسی پر اتہام لگائے تو اس پر حد کا نفاذ نہیں ہوگا۔ اگر زنا اور ہم جنسی کے علاوہ کوئی اور اتہام لگا دیا جائے تو اتہام لگانے والے پر حد تو جاری نہیں کی جائے گی مگر تعزیری سزا دی جائے گی تاکہ معاشرے میں بدگمانی اور بدزبانی کے شیوع کو روکا جا سکے۔

اگر کوئی شخص ان الفاظ کے معنی نہ جانتا ہو جو اس نے استعمال کئے ہیں تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی اگرچہ مخاطب ان لفظوں کے معنی جانتا ہو۔ کافر اور مسلمان عورت اور مرد کا اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جس پر اتہام لگایا گیا ہے اس میں بھی بلوغ عقل، آزادی، اسلام اور اس کا پاک دامن ہونا شرط ہے۔ اگر یہ تمام شرطیں کسی شخص

میں یہ ثابت ہو گی تو تمام لگانے والے پر حد جاری کی جائے گی لیکن ان میں سے بعض یا تمام صفات نہ پائی جاتی ہوں تو حد کے طور پر تو کوئی سزا نہیں دی جائے گی البتہ بطور تعزیر سزا دی جائے گی۔

ایسے اشخاص جو بالغ، عاقل، آزاد اور مسلمان تو ہیں لیکن ان کی پاکدامنی مشتبہ ہے تو اگر وہ کھلے بندوں زنا یا ہم جنسی کا ارتکاب کرتے ہیں تو اسلامی معاشرے میں ان کی کوئی حرمت نہیں ہے لہذا ان کو زانی وغیرہ کہنے والے پر نہ حد جاری کی جائے گی نہ تعزیر لیکن اگر وہ یہ جرم علانیہ نہیں کرتے تاہم لوگ ان کے کردار کے متعلق اشتباہ میں رہتے ہیں تو ان پر تہمت لگانے والے کو بطور حد سزا دی جائے گی۔ اگر کوئی شخص زنا اور ہم جنسی کے علاوہ دیگر معاصی کا ارتکاب کرتا ہے تب بھی اس پر تہمت لگانے والے کو بطور حد سزا دی جائے گی۔

اگر کوئی شخص اپنے بیٹے پر زنا کا تہمت لگا دے تو اس کو بطور حد سزا نہیں دی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی غیر منکوحہ بیوی پر مثلاً زنا کا الزام لگائے تو قاذف پر حد جاری نہیں کی جائے گی ہاں اگر اس عورت کا کسی دوسرے مرد سے بیٹا موجود ہو تو قاذف کو بطور حد سزا دی جائے گی اور اگر اس عورت کا کوئی بیٹا نہ ہو بلکہ دوسرے رشتہ دار ہوں جیسے بھائی وغیرہ تب بھی تہمت لگانے والے پر حد جاری کی جائے گی

اگر کوئی شخص ایک ہی مجلس میں یک جماعت پر تہمت لگائے اور وہ کئی ایک وقت میں دعوی کریں تو مرتکب جرم پر ایک مرتبہ حد جاری کی جائے گی لیکن اگر وہ متفرق طور پر آئے ہوں تو ہر ایک کی وجہ سے الگ الگ سزا دی جائے گی۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے کچھ لوگوں کو متفرق طور پر

نشانہ تہام بنایا تو ان میں سے ہر ایک کے لئے اس پر حد جاری کی جائے گی۔ اگر مقذوف، قاذف کو معاف کر دے تو وہ دوبارہ حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اگر مقذوف اپنے حق کے مطالبے یا معاف کرنے سے پہلے مر جائے تو اس کے ولی سزا کا مطالبہ بھی کر سکتے ہیں اور معاف بھی کر سکتے ہیں اگر ولی کئی ہوں، ان میں سے بعض معاف کر دیں اور بعض معاف نہ کریں تو سزا بحال رہے گی۔

اگر ایک شخص دوسرے شخص سے کہے کہ تیرا بیٹا یا بیٹی زانی / زانیہ ہے تو وہ شخص نہ قاذف کی حد کا مطالبہ کر سکتا ہے نہ معاف کر سکتا ہے بلکہ بیٹا یا بیٹی حد کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور معاف بھی کر سکتے ہیں۔

اگر کوئی شخص بار بار ایک شخص پر اتہام لگائے اور کسی دفعہ کے قذف میں اس پر حد قائم نہ کی گئی ہو تو اسے صرف ایک دفعہ بطور حد سزا دی جائے گی۔

اگر کسی شخص کو قذف کی وجہ سے مکرر حد کے طور پر سزا دی جا چکی ہو تو جناب آیۃ اللہ خمینی مدظلہ کے مطابق چوتھی مرتبہ میں قتل کر دیا جائے گا اور جناب آیۃ اللہ العظمی سرکار خوئی دامت ظلالہ کے فتوے کے مطابق تیسری مرتبہ میں قتل کر دیا جائے گا۔

جب کسی شخص کے خلاف قذف ثابت ہو جائے تو چار گواہوں کی شہادت کے بغیر مقذوف کی تصدیق یا معاف کر دینے کے بغیر حد ساقط نہیں ہوتی

قذف کا ثبوت

مجرم کے دو دفعہ اقرار سے، دو عادل گواہوں کی گواہی سے ہوتا

ہے۔ اقرار کرنے والے کے لئے بالغ، عاقل، مختار ہونا اور قصد و ارادہ شرط ہے۔ آیۃ اللہ العظمیٰ السید الخوئی مجرم کے ایک مرتبہ کے اقرار کو کافی سمجھتے ہیں۔

سزا قذف کی سزا اسّی کوڑے ہے چاہے افترا پرداز مرد ہو یا عورت مجرم کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے اور درمیانہ درجے کی ضرب لگائی جائے گی جس میں اتنی شدت نہیں ہونا چاہیے جتنی حد زنا کی ضرب میں ہوتی ہے اور کوڑے مارنے میں سر، چہرے اور اعضاء مخصوصہ کو بچایا جائے اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ مجرم کی تشہیر بھی کی جائے تاکہ لوگ اس کی شہادت کو قبول نہ کریں۔

اگر دو آدمی ایک دوسرے پر اتہام لگائیں تو دونوں ہی کی حد ساقط ہوگی، مگر دونوں کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

قذف کے ثبوت میں عورتوں کی تنہا یا مردوں کے ساتھ شامل شہادت کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔

ہے مبانی تکملۃ المنہاج، ج اوّل صہ ۲۵۲ تا ۲۶۳، تحریر الوسیلہ ج ۲ صہ ۶۰۲ تا ۶۰۶
المشید فی عقائد احکامہم صہ ۲۳۹ تا ۲۴۰، شرائع الاسلام کتاب الحدود باب ثالث صہ ۱۶۲ تا ۱۶۷

حضور خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر انبیا اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی شان میں

گستاخی

ہر زبان کے ذخیرۂ الفاظ میں ایک حصہ گالیوں پر مشتمل ہوتا ہے اور زیادہ تر غیر تعلیم یافتہ، یا ذہنی طور پر پست افراد عالم غلوچ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ تاہم کسی معاشرہ میں بھی گالی کو اور دشنام طراز کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ بلکہ اس کی مذمت کی جاتی ہے اور قابل نفرت و سزا ہی قرار دیا جاتا ہے اگر کوئی بچہ گالی دے تو بزرگ فوراً اس کو ٹوکتے اور سرزنش کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ گالی دینا سبک سری اور کمزوری کا نتیجہ ہوتا ہے۔ دشنام طرازی کبھی کبھی بڑی بڑی لڑائیوں اور عظیم فتنوں کو جنم دے دیتی ہے اور بات زبان سے بڑھ کر لاٹھی ڈنڈے اور تیغ و تفنگ تک جا پہنچتی ہے گالی کم سے کم نقصان دہی نفرت و سزا کی ہے گالی دینے والے کو گالی کا نشانہ بننے والا آسانی سے معاف نہیں کرتا اور اس کے دل میں ایک خلش اور کسک اس کے خلاف باقی اور جاری رہتی ہے۔ غیر اسلامی معاشروں نے گالی کو برا اور قابل مذمت تو سمجھا ہے اور کسی بھی قوم کے شرفاء اور تعلیم یافتہ لوگ اس میں آلودہ نہیں ہوتے مگر کسی نے بھی اس کو سرزنش اور توبیخ سے آگے بڑھ کر قابل سزا قرار نہیں دیا ہے گالی کا فوری ردعمل بھی گالی ہی ہوتا ہے ایک شخص جب دوسرے کے محبوب یا بزرگ کو گالی دیتا ہے تو دوسرا شخص اس کے بزرگوں اور قابل احترام لوگوں کو بیچ کے رکھ دیتا ہے اس لیے بھی عقلی فریضہ ہے کہ ہر مہذب

آدمی گالی سے بچنے کی کوشش کرے تاکہ اس کے محترم افراد گالیوں سے محفوظ رہیں۔

اسلام نے اس معاشرتی برائی کا قلع قمع کرنے کے لیے اس کو ہر حالت میں قابل تعزیر قرار دیا ہے۔ عن عبد الرحمان عن ابی عبداللہ قال سألت أبا عبد الله عليه السلام عن رجل سبّ رجلاً فعزّر فعرض به هل يجلد؟ قال عليه تعزير[1] عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے کسی شخص کو تہمت کے بغیر گالی دی اور اس نے گالی دینے والے کے خلاف دعویٰ کر دیا تو کیا اس کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ آپؑ نے فرمایا بطور تعزیر لگائے جائیں گے۔ اور اگر گالی اتہام کی حد تک پہنچ جائے تو بطور حد بھی سزا تجویز کی ہے۔ قرآن کریم نے اس تو ان پچھتر دن تک کو گالی نہ دینے کی ہدایت کی ہے جب کہ فرمایا ہے "ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوًا بغير علم[2] اور تم ان کو بھی گالی نہ دو جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ بے سمجھے بوجھے خداوند عالم کو زیادتی سے گالی دینے لگیں گے۔

سورہ بقرہ میں حج سے متعلق ضروری ہدایات دیتے ہوئے گالی گلوچ کی ممانعت کی گئی ہے الحج اشهر معلومات فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج[3] حج

[1] تہذیب الاحکام ج ۱۰ ص ۱۸۱ [2] القرآن پ ۸ الانعام آیت ۱۰۸
[3] القرآن پ ۲ البقرہ آیت ۱۹۷

کے مہینے معلوم ہیں لہٰذا حرام میں حج بجا لائے تو نہ بیوی کے پاس جائے نہ کوئی گناہ کرے جس سے حج میں خلل واقع ہو۔

اگرچہ لفظ "فسوق" ہر طرح کے گناہ اور معصیت کو شامل ہے لیکن اس آیت میں جھوٹ اور دشنام طرازی کی خصوصیت سے مقصود ہے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد صاحب تفسیر صافی نے کافی اور عیاشی کے حوالے سے نقل کیا ہے "عن الصادق علیہ السلام قولہ الحج اشہر معلومات الفسوق الکذب والسباب والجدال قول الرجل لا واللہ وبلی واللہ وراد فی الکافی وقول فی الجدال مما دون الفسوق بقلۃ وسرعۃ فساد الحج" جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "رفث" سے مراد مباشرت ہے "فسوق" سے مراد جھوٹ بولنا اور گالیاں بکنا اور "جدال" سے مراد نہیں خدا کی قسم اور ہاں خدا کی قسم کہنا بھی ہے معنی اور بے فائدہ قسمیں کھانا ہے اور کافی میں فرمائش امام علیہ السلام میں یہ بھی موجود ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوران حج جدال کا مرتکب ہو تو ایک بکری کفارے میں دے اور فسوق کا مرتکب ہو تو ایک گائے اور اگر رفث کا ارتکاب کرے تو اس کا حج ہی باطل ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام نے دشنام طرازی کی سخت مذمت اور ممانعت فرمائی ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سباب المرسلین کالمشرف علی الہلکۃ[۲] امام جعفر صادق علیہ السلام

---

[۱] تفسیر صافی ج ۱ ص ۱۵۹ [۲] اصول کافی ج ۲ کتاب الایمان والکفر ص ۳۵۹

ہے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مومن کو گالی دینا ہلاکت کے گڑھے میں گرنا ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوتا ہے عن أبی جعفر علیہ السلام قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سباب المرمن فسوق و قتالہ کفر و اکل لحمہ معصیۃ وحرمۃ مالہ کحرمۃ دمہ [1] امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مومن کو گالی دینا فسق ہے، اس سے جنگ کرنا کفر ہے اس کی غیبت کرنا گناہ ہے اور اس کا مال اس کے خون کی طرح محترم ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام ہی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک شخص کو گالی نہ دینے کی نصیحت کا ذکر فرمایا ہے عن أبی جعفر علیہ السلام قال ان رجلاً من بنی تمیم اتی نبیاً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال اوصنی فکان فیما اوصاہ ان قال لا تسبوا الناس فتکتسبوا العداوۃ بینھم [2] بنی تمیم میں سے ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے! آپ نے اسے اور نصیحتوں کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لوگوں کو گالیاں نہ دو کہ تم لوگ آپس کی عداوت میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دشنام طرفی کا معاملہ ہوتا ہے اور لوگ آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں تو اس تعلق میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ عن عبد الرحمن بن الحجاج عن أبی الحسن موسیٰ علیہ السلام فی رجلین یتسابان قال المبادی منھما

---

[1] اصول کافی ج ۲ ص ۳۶۱ [2] اصول کافی ج ۲ ص ۳۶۲

اظلم ووزرہ ووزر صاحبہ علیہ ما لم یعتد إلی المظلوم ۔
راوی نے امام علیہ السلام سے باہم گالی دینے والے افراد کے متعلق پوچھا تو
آپ نے فرمایا کہ ان میں سے ابتدا کرنے والا ظلم ہے اور اس کا اور اس کے
ساتھی کا گناہ اسی کے اوپر ہے جب تک کہ وہ مظلوم سے معذرت نہ کرے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کو گالیاں دینے سے
بڑی سختی سے روکا ہے عنہ علیہ السلام انہ قیل لہ سرعی فی
المسجد رجلا یعلن بسبت اعدائکم وسبتھم فقال مالہ لعنہ
اللہ تعرض ما قال اللہ تعالی ولا تسبوا الذین یدعون الآیہ[۲]
امام علیہ السلام سے کہا گیا کہ ہم لوگوں نے مسجد میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ آپ
کے دشمنوں کو کھلم کھلا گالیاں دیتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا اسے کیا ہو گیا ہے
خدا اس پر لعنت کرے وہ ہمارے درپے کیوں ہو گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے لا تسبوا الذین اسی آیت کے ذیل میں امام جعفر صادق علیہ
السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا
لا تسبوھم فیسبوا علیکم ان کو گالیاں نہ دو وہ تمہارے علیؑ کو
گالیاں دیں گے۔ وقال من سب ولی اللہ فقد سب اللہ اور یہ
بھی فرمایا کہ جس نے اللہ کے ولی کو گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی ہے[۳]

غرضیکہ گالی دینا ایک بڑی ذلیل اور پست حرکت ہے اس
کی قباحت اور رکاکت خصوصاً اس وقت اور زیادہ شدید ہو جاتی ہے جب

---

[۱] اصول کافی ج ۲ صہ ۳۶۹ [۲] تفسیر صافی صہ ۱۵۱، منہج الصادقین ج ۳ صہ ۲۳۲
[۳] تفسیر صافی صہ ۱۸۰ مصباح الفقیہ ج ۲ صہ ۲۳۲

کسی معاشرہ میں کسی محترم شخصیت کو نشانہ بنایا جائے۔ خاص کر جو لوگ دینی وقار کے مالک ہیں وہ بہرحال اس حد تک قابل احترام سمجھے جاتے ہیں کہ انتہائی دنی طبع افراد بھی اُن کے متعلق بے گستاخانہ رویّہ اختیار نہیں کرتے خصوصاً جو لوگ خدا کے نمائندے کی حیثیت سے اس دنیا میں تشریف لائے اُن کی شان و عظمت میں کوئی ادنیٰ کلمہ خباثتِ نفس کی انتہا ہی سمجھا جائے گا اور جب معمولی لوگوں کو گالی دینا یقیناً موجب سزا ہے تو انبیاء، ائمہ اور دین کے متعلق ہیں سوء ادب کا ارتکاب کرنے والے یقیناً عبرتناک ترین سزا کے مستحق ہیں۔ شاید دنیا کا کوئی معاشرہ بھی ایسے ناہنجاروں کو طرح نہیں دیتا جو انبیاء و اولیاء کی شان میں گستاخی کریں۔ اس لئے اسلام میں حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لئے قتل کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان رجلاً من هذیل کان یسبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال من لی بهذا ؟؟ فقام رجلان من انصار فقالا نحن یا رسول اللہ ! فاخبرنا حتی اتیا عرینة فسئل عنه فاذا هو بیتلق عتمه فقال من انتما وما اسمکما ؟ فقالا له انت فلان بن فلان ؟ قال نعم فنزلا فضربا عنقه[1] محمد بن مسلم امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا ہذیل میں کا ایک شخص حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیا کرتا تھا (معاذ اللہ) جب

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۴۹۰

اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہونچی تو آپ نے فرمایا، کون ہے جو اس کا علاج کرے ؟ تو انصار میں سے دو آدمی کھڑے ہوئے اور انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم یہ فریضہ انجام دیں گے چنانچہ وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ وہ ایک عرب کے پاس پہونچے اور اس ہذیلی کے متعلق پوچھ گچھ کی جب کہ وہ اپنی بھیڑوں میں مصروف تھا تو اس ہذیلی نے ان دونوں کو دیکھ کر پوچھا کہ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے ؟ ان دونوں نے پوچھا کیا تو فلاں بن فلاں ہے ؟ اس نے کہا ہاں ! یہ سن کر دونوں اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور اس کی گردن ماردی ۔

جو شخص جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بھی گالی دے گا وہ بھی قتل کی سزا کا مستحق ہوگا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے من سب نبیاً قتل ؛ جو شخص کسی بھی نبی کو گالی دے گا اسے قتل کیا جائے گا ۔

جناب امیر علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا بھی واجب القتل ہے اس لئے کہ جناب امیر علیہ السلام بنص قرآن نفس رسول ہیں اور ان کی شان میں گستاخی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی ہے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی علیہ السلام من سبک فقد سبنی ومن سبنی فقد سب اللہ ومن سب اللہ فقد کبہ اللہ علی منخریہ فی نار جہنم [2] آپ نے

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صد ۴۶۰ [2] تفسیر صافی سورہ الانعام

حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا ۔ یا علی! جس نے تمہیں گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے دشنام دی اس نے اللہ کی بارگاہ میں گستاخی کی اور جو بارگاہ خداوندی میں سوء ادب کا مرتکب ہوتا ہے خدا اسے ناک کے بل جہنم میں ڈال دیتا ہے۔[1]

حضرت علی علیہ السلام کی طرح امام حسن، امام حسین علیہم السلام جناب معصومہ کونین خاتون جنت علیہا السلام اور باقی ائمہ طاہرین علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا بھی قتل کی سزا کا مستحق ہے اس لئے کہ یہ سب حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجزائے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی دشنام دینا حضور کو دشنام دینا ہے (معاذ اللہ) جناب فاطمہ علیہا السلام اور امام حسن امام حسین علیہ السلام کی حد تک تو تمام عالم اسلام نے یہ حدیث تسلیم کی ہے انا سلم لمن سالمکم و حرب لمن حاربکم جو تم سے صلح کرتا ہے وہ مجھ سے صلح کرتا ہے۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے لعنت اللہ علیٰ من ظلم اھل بیتی و قاتلھم و اعان علیھم و من سبھم اولئک لا خلاق لھم فی الآخرۃ ولا یکلمھم اللہ یوم القیامۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم ۔ جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا، ان کو قتل کیا، ظلم اور قتل میں معاون ہوا اور جس نے ان کو گالی دی اس پر جنت حرام کر دی گئی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ خداوند عالم نہ تو قیامت میں ان سے بات کرے گا اور نہ پاک کرے گا اور ان کے لئے

---

[1] جامع الاخبار فصل ۱۷۵ صہ ۱۴۰

دردناک عذاب ہے۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہ علیہا السلام اور ائمہ اطہر علیہم السلام کو گندہ دہنی کا نشانہ بنانے والے کو قتل کر دینے کا حق ہر کلمہ گو کو حاصل ہے اس کے لئے حاکم وقت کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ بشرطیکہ اس مسلمان اور مومن کی جان و مال اور عزت یا اس کے کسی مومن بھائی کے لئے کوئی خطرہ نہ ہو۔ لیکن اگر حالات کا تقاضا ہو اور حاکم وقت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے تو حاکم کا فرض ہے کہ ان حضرات علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے کی گردن اڑا دے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بیان کیا ہے۔ قال ابو عبد اللہ علیہ السلام لغیرتی أبی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال الناس فی اسوۃ سواء من سمع احدا یذکرنی فالواجب علیہ ان یقتل من شتمنی ولا یرفع إلی السلطان والواجب علی السلطان اذا رفع الیہ ان یقتل من نال منی[1] امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد نے مجھے بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے تعلق میں سب لوگوں کی ذمہ داری یکساں ہے پس جو شخص بھی کسی کو میرا ذکر کرتے ہوئے اور گالی دیتے ہوئے سنے تو اس پر واجب ہے کہ اس گستاخ کو قتل کر دے حاکم تک یہ مقدمہ لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم اگر حاکم کے سامنے اس قسم کا مقدمہ پیش ہو تو اس پر فرض ہے کہ جس نے میرے

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۲۵۹

باب میں زبان درازی کی سوائے قتل کر دے "

سرکار آیۃ اللہ العظمی السید ابو القاسم الموسوی الخوئی مدظلہم نے مندرجہ ذیل فتویٰ دیا ہے

یجب قتل من سب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی سامعہ اذا لم یخف القتل علی نفسہ أو عرضہ أو ماله المحترم ویلحق به سب الائمة علیهم السلام وسب فاطمة الزهراء علیها السلام ولا یحتاج قتله الی الاذن من الحاکم الشرعی [1]

حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے والے کا قتل کرنا سننے والے پر واجب ہے بشرطیکہ اس کی جان عزت، و مال خطیر کو خطرہ لاحق نہ ہو اور تمام ائمہ علیہم السلام اور جناب فاطمہ الزہرا علیہا السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے کا بھی یہی حکم ہے اور اس گستاخ کے قتل کے سلسلے میں حاکم شرع کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے " سرکار آیۃ اللہ خمینی مدظلہ کا بھی یہی فتویٰ و حکم ہے اور دیگر فقہا کا بھی یہی ارشاد ہے [2]

اگر کسی اجتماع یا جلسہ میں حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ان کے اہل بیت اطہار کے متعلق غیر مناسب اور نازیبا اندازِ گفتگو اختیار کیا جا رہا ہو تو اہل ایمان کا فریضہ ہے کہ ایسے اجتماع اور جلسے سے دوری اختیار کریں اور اس میں ہرگز شریک نہ ہوں اس لئے کہ ایسے ماحول میں صاحبان ایمان کی توہین خود گستاخان رسول و آل رسول میں شامل ہونے کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے "قد نزل

[1] منہاج الصالحین ج ۱ ص ۲۶۴ ـ ۲۶۵

[2] تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۷۶ ـ ۴۷۷ مسئلہ ۱۔ اسلام کتاب الحدود فصل التعزیر فی مقدماتہم و احکامہم

علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم ۔ اور یقیناً خداوند عالم کتاب میں یہ نازل کر چکا ہے کہ جب تم یہ سنو کہ خدا کی آیتوں کا انکار کیا جاتا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو تم ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو تاآنکہ وہ کسی اور بات میں غور و خوض کریں ورنہ تم بھی اس وقت ان ہی جیسے ہوئے۔ ظاہر ہے کہ آیات اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصومین کرام اور ائمہ اطہار علیہم السلام سب سے بلند مرتبہ ہیں جب معمولی آیات کے متعلق گستاخی روا نہیں ہونی چاہیئے تو ان ذوات مقدسہ کے تعلق میں اس فعل شنیع کو کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے من تعدی علی خمس لعنہ اللہ و لعن من لائمۃ یقیم و سلی لا یتصدق منہم لعنہ اللہ عز و جل فی الدنیا و الاخرۃ و سلبہ صالح ما سلب بہ علیہ من معرفۃ اللہ ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا جو پانچ حضرات میں سے کسی کی توہین کرے جس میں کسی امام کو گالیاں دی جاری ہوں اور وہ انتقام پر قدرت رکھتا ہو لیکن انتقام نہ لے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں ذلیل و رسوا کرے گا اور آخرت میں اس پر عذاب نازل کرے گا اور ہماری معرفت کے بہترین تحفے دیکر اس پر جو احسان کیا تھا اس کو چھین لے گا:

ب القرآن پ ۵ نساء آیت ۱۴۰ ۔ ۱۲ وسائل الشیعہ ج ۸ ص ۴۶۰

اصحاب نبی کی شان میں گستاخی

تمام انبیاء کے صحابہ عموماً اور حضورؐ کے صحابہ خصوصاً ہر طرح قابل احترام ہیں۔ ان کو جو عزت و منزلت عطا ہوئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور قربت کی وجہ سے ہے اگر اصحاب نبی رضوان اللہ علیہم کا احترام ملحوظ نہیں رکھا جائے گا تو آخر کار یہ حضورؐ کی بارگاہ عرش پایگاہ میں دریدہ دہنی ہوگی اس لئے اصحاب نبی کو بھی گالیاں دینے والے کے لئے بھی کوڑوں کی سزا تجویز فرمائی گئی ہے الفضل بن حسن الطبرسی باسنادہ فی صحیفۃ الرضا علیہ السلام عن آبائہ علیہم السلام عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من سبّ نبیاً قتل ومن سبّ صاحب النبی جلد [1] جو کسی نبی کو گالی دے گا قتل کیا جائے گا اور جو نبی کے صحابی کو گالی دے گا اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ دوسری حدیث میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے من سبّنی فاقتلوہ ومن سبّ اصحابی فاجلدوہ [2] جو مجھے گالی دے اسے قتل کر دو اور جو میرے اصحاب کو گالی دے اسے کوڑے لگاؤ۔

اگرچہ کسی حدیث میں کوڑوں کی تعداد مذکور نہیں ہے لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کو گالی دینا قذف کے دائرے میں آتا ہے اور قاذف کی سزا اسی کوڑے ہے

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۴۶ [2] جامع الاخبار فصل ۱۲۵ صفحہ ۱۳۹

مُدّعی نبوّت کی سزا

اس میں کوئی شک نہیں کہ امت مسلمہ میں بہت سے فرقے پائے جاتے ہیں اور ان فرقوں میں عقائد و اعمال کے تعلق میں تھوڑا بہت اختلاف فکر و نظر اور انتشار آرا پایا جاتا ہے لیکن اور سینکڑوں مسائل کی طرح ختم نبوت ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جس میں کسی فرقے نے کسی قسم کا اختلاف نہیں کیا۔ یعنی سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی یعنی آخری نبی اور خاتم النبیین مانتے اور تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین[1] محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ یہ آیت اور قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً[2] اے رسول کہدیجئے کہ اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول ہوں تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا[3] بڑی برکت والا ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ سب عالموں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین[4] نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔ وغیرہ بہت

---

[1] القرآن پ ۲۲ الاحزاب آیت ۴۰ [2] القرآن پ ۹ الاعراف آیت ۱۵۸
[3] القرآن پ ۱۸ الفرقان آیت [4] القرآن پ ۱۷ الانبیاء آیت

سی آئینی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کی دلیل ہیں۔ جو شخص آنحضرت کے خاتم الانبیاء ہونے کے تعلق میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہوتا ہے یا تاویلات رکیکہ سے دوسرے پیدا کرتا ہے وہ یقیناً اسلام سے خارج ہے۔ اسی لئے بلا استثناء ہر مدعی نبوت کو عالم اسلام نے کافر و مرتد جانا ہے۔ ذخیرۂ احادیث میں بھی ختم نبوت کے کثیر دلائل موجود ہیں۔ ہم اس مشترک ذخیرہ میں سے صرف ایک حدیث پیش کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں جو کہ ناقابل انکار حقیقت ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی علیہ السلام انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی ۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے غزوہ تبوک پر روانہ ہوتے ہوئے فرمایا میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

بہرحال جیسا کہ عرض کیا گیا عقیدۂ ختم نبوت کسی استثناء کے بغیر امت مسلمہ کا خواہ وہ کسی جغرافیہ نسل اور زبان سے متعلق ہوں اجماع ہے اور اس لئے ہر مسلمان نے ہر زمانے میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو مرتد اور واجب القتل قرار دیا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دعوائے نبوت حضورؐ کی تکذیب، سارے انبیاء و ائمہ کی تکذیب سارے عالم اسلام کی تکذیب اور اللہ کی تکذیب ہے اور مکذب خدا و رسول بہرحال واجب القتل ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ایھا الناس انہ

---

۵ صحیح بخاری صحیح مسلم باب فضائل اصحاب

لانبی بعدی ولاسنة بعد سنتی فمن ادعیٰ ذلک فدعواہ وبدعتہ فی النار فاقتلوہ ومن تبعہ فانہ فی النار [1]
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو ملائک قریب میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ میری سنت کے بعد کوئی سنت ہے پس جو بھی یہ دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ اور اس کی ایجاد بندہ جہنم میں داخل کی جائیں گی ایسے شخص کو قتل کردو اور جو اس کی پیروی کرے گا وہ بھی جہنم میں جائے گا۔ عن الرضا علیہ السلام فی حدیث قال وشریعة محمد لاتنسخ الی یوم القیامة ولانبی بعدہ الی یوم القیامة فمن ادعیٰ نبیاً او اتی بعد ہ بکتاب فدمہ مباح لکل من سمع بذلک [2] امام رضا علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت قیامت تک منسوخ نہیں ہوسکتی اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا۔ چنانچہ اگر حضور کے بعد کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اور کتاب پیش کرے تو اس کا خون ہر اس شخص کے لئے مباح ہے جو بھی اسے سنے۔ عن ابن بکیر قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام بذیع یزعم انہ نبی فقال ان سمعتہ یقول ذلک فاقتلہ قال فجلست الی جنبہ غیر مرة فلم یمکنی ذلک [3] ابن بکیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ بذیع نامی ایک

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۵۵۵
[2] وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۵۵۵ ابواب حد مرتد

اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؑ نے فرمایا اگر تم اس کو یہ کہتے ہوئے سنو تو قتل کر دو۔ ابن لیعفور کہتے ہیں کہ میں اس کی تاک میں کئی دفعہ بیٹھا لیکن وہ میرے ہتھے نہیں چڑھا "

سرکار آیۃ اللہ العظمیٰ السید ابو القاسم الموسوی الخوئی دامت فضلہٗ نے ارشاد فرمایا ہے من ادّعی النبوۃ یجب قتلہ من دون حاجۃ الی الاذن من الحاکم الشرعی [1] جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اس کا قتل واجب ہے اور اس میں حاکم شرعی کے اذن و اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ دیگر مجتہدین کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی مسلمان یہ کہے کہ : لا ادری ان محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صادق او لا ؟ یقتل [2] میں نہیں جانتا کہ محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچے ہیں یا نہیں تو ایسے شخص بھی قتل کیا جائے گا۔ "

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج ج اوّل صہ ۲۹۵ تا ۲۹۶

[2] تحریر الوسیلہ ج ۲ صہ ۶۰۵ التنبیہ فی عقائدہم واحکامہم صہ ۲۴۱، شرائع الاسلام کتاب الحدود صہ ۹۴۴

جادوگر کی سزا

سحر یا جادو زمانہ ماقبل تاریخ سے بد قماش اور بد طینت لوگوں کا پسندیدہ مشغلہ رہا ہے۔ قرآن کریم کے مطابق سب سے پہلے جناب سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں شیاطین نے اولاد آدم کو جادو سکھایا جیسا کہ فرمایا گیا ہے واتبعوا ما تتلو الشیاطین علی ملک سلیمان ۚ وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر ۚ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت ۚ وما یعلمٰن من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر ۚ فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ وما ھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ ۚ ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم ۚ ولقد علموا لمن اشتراہ ما لہ فی الاخرۃ من خلاق ۚ ولبئس ما شروا بہ انفسھم ۚ لو کانوا یعلمون [1] اور وہ پیروی کرنے لگے جو شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے ہی نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور وہ بھی سکھاتے تھے جو بابل میں ہاروت اور ماروت پر نازل کیا گیا تھا حالانکہ یہ دونوں فرشتے کسی کو کچھ تعلیم نہ دیتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو صرف آزمائش میں پس

---

[1] القرآن پ ۱ البقرہ آیت ۱۰۲

کفر اختیار نہ کرو۔ اس پر بھی وہ لوگ اُن سے افسوں سیکھ لیتے جس سے خاوند اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈالیں حالانکہ خدا کے اذن کے بغیر کسی کو اس سے نقصان نہیں پہونچا سکتے تھے۔ اور وہ لوگ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انھیں نقصان پہونچاتی تھی اور کوئی نفع نہیں دیتی تھی اور وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جس نے اس (جادوگری) کو خرید لیا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور وہ چیز بہت ہی بُری ہے جس کے بدلے میں انھوں نے اپنی جانوں کو بیچا ہے۔ کاش وہ کچھ جانتے ہوتے۔۔۔۔؟ جناب نوح علیہ السلام کے زمانے میں جادوگری کا طوفان شباب پر آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کوئی انتہا ہی نہ رہی، فرعون کے پاس ہزاروں جادوگر تھے اور وہ جادوگروں کے زور پر ہی خدائی کا دعویٰ کرنے میں تکلف نہ کرتا تھا۔

علامہ فخرالدین طریحی نے "سحر" کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے "والسحر بالکسر فالسکون کلام أو رقیۃ أو عمل یؤثر فی بدن الانسان أو قلبہ أو عقلہ وقیل لاحقیقۃ لہ ولکنہ تخییل لہ" سحر "کلام یا افسوں یا عمل ہوتا ہے جو انسان کے بدن میں یا دل میں یا عقل پر اثر کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس افسوں کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ ایک خیالی چیز ہوتی ہے"

قرآن کریم کی روشنی میں بھی یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جادو سے حقیقت شئی کو بدلا نہیں جاسکتا بلکہ آنکھوں اور عقل

لہ مجمع البحرین ج ۲ صہ ۴۲۵

پر مکر و فریب کا پردہ پڑ جاتا ہے جس سے انسان خیال کو حقیقت سمجھنے لگتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے قالوا یا موسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون اول من القی ۵ قال بل القوا ۚ فاذا حبالھم وعصیھم یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعیٰ ۵ فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ ۵ قلنا لا تخف انک انت الاعلیٰ ۵ والق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا ط انما صنعوا کید ساحر ط ولا یفلح الساحر حیث اتیٰ [1] فرعونی جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ آپ پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالیں ۔ ۔ ؟ جناب موسیٰ نے کہا بلکہ تم ہی ڈالو ۔ چنانچہ یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں جو انھوں نے ڈالی تھیں ان کے جادو کے زور سے جناب موسیٰ کے خیال میں ایسی لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں ، پس جناب موسیٰ نے اپنے نفس میں کچھ خوف کا احساس کیا ، ہم نے کہا نہ ڈرو تم ہی برتر رہو گے اور جو تمہارے ہاتھ میں عصا ہے اسے زمین پر ڈال دو ، جو کچھ انھوں نے بنایا ہے یہ اسے ہڑپ کر جائے گا اور یقیناً یہ جادوگر کا ایک مکر انھوں نے بنایا ہے اور جادوگر جس جگہ سے بھی آئے گا کامیاب نہ ہوگا ۔ یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعیٰ (اور ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کے خیال میں وہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں) اس بات کی دلیل ہے کہ جادو سے حقیقت شئی تبدیل نہیں کی جا سکتی ۔

جناب فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے "لفظ

---

[1] القرآن پ ۱۶ طٰہٰ آیت ۶۵ تا ۶۹

السحر فی عرف الشرع مختص بکل امر مخفی سببہ ویتخیل علی غیر حقیقتہ ویجری مجری التمویہ والخداع ۔ لفظ سحر عرف شرع میں مخصوص ہے ہر اس عمل یا افسوں سے جس کا سبب پوشیدہ ہو اور مصنوعی طور پر، حقیقت کے خلاف نظر آئے اور یہ جادو فریب اور مکر کا قائم مقام ہے جس طرح فریب اور دھوکے میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح جادو میں حقیقت شئی نہیں ہوتی۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے جادو کی حقیقت کے بارے میں صاحب تاج العروس کا قول نقل کیا ہے: واصل السحر صرف الشئی عن حقیقتہ الی غیرہ فکان الساحر لما اری الباطل فی صورۃ الحق وخیل الشئی علی غیر حقیقتہ فقد سحر الشئی عن وجھہ ای صرفہ ۔ سحر کی اصلیت یعنی اس کے معنی ہیں کسی شئی کو اس کی حقیقت سے غیر کی طرف ہٹا دینا، گویا جب ساحر حق کو باطل کی صورت میں پیش کرتا ہے یا کوئی چیز اپنی حقیقت کے خلاف نظر آنے لگتی ہے تو گویا اس نے شئی کو اس کی اصلیت سے ہٹا دیا۔ غرضکہ سحر یا جادو ایسے افسوں حرکات و اعمال پر مشتمل ہوتے ہیں جس سے انسان کے حواس پر ایک ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس سے شئی کچھ ہوتی ہے اور وہ دیکھتا کچھ ہے یہی حالت آواز وں وغیرہ کی ہوتی ہے۔

جادو کی تاثیر ہر حال مسلّم ہے۔ قرآن کریم اور احادیث کے ذخائر میں سحر کی تاثیر کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی سے دفع سحر مختلف

• جلد ۱، القرآن ج اول صفحہ

دعائیں تعلیم کی گئی ہیں خصوصیت سے قرآن مجید کے آخری دونوں سورے (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس جنہیں معوذتین کہا جاتا ہے) اثر سحر کے دفیعہ کے لئے یقینی اور تیر بہدف علاج ہیں۔

چونکہ جادو سے انسانیت شدید مشکلات اور مصائب سے دوچار ہو جاتی ہے اس لئے ساحر کو کسی شریف معاشرے میں پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ جادوگروں کو سخت سے سخت سزا دینا مناسب سمجھا جاتا ہے۔ اسلام نے ساحر یعنی جادوگر کی سزا قتل تجویز کی ہے اور عالم اسلام کا اس پر اتفاق ہے عن السکونی عن أبی عبد اللہ علیہ السلام قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساحر المسلمین یقتل وساحر الکفار لا یقتل فقیل یا رسول اللہ ولما لا یقتل ساحر الکفار۔۔۔؟ قال لان الکفر اعظم من السحر، والسحر والشرک مقرونان[1]

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمان ساحر کو قتل کیا جائے گا اور کافر جادوگر قتل نہیں کیا جائے گا۔ عرض کیا گیا اے خدا کے رسول! کفار کا جادوگر کیوں قتل نہیں کیا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ کفر تو جادو سے بہت بڑا ہے (لہذا جب کفر کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا تو جادو کی وجہ سے کیسے قتل کیا جا سکتا ہے) اور اس لئے بھی کہ سحر اور شرک دونوں ایک دوسرے کے قرین اور ہم نشین ہیں۔

عن زید الشحام عن أبی عبد اللہ علیہ السلام

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۵۰۶

قال . الساحر یضرب بالسیف ضربۃ واحدۃ علی رأسہ [1]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جادوگر کے سر پر تلوار کی ایک ضرب لگا کر قتل کر دیا جائے "

عن زید بن علی عن ابیہ عن آبائہ قال ، سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن الساحر فقال ، اذا جاء رجلان عدلان فشھدا بذلک فقد حل دمہ [2]

زید بن علی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے اور وہ اپنے آباء کرام علیہم السلام سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ساحر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب دو عادل گواہ شہادت دیدیں تو جادوگر کا خون حلال ہو جاتا ہے "

عن اسحاق بن عمار عن جعفر عن ابیہ ان علیاً علیہ السلام کان یقول ، من تعلم شیئاً من السحر کان آخر عھدہ بربہ وحدہ القتل الا ان یتوب [3]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد ماجد امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جو جادوگری کی کوئی بات سیکھے تو یہ اس کی تعلیم کا شروع کرنا اپنے رب سے وفاداری کو ختم کرنا ہے ، اور اس کی سزا قتل ہے مگر یہ کہ وہ توبہ کر لے "

جناب آیۃ اللہ العظمی السید ابوالقاسم الخوئی نے فرمایا ہے ، ساحر المسلم یقتل وساحر الکافر لا یقتل ومن تعلم

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۵۷۶ [2] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۵۶۵

شیئاً من السحر کان آخر عہدہ بربہ وحدہ القتل الا ان یتوب [1] مسلمان جادوگر قتل کیا جائے گا جب کہ کافر ساحر قتل نہیں کیا جائے گا اور جو جادوگری کی تھوڑی بہت بھی تعلیم حاصل کرے گا تو اس کی وجہ سے اس کی اپنے رب سے وفاداری ختم ہو جائے گی اور اس کی سزا بطور حد قتل ہے مگر یہ کہ توبہ کرے"

جناب آیۃ اللہ السید روح اللہ الخمینی اور بعض دیگر مجتہدین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جھوٹے مدعی نبوت کے دعوے کو باطل کرنے کے لئے جادوگری کی تعلیم حاصل کرے تو یہ درست ہے اور بعض حالات میں یہ تعلیم واجب بھی ہو جاتی ہے اور کافر ساحر کو تادیباً سزا دی جائے گی" [2]

ساحری کا ثبوت

دو عادل گواہوں کی شہادت سے یا مجرم کے دو مرتبہ اقرار سے ہوتا ہے اگر مجرم شہادتوں کے گذرنے سے پہلے توبہ کرے تو حد جاری نہیں کی جائے گی [3]

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج، ج اول صہ ۲۶۶ تا ۲۶۸

[2] تحریر الوسیلہ ج ۲ صہ ۴۷۶، جواہر الکلام ج ۴۱ صہ ۴۴۳، شرائع الاسلام کتاب الحدود صہ ۱۹۷، الشیعہ فی عقائدہم واحکامہم صہ

[3] تحریر الوسیلہ ج ۲ صہ ۴۷۶، جواہر الکلام ج ۴۱ صہ ۴۴۳، الشیعہ فی عقائدہم واحکامہم صہ ۴۴۱

اِرتداد

ارتداد ایک بڑا ہولناک اور خطرناک جرم ہے اگر اس کے انسداد کی طرف سے بے پروائی برتی جائے تو امت مسلمہ کو شدید نقصانات پہونچ سکتے ہیں۔ اس لئے علماء اسلام نے خواہ وہ اہل سنت سے ہوں یا شیعہ تعلیمات اسلام کی روشنی میں اس کو واجب القتل قرار دیا ہے قرآن کریم کے ارشادات میں اس کی بڑی مذمت کی گئی ہے اور عذاب آخرت کی بھی خبر دی گئی ہے۔ ارتداد سے مرتد کے تمام اعمال خیر ضائع ہو جاتے ہیں اور اس کا دنیا میں کوئی ثر نہیں رہتا یعنی اسلام کی وجہ سے معاشرے میں جو مقام حاصل تھا احترام و تحفظ وغیرہ کا وہ سب ختم ہو جاتا ہے اور آخرت میں ہمیشہ کے لئے جہنم اس کا ٹھکانہ ہوگا جیسے کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ ۲ واولئک اصحاب النار ھم فیھا خلدون اور یاد رکھو اے مسلمانو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا اور کفر کی حالت میں مرے گا تو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے اور یہی لوگ دوزخی ہیں اور یہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

دوسری آیت میں اس طرح فرمایا گیا ہے: ان الذین ارتدوا

---

۲ القرآن پ ۲ البقرہ آیت ۲۱۷

علیٰ ادبارھم من بعد ما تبیّن لھم الھدیٰ لا الشیطٰن سوّل لھم و املیٰ لھم ۝ ذٰلک بانّھم قالوا للذین کرھوا ما نزّل اللّٰہ سنطیعکم فی بعض الامر ج واللّٰہ یعلم اسرارھم ۝ فکیف اذا توفتھم الملٰئکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم ۝ ذٰلک بانّھم اتّبعوا ما اسخط اللّٰہ وکرھوا رضوانہ فاحبط اعمالھم [1] بے شک جو لوگ ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد اپنے پچھلے پاؤں پلٹ گئے یعنی مرتد ہو گئے، شیطان نے ان کو فریب دیا اور ان کو امیدیں دلائیں یہ اس لئے کہ انھوں نے ان لوگوں سے جنھوں نے اللہ کی نازل کردہ باتوں کو ناپسند کیا کہ ہم بعض امور میں تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ تو ان کے بھیدوں کو خوب جانتا ہے۔ پس اس وقت ان کی کیا حالت ہوگی جب کہ فرشتے اس طرح ان پر موت طاری کریں گے کہ ان کے منہ پر اور ان کی پیٹھ پر چوٹیں لگاتے ہوں گے۔ یہ اس لئے کہ انھوں نے پیروی کی اس چیز کی جس نے خدا کو ناراض کر دیا اور ان لوگوں نے خدا کی خوشنودی کو ناپسند کیا تو اللہ نے بھی ان کے اعمال کو اکارت اور برباد کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ارتداد کا ارتکاب کرنے والے، خداوند عالم کا نہ تو کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ بگاڑتے ہیں بلکہ اپنی دنیا اور عقبیٰ تباہ کر لیتے ہیں۔ خداوند عالم ان کی جگہ پر اپنے پرستار ان افراد کو جو مؤمنین سے پیار کرتے ہوں کافروں پر سخت ہوں اور راہ خدا میں جہاد کرتے ہوں

---

[1] القرآن پارہ ۲۶ سورہ محمد آیت ۲۵ تا ۲۸

کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے ہوں لے آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے : یاایہا الذین آمنوا من یرتدّ منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبّہم ویحبّونہ اذلّۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ واسع علیم تم میں سے جو کوئی بھی اپنے دین سے پھر جائے گا تو جلد ہی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اسے دوست رکھتے ہیں وہ مومنوں کے لئے نرم دل اور کافروں پر سخت ہوں گے ۔ وہ خدا کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈریں گے ، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا جاننے والا ہے ۔

ارتداد کے معنی ارتداد کے معنی ہیں دائرۂ اسلام سے خارج ہو جانا یعنی کلمۂ اسلام کا انکار کر دینا یا قرآنی دینی کا انکار کر دینا یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے اور سارے جہانوں کے لئے رسول ہونے سے انکار کر دینا یا قرآنی دینیہ کا مذاق اڑانا ، قرآن مجید کا گندی جگہ پر ڈال دینا یا معاذ اللہ اسے پیروں سے روندنا یا خانہ کعبہ یا مشاہد مقدسہ میں سے کسی کی ضریح کو گندگی سے آلودہ کرنا یا بتوں کی پوجا پاٹ کرنا یا سورج یا آگ وغیرہ کی پرستش کرنا خواہ زبان سے ان چیزوں کی ربوبیت کا اظہار کیا جائے یا نہ کیا جائے وغیرہ امور

لے القرآن ۵ المائدہ آیت ۵۴

ایسے ہیں جن سے ارتداد عائد ہوتا ہے۔

اِرتداد کا ثبوت ارتداد کا ثبوت دو عادل گواہوں کی شہادت یا دو بار کے اقرار سے ہوتا ہے یہ گواہ مرد ہونا چاہئیں۔ صرف عورتوں کو یا مردوں کے ساتھ شامل کر کے عورتوں کی شہادت اس تعلق میں قابل قبول نہ ہوگی۔ [1]

اقسام مرتد : مرتد کی دو قسمیں ہیں فطری اور ملی

مرتد فطری : وہ شخص کہلاتا ہے جو مسلمان ماں باپ سے پیدا ہوا ہو یا اس کے ماں باپ میں سے ایک مسلمان ہو۔

مرتد ملی : وہ شخص ہے جو کفر سے اسلام کی طرف آیا ہو اور پھر مرتد ہو کر کافر ہو جائے۔

مرتدِ فطری کی سزا : یہ ہے کہ اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ اس کی بیوی اس سے جُدا کر دی جائے گی اور وہ عدّہ رکھے گی جو چار مہینے دس دن ہے اور اس کا مال اور ترکہ اس کے مرتد ہوتے ہی اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

مرتدِ ملی کی سزا : اس کو توبہ کا موقع دیا جائے گا۔ اگر وہ تین دن کے دوران توبہ کر لے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اگر توبہ نہ کرے تو اسے بھی چوتھے دن قتل کر دیا جائے گا اس کی مملوکہ چیزیں اس کے پاس باقی رہیں گی لیکن اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا اور وہ مطلقہ کا عدّہ رکھے گی جو تین مہینے دس دن ہے اگر وہ اس کی مدخولہ ہو۔

---

[1] جواہر الکلام ج ۲۱ صـ۶۰۰ [2] تحریر الوسیلہ ج ۲ صـ۶۲۵، ۶۲۶

عورت کا ارتداد: اگر کوئی عورت مرتد ہو جائے خواہ وہ فطری ہو یا ملی اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اور شوہر سے جدا کر دی جائے گی اور عدہ طلاق رکھے گی جو تین مہینے دس دن ہے اور اسے توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا اگر توبہ کرلے تو اس کو سزا نہیں دی جائے گی اور اگر توبہ نہ کرے تو اسے حبس دوام کی سزا دی جائے گی اور اس سے شدید محنت کے کام لیے جائیں گے اور اس کو کھانا پینا صرف اتنا دیا جائے گا کہ اس کی زندگی بچی رہے اور اس کو موٹا جھوٹا لباس پہننے کا جائے گا اور اگر وہ قید خانے میں توبہ کرلے تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔[1]

شرائط ثبوت ارتداد: کسی شخص کا ارتداد اس وقت ثابت ہوگا جب کہ وہ بالغ ہو، کمال عقل کا مالک ہو اور صاحب اختیار ہو آیۃ اللہ خمینی کے نزدیک قصد بھی شرط ہے انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر شدید غصے میں جب کہ کوئی شخص اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے اور کوئی بات موجب ارتداد اس سے صادر ہو جائے تو اس کو مرتد قرار نہیں دیا جائے گا۔ چنانچہ اگر بچہ موجب کفر بات کرے تو اس کے ارتداد کا حکم نہیں دیا جائے گا اسی طرح دیوانے، مجبور بے ہوش اور غافل کو بھی نہیں سمجھا جائے گا۔

اگر کسی شخص سے موجب ارتداد امور کا ظہور ہو اور وہ اکراہ کا دعویٰ کرے تو اگر کوئی قرینہ ایسا پایا جاتا ہو جو اسے مجبور ثابت کرے

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج ج اول ص ۲۲۰-۲۲۱، تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۷۹
شرائع الاسلام کتاب الحدود ص ۱۸۳

تو اس سے یہ عذر قبول کر لیا جائے گا اگر ایسے شخص کے خلاف گواہ بھی گذر چکے ہوں تب بھی اس کا عذر مانا جائے گا اور اگر کوئی قرینہ اس کے مجبور ہونے کا نہ ہو تو اس کے عذر اور دعوی کی کوئی قیمت نہیں ہوگی [1] جب کہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی خاص حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے واقعہ سے ظاہر ہے جس کو قرآن کریم میں بیان فرمایا گیا ہے من کفر باللہ من بعد إلا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیہم غضب من اللہ ولہم عذاب عظیم [2] اور جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ سے کفر اختیار کرے سوائے اس شخص کے جس پر جبر کیا جائے مگر اس کا دل ایمان کے سبب مطمئن ہو لیکن جس نے کفر کے لئے سینہ کھول دیا تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے

اس سلسلہ میں ہم جناب جسٹس پیر کرم شاہ کا بیان انہی کے لفظوں میں پیش کر رہے ہیں۔ اہل نظر کے لئے اس میں بہت کچھ سرمایۂ بصیرت ہے۔

یہ آیت حضرت عمار کے حق میں نازل ہوئی۔ ایک دفعہ کفار نے آپ کو آپ کے والد یاسر کو اور آپ کی والدہ سمیہ کو پکڑ لیا انھیں طرح طرح کی اذیتیں پہونچائیں تاکہ وہ اسلام سے دست بردار

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج ج اوّل صفحہ ۳۲۲ تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۶۲۵
شرائع الاسلام کتاب الحدود صفحہ ۱۸۳ عقائد ہم و اعتقادہم صفحہ ۲۲۳

ہو جائیں لیکن بے سود۔ آخر انھوں نے حضرت سمیہ کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ دی اور ابو جہل نے ان کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور دونوں اونٹوں کو مختلف سمتوں میں دوڑا دیا یہاں تک کہ چر کر آپ کے بدن کے دو حصے ہو گئے۔ یہ پہلی شہیدہ ہیں جنہوں نے اپنی جان راہ خدا میں دی پھر حضرت یاسر کو پکڑا اور ان کو بھی بڑی بے دردی سے قتل کر دیا یہ تاریخ اسلام کے دوسرے شہید ہیں جن کے خون پاک سے زمین لالہ گوں ہوئی اس کے بعد ان ظالموں نے حضرت عمار کو پکڑا اور انھیں مجبور کیا کہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ آپ کی والدہ اور والد کے ٹکڑے سامنے تڑپ رہے تھے انھوں نے بادل ناخواستہ زبان سے کلمات کفر کہہ دیئے۔ بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی کہ عمار تو کافر ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کلا ان عمارا ملئ ایمانا من قرنہ الی قدمہ واختلط الایمان بلحمہ ودمہ۔ ہرگز نہیں عمار تو سر سے لے کر قدموں تک ایمان سے لبریز ہیں ایمان ان کے گوشت اور خون میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ حضرت عمار وہاں سے چیخ مار کر روتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور نے پوچھا کیف وجدت قلبک؟ اے عمار اس وقت تیرے دل کی کیا کیفیت تھی؟ عرض کی مطمئن بالایمان۔ وہ تو ایمان سے مطمئن تھا۔ اس بندہ پرور آقا نے اپنے غلام کے استکبار آنکھوں کو اپنے دست کرم سے پونچھا اور فرمایا ان عادوا فعد لھم لما قلت (اگر وہ پھر تمہیں تکلیف دیں تو تم پھر وہی کہہ دینا جو کہہ چکے ہو (بحوالہ تفسیر مظہری) اس سے معلوم ہوا

کہ اپنی جان بچانے کے لئے اگر کوئی شخص کفریہ کلمہ زبان پر لائے بشرطیکہ اس کے دل میں یقین اور ایمان موجود ہو تو اس کی اجازت ہے [1]

(جناب عمار یاسر رضوان اللہ علیہ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان بلند مرتبہ اصحاب میں سے ہیں جن سے حضورؐ بڑی محبت فرمایا کرتے تھے۔ ان کی شہادت جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے جنگ کرتے ہوئے واقع ہوئی تھی)

اگر مرتد ملی قتل کر دیا جائے یا اسی موت سے مر جائے تو اس کا ترکہ مسلمان وارثوں کو دیا جائیگا لیکن اگر اس کا کوئی مسلمان وارث نہ ہو تو مشہور یہ ہے کہ اس کے وارث امام ہوں گے لیکن امام کا وارث ہونا اشکال سے خالی نہیں ہے بلکہ یہ بھی کوئی بعید بات نہیں ہے کہ وہ کافر اصلی کی طرح سمجھا جائے اور کافر اس کے وارث ہو جائیں [2]

اگر مرتد کا کوئی چھوٹا بچہ ہو تو وہ مسلمان سمجھا جائے گا اور اس کا وارث ہوگا ہاں بے شک اگر بالغ ہو جائے اور کفر کا اظہار کرے تو وہ کافر سمجھا جائے گا اور اگر کسی مرتد کے ارتداد کے بعد کوئی بچہ پیدا ہو تو یہ بچہ بھی مسلمان سمجھا جائے گا اس حکم میں شرط یہ ہے کہ اس کے نطفے کا انعقاد ماں باپ میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے کی حالت میں ہوا ہو۔ اس لئے کہ احکام اسلامی کے اس بچے سے متعلق ہونے کے لئے ماں باپ میں سے ایک کا مسلمان ہونا کافی ہے اگرچہ ماں باپ میں سے کوئی ایک بعد میں مرتد ہو جائے [3]

---

[1] ضیاء القرآن ج دوم صفحہ ۶۰۵، تفسیر منہج الصادقین ج ۵ صفحہ ۲۲۹، تفسیر صافی صفحہ ۲۸۱ [2] مبانی تکملۃ المنہاج، ج ۱، صفحہ ۳۲۹

[3] مبانی تکملۃ المنہاج ج ۱ صفحہ ۳۲۲

جناب آیۃ اللہ خمینی نے فرمایا ہے کہ مرتد ملی کا بچہ اپنے ارتداد سے پہلے حکم مسلم میں رہے گا پس اگر بالغ ہونے کے بعد کفر اختیار کرے تو اس سے توبہ کے لئے کہا جائیگا اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے قتل کیا جائے گا اسی طرح مرتد فطری کا بیٹا اپنے ارتداد سے پہلے حکم مسلم میں ہے اگر جب وہ بالغ ہو جائے اور کفر اختیار کرے، اسی طرح مسلمان کا بیٹا جب بلوغت کے بعد اظہار اسلام سے قبل کفر اختیار کرے تو ان دونوں پر مرتد فطری کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ ان سے توبہ کے لئے کہا جائیگا، اگر توبہ کریں تو ان سے کچھ نہ کہا جائے گا اور اگر توبہ نہ کریں تو قتل کر دیا جائے گا۔

اگر مرتد ملی بار بار ارتداد کا ارتکاب کرے تو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تیسری بار میں قتل کیا جائے گا اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ چوتھی بار میں قتل کئے جائیں گے اور یہی بات مناسب ہے۔ [۱]

جناب آیۃ اللہ العظمی السید ابو القاسم الخوئی نے اس تعلق میں فرمایا ہے کہ اگر عورت اور مرتد ملی تکرر ارتداد کریں تو کہا گیا ہے کہ چوتھی بار میں قتل کئے جائیں گے اور بعض نے کہا ہے کہ تیسری مرتبہ میں قتل کئے جائیں گے اور یہ دونوں صورتیں اشکال سے خالی نہیں ہیں بلکہ ظاہر ہے کہ قتل نہیں کئے جائیں گے جناب خوئی کے ارشاد عالی کے الفاظ یہ ہیں:

اذا تکرر الارتداد فی الرجل او فی المرأۃ قیل یقتل فی الرابعۃ وقیل یقتل فی الثالثۃ وکلاھما لا یخلو من اشکال بل الاظھر عدم القتل [۲]

[۱] تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۴۷۶، شرائع الاسلام صفحہ ۱۰۵۲

[۲] منہاج الصالحین ج اول صفحہ ۳۳۲

اگر کوئی مرتد ملی اور کافر اصلی دارحرب یا دارالاسلام میں نماز پڑھیں تو اگر کوئی ایسا قرینہ پایا جاتا ہو کہ انھوں نے نماز، اسلام سے تمسک کی وجہ سے پڑھی ہے تو ان کو مسلمان سمجھا جائے گا ورنہ حکم ارتداد اور کفر ہی ان پر باقی رہے گا۔[1]

اگر مرتد ملی مطالبۂ توبہ سے قبل پاگل ہو جائے تو قتل نہیں کیا جائے گا لیکن اگر مطالبۂ توبہ اور اس کے انکار کے بعد پاگل ہو جائے تو قتل کیا جائے گا اسی طرح مرتد فطری اگر پاگل ہو جائے تو بھی قتل کیا جائے گا۔[2]

مرتد باپ ورود اپنی بیٹی یا پوتی کا کسی سے نکاح کر دیں تو وہ درست نہ ہوگا کہ اس کی ولایت ارتداد کی وجہ سے اعتبار سے ساقط ہو چکی ہے۔ اس سے کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا[3] اور اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے مومنوں پر غالب آنے کی کوئی راہ ہرگز قرار نہیں دیتا۔

مرتد ملی کا ارتداد سے رجوع اگر اس نے توحید یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا ہو تو اعتراف شہادتین سے اس کا اسلام متحقق ہو جاتا ہے اور اگر اس نے آپ کی نبوت کے تمام انسانوں کے لئے ہونے سے انکار کیا ہے تو اس کی توبہ میں ضروری ہے کہ جس باتوں کا اس نے انکار کیا ہے ان سے رجوع کرے۔[4]

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج، ج اول صہ ۳۴۲ [2] مبانی تکملۃ منہاج، ج اول صہ ۳۴۵ تحریر الوسیلہ ج ۲ صہ ۶۲۵، شرائع الاسلام صہ ۵

[3] القرآن پ ۵ النساء آیت ۱۴۱ [4] مبانی ج اول صہ ۳۳۶، شرائع صہ ۱۸۵

اگر کوئی مرتد فطری یا ملی کسی مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالے تو ولی مقتول کو اس کا فوراً قتل کرنا جائز ہوگا ہاں اگر ولی اس کو معاف کر دے یا اس سے مال لے کر صلح کر لے تو یہ مرتد، مرتد ہونے کی حیثیت سے قتل کیا جائے گا [1]

اگر کوئی شخص مرتد ملی کو اس کی توبہ کے بعد قتل کر دے تو اگر اس کو یہ یقین تھا کہ وہ ارتداد پر باقی ہے تو اس کا قصاص نہیں ہے لیکن قاتل کے ذمے اس کی دیت ہوگی [2]

ارتداد سے متعلق کچھ احادیث

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ارتداد سے متعلق چند احادیث پیش کر دی جائیں۔ ان احادیث کی طرف ہمیں رہنمائی جناب آیۃ اللہ العظمیٰ سرکار السید ابوالقاسم الخوئی کی "مبانی تکملۃ المنہاج" اور جناب شیخ الفقہاء الشیخ محمد حسن النجفی کی "جواہر الکلام" سے حاصل ہوئی ہے۔

مرتد فطری کے متعلق احادیث عن محمد بن مسلم قال سئلت أبا جعفر علیہ السلام عن المرتد فقال من رغب عن الاسلام وکفر بما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد اسلامہ فلا توبۃ لہ یقتل ویصلب

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج، ج اوّل صفحہ ۳۳۶، تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۶۲۵

[2] مبانی تکملۃ المنہاج، ج اوّل صفحہ ۳۳۶ تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۶۲۵

قتله وبانت منه امرأته ويقسم ماترك على ولده [1]

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے مرتد کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ: جو اسلام سے پھر جائے اور جو حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے اس کا انکار کر دے تو اس کی توبہ نہیں ہے اور اس کا قتل واجب ہے۔ بیوی اس کی جدا ہو جائے گی اور جو کچھ اس نے ترکہ چھوڑا ہے وہ اس کی اولاد پر تقسیم کر دیا جائے گا۔

عن عمار الساباطي قال: سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول كل مسلم بين المسلمين ارتد عن الاسلام وجحد محمداً صلى الله عليه واله وسلم نبوته وكذبه فان دمه مباح لمن سمع ذلك منه وامرأته بائنة منه يوم ارتد ويقسم ماله على ورثته وتعتد امرأته عدة المتوفى عنها زوجها وعلى الامام ان يقتله ولا يستتيبه [2]

عمار ساباطی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان میں سے جو مسلمان بھی اسلام سے پھر جائے اور حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کر دے اور آپ کی تکذیب کرے تو اس کا خون ہر اس شخص کے لئے مباح ہے جو اس کی زبان سے یہ باتیں سنے اور اس کی بیوی اس کے ارتداد کے دن ہی اس سے جدا ہو جائے گی اور اس کا مال اس کے وارثوں پر تقسیم کر دیا جائے گا اور

---

[1] تہذیب الاحکام ج۔ صفحہ ۱۳۶، وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۵۴۴، فروع کافی ج ۷ صفحہ ۲۵۶ [2] تہذیب الاحکام ج ۱۰ صفحہ ۱۳۹
فروع کافی جلد ۷ صفحہ ۲۵۶، وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۵۴۵

اس کی بیوی عدۂ وفات رکھے گی اور امام کا فرض ہے کہ اس مرتد کو قتل کر دے اور اس سے توبہ کے لئے نہ کہے۔

عن الحسین بن سعید قال، قرأت بخط رجل إلی ابی الحسن الرضا علیه السلام رجل ولد علی الاسلام ثم کفر و اشرک وفرج عن الاسلام هل یستتاب؟ او یقتل ولا یستتاب؟ فکتب علیه السلام یقتل[1] حسین بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کی تحریر جو امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں بھیجی گئی تھی پڑھی اور وہ تحریر یہ تھی کہ ایک شخص مسلمان پیدا ہوا پھر کافر ہو گیا اس نے شرک اختیار کر لیا اور اسلام سے خارج ہو گیا کیا اس سے توبہ کرائی جائے گی یا اس کو قتل کر دیا جائے گا اور توبہ نہیں کرائی جائے گی ... تو امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس کو قتل کیا جائے گا۔

مُرتدِ ملّی کے متعلق احادیث

عن علی بن جعفر عن اخیه علیه السلام فی حدیث قال قلت فنصرانی اسلم ثم ارتد؟ قال یستتاب فان رجع والّا قتل[2] علی بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر ایک عیسائی مسلمان ہو کر

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۵۴۴، تہذیب الاسلام ج ۱۰ صفحہ ۳۹

[2] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۵۴۵، فروع کافی ج ۷ صفحہ ۲۵۷ تہذیب الاحکام ج ۱۰ صفحہ ۱۳۸ تا ۱۳۹

پھر مرتد ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

عن ابی جعفر و ابی عبد اللہ علیہما السلام فی المرتد یستتاب فان تاب والا قتل [1] امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام نے مرتد ملی کے متعلق فرمایا ہے کہ اُن سے توبہ کے لئے کہا جائیگا اور اگر توبہ کرلے تو قبول کی جائے گی ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال امیر المؤمنین علیہ السلام۔ المرتد عن الاسلام تعزل عنہ امرأتہ ولا تؤکل ذبیحتہ ویستتاب ثلاثۃ ایام فان تاب والا قتل یوم الرابع [2] جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ مرتد سے اس کی بیوی جدا کر دی جائے گی اور اس کا ذبیحہ نہیں کیا جائے گا اور اس سے تین دن کے اندر اندر توبہ کے لئے کہا جائے گا۔ اگر توبہ کرلے تو قبول کر لی جائے گی ورنہ چوتھے روز قتل کر دیا جائے گا۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: اُوتی امیر المؤمنین علیہ السلام برجل من بنی تغلبۃ قد تنصر

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۵۴۷

[2] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۵۴۸، تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۱۳۸ فروع کافی ج ۷ صہ ۲۵۸

عبد اسلامه فشهد واعليه فقال له امير المؤمنين عليه السلام ما يقول هؤلاء الشهود فقال صدقوا وانا ارجع الى الاسلام فقال اما انك لو كذبت الشهود لضربت عنقك وقد قبلت منك ولا تعد فانك ان رجعت لم اقبل منك رجوعاً بعده [1] امام جعفر صادق عليہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کے پاس بنی ثعلبہ کا ایک شخص لایا گیا جو مسلمان ہونے کے بعد عیسائی ہو گیا تھا۔ لوگوں نے اس کے خلاف گواہیاں دیں تو جناب امیر علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ یہ گواہ کیا کہتے ہیں؟ اس نے عرض کیا درست کہتے ہیں لیکن میں اسلام کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر تو گواہوں کو جھٹلاتا تو میں تیری گردن مار دیتا اور اب میں نے تیرا اسلام قبول کیا تو پھر ایسی حرکت نہ کرنا اس لئے کہ اگر تو نے اسلام ترک کیا تو اس کے بعد میں تیری اسلام کی طرف واپسی قبول نہ کروں گا۔

مرتد عورت کے متعلق

عن ابی عبد الله في المرتدة عن الاسلام قال لا تقتل وتستخدم خدمة شديدة وتمنع الطعام والشراب الا ما يمسك نفسها وتلبس خشن الثياب وتضرب على الصلوات [2]

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۵۲۷ تا ۵۲۸ ۔ فروع کافی ج ۷ صفحہ ۲۵۷ تہذیب الاحکام ج ۱۰ صفحہ ۱۲۵ [2] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۵۴۱ تہذیب الاحکام ج ۱۰ صفحہ ۱۴۳

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مرتد عورت کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ قتل تو نہیں کی جائے گی لیکن اس سے سخت محنت کے کام لئے جائیں گے اور اس کو کھانا پینا صرف اتنا دیا جائے گا کہ اس کی جان بچی رہے اور اس کو موٹا جھوٹا لباس پہنایا جائے گا اور اوقات نماز میں اس کو مارا پیٹا جائے گا۔

عن علی علیہ السلام قال اذا ارتدت المرأۃ عن الاسلام لم تقتل ولکن تحبس ابداً [1] جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب مسلمان عورت مرتد ہو جائے تو وہ قتل نہیں کی جائے گی بلکہ ہمیشہ کے لئے قید کر دی جائے گی۔"

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال، المرتد یستتاب فان تاب والا قتل، والمرأۃ تستتاب فان تابت والا حبست فی السجن و عذبت [2] اور مرتد مرد سے توبہ کے لئے کہا جائیگا اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور مرتد عورت سے بھی توبہ کے لئے کہا جائے گا اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے قید میں ڈال دیا جائے گا اور اسے تکلیف پہونچائی جائے گی۔"

عن ابی جعفر و ابی عبد اللہ علیہما السلام فی المرتد: یستتاب فان تاب والا قتل والمرأۃ اذا ارتدت عن الاسلام استتیبت فان تابت والا خلدت

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۵۲۹، تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۱۴۳

[2] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۵۵ تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۱۴۲

فی السجن وضیق علیہ فی مطعمہ[1] امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مرتد ملی سے توبہ کے لئے کہا جائیگا اگر توبہ کرلے تو قبول کی جائے گی ورنہ قتل کیا جائے گا۔ اور اگر عورت اسلام سے پھر جائے تو اس سے بھی توبہ کے لئے کہا جائے گا۔ اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ ہمیشہ کے لئے قید خانے میں ڈال دی جائے گی اور قید خانے میں اس پر تنگی کی جائے گی۔

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۵۵، فروع کافی ج ۷، صفحہ ۲۵۶

شراب خانہ خراب

یقینی طور پر کچھ نہیں معلوم کہ شراب انسانی معاشروں میں کب سے رائج ہے تاہم دنیا کی تقریباً ہر قوم شراب سے لطف اندوز ہوتی رہی ہے۔ اس تعلق میں غریب اور امیر کا بھی کوئی امتیاز نہ تھا غریب معمولی شرابوں پر گذارہ کرتے تھے اور دولت مند یقینی شرابیں پیا کرتے تھے خصوصاً بادشاہوں اور ان کے درباریوں کا تو یہ مرغوب مشروب تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھی قیدیوں کے تذکرے میں ذکر کیا گیا ہے۔ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۔ اور جناب یوسف کے ساتھ قید خانے میں دو جوان داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو شراب نچوڑتے ہوئے دیکھا ہے اور دوسرے نے کہا میں نے اپنے تئیں یہ دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے اس میں سے کھاتے ہیں۔ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے یقیناً ہم آپ کو نیکوکاروں میں دیکھتے ہیں جناب یوسف نے انھیں کچھ وعظ و نصیحت کرنے کے بعد فرمایا:۔

۔ القرآن پ ۱۲ یوسف آیت ۳۶

یصلب فتاکل الطیر من رأسہ ط قضی الامر الذی فیہ تستفتین ۵ ۔ اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم دونوں میں سے ایک اپنے مالک کو شراب پلائے گا اور رہا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا بھیجا کھائیں گے۔ وہ معاملہ جس کے بارے میں تم دریافت کر رہے تھے طے کر دیا گیا ہے"

موجودہ دور میں بھی غیر مسلم ممالک میں شراب کا عام رواج ہے اور اس پر کوئی قدغن اور پابندی نہیں ہے امریکہ اور برطانیہ وغیرہ یورپی ممالک نے طبی، معاشرتی اور معاشی وجوہ کی بنا پر شراب خوری کی مخالفت میں مختلف تنظیمیں قائم کیں اور تحریکیں چلائیں لیکن نتیجہ ڈھاک کے تین پات، تاہم اس طریق کار سے اتنا تو معلوم ہوا کہ عقلاء اور دانشور، اطبا اور ڈاکٹر شراب کو صحت عامہ اور اخلاق انسانی کے لئے مضر اور نقصان رساں سمجھتے ہیں۔

ظہور اسلام کے وقت جزیرۂ عرب میں بھی شراب کی ریل پیل تھی۔ چند شرفاء اور عقلاء کے علاوہ کوئی اس سے محفوظ نہ تھا بڑی بڑی قدآور شخصیتیں شغل مے نوشی میں لگی رہتی تھیں۔ عربوں میں کھجور، انگور، گیہوں، جو، جوار اور شہد سے یا دو یا زیادہ چیزوں کو ملا کر شراب بنانے کا عام رواج تھا شراب کے خام مواد کی نسبت سے اس کے نام بھی مختلف تھے۔ مثلاً فتاع (جو کی شراب)، نبیذ (کھجور یا انگور کی شراب)، بتع (کشمش سے بنی ہوئی شراب)، بتع (شہد

---

۵ القرآن پ ۱۲ یوسف آیت ۴۱

کی شراب) مزر (جو یا گیہوں یا مکئی کی شراب) بضخ (کھجور کی شراب) وغیرہ

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ دین خدا میں شراب ہمیشہ حرام رہی ہے۔ خواہ اس دین کو جناب ابراہیم لائے ہوں یا جناب موسیٰ یا جناب عیسیٰ علیہم السلام، تاہم یہودی اور نصاریٰ شراب کے (مجوسیوں اور دیگر بے دینوں سے) کم عاشق نہ تھے۔ اسلام نے جس طرح سے اور مٹے ہوئے سنن انبیاء کو زندہ کیا اسی طرح قانون حرمت شراب کا اجیار فرمایا لیکن چونکہ عرب بری طرح شراب کے رسیا تھے اس لئے اعلان حرمت شراب میں تدریجی طریقہ اختیار کیا گیا۔ یہ خیال کہ ابتدائے اسلام میں شراب جائز تھی حقائق کو مسخ کرنا ہے۔ تدریجی اعلان حرمت کو سند جواز سمجھنا عقل کے ساتھ تمسخر ہے۔ اعلان حرمت میں تدریج تو صرف اس لئے کی گئی کہ عرب معاشرہ بے طرح اور بری طرح شراب خوری کے دلدل میں دھنسا ہوا تھا، اس کو آہستہ آہستہ ہی اس خباثت کے دائرے سے باہر نکالنا مناسب تھا۔ اسی لئے قرآن کریم میں مختلف آیات میں حکم حرمت شراب کو نازل اور واضح کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات سے لوگوں میں احساس تقویٰ پیدا ہونے لگا تھا اور وہ خود محسوس کرنے لگے تھے کہ شراب اور جوئے ایسی چیزیں مناسب نہیں ہیں۔ تاہم حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے ان دو چیزوں کے بارے میں سوال کیا جس کو قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ یسئلونک عن

الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس و اثمهما اكبر من نفعهما[1] لوگ آپ سے شراب اور جوئے کی بابت پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے"

تاریخ کہتی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بہت سے اصحاب کرامؓ نے شراب چھوڑ دی اور کچھ شوق فرماتے رہے۔ ایک روز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے یہاں کچھ صحابہ مدعو تھے۔ بعد طعام دور شراب چلا، ابھی یہ لوگ نشہ میں جھوم ہی رہے تھے کہ نماز مغرب کا وقت آگیا۔ خود جناب عبدالرحمٰن بن عوف نے نماز جماعت پڑھائی۔ سورہ کافرون پڑھنا شروع کی تو نشہ کی شدت میں سارے سورے سے لفظ "لا" کو نظر کر دیا۔ مثلاً لا اعبد ما تعبدون کو اعبد ما تعبدون پڑھ دیا، سورے کے معنی کچھ سے کچھ ہو گئے۔ اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی "یا ایھا الذین آمنوا لا تقربو الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون"[2] اے ایمان والو نماز کے قریب نہ جاؤ جب کہ تم نشہ کی حالت میں ہو یہاں تک کہ تم جو زبان سے کہتے ہو اسے سمجھنے لگو۔ ظاہر ہے کہ اوقات نماز میں شراب خوری ختم ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف نماز عشاء کے بعد ہی سرور محفل جمتے ہوں گے۔ اس کے خاتمے کے لئے

---

[1] القرآن پ۲ البقرہ آیت ۲۱۹ [2] القرآن پ۵ النساء آیت ۴۳

یہ واضح حکم آگیا [illegible] الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۵ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ ۶ فہل انتم منتہون ۷ اے ایمان لانے والو یقیناً شراب، جوا، بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں۔ سو ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ یقیناً شیطان چاہتا ہے کہ تم میں شراب اور جوئے کے ذریعے عداوت اور بغض کی تخم ریزی کرے اور تمہیں خدا کی یاد سے روک دے اور نماز سے۔ تو کیا تم باز آنے والے ہو۔ ؟

جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق ۸ (کہدیجئے اے رسول کہ یقیناً میرے پروردگار نے بے حیائی کو وہ کھلی ہوئی ہوں یا چھپی اور اثم اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام قرار دیا ہے) سے شراب کی حرمت پر استدلال کیا ہے اس میں لفظ اثم شراب کے معنی میں ہے۔ شاعر کے زیر نظر شعر کو سند کے طور پر پیش کیا ہے۔

شربت الاثم حتی ضل عقلی
کذاک الاثم یفعل بالعقول

---

۵ القرآن پ ۷ المائدہ آیت ۹۰ ۶ القرآن پ ۸ الاعراف آیت ۳۳

میں نے شراب پی یہاں تک کہ میری عقل بھک گئی اور شراب تو عقلوں کے ساتھ ہی سلوک کرتی ہے [1]

نص قرآن کریم، فتوائے عقل اور مسلسل مشاہدہ کی روشنی میں یہ حقیقت تسلیم کی جانی چاہیئے کہ شراب خوری باہمی بغض و عناد گالم گلوچ اور لڑائی جھگڑوں کو جنم دیتی ہے۔ ہفوات و خرافات اور ہذیان و تملق اس کا اثر ہوا کرتے ہیں۔ بظاہر مہذب لوگوں کی محفل شراب بھی خرافات کا مجموعہ بن جاتی ہے۔ جسٹس پیر کرم شاہ نے اس قسم کی ایک محفل کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے "ایک محفل میں جس کا اہتمام عتبان بن مالک نے کیا تھا جام شراب گردش میں تھا۔ حاضرین کو خمار چڑھنا شروع ہوا تو لگے اپنے اپنے قبیلے کی تعریف میں زمین آسمان کے تلابے ملانے۔ کسی حاسب نے انصار کی ہجو میں شعر کہہ دیا۔ اس انصاری نے ان کے سر پہ اونٹ کے جبڑے کی ہڈی دے ماری اور سر پھوڑ دیا [2]

اخلاقی اور مالی دیوالیہ پن بھی مے خواری کے ثمرات میں سے ہے۔ ہر قوم اور ملت شراب کی برائیوں کو جانتی اور سمجھتی ہے اور اس میں آغشتہ لوگوں کی حالت زار کا مشاہدہ کرتی رہتی ہے لیکن وعظ و نصیحت کے علاوہ کسی قوم و ملت نے شراب خوری کو قابل سزا جرم قرار نہیں دیا ہے۔ اسلام وہ واحد دین ہے جس نے شراب کی حرمت کے واضح اعلان کے ساتھ ساتھ اس کے پینے والوں کو

[1] منہج الصادقین ج اوّل صفحہ ۵۰ [2] ضیاء القرآن ج اوّل صفحہ ۱۲۹

مستوجب سزا قرار دیا۔

لفظ "خمر" کی ذیل میں ہر نشہ آور چیز کو حرام بتایا گیا ہے، اگر وہ نشہ آور چیز بہنے والی ہے تو وہ نجس بھی ہے، کپڑے، ہاتھ، منہ یا جہاں بھی وہ لگ جائے گی وہ سب چیزیں نجس ہو جائیں گی۔ مے نوشی پر دنیاوی سزا کے علاوہ عذاب آخرت کی تفصیلات بھی بیان کی گئی ہیں اور یہ سب اس لئے کیا گیا ہے کہ مسلمان شراب خوری سے باز رہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے "الخمر ام الخبائث" شراب ام الخبائث ہے اور یہ بھی فرمایا ہے "جمع الشر فی بیت وجعل مفتاحہ شرب الخمر" شر ایک گھر میں جمع کر دیا گیا ہے اور اس کی کنجی شراب خوری ہے یعنی جو شراب پیئے وہ بہت سی شرارتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا ہے "الخمر مجماع الاثم وام الخبائث ومفتاح الشر" شراب گناہوں کا مجموعہ ہے خباثتوں کی جڑ ہے اور شر کی کنجی ہے[1]

شراب اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "لا یجتمع الخمر والایمان فی جوف رجل ابداً"[2] کسی انسان کے پیٹ یا دل میں شراب اور ایمان اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ اس حقیقت

---

[1] جامع الاخبار صـ۱۲۱ [2] جامع الاخبار صـ۱۲۳، تفسیر منہج الصادقین ج ۳ صـ۳۰۳

کو امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے :
" ... شرب الخمر خرج من الایمان " جس نے شراب پی وہ ایمان سے خارج ہوگیا " ظاہر ہے کہ جب مسلمان شراب پیئے گا تو یہ حکم خدا سے کھلی ہوئی بغاوت ہوگی۔ شرع اسلام کی توہین ہوگی تو ایسے شخص کا ایمان سے کیا تعلق رہ سکتا ہے۔

شراب خواری بت پرستی ہے

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے
شارب الخمر کعابد الوثن [۲] شرابی صنم پرست کی طرح ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے گناہان کبیرہ کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا ہے : وشرب الخمر لانہ رجس ونھی عنہا کما نھی عن عبادۃ الاوثان [۳] شراب پینا بھی گناہ کبیرہ ہے اس لئے کہ خداوند عزوجل نے مے خواری سے اسی طرح منع فرمایا ہے جس طرح بتوں کی پوجا پاٹ سے۔

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب مسلمان شراب پیتا ہے تو حکم خدا کو بے قیمت قرار دے کر نظری کر دیتا ہے اور اپنے نفس کی فرمائش کی تعمیل کرتا ہے۔ اور اس طرح پتھر وغیرہ کے نہ سہی اپنے نفس کے بت کی پوجا پاٹ کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ افرأیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ [۴] اے رسول!

---

[۱] اصول کافی ج ۲ صہ ۲۷۸ ، [۲] جامع الاخبار صہ ۱۳۰ ، تفسیر منہج الصادقین ج ۳ صہ ۳۰۲
[۳] اصول کافی ج ۲ صہ ۲۷۸
[۴] القرآن پ ۱۹ الفرقان آیت ۴۳

کیا آپؐ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش ہی کو اپنا معبود قرار دے لیا ہے تو شراب خوار خدا کے حکم کے مقابلے میں اپنے نفس کی فرمائش کی اطاعت کرتا ہے یعنی اسے اپنا بت بنا لیتا ہے اور اس طرح بت پرست بن جاتا ہے۔

شرابی کے بائیکاٹ کا حکم اسی بنا پر ہر تکلیف جرم سے شرابی کے تعلق قطع کر لینا اس کے ارتکاب جرم میں بہت بڑی رکاوٹ بن سکتا ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: [illegible] ولا تعودوا مرضاھم ولا تشیعوا جنائزھم ولا تصلوا علی امواتھم فانھم کلاب اھل النار کما قال اللہ عزوجل اخسئوا فیھا ولا تکلمون[1] اور شرابی کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھو، ان کے بیماروں کی عیادت نہ کرو، ان کے جنازوں کے ساتھ نہ چلو، ان کے مُردوں پر نماز نہ پڑھو اس لئے کہ یہ دوزخیوں کے کتے ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے "تم دوزخ میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور بات نہ کرو" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:
الا من اطعمہ شارب الخمر لقمۃ من الطعام او شربۃ من الماء سقط اللہ فی قبرہ مئتی دقرب طول اسنا نھا مائۃ وعشر خراع واطعمہ اللہ من صدید اھل جھنم یوم القیامۃ و من قضی حاجتہ فانما تتل

---

[1] جامع الاخبار ص ۱۳۱

ان من ادھدہ الکعبۃ الف مرۃ وسن مدہ علیہ الاول فعلیہ لعنۃ سبعین ملکا لعن اللہ شارب الخمر وعاصرہ وبائعہ ومشتریہا والمحمول الیہا [1] یاد رہے کہ جو شخص شرابی کو کھانے کا ایک لقمہ یا پانی کا ایک گھونٹ دے گا تو خداوند عالم اس کی قبر میں سانپوں اور بچھوؤں کو جن کے دانت ایک سو اسی ہاتھ کے ہوں گے مسلط کر دے گا اور قیامت کے دن اللہ اسے اہل جہنم کی پیپ اور کچلا ہوا سے کھانے پینے کو دے گا اور جس کسی نے شرابی کی کوئی ضرورت پوری کی تو اس نے گویا ایک ہزار مومنوں کو قتل کر دیا۔ یا کعبہ کو ایک ہزار بار ڈھا دیا اور جو کوئی شرابی سے ابتدا بہ سلام کرے تو اس پر ستر فرشتوں کی لعنت ہوتی ہے اللہ نے لعنت کی ہے اس کے پینے والے، اس کے نچوڑنے والے، پلانے والے، اٹھانے والے اور اس پر جس کی طرف سے لائی جائے۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ، لا تسلموا علی الیہود و النصاریٰ ولا تسلموا علی شارب الخمر وان لم یسلم علیکم فلا ترد واجوابہ نیز فرمایا مجاورۃ الیہود والنصاریٰ خیر من مجاورۃ شارب الخمر لا تصادقوا شارب الخمر فان مصادقتہ ندامۃ [2] شرابی سے سلام کرنے سے تو بہتر ہے کہ تم یہود و نصاریٰ سے علیک سلیک کرو اور اگر شرابی تم کو سلام کرے تو اس کا جواب نہ دو

---

[1] جامع الاخبار صفحہ ۱۳۱ [2] جامع الاخبار صفحہ ۱۳۲

شرابی کی نزدیکی سے یہودیوں اور عیسائیوں کا اڑوس پڑوس بہتر ہے اور شرابی سے دوستی نہ کرو کیوں کہ اس سے یارانے میں سوائے ندامت کے اور کچھ نہیں ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ من سقی علیٰ شرب الخمر أو عانقه أو صافحه، جحط الله علیه عمله ربعین سنة [1] جو شخص بے خوار کو سلام کرے یا اس سے گلے ملے یا اس سے ہاتھ ملائے تو اس کے چالیس برس کے عمل غیر برباد ہو جاتے ہیں۔ ام المومنین جناب عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ، من اطعم شارب الخمر لقمة سلط الله علی جسده حیّة وعقرباً ومن قضیٰ حاجته فقد اعان علی هدم الاسلام و من تبسم فقد عان علی قتل مؤمن ومن عانقه حشره الله یوم القیامة اعمیٰ لا حجة له ومن شرب الخمر فلا تزوّجوه وان مرض فلا تعودوه فوالذی بعثنی بالحق نبیاً، انه ما شرب الخمر لا سلعون فی التوراة و الانجیل و القرآن [2] جس نے شرابی کو ایک لقمہ کھلایا اس کے بدن پر اللہ سانپ اور بچھو مسلط کر دے گا اور جس نے اس کی کوئی حاجت پوری کی تو اس نے عمارت اسلام کے ڈھا دینے میں مدد کی اور جس نے اس کو تبسم دیا اس نے قتل مؤمن میں اعانت کیا اور جو اس کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا ہے خداوند عالم اس کو قیامت کے دن

---

[1] جامع الاخبار صـ ۱۳۲ [2] جامع الاخبار صـ ۱۳۲ ـ ۱۳۳

، نہ ہا محشور کرے گا اور اس کی کوئی حجت نہ چلے گی اور جو شراب پئے اس کے ساتھ شادی نہ کرو اور بیمار ہو جائے تو عیادت نہ کرو۔ اس خدا کی قسم جس نے مجھے برحق نبی مبعوث فرمایا ہے جو بھی شراب پیتا ہے وہ تورات، انجیل اور قرآن میں ملعون ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے، شارب الخمر اذا مرض فلا تعودوہ و ذا مات فلا تشہدوہ و اذا شہد فلا تزوجوہ و اذا خطب الیکم فلا تزوجوہ فانہ من زوج ابنتہ لشارب الخمر کانما قادھا الی الزنی ۱ شرابی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت نہ کرو مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت نہ کرو۔ گواہی دے تو قبول نہ کرو۔ اگر شادی کا پیغام دے تو رشتہ نہ دو۔ اس لئے کہ جو اپنی بیٹی شرابی کو بیاہتا ہے تو گویا وہ اسے زنی کے لئے مجبور کرتا ہے۔

شراب کی تجارت

جس طرح شراب کا پینا جرم ہے اسی طرح شراب کا بنانا، اسے رکھنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا خریدنا اور بیچنا سب حرام ہیں اس لئے کہ یہ تمام کام قرآن کریم کی آیت ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان ۲ (گناہ اور سرکشی اور گناہ کی باتوں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو) کی ذیل میں آتے ہیں۔ اس آیت کے علاوہ خود حرمت شراب کی آیتوں نے سکرات کے تعلق میں خصوصاً شراب سے متعلق ہر تعاون کو حرام اور اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔ حضور سرور کائنات

---

۱ جامع الاخبار صـ ۱۲۲ ۲ القرآن المائدہ آیت ۲

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب خوری کے نتیجہ میں عذاب آخرت بیان کرتے ہوئے ایک طویل حدیث میں فرمایا ہے: "لاوشاربها وساقيه وعاصرها ومعتصرها وبائعها ومبتاعها وحاملها والمحمول اليه وآكل ثمنها سواء فى عارها واثمها" بے شک شراب پینے والا پلانے والا، نچوڑنے والا، جس کے لئے نچوڑی جائے، بیچنے والا، خریدنے والا، اٹھانے والا، جس کے پاس لے جائی جائے، اور اس کی قیمت کھانے والا یہ سب شراب کی رسوائی اور اس کے گناہ میں برابر ہیں" یعنی جو ذلت اور گناہ شراب کے پینے میں ہے وہی ان سب اعمال کے کرنے میں ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "لعن الخمر وعاصرها ومعتصرها وبائعها ومشتريها وساقيها وآكل ثمنها وحاملها والمحمول اليه وشاربها"[1] اللہ کی لعنت ہے شراب پر اس کے نچوڑنے والے پر نچوڑنے میں مدد دینے والے پر، اس کے بیچنے والے پر اس کے خریدنے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کی کمائی کھانے والے پر، اس کے اٹھانے والے پر جس کے لئے لے جائی جائے اس پر اور اس کے پینے والے پر۔"

اسی طرح سے انگور اور کھجور یا کسی بھی خام مواد کا شراب بنانے والوں کے ہاتھ بیچنا حرام ہے اور اس سے جو آمدنی ہوگی اس کا استعمال بھی حرام ہے اگر وہ کسی نیک کام میں لائی جائے

---

[1] جامع الاخبار صفحہ ۱۴۲ [2] منہج الصادقین ج ۳ صفحہ ۳۰۴

گی تو کوئی فائدہ نہ ہوگا جابرؓ کہتے ہیں کہ جب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ حدیث بیان فرمائی تو ایک اعرابی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یارسول اللہ میں ایک تاجر ہوں اور میری ساری تجارت شراب کی خرید و فروخت رہی ہے اور اب اس تجارت سے میرے پاس بہت مال اکٹھا ہو گیا ہے اگر میں اسے کسی امر خیر میں صرف کروں تو کیا مجھے فائدہ پہنچے گا۔ تو آپؐ نے فرمایا لو انفقته فی حج او جهاد لم یعدل عند الله جناح بعوضة ان الله لا یقبل الا الطیب ۱؎ اگر تو اس سارے مال کو (دیگر امور خیر تو کیا) حج اور جہاد میں بھی خرچ کرے تو خدا کے نزدیک وہ ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا کہ خداوند عالم پاک اور پاکیزہ شے کو ہی قبول فرماتا ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے ان الخمر رأس کل اثم ومفتاح کل شر وقال ان الله جعل لشر اقفالا وجعل مفاتیحها الشراب وقال ما عصی الله بشیء اشد من شرب الخمر ان احدهم لیدع الصلاة الفریضة ویثب علی امه وخالته وابنته وهو لا یعقل وقال انه اشر من ترک الصلاة لانه یصیر فی حال لا یعرف معها ربه وقال یغفر الله فی شهر رمضان لکل احد الا ثلاثة صاحب مسکر او صاحب شاهین او مشاحن ۲؎ شراب ہر گناہ

۱؎ تفسیر صافی البقرہ صـ۴۳

کی بنیاد ہے اور ہر فتنہ و شر کی کنجی ہے۔ خداوند عالم نے شراب پر تالے لگا دیئے ہیں اور ان کی کنجی شراب کو قرار دیا ہے۔ کوئی شخص نشہ آور چیز کے پینے سے زیادہ بڑا گناہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ شرابی نماز واجب کو چھوڑ بیٹھتا ہے اور جنسی ہیجان میں ماں بہن اور بیٹی کی بھی پروا نہیں کرتا اور وہ یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کیا کر رہا ہے۔ شراب پینا ترک صلاۃ سے بہت زیادہ برا ہے اس لئے کہ شرابی کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اپنے رب ہی کو نہیں پہچانتا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رمضان میں تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے مگر تین قسم کے لوگوں کو نہیں بخشتا ۱۔ شرابی ۲۔ جواری اور ۳۔ چغل خوری اور بدعتوں کے سہارے ملت اسلامیہ میں انتشار و افتراق کی تخم ریزی کرنے والے کو۔

مے خواری اور عذاب آخرت

شراب خواری پر عذاب آخرت کے تعلق سے احادیث معصومین علیہم السلام کا خاصا ذخیرہ موجود ہے اس میں سے چند حدیثیں نذر قارئین ہیں کہ شاید کوئی ان احادیث کو پڑھ کر شراب ترک کر دے اور مجھ گناہ گار کو کچھ ثواب مل جائے۔ جناب سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من مات سکراناً عاین ملک الموت سکراناً ودخل القبر سکراناً ویوقف بین یدی اللہ سکراناً فیقول اللہ عزوجل لہ مالک؟ فتقول انا سکران فیقول اللہ بہذا امرتک؟ ذھبوا بہ الی سکران "فیذھب بہ الی حیث فی وسط جہنم فیہ

عین تحری مدة وداء لایکون طعامہ وشرابہ الا منہ
جو نشے میں مست مرتا ہے وہ مست ہی ملک الموت کو دیکھتے ہے۔
قبر میں بھی مست داخل ہوتا ہے۔ بارگاہ الٰہی میں بھی مست کھڑا
ہوگا۔ تو خداوند عالم اس سے فرمائے گا تجھے کیا ہوگیا ہے
وہ کہے گا میں نشے میں ہوں ۔۔! اللہ اس سے فرمائے گا میں
نے تجھے اس بات کا حکم دیا تھا ۔۔ ؟ فرشتو! اسے "سکران" کی
طرف لے جاؤ! چنانچہ وہ اسے جہنم کے بیچ میں سکران نامی
پہنچے جائیں گے مگر جس میں سے ایک کچلہر اور پیپ کا چشمہ جاری
ہے، اس بدمست کا کھانا اور پینا اسی کچلہو اور پیپ سے ہوگا۔

دوسری حدیث میں فرمایا ہے اذا کان یوم القیامة
یخرج من جہنم جبل من عقرب رأسہ فی السماء السابعة
وذنبہ إلی تحت الثری ووجہہ من المشرق إلی المغرب
فتقول أین من حارب اللہ ورسولہ ثم ہبط جبرئیل
علیہ السلام فقال یا عقرب من ترید؟ فقال اریدہ
خمسة تفر تارک الصلوٰة ومانع الزکوٰة وآکل الربا
وشارب الخمر وقوماً یحدثون فی المسجد حدیث الدنیا[2]
قیامت کے دن جہنم سے ایک خاص بچھو نکلے گا جس کا سر ساتویں
آسمان میں ہوگا۔ دُم تحت الثریٰ تک ہوگی اور منہ مشرق سے مغرب
تک پھیلا ہوگا۔ تو وہ کہے گا کہاں ہے اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ
کرنے والا؟ اس موقعہ پر جبرئیل آئیں گے اور پوچھیں گے اے عقرب

[1] جامع الاخبار صـ۱۳۱ [2] جامع الاخبار صـ۱۳۱

تو کسے چاہتا ہے۔ ؟ وہ کہے گا میں پانچ نفوس کو چاہتا ہوں۔ نماز ترک کرنیوالا، زکوٰۃ نہ دینے والا، سود خور، شرابی اور وہ لوگ جو مسجد میں دنیا کے قصے لے بیٹھتے تھے۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا ہے والذی ابتثنی بالحق من شرب شربۃ من مسکر لم تقبل صلاتہ اربعین یوماً و لیلۃ وان تاب تاب اللہ علیہ ومن شربہ شربتین لم یقبل اللہ تعالیٰ صلاتہ ثمانین یوماً و لیلۃ ومن شرب منہا ثلاث شربات لم یقبل اللہ صلاتہ مائۃ وعشرون یوماً و لیلۃ وکان حقاً علی اللہ تعالیٰ ان یسقیہ من ردغۃ الخبال ؟ قیل وما ھی یا رسول اللہ قال صدید اھل النار ودمائھم [1] جس خدا نے ہمیں حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اس کی قسم ہے کہ جو کوئی نشہ آور چیز کا ایک گھونٹ پی لے تو چالیس دن اور رات اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ ہاں اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ توبہ قبول فرمالے گا اور جس نے دو گھونٹ پی لئے تو اللہ اس کی اسی رات اور دن کی نماز قبول نہ کرے گا اور جس نے تین گھونٹ پی لئے تو اللہ اس کی ایک سو بیس دن اور رات کی نمازیں قبول نہیں فرمائے گا۔ اور اللہ کا یہ حق ہے کہ اسے "ردغۃ الخبال" پلائے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ردغۃ الخبال کیا ہے تو آپ نے فرمایا: یہ اہل جہنم کی پیپ اور لہو ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے: والذی نفسی بالحق نبیاً ان شارب الخمر یجیئ یوم القیامۃ مسودۃ وجھہ ازرق عیناہ قالصاً شفتاہ ولسیل لعابہ علی قدمیہ

[1] جامع الاخبار صفحہ ۱۳۰، منہج الصادقین ج ۱ صفحہ ۱۰۱

یقذر من رآہ [1] قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے برحق نبی مبعوث فرمایا ہے شرابی جب قیامت کے دن آئے گا تو اس کا چہرہ سیاہ ہوگا، آنکھیں کریہہ ہوں گی، ہونٹ اوپر نیچے کھنچے ہوئے ہوں گے اور اس کا لعاب دہن اس کے قدموں تک بہہ رہا ہوگا اور جو بھی اسے دیکھے گا اسے گھن آئے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں بھی فرمایا ہے۔ من شرب الخمر مساء اصبح مشرکاً و من شرب صباحاً امسیٰ مشرکاً وما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام [2] جو شخص شام کو شراب پیتا ہے وہ صبح کو شرک ہوتا ہے اور جو صبح کو شراب پیتا ہے وہ شام کو مشرک ہوتا ہے اور جو شئی زیادہ نشہ پیدا کرتی ہے اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر شراب خور مسلمان صبح شام شراب پیئے گا اور توبہ نہ کرے گا تو قیامت میں شرک کی سزا کا مستحق ہوگا، اس لئے کہ شراب خور کا نشہ میں یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ نہ خدا کو پہچانتا ہے نہ رسول کو، نہ حرام کو دیکھتا ہے نہ حلال کو، شرابیوں کو ہولناک قسم کی خرافات میں مبتلا دیکھا جاتا رہا ہے۔ شراب کے خلاف عقل کے فیصلے اور تخویف و تہدید رسالت پناہی کے باوجود اور قرآن میں حرمت شراب کے بار بار اعلان کے باوصف بھی کوئی بدنصیب شراب کو منہ لگائے گا تو یقیناً وہ شرعی سزا کا مستحق ہوگا جو جاری کرتے ہے۔

---

[1] جامع الاخبار صفحہ ۱۲۰ [2] جامع الاخبار صفحہ ۱۲۰

سزا سے متعلق تفاصیل پیش کرتے ہے امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کا شراب کی خباثت و نجاست کے تعلق میں ایک خصوصی ارشاد اہل ایمان و اسلام کی توجہ کا مستحق ہے۔ آپ نے فرمایا" لو وقعت قطرہ من خمر فی بئر فنبت منارۃ مکانہا لم اؤذن علیہا ولو وقعت فی بحر فلم یجف وبنت فیہ السفلاء لم اُرعہ" اگر کسی کنوئیں میں شراب کا ایک قطرہ گر پڑے (اور مرور ایام سے وہ کنواں ویران ہوجائے) اور اس کنوئیں کی جگہ پر ایک منارہ بنادیا جائے تو میں اس پر اذان نہیں دوں گا۔ اور اگر یہ قطرہ دریا میں گر جائے اور وہ دریا خشک ہوجائے اور وہاں گھاس اُگ آئے تو میں اپنے جانوروں کو وہاں نہیں چراؤں گا۔" حضرت علی علیہ السلام جس مقام کمال تقوی پر فائز تھے اس عظمت کی وجہ سے شراب کی خباثت و نجاست سے بعد کا اس طرح اظہار کرنا انہی کی شان کے لائق ہے تاہم اگر مسلمان کے دل و دماغ میں تھوڑا سا بھی دین و ایمان کا سرمایہ موجود ہے تو وہ جناب امیر علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں "ام الخبائث" بہر وجوہ، ہر جہت دوری اختیار کرسکتا ہے۔

غیر مسلم اور شراب

غیر مسلم اقوام میں سے اگر کسی کے مذہب میں شراب جائز ہو تو چونکہ اسلام کسی مذہب میں مداخلت روا نہیں رکھتا اس لیے ان کی شراب نوشی پر بھی قدغن نہیں لگائی جاسکتی لیکن وہ اپنے گھروں یا خانقاہوں میں پی سکتے ہیں کھلم کھلا پینے پر ان کو بھی مسلمانوں کی طرح حد لگائی

لہ منہج الصادقین ج اوّل ص۵۰۰

جائے گی اس لئے کہ سر عام پینے سے بعض مسلمانوں کو تشویق سے نوشی اور تحریک سے خواری ہو سکتی ہے عن ابی بصیر قال کان امیر المؤمنین علی علیہ السلام یجلد الحر و العبد والیہودی والنصرانی فی الخمر والنبیذ ثمانین ثمانین قلت ما مال الیہودی والنصرانی فقال اذا اظہر و ذلک فی مصر من الامصار لانہم لیس لہم ان یظہروا شربہا [1] ابو بصیر سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام آزاد، غلام، یہودی اور نصرانی کو شراب اور نبیذ خواری کی سزا میں اسی کوڑے مارا کرتے تھے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا یہودی اور نصرانی کا کیا معاملہ ہے (کہ وہ تو غیر مسلم ہیں)؟ تو آپؑ نے فرمایا جب وہ کسی شہر میں ظاہر بظاہر شراب نوشی کریں (تو سزا دینا ضروری ہے) اس لئے کہ ان کو کھلم کھلا شراب نوشی کی اجازت نہیں ہے"

دوسری حدیث میں اس سے زیادہ وضاحت فرمائی گئی ہے: کان علی علیہ السلام یضرب فی الخمر والنبیذ ثمانین، الحر والعبد، والیہودی والنصرانی قلت وما شان الیہودی والنصرانی قال لیس لہم ان یظہروا شربہ یکون ذلک فی بیوتہم [2] حضرت علی علیہ السلام شراب اور نبیذ پینے والے کو خواہ وہ آزاد ہو یا غلام یہودی ہو یا نصرانی اسی کوڑے مارا کرتے تھے۔ میں نے کہا یہودی اور نصرانی کا کیا معاملہ ہے؟

---

[1] تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۹۱ وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۴۷۱ فروع کافی ج ۷ صہ ۲۱۵ [2] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۴۷۱ فروع کافی ج ۷ صہ ۲۱۵ تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۹۱

آپؑ نے فرمایا ان کو کھلم کھلا شراب پینے کی اجازت نہیں ہے یہ شراب خواری وہ اپنے گھروں میں کر سکتے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے

عن محمد بن قیس عن ابی جعفر علیہ السلام قال قضی امیر المؤمنین علیہ السلام ان یجلد الیہودی والنصرانی فی الخمر والنبیذ المسکر ثمانین جلدۃ اذا ظہروا بشربہ فی مصر من امصار المسلمین وکذلک المجوس ولم یعرض لہم اذا شربوہا فی منازلہم وکنائسہم حتی یصیروا الی المسلمین[1]

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب امیر علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا کہ یہودی اور عیسائی کو شراب اور نبیذ مسکر پینے کی سزا کے طور پر اسی کوڑے مارے جائیں جبکہ وہ مسلمانوں کے کسی شہر میں کھلم کھلا پئیں اور یہی مجوسیوں کا حکم ہے اور نتیجتاً تمام غیر مسلموں کا، اور جب وہ اپنی خانقاہوں اور گھروں میں پیتے تو آپؑ ان سے تعرض نہ کرتے تھے۔

حکومت پاکستان کی طرف سے استعمال شراب کے پرمٹ دیئے جاتے ہیں ۔ ۔ ۔!! اس تعلق میں حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ چند باتوں کا کماحقہٗ کے ساتھ خیال رکھے۔

۱۔ شراب کے لئے غیر مسلم درخواست گذار جس مذہب کا پابند ہے اس مذہب کے پیشواؤں سے تحریری طور پر دریافت کیا جائے کہ ان کے یہاں مذہباً شراب جائز ہے یا نہیں ۔ ۔ ۔؟ اگر یہ مذہبی رہنما اپنے مذہب میں شراب کو ناجائز قرار دیدیں

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صد ۴۷۲، تہذیب الاحکام ج ۱۰ صد ۹۳

تو اس مذہب کے ماننے والے درخواست گذار کی درخواست کو مسترد کر دینا چاہیئے۔

۲۔ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ شراب کا پرمٹ مانگنے والا شراب کی خریداری کے لئے مناسب مالی وسائل بھی رکھتا ہے ۔۔۔؟ اگر کسی شخص کے مالی وسائل خرید شراب کے لئے کافی نہ ہوں تو اس کو ہرگز پرمٹ نہ دیا جائے کہ وہ پرمٹ صرف مسلمان مے خواروں کے کام آئے گا اور اس طرح سے ایک چور دروازہ ملتِ اسلامیہ کے جرائم پیشہ افراد کے لئے کھلا رہے گا۔

۳۔ اس سلسلہ میں اس بات کو بھی یقینی بنایا جائے کہ پرمٹ ہولڈر نے خود استعمال کیا ہے۔ اس کو فروخت نہیں کیا ہے۔ اگر وہ فروخت کردے تو ہمیشہ کے لئے اس کا پرمٹ منسوخ کر دیا جائے۔

۴۔ بڑی احتیاط کے ساتھ یہ بھی دیکھا جائے کہ کوئی غیر مسلم اپنے گھر اور خانقاہ کے علاوہ کسی پبلک جگہ یعنی دکان، ہوٹل اور طعام خانہ وغیرہ میں تو نہیں پی رہا ہے اس لئے کہ اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو بھی کھلے بندوں شراب پینے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے اور اس طریق کار سے یقیناً دوسرے لوگوں خصوصاً مسلمانوں کو تشویق شراب نوشی کا خطرہ ہے۔ جو غیر مسلم پبلک مقامات پر شراب پیئیں ان پر حد شراب بھی جاری کی جائے اور ہمیشہ کے لئے ان کا پرمٹ منسوخ کر دیا جائے۔ اس طرح غیر مسلموں میں بھی شراب نوشی کے رجحان میں کمی آجائے گی اور آہستہ آہستہ اس لعنت سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

۵۔ اگر ملک میں کوئی شراب سازی کا کارخانہ یا کوئی چھوٹی موٹی فیکٹری قائم ہے تو اسے فوراً بند کر دینا چاہیئے۔ اس لئے کہ شراب سازی بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح اس کا پینا یا بیچنا۔

۶۔ کسی مسلمان کو شراب درآمد کرنے کی اجازت نہ دی جائے کہ یہ بھی قطعاً حرام ہے ہاں اگر غیر مسلم شراب درآمد کرنا چاہیں تو شدید ترین حفاظتی اقدامات کے ساتھ ان کو اجازت دی جا سکتی ہے یعنی یہ کہ وہ شراب کو کسی پبلک مقام پر نہ رکھیں، مسلمان کے ہاتھ تو بیچنے کا سوال ہی نہیں ہے غیر مسلموں کو بھی پرمٹ کے باوجود کھلم کھلا فروخت نہ کریں۔

شراب خواری کے لئے مے خواروں کے حیلے بہانے

شراب خواری کا مشغلہ اختیار کرنے کے لئے رنگارنگ حیلے اختیار کئے جاتے ہیں جن کے شیطانی وسوسوں سے زیادہ قیمت نہیں ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں حرمت شراب کے تکمیلی اعلان کے بعد بھی کچھ حضرات رکیک تاویلات کے سہارے مے خواری کا حوصلہ کر ڈالتے تھے اسی طرح کے ایک صاحب حضرت قدامہ بن مظعونؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے گئے تو موصوف نے قرآن کی اس آیت کا سہارا لیا۔ لیس علی الذین آمنو وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا [1] جو لوگ ایمان لا چکے اور نیک اعمال بجا لائے تو انھوں نے جو کچھ کھا لیا اس پر انھیں کوئی گناہ نہیں

---

[1] القرآن پ ۶ المائدہ آیت ۹۳

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ؟ اس آیت کے اہل تو کوئی حرام چیز کھا ہی نہیں سکتے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عبداللہ سنان نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے الحد فی الخمر ان شرب منہ قلیلا او کثیراً تاب، ثم قال اُتی عمرؓ بقدامۃ بن مظعون وقد شرب الخمر وقامت علیہ البینۃ فسئل علیاً علیہ السلام فامرہ ان یجلدہ ثمانین فقال بقدامہ : یا امیر المومنین لیس علی حدّ ان من اھل ھذہ الآیۃ " لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا " فقال علی علیہ السلام لست من اھلھا انّ طعام اھلھا لھم حلال لیس یأکلون ولا یشربون الّا ما احلّہ اللہ لھم ثم قال علی علیہ السلام انّ الشارب اذا شرب لم یدر ما یأکل ولا ما یشرب فاجلدوہ ثمانین جلدہ [1] امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شراب خواہ تھوڑی پی جائے یا زیادہ اس میں بہرحال "حد" ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں جناب قدامہ بن مظعون کو ان کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ انھوں نے شراب پی تھی اور ان کے خلاف گواہیاں ہو چکی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ سلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کے اسّی کوڑے لگائے جائیں۔ جناب قدامہ نے کہا مجھ پر حد نہیں ہے۔ میں اس

---

[1] فروع کافی ج ۷ صہ ۲۱۵ تا ۲۱۶ تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۹۳ تا ۹۴ وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۴۶۷

آیت کا اہل ہوں " جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ جو کچھ کھائیں پئیں کچھ گناہ نہیں " حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تم اس آیت کے اہل نہیں ہو ، اس آیت کے اہل لوگوں کا کھانا تو ان کے لئے حلال ہوتا ہے وہ جو کچھ اللہ نے ان کے لئے حلال کر دیا ہے اس کے علاوہ کچھ کھاتے پیتے نہیں ہیں ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب شرابی شراب پی لیتا ہے تو پھر وہ نہیں سمجھتا کہ کیا کھا رہا ہے اور کیا پی رہا ہے ۔ ۔ ۔ ؟ لہٰذا اس کے اسی کوڑے لگا دو "

ماہِ رمضان میں شراب پینے پر سزا میں اضافہ

عن ابی مریم قال اُتی امیر المؤمنین علیہ السلام بالنجاشی الحارثی الشاعر ، وقد شرب الخمر فی شہر رمضان فضربہ ثمانین جلدۃ ثم حبسہ لیلۃ ثم دعی بہ من الغد فضربہ عشرین ۔ فقال لہ یا امیر المؤمنین ھذا ضربتنی ثمانین فی شرب الخمر وھذہ العشرین ما ھی ؟ ؟ فقال ھذا لتجرئک علی شرب الخمر فی شہر رمضان [1]

ابو مریم کہتا ہے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں نجاشی شاعر لایا گیا جس نے ماہ رمضان میں شراب پی تھی آپ نے اس کو اسی کوڑے لگائے پھر رات کو اسے قید میں رکھا پھر دوسرے دن اسے طلب کیا اور اس کو مزید بیس کوڑے مارے ۔ اس نے کہا امیر المؤمنین

---

[1] تہذیب الاحکام ج ۸ صـ۹۴ ، فروع کافی ج ۷ صـ۲۱۶ ، وسائل ج ۱۸ صـ۴۷۲

مے خوری کے جرم میں آپ نے اسی کوڑے لگا تو دیئے تھے یہ بیس کوڑے کس جرم میں ہیں ؟ آپ نے فرمایا یہ اس لئے ہیں کہ تو نے ماہ رمضان میں شراب پینے کی جرأت کی ہے اور یہی حکم ہے محترم مقامات یا ایام میں شراب خواری کا کچھ تعزیری سزا بھی حد کے ساتھ دی جائے گی تاکہ لوگ یہ احمقانہ جرأت نہ کر پائیں !!

اگر کوئی حرمت شراب کے حکم سے ناواقف ہو تو اسے سزا نہیں دی جائے گی۔ تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان کو حرمت شراب کا علم نہ ہو جو بظاہر حالات ہمارے زمانے میں ناممکن ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ دنیا کے کسی کونے گوشے میں کوئی اس حکم سے بے خبر ہو تو ایسے شخص کو شراب نوشی پر سزائے شرعی نہیں دی جائے گی جیسا کہ زیر نظر واقع سے ظاہر ہوتا ہے عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال : شرب رجل الخمر علی عہد ابی بکرؓ فرفع الی ابی بکرؓ فقال لہ اشربت خمراً ؟ قال نعم، قال ولم ؟ وھی محرمۃ .. !! قال فقال لہ الرجل انی اسلمت وحسن اسلامی ومنزلی بین ظہرانی قوم یشربون الخمر ولیستحلون ولم اعلم انہا حرام حیتنہا فالتفت ابوبکرؓ الی عمرؓ فقال ما تقول فی امر ھذا الرجل فقال عمرؓ . معضلۃ وبیں لہا ابوالحسنؑ فقال ابوبکر ادع لنا علیاً ؑ فقال عمرؓ یؤتی الحکم فی بیتہ فقام والرجل معہما ومن حضرھما من الناس الی امیرالمؤمنین علیہ السلام فاخبرہ بقصتہ

الرجل وتقل الرجل قصته فقال البعثوا معه من يدور به على مجالس المهاجرين والانصار من كان تلا عليه آية التحريم فيشهد عليه، ففعلوا ذلك به فلم يشهد عليه احد فقالوا قرأ على آية تحريم فمتى سمعته فقال له: ان شربت بعدها أقمنا عليك الحد۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر کے دور حکومت میں شراب پی لی، یہ مقدمہ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے آیا تو اس شخص سے پوچھا کیا تو نے شراب پی ہے؟ اس نے کہا ہاں، انھوں نے کہا کیوں جب کہ وہ حرام ہے؟ اس شخص نے کہا میں مسلمان ہوں اور میرا اسلام اور روئے عقیدہ و عمل بہت خوب ہے، میرا گھر ایسے لوگوں کے علاقے میں ہے جو شراب پیتے اور اسے حلال جانتے ہیں، اگر مجھے شراب کی حرمت کا پتہ ہوتا تو میں اس سے پرہیز کرتا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں .. ؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ ایک مشکل مسئلہ ہے اور اسے ابوالحسن یعنی حضرت علی علیہ السلام ہی حل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ حضرت علیؑ کو بلاؤ تو انھوں نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ جناب سے ان کے گھر پر ہی فیصلہ حاصل کیا جائے چنانچہ یہ دونوں بزرگ کھڑے ہو گئے، عمر بھی ساتھ ہوا اور دوسرے حضرات بھی جو وہاں موجود تھے۔ یہ لوگ امیر المومنین علیہ السلام

لہ وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۴۷۵ فروع کافی ج ۷ ص ۲۱۶ تا ۲۱۷،
تہذیب الاحکام ج ۱۰ ص ۹۲

کے پاس پہونچے اور ان دونوں بزرگوں نے حضرتؑ کو قصہ سنایا اور اس شخص نے خود بھی واقعہ بیان کیا آپؑ نے فرمایا اس شخص کے ساتھ ایک آدمی بھیجدو جو اسے مہاجرین و انصار کی مجالس میں لے جائے اور کہے کہ جس شخص نے بھی اس کے سامنے آیۂ تحریم تمر پڑھی ہے وہ اس پر گواہی دے، لوگ اسے مہاجرین و انصار کے پاس لے گئے مگر ایک شخص نے بھی یہ گواہی نہیں دی کہ آیۂ تحریم اس کو سنائی گئی ہے آپ نے اسے آزاد کر دیا اور فرمایا اگر آئندہ شراب پیو گے تو ہم تم پر حد جاری کر دیں گے"

شراب خواری کی سزا

سابق میں عرض کیا گیا ہے کہ مے خواری کی سزا اسی کوڑے ہے اور یہی سزا کسی پاک دامن پر اتہام لگانے کی بھی ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے اس سلسلے میں فرمایا ہے عن زرارۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قال ان علیاً علیہ السلام کان یقول ان الرجل اذا شرب الخمر سکر واذا سکر هذی واذا هذی افتری فاجلدوه حد المفتری[1] زرارہؒ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو مست ہو جاتا ہے اور جب مست ہو جاتا ہے تو خرافات

---

[1] تہذیب الاحکام ج ۱۰ صفحہ ۹۰ ۔ فروع کافی ج ۷ صفحہ ۲۱۵ ، وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۴۷۰

بکنے لگتا ہے اور خرافات، اتہام طرازی کی شکل اختیار کر لیتی ہیں لہٰذا ایسے شخص کو مفتری کی حد (اسی کوڑے) لگاؤ۔

شراب کم پی جائے یا زیادہ، بہرحال مجرم کو اسی کوڑوں کا مستحق بنا دیتی ہے: عن اسحاق بن عمار قال سئلت اباعبداللہ علیہ السلام عن رجل شرب خمرة قال یجلد ثمانین جلدة قلیلها وکثیرها حرام[1] اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص تھوڑی سی شراب پی لے تو (کیا حکم ہے)؟ تو آپؑ نے فرمایا اس کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے کہ شراب تھوڑی ہو یا بہت سب حرام ہے۔"

ظہور اسلام کے وقت عربوں میں بھی شراب کے متعدد نام اور مختلف قسمیں تھیں، موجودہ نام نہاد مہذب اور متمدن دنیا میں تو شراب کے ناموں اور قسموں کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں ہے بعض بدفطرت نام کا پردہ اختیار کر کے شراب خواری کرتے ہیں۔ یہ سب قابل حد ہیں یعنی شراب کسی رنگ، کسی شکل اور کسی مقدار میں بھی پی جائے گی تو شرعی سزا یعنی اسی کوڑے متعین ہو جائیں گے جیسا کہ فرمایا گیا ہے، عن ابی صباح الکنانی عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال کل مسکر من الاشربة یجب فیه کما یجب

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۴۶۵، فروع کافی ج ۷ صہ ۲۱۲ تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۹۱

فی الخمر ۔ ن المحدث ۔ ہر نشہ آور مشروب (پینے والے) پر وہی شرعی سزا واجب ہے جو خمر (پینے والے) پر ہے " عن عمر بن یزید قال سمعت أبا عبد اللہ یقول فی کتاب علی علیہ السلام یضرب شارب الخمر وشارب المسکر قلت کم ؟ قال حدھما واحدۃ عمر بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت علی علیہ السلام کی کتاب میں موجود ہے کہ آپ خمر پینے والے اور کوئی بھی نشہ آور چیز پینے والے کو کوڑے لگایا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا کتنے ؟؟ تو آپ نے فرمایا " دونوں کی حد یکساں ہے "

بہرحال اسلام نے نام کا سہارا لے کر جرم کرنے والوں کا راستہ بھی بند کر دیا ہے اور واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ جو مسکر یعنی نشہ آور ہے وہ تھوڑی ہے یا بہت، مجرم کو شرعی سزا کا مستحق بنا دیتی ہے اور وہ ہے اسی کوڑے ۔

ایک تاریخی حقیقت | مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرض کر دیا جائے کہ حرمت شراب کے اعلان میں تدریج رکھی گئی ہے یک حد تک اس کی سزا میں بھی تدریج کا مظاہرہ کیا گیا ہے اور ایک دم اسی کوڑے سزا نہیں مقرر کی گئی بلکہ حرمت شراب کے ابتدائی زمانے میں مے خواروں کو جوتوں سے مارا جاتا تھا

تہذیب الاحکام ج ۱۰ صفحہ ۸۹، فروع کافی ج ۷ صفحہ ۲۱۶ وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۴۷۳

وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۴۷۴، تہذیب الاحکام ج ۱۰ صفحہ ۹۰، فروع کافی ج ۷ صفحہ ۲۱۶

شروع میں چند بار جوتے لگائے جاتے تھے لیکن اس میں اضافہ کیا جاتا رہا مگر اس وقت کے رنگین مزاج مسلمان مے خواری سے باز نہ آئے۔ اور جوتے کھا کر اس میں کچھ اضافہ ہی ہو گیا اور مے پرستوں نے اسے کپڑوں کی گرد جھاڑنے والا عمل سمجھا اور شراب خواری میں زیادتی پیدا ہوتی گئی اس صورت حال میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشروب مسکر پینے کی سزا اسی کوڑے معین فرمادی حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں صحابہ کرامؓ میں یہ بحث چلی تھی کہ مے خواری کی حد کیا ہے تو حضرت علیؑ کے ارشاد کے مطابق حضرت عمرؓ سمیت تمام صحابہؓ نے یہی طے کر دیا کہ مے خواری کی سزا اسی کوڑے ہی ہے اور پھر کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرمان سے ظاہر ہوتا ہے عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: قلت لہ کیف کان یجلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الخمر قال فقال: کان یضرب بالنعال ویزید کلما اوتی بالشارب ثم لم یزل الناس یزیدون حتی وقف ذلک علی ثمانین اشار بذلک علی علیہ السلام علی عمرؓ فرضی بہ[1]

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مے خواری کی سزا میں کس طرح کوڑے لگایا کرتے تھے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] تہذیب الاحکام ج ۱۰ ص ۹۱، فروع کافی ج ۷ ص ۲۰۲، وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۴۶۶

ابتدا میں جوتے مارا کرتے تھے اور جب کوئی شرابی آتا تو اس میں اضافہ فرما دیا کرتے لیکن لوگ برابر شراب خواری میں آگے بڑھتے جاتے تھے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کوڑے مقرر فرما دیئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت عمرؓ کو یہی مشورہ دیا اور انھوں نے اس سے اتفاق کر لیا۔

دوسری حدیث میں بھی یہی افادہ فرمایا گیا ہے: عن الحلبی عن أبی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لہ: أرأیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیف کان یضرب فی الخمر قال کان یضرب بالنعال ویزداد اذا أوتی بالشارب ثم لم یزل الناس یزیدون حتی وقف ذلک علی ثمانین أشار بذلک علی (علیہ السلام) علی عمر (رضی اللہ عنہ) فرضی بہا[1]

حلبی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ یہ فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شراب کے تعلق میں مجرم کی پٹائی کیسے کرتے تھے؟ آپؑ نے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوتوں سے مارا کرتے تھے اور ہر شرابی کی آمد پر اس میں اضافہ کرتے رہتے تھے لیکن لوگ باز نہیں آتے تھے اور شراب خواری میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی سزا اسی تازیانے مقرر کر دی۔ حضرت عمرؓ کے استفسار پر حضرت علی علیہ السلام نے ہی ان کو بتایا اور انھوں نے اس سے اتفاق کیا۔

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۴۶۷، تہذیب الاحکام ج ۱۰ ص ۹۱، فروع کافی ج ۷ ص ۲۱۵

یہ بھی نوٹ کیا جائے کہ ایک شراب کا نام "فقاع" ہے اور یہ بھی دوسری شرابوں کی طرح قطعاً حرام ہے۔ عن محمد بن اسماعیل بن بزیع عن ابی الحسن علیہ السلام قال سالتہ عن الفقاع فقال ھو خمر وفیہ حد شارب الخمر[1] محمد بن اسماعیل نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے فقاع کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: وہ شراب ہے اور اس کے پینے والے کو بھی شرابی کی سزا دی جائے گی۔"

عن الحسین القلانسی قال کتبت الی ابی الحسن الماضیؑ اسئلہ عن الفقاع فقال، لاتقربہ فانہ من الخمر[2] حسین قلانسی کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے لکھ کر فقاع کا حکم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا اس کے قریب نہ جاؤ یہ شراب ہے۔ عن ابن فضال وابن بکیر جمیعا عن ابی الحسن علیہ السلام قال اسئلناہ عن الفقاع فقال الخمر وفیہ حد شارب الخمر[3] ابن فضال اور ابن جہم کہتے ہیں کہ ہم نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے "فقاع" کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شراب ہے اور اس میں مے خواری ہی کی سزا ہے۔"

دشمن کی سرزمین میں مے خواری کی سزا میدان جنگ میں

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۴۷۹، تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۹۸

[2] تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۹۸، وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۴۸

[3] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۴۸، تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۹۸

جانے والے افسر ہوں یا عام سپاہی ان سب کا فریضہ ہے کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گذاریں تاکہ اگر شہادت نصیب ہو جائے تو جنت کے داخلہ میں کوئی دشواری اور مشکل پیش نہ آئے اور اگر زندہ واپس آئیں تو غازی اور مجاہد کہلانے کا استحقاق حاصل ہو جائے۔ تاہم اچھے اور بُرے لوگ ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ میدان جنگ میں جانے والوں میں سے بعض لوگ ابتدائے ظہور اسلام میں بھی شراب پی لیا کرتے تھے لیکن اس عالم میں ان پر حد قائم نہیں کی جاتی تھی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت علی علیہ السلام کا فرمان اس طرح نقل فرمایا ہے: لا یقام علی احد حدّ بارض العدوّ[1] دشمن کی زمین میں کسی پر حد قائم نہیں کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں ابو محجن رضؓ کا قصہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ابو محجن رضی اللہ عنہ عہد جاہلیت اور عہد اسلام کے نام آور بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔ اچھے خاصے شاعر بھی تھے لیکن شراب کے اتنے رسیا تھے کہ لوگوں کی طرف سے زجر و توبیخ اور مے خواری کی سزا بھی ان کو اس برائی سے باز نہ رکھ سکی حضرت عمرؓ نے ان کو شراب خواری پر سزا بھی دی لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخرکار انھیں ایک دریائی جزیرے میں جلاوطن کر دیا گیا کہ نہ وہاں شراب ملے گی نہ یہ پئیں گے۔ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو ان کی نگرانی کے لئے ساتھ کر دیا تھا۔ ابو محجن نے اپنے نگران کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اس

---

[1] فروع کافی ج ۷ صـ۲۱۸

نے اس ارادہ کو بھانپ لیا اور بھاگ کر مدینہ حضرت عمرؓ کے پاس آگیا ادھر ابو محجن اس جزیرے سے بھاگ کر حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس قادسیہ پہونچ کر جنگ میں شامل ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو حکم بھیجا کہ ابو محجن کو گرفتار کر لو۔ چنانچہ ان کو قید میں ڈال دیا گیا۔ ادھر قادسیہ میں ایک پادری کے آجانے کی وجہ سے گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ ابو محجن نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی بیوی سے درخواست کی کہ مجھے قید سے رہا کر دو اور سعد کا ایک گھوڑا بھی دے دو۔ اگر میں جنگ سے بچ کر واپس آگیا تو وعدہ کرتا ہوں کہ پھر بدستور قید و بند میں پڑ جاؤں گا اور اگر مارا گیا تو کوئی باز پرس کی بات نہ ہوگی۔ حضرت سعد کی بیوی نے ابو محجنؓ کی باتوں سے متاثر ہو کر ان کو آزاد کر دیا اور گھوڑا بھی دے دیا۔ ابو محجنؓ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے اور بہادری کے جوہر دکھلائے۔ جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو یہ پھر قید میں آگئے۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے انھیں کوئی سزا نہیں دی، اس لئے کہ دار الحرب میں تھے۔ تاہم واقعہ نویس کے مطابق ابو محجنؓ نے سزا نہ ملنے کا بڑا اچھا اثر لیا اور ہمیشہ کے لئے شراب پینا ترک کر دی [1]

مے خواری کا ثبوت — گذشتہ صفحات میں لکھا جا چکا ہے اور مزید وضاحت اور تفصیل کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ کوئی بھی نشہ آور مشروب، اس کا نام خمر ہو یا فقاع

---

[1] الفقہ علی المذاہب الاربعہ ترجمہ منظور حسن عباسی ج ۵ صہ ۷۹ تا ۸۰

یا کچھ اور، اور اس کا خام مواد جس سے وہ تیار کیا جاتا ہے وہ خواہ انگور ہو یا جو یا مکئی، گیہوں، شہد یا گڑ یا کئی چیزوں کا مخلوطہ ہو، اس کی مقدار تھوڑی ہو یا بہت، اس کو پانی کی طرح پیا جائے یا سالن اور حلوے کی طرح کھایا جائے ہر حالت میں اس کی شرعی سزا اسی کوڑے ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس مسکر مشروب کا پینے یا کھانے والا بالغ، عاقل اور صاحب اختیار ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ یہ چیز حرام ہے اور یہ شراب ہے اس لئے بچے، دیوانے، مجبور اور حکم و موضوع سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے بے خبر شخص پر حد نافذ نہیں کی جائے گی۔

اگر شراب کسی دوسری چیز میں ملا دی جائے لیکن اس کو شراب ہی کہا جائے، وہ چیز جو ملائی گئی ہے اس میں بالکل فنا ہو جائے یا یہ کہ دوسری چیز میں ملائے جانے کے باوجود وہ نشہ آور رہے تو ان سب صورتوں میں حد لازم ہوگی لیکن اگر شراب کو غذاؤں اور دواؤں میں اس طرح ملا دیا جائے کہ شراب کا وجود ختم ہو جائے اور اس کو شراب کا نام نہ دیا جا سکے اور یہ مخلوطہ نشہ آور بھی نہ ہو تو جناب آیۃ اللہ العظمیٰ سرکار خوئی اور آیۃ اللہ خمینی کے نزدیک ثبوت حد مشکل ہے اگرچہ اس کا پینا ہر دو حضرات کے نزدیک حرام ہے اس لئے کہ یہ نجس مخلوطہ ہے۔ چنانچہ اگر کسی پہننے والی چیز میں ایک قطرہ بھی نجاست کا ملا دیا جائے تو وہ نجس ہے اور اس کا پینا حرام ہے لیکن مسکر کی حد کا ثبوت محل تامل اور اشکال ہے آیۃ اللہ العظمیٰ خوئی اور آیۃ اللہ خمینی کے نزدیک لیکن بعض علماء

اس صورت میں بھی حد کو واجب جانتے ہیں۔

اب اگر کوئی صاحب کیپسول میں ڈال کر شراب نوش جان کرلیں تو اگرچہ اسے پینا نہیں کہا جائے گا، لگنا کہا جائے گا، یا اس کا سالن پکا کر کھالیں تو کھانا کہا جائے گا دونوں صورتوں میں حد جاری کی جائے گی، کیونکہ مسکر کے پینے کا مطلب اسے حلق کے ذریعے سے پیٹ میں داخل کرنا ہے خواہ اس کو پینا نہ کہا جا سکے [1]

شیرۂ انگور جس میں خود بخود جوش آجائے یا سورج یا آگ سے ایسا ہو جائے خواہ جھاگ آئے ہوں یا نہ آئے ہوں، اس کا حکم بھی شراب ہی کا حکم ہے مگر یہ کہ جل کے دو تہائی ختم ہو جائے یا سرکہ بن جائے تو وہ شراب کے حکم میں نہ رہے گا۔ جناب آیۃ اللہ العظمیٰ سرکار سید ابوالحسن الخوئی نے جو فادہ فرمایا ہے وہ یہ ہے لا یلحق العصیر العنبی قبل ذھاب ثلثیہ بالمسکر فی الحاقہ الحد وان کما تشربہ حراما بلا اشکال [2] انگور کا شیرہ دو حصہ کم ہو جانے سے پہلے مشروب مسکر کے حکم میں نہ ہوگا، اس لئے حد واجب نہ ہوگی اگرچہ اس کا پینا بلا اشکال حرام ہے۔

باقی رہ گیا کشمش یا کھجور کا شیرہ تو اس کو مسکر نہیں کہا جائے گا، نہ وہ حرام ہے نہ اس پر حد ہے [3]

جناب آیۃ اللہ خمینی دامت فیوضہ کے فتوے کے مطابق

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج ج اوّل ص ۲۷۰، ۲۷۱، تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۶۰۳

[2] مبانی تکملۃ المنہاج، ج اوّل ص ۲۷۱

[3] [illegible]

اگر کوئی شخص اپنے آپ کو ہلاکت سے بچانے کے لئے یا مرض شدید کے دفیعے کے لئے شراب پینے پر مجبور ہو جائے تو اس پر حد نہیں ہے جیسا کہ فرمایا ہے : لو اضطر الی شرب المسکر لحفظ نفسہ عن الہلاک أو من المرض الشدید فشرب لیس علیہ الحد [1]

جناب آیۃ الخمینی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص نشہ آور مشروب، اس کی حرمت کو جانتے ہوئے پی لے تو اس پر حد واجب ہوگی اگرچہ وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس کا موجب حد ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسے مشروب کو پی لے جس کی حرمت کا اسے علم ہو لیکن اسے نشہ آور نہ سمجھتا ہو بعد میں پتہ چلے کہ وہ نشہ آور ہے تو اس پر حد نافذ نہ ہوگی اور اگر یہ سمجھتا ہو کہ یہ نشہ آور ہے اور خیال یہ ہو کہ حد اس چیز پر عائد ہوتی ہے جو فوری طور پر نشہ کرے اور یہ خیال کر کے تھوڑا سا پی لے تو اس پر حد واجب ہوگی [2]

بہرحال شراب خواری کا ثبوت دو عادل گواہوں کی شہادت یا مجرم کے دو مرتبہ اقرار سے ہوتا ہے۔ اقرار میں بلوغ، عقل، اختیار اور قصد و ارادہ شرط ہیں۔ عورتوں کی شہادت خواہ تنہا ہو یا مردوں کے ساتھ وہ شہادت دیں قابل قبول نہ ہوگی [3]

آیۃ اللہ العظمیٰ سرکار خوئی دامت ظلہٗ نے مجرم کے ایک

---

[1] تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۰۹ [2] تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۰۹
[3] تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۰۹، شرائع الاسلام ص ۱۶۹

دفعہ کے اقرار کو کافی جانا ہے (اور ایک معروف مقولہ بھی ہے "اقرار العقلاء علی انفسہم مقبول) جیسا کہ آنجناب نے فرمایا ہے:
یثبت شرب المسکر بشہادۃ عدلین و باقرارہ مرۃ واحدۃ نعم لا یثبت بشہادۃ النساء لا منضمات ولا منفردات [1]
نشہ آور شے کے پینے کا ثبوت دو عادل مردوں کی گواہی یا ایک مرتبہ مجرم کے اقرار سے ہوتا ہے۔ صرف عورتیں شہادت دیں یا مردوں کے ساتھ مل کر، ان کی گواہی موثر نہ ہوگی"

شراب خواری کی سزا کے نفاذ میں مرد، عورت، آزاد غلام، مسلم اور کافر میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی سب کے اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔ البتہ غیر مسلم کو یہ سزا اس وقت دی جائے گی جب وہ کھلم کھلا پئیں۔ اگر وہ اپنے گھروں یا خانقاہوں میں پئیں تو تو حد جاری نہ ہوگی۔

مرد شرابی کو کھڑا کر کے اور سوائے عورتیں کے تمام کپڑے اتار کر اس کی پیٹھ، کاندھوں کے درمیان اور سارے بدن پر ضربیں لگائی جائیں گی اور اس کے چہرے، سر اور آلات خصوصی کو بچایا جائے گا۔

عورت کو بٹھا کر اور اس کے کپڑے اس کے جسم سے باندھ کر سزا دی جائے گی۔ اور یہ سزا شراب کا نشہ اترنے کے بعد دی جائے گی۔ اگر شرابی پاگل یا مرتد ہو جائے تو دونوں حالتوں میں اس

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج، ج اوّل صہ ۲۷۲

پر حد جاری کی جائے گی۔[1]

آیۃ اللہ العظمیٰ سرکار خوئی دامت ظلہٗ نے مرد شرابی کو کرتا اتار کر صرف دونوں کاندھوں کے درمیان ضربات حد لگانے کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے: یضرب الرجل الشارب المسکر من خمر أو غیرھا مجرداً عن اثیاب بین الکتفین امّا المرأۃ فتجلد من فوق ثیابھا[2] نشہ آور مشروب پینے والے مرد کو خواہ وہ نشہ آور چیز شراب ہو یا کچھ اور، کپڑے اتار کر کاندھوں کے درمیان ضربات حد لگائی جائیں گی، البتہ عورت کو کپڑوں کے اوپر ہی سے ضربات حد لگائی جائیں گی۔"

مے خواری کی سزا قتل بھی ہے

اگر کسی نشہ آور مشروب کو خواہ وہ خمر ہو یا اور کچھ اور کسی کوئی شخص دو بار پیئے اور ہر دفعہ اس پر حد جاری ہوئی ہو تو تیسری بار اس جرم کے ارتکاب پر قتل کر دیا جائے گا۔ اور جس شخص نے شراب کو حلال سمجھ کر پیا ہو تو آیۃ اللہ العظمیٰ جناب خوئی کے نزدیک اس کے خلاف احکام مرتد جاری ہوں گے اور وہ قتل کر دیا جائے گا جب کہ آیۃ اللہ جناب خمینی کے نزدیک اس مسلمان سے توبہ کرائی جائے گی اور پھر اس پر حد قائم کی جائے گی۔ اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور اس کے انکار کا نتیجہ تکذیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو تو قتل کیا

---

[1] تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۷۱، شرائع الاسلام کتاب الحدود ص ۱۶۹، ۱۷۰

[2] مبانی تکملۃ المنہاج ج ۱، ص ۲۳۷

جائے گا۔ تاہم جناب آیتہ اللہ خمینی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کا حکم مرتد کا حکم ہے اس سے توبہ نہیں کرائی جائے گی جب کہ وہ مسلمان پیدا ہوا ہو بغیر توبہ کرائے قتل کر دیا جائے گا اور پہلا حکم زیادہ مناسب ہے۔ محقق حلیؒ نے بھی یہی کچھ فرمایا ہے تاہم ان کے نزدیک خمر کے علاوہ دوسرے مسکر مشروبات کو حلال سمجھ کر پینے والا قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے پینے والے پر حد جاری کی جائے گی [1]

جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو دونوں ہی قسم کی حدیثیں ملتی ہیں تاہم تیسری دفعہ میں قتل کے متعلق زیادہ احادیث ہیں اور چوتھی بار میں قتل کے متعلق ایک دو حدیثیں ہی ملتی ہیں۔ تیسری دفعہ میں قتل کی سزا کے متعلق احادیث عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فاجلدوہ فان عاد الثالثۃ فاقتلوہ [2]

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شراب پیئے اس کو تازیانے لگاؤ، اگر دوبارہ پیئے تو پھر تازیانے لگاؤ، اگر تیسری دفعہ پیئے تو قتل کر دو"

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج، ج اوّل صفحہ ۲۷۴-۲۷۵، تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۴۱۰ شرائع الاسلام کتاب الحدود صفحہ ۱۷۰، الشیعہ فی عقائدہم واحکامہم صفحہ ۲۴۳

[2] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۴۷۶، تہذیب الاحکام ج ۱۰ صفحہ ۱۰۰ فروع کافی ج ۷ صفحہ ۲۱۸

عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اُوتی بشارب الخمر ضربہ ثم ان اُوتی بہ ثانیۃً ضربہ ثم ان اُوتی بہ ثالثۃً ضرب عنقہ [1] ابوبصیرؒ کی روایت کے مطابق امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کوئی شرابی لایا جاتا تھا تو اس پر حد جاری فرماتے تھے پھر اگر دوبارہ لایا گیا تب بھی تازیانے لگاتے تھے پھر اگر تیسری بار بھی لایا گیا تو اس کی گردن مار دیتے تھے۔"

من حبۃ العرنی قال قال امیر المؤمنین علی علیہ السلام علی منبر الکوفۃ : من شرب شربۃ خمر فاجلدوہ فان عاد فاجلدوہ فان عاد فاقتلوہ [2] حبۃ العرنی کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے منبر کوفہ پر اعلان فرمایا کہ جو شراب کا ایک گھونٹ بھی پیئے تو اس کے کوڑے لگاؤ، اگر دوبارہ پیئے تو پھر کوڑے لگاؤ، اگر سہ بارہ پیئے تو قتل کر دو۔"

عن حسین بن ثوبر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ قال فی شارب الخمر اذا شرب ضرب، فان عاد ضرب فان عاد قتل فی الثالثۃ [3] امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۴۷۶، تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۹۵

[2] تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۹۵، وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۴۷۸

[3] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صہ ۴۷۷، تہذیب الاحکام ج ۱۰ صہ ۹۵

ہے کہ جب کوئی شراب پیئے گا تو اسے تازیانے لگائے جائیں گے اگر پھر پیئے گا تو تازیانے لگائے جائیں گے۔ در تیسری بار میں قتل کر دیا جائے گا۔"

عن ابی الحسن الماضی علیہ السلام قال۔ صحب الکبائر کلہا اذا اقیم علیہ الحد وہ مرتین قتلوا فی الثالثۃ [1]

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام گناہان کبیرہ کا ارتکاب کرنے والوں پر اگر دو مرتبہ حد جاری کر دی گئی ہو تو تیسری مرتبہ میں وہ قتل کر دیئے جائیں گے۔"

اور اسی طرح بہت سی احادیث وسائل الشیعہ، تہذیب الاحکام اور فروع کافی میں تیسری بار شراب پینے والے کے قتل کے حکم پر مشتمل موجود ہیں۔

صاحب وسائل الشیعہ نے چوتھی بار میں شرابی کے قتل کے لئے صرف اتنا فرمایا ہے، قال الکلینی وقال جمیعا وروی عن بعض اصحابنا انہ یقتل فی الرابعۃ "ہمارے بعض محدثین سے روایت کی گئی ہے کہ شرابی چوتھی بار میں قتل کیا جائے گا۔ جناب صدوق کے حوالے سے بھی یہی کچھ کہا گیا ہے یعنی وروی عنہ انہ یقتل فی الرابعۃ [2] ظاہر ہے کہ کوئی حدیث تو بیان نہیں کی گئی ہے

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صد ۴۷۶، تہذیب الاحکام ج ۱۰ صد ۹۵ تا ۹۶
فروع کافی ج ۷ صد ۲۱۹

[2] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صد ۴۷۷

نہ راویوں کا نام لیا گیا ہے اس لئے بجا طور پر مجتہدین کرام نے چوتھی بار میں قتل کو لفظ "قتل" کہہ کر بے وزن سمجھا ہے اور آیۃ اللہ العظمیٰ جناب خوئی نے اس کا ذکر ہی نہیں فرمایا ہے۔

اگر کوئی شخص بار بار شراب پیئے اور اس پر کبھی حد جاری نہ کی گئی ہو تو سب شراب خواریوں پر ایک ہی حد جاری کی جائے گی[1] خمر بیچنے والے سے توبہ کرائی جائے گی اگر وہ توبہ کرلے تو چھوڑ دی جائے گی اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور اس کا شراب کی خرید و فروخت کا حلال سمجھنا تکذیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچے تو قتل کیا جائے گا۔ دوسرے مسکرات کا بیچنے والا اگرچہ ان کو حلال سمجھ کر ہی کیوں نہ بیچے اور توبہ نہ کرے تو بھی اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، تاہم ان دونوں صورتوں میں مسکرات کی تجارت کرنے والے کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

اگر ایک گواہ شراب پینے کی گواہی دے اور دوسرا قے کرنے کی گواہی دے تو مجرم پر حد جاری کی جائے گی۔ لیکن اگر اس کے حق میں اکراہ کا احتمال ہو یا شبہ ہو تو حد ثابت نہ ہو سکے گی اور اگر دونوں گواہ قے کرنے کی گواہی دیں تب بھی حد قائم نہیں کی جائے گی[2]

شرابی کی توبہ | اگر مے خوار شہادتوں کے گذرنے سے پہلے

---

[1] تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۷۱ [2] تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۷۱، مبانی تکملۃ المنہاج، ج اوّل ص ۲۷۶

توبہ کرلے تو آیۃ اللہ جناب خمینی کے نزدیک حد ساقط ہو جائے گی لیکن آیۃ اللہ العظمیٰ جناب خوئی کے نزدیک حد ساقط نہیں ہوگی۔ اور اگر شہادتیں گذرنے کے بعد توبہ کرے تو سب کے نزدیک حد نافذ اور جاری ہوگی اور اگر شراب خواری کا ثبوت مے خوار کے اقرار سے ہوا ہے تو امام کو حق حاصل ہے کہ چاہیں تو حد جاری کریں چاہے معاف کردیں۔ لیکن محقق حلی رح اور آیۃ اللہ خمینی نے فرمایا ہے کہ احوط یہ ہے کہ حاکم حد نافذ کرے اور یہی بیان ہے صاحب الشیعہ فی عقائدھم واحکامھم کا [1]

چند ضروری مسائل | جن اشیاء کے حرام ہونے پر ملت اسلامیہ کا اجماع ہے جیسے مردار، خون، سؤر کا گوشت اور سود وغیرہ۔ اگر کوئی شخص ان کو حلال سمجھے تو اگر اس کے والدین دونوں مسلمان رہے ہیں یا ان میں سے ایک مسلمان تھا تو وہ قتل کیا جائے گا بشرطیکہ اس کا ان اشیاء کی حرمت سے انکار تکذیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت اسلامیہ کے انکار تک پہونچے اور اگر انکار شریعت اسلامیہ یا تکذیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ پائی جاتی ہو تو بطور تعزیر سزا دی جائے گی اور اگر کسی ایسے شبہ کی وجہ سے انکار کر رہا ہے جو کہ اس کے حق میں درست ہے تو اس کو تعزیری سزا بھی

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج، ج اوّل صہ ۲۷۹، تحریر الوسیلہ ج ۲ صہ ۶۱۱ شرائع الاسلام کتاب الحدود صہ ۱۷۰، ۱۷۱، الشیعہ فی عقائدھم واحکامھم صہ ۲۴۳

نہیں دی جائے گی۔ لیکن اگر اس کا شبہ رفع کر دیا گیا ہو پھر بھی وہ ان چیزوں کے حرام ہونے سے انکار کرے تو تکذیب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا اور اگر کوئی شخص ایسے حرام کا ارتکاب کرے جس میں شارع علیہ السلام نے حد کے طور پر سزا نہیں دی ہے اگرچہ وہ اس کی حرمت سے واقف ہو اور حلال نہ سمجھتا ہو تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی چاہے وہ محرمات گناہان کبیرہ سے ہوں یا صغیرہ سے[1]

اگر کوئی شخص تعزیری سزا یا حد کے نفاذ کی وجہ سے مارا جائے تو اس کی دیت نہیں ہے اگر حاکم نے بطور حد قتل کی سزا دی اور تکمیل سزا کے بعد گواہوں کا فسق ظاہر ہوا تو اس مقتول کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی، حاکم اور اس کا خاندان ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اور اگر حاکم کسی حاملہ پر حد قائم کرنے کا حکم جاری کرے اور ڈر کے مارے اس عورت کا حمل ساقط ہو جائے تو بچے کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی[2]

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج، ج اول صفحہ ۲۴۲، تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۴۱۱
شرائع الاسلام صفحہ ۱۷۱، الشیعہ فی عقائدھم واحکامھم صفحہ ۲۴۳ تا ۲۴۴

[2] تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۴۱۲، شرائع الاسلام کتاب الحدود صفحہ ۱۷۱

چوری

مسلمانوں کی تاریخ کا یہ پہلو اور زاویہ بڑا دلچسپ، عجب آور اور حیرت ناک ہے کہ خود مسلمان مفکروں کا ایک گروہ یہ رائے رکھتا ہے کہ مسلمانوں نے ۱۱ھ ہجری ہی سے اسلام سے اعراض و انحراف اور فرار و تحریم کا رویہ اپنا لیا تھا، دوسرے بڑے گروہ کا خیال یہ ہے کہ ۴۰ھ ہجری کے بعد اسلام سے اعراض و انحراف کا طوفان مسلمان حلقوں میں برپا ہو گیا: "خلافت راشدہ" کی اصطلاح بذاتِ خود اس تصور اور اعتقاد کی آئینہ دار ہے، یعنی "خلافت راشدہ" کے ختم ہوتے ہی "حکومت غیر راشدہ" شروع ہو گئی۔ ہم ۴۰ھ کے بعد والی حکومتوں کو "غیر راشدہ" یا "ملک عضوض" کا نام دے ہی نہیں سکتے تھے۔ اگر اسلام کے ضوابط فکر و عمل میں تغیر و تبدل کی کارفرمائی نہ ہوئی ہوتی یہ گروہ جو مسلمانوں کے اسلام سے انحراف کی ابتداء ۴۰ھ ہجری سے شروع ہوتا ہے اس کو یہ مان لینا چاہیئے کہ تغیر کی فطرت حادثاتی نہیں ہوا کرتی، وہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اُبھرتا ہے اور زندگی کے ضوابط کو کبھی محسوس اور کبھی غیر محسوس طور پر متاثر کرتا ہے۔ اس لئے یہ ماننا ہی پڑے گا کہ ۴۰ھ کے بعد مسلمانوں کا اسلام سے اعراض یا فرار اور تحریم پسندی کا جذبہ خاصا پہلے مسلمانوں کے دل و دماغ میں حرکت کرنے لگ گیا تھا اور عمل میں اس کی نمائش ہونے لگی تھی، ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی فرمائش کے مطابق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانے کی اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے "نمونہ" کامل تھے آپؐ محض ایک واعظ، ایک معلم اخلاق اور پندگو

نہیں تھے جو طلاقت لسانی کے سہارے پند و نصائح کے دریا بہا دیتا ہے بلکہ انہوں نے جو کچھ نوع انسانی کو شرف انسانیت حاصل کرنے کے لئے بتایا اس کو عملی حیثیت سے پیش کیا ہدایت قرآن کا "لِمَ تقولون مالا تفعلون" (جو کچھ تم کرتے نہیں وہ کہتے کیوں ہو؟) کی شکل میں تقاضا بھی یہی تھا لیکن ہوا کیا کہ سنہ ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر کو بوجوہ اپنے باپ کی وراثت ملی قرآن کریم نے واضح طور پر فرمایا تھا:

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[1] (ترجمہ)

"اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ ایک لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے۔"

اور - للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا[2]

"جو کچھ والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اس میں سے مردوں کے لئے کچھ حصہ ہے اور جو کچھ ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اس میں سے عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصہ دینا واجب ہے"

قرآن مجید کے ان فرامین کی روشنی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثا کو ان کا حق ملنا چاہیئے تھا اور اگر ان عمومی احکام سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الگ تھے تو واضح طور پر آپ کا استثناء ضروری تھا جس طرح سے مہر ادا کرنے کی نیت کے ساتھ نکاح کیے بغیر کسی مسلمان کے لئے آزاد عورت پر تصرف جائز

---

[1] القرآن پ۴ النساء آیت ۱۱ ۔ [2] القرآن پ۴ النساء آیت ۷

نہیں ہے لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگر کوئی عورت اپنا نفس ہبہ کر دے تو آپ کے لئے خصوصی اجازت تھی کہ اس سے نکاح کر کے تصرف فرمائیں اور اس خصوصی اجازت کو واضح طور پر بیان کیا گیا۔

یاایھا النبی انا احللنا لک ازواجک التی اٰتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افآء اللہ علیک وبنٰت عمک وبنٰت عمّٰتک وبنٰت خالک وبنٰت خالاتک التی ھاجرن معک وامرأۃ مؤمنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان ارادالنبی ان یستنکحھا خالصۃً لک من دون المؤمنین[1] (رکوع)

"اے نبیؐ یقیناً ہم نے آپ کے لئے وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے آپ مہر ادا کر چکے، اور وہ لونڈیاں جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر بطور مال غنیمت کے لوٹا دیا ہے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور وہ مومنہ عورت جس نے اپنا نفس نبیؐ کے لئے (بغیر مہر) ہبہ کر دیا، اگر نبیؐ نے ارادہ کر لیا کہ اس سے نکاح کرے۔ یہ حکم مومنوں کو چھوڑ کر خاص تمہارے لئے ہے۔"

اس لئے اگر قانون میراث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثائے بازگشت کو محرومی سے دوچار ہونا تھا اور قرآن کریم میں کسی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا گیا تھا تو کم از کم متعلق مسند فرد یا افراد کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بتا جاتے تاریخ

---

[1] القرآن پ ۲۲ الاحزاب آیت ۵۰

کی کوئی شہادت ایسی موجود نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متوقع میراث پانے والوں کو محرومی کی خبر دے دی ہو۔ بہرحال مسلمانوں نے نص قرآن سے منہ موڑ لیا اور اس وقت کے معاشرے میں کوئی غیر معمولی اضطراب برپا نہیں ہوا اور یہ شاید اس وجہ سے کہ مسلمان حیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی مختلف مواقع پر انحراف کا مظاہرہ کر چکے تھے جیش اسامہ کی روانگی کا التوا، اس جیش میں بعض مسلمانوں کی عدم شمولیت، کچھ مسلمانوں کا اسامہؓ کی سرداری پر اعتراض اور قضیۂ قرطاس وغیرہ اس طرز کار کی بین مثالیں ہیں، اور گویا اس طرح مسلمان انحراف سے مانوس ہو چکا تھا۔

ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی آیات احکام کی وضاحت اور ان کے معنی کا تعین سنت پیغمبرؐ ہی سے ہو سکتا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی احادیث کی طرف سے بے توجہی برتی گئی۔ جو لوگ اقتدار میں تھے ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ قرآن کریم کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ احادیث پیغمبرؐ کو بھی جمع کرتے لیکن ہوا یہ کہ حکم عام دے دیا گیا کہ پیغمبر کی احادیث کو نہ تو لکھا جائے اور نہ ان میں دلچسپی لی جائے بلکہ اگر کچھ لوگوں کے پاس احادیث کے مجموعوں کا پتہ چل گیا تو ان کو حاصل کر کے ضائع کر دیا گیا اور ایک حدیث سنا دی گئی کہ:

لا تکتبوا عنی غیر القرآن ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ[1]

"میری طرف سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھو اور کوئی قرآن کے علاوہ لکھے اس کو مٹا دو۔"

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حدیث لکھنے کی ممانعت فرما دی تھی گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ جو کچھ بھی انہوں نے کہا یا سکھایا ہے اس کا کوئی مصدقہ اور باضابطہ ریکارڈ نہ رہے تاکہ لوگوں کو اپنی جولانی طبع کے مظاہرے کا

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص

موقع ملتا ہے۔۔۔۔!!

۹۹ھ میں حدیث نویسی کی ابتدا کی گئی۔ اور تقریباً تیسری صدی کے نصف تک حدیث کے بہت سے مجموعے عالم وجود میں آگئے۔ بنی اُمیہ کے دورِ حکومت میں حدیث سازی کے ماہرین بھی مشغول کار نظر آتے ہیں جنہوں نے ہزاروں حدیثیں حکام کی خواہش اور مزاج کے مطابق بنا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کر دیں اور شاید بڑی بنیادی وجہ قرن اول میں احادیث کو جمع نہ کرنے کی یہی ہو سکتی ہے کہ ہر سر اقتدار طبقہ جس طرح چاہے اپنے اعمال اور افعال کی سند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے پیش کر سکے۔

۳۵ھ میں حضرت علی علیہ السلام کو خلیفۃ المسلمین منتخب کیا گیا اور ان کے خلاف فوری طور پر ہولناک بغاوتوں کی آگ بھڑکا دی گئی۔ پہلے خلیفہ راشد زمانے میں بعض اصحاب کرامؓ نے صرف زکوٰۃ دینے میں تذبذب کا اظہار کیا وہ واجب القتل قرار پائے اور چوتھے خلیفہ راشد کے خلاف مسلح بغاوت کی گئی تو خطاء اجتہادی کی کرسی بچھا دی گئی تاکہ ایک اجر تو مل ہی جائے، یہ یاد نہ رہا کہ "تلاش حق کی نیت کے ساتھ اتفاقاً غلط فیصلہ جس کی غلطی کا کوئی احساس نہ ہو خطاء اجتہادی کہلاتا ہے۔ لیکن اسلامی ضوابط سے انحراف تو اکثر مسلمانوں کا جزو زندگی بن چکا تھا۔

۴۰ھ کے بعد ۹۹ھ تک منبروں پر حضرت علی علیہ السلام کے خلاف لعن طعن اور گالی گلوچ کا "فریضہ" انجام دیا گیا، یہ بھی خطاء اجتہادی ہی سمجھی گئی اور سمجھی جاتی ہے ورنہ حدیث رسول ہے۔ من سب علیاً فقد سبنی [1]

کل بھی موجود تھی اور آج بھی موجود ہے تاریخی مطالعہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ خطاء اجتہادی

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح طبع کراچی ص ۵۶۵ سطر ۱

کا فائدہ صرف ان لوگوں کے لئے رکھا گیا ہے جو خدا اور رسول کے خلاف دشمنی و خنجر آزمائیوں میں ورنہ اگر کبھی کسی دوسرے بزرگ کے خلاف کسی صحابی یا تابعی نے، عام یا عالم نے زبان تنقید کھول تو خطاء اجتہادی کا فائدہ ان کو نہیں دیا گیا بلکہ اس کو دین سے بغاوت قرار دے دیا گیا۔

غرضیکہ جب کہ عرض کیا گیا سنہ ۹۹ھ کے بعد جو جس کے جی میں آیا حدیث کے نام سے لکھنے میں مشغول ہو گیا۔ تقریباً سنہ ۱۳۰ھ کے بعد فقہ کے مدرسے کھلنا شروع ہوئے اور چار اسکول تیار ہو گئے۔ ان چار اسکولوں میں سے وہ اداے زیادہ پھلے پھولے جن کو حکومتوں کی سرپرستی حاصل ہو گئی۔ ان بزرگواروں نے دور از کار قیاسات سے کام لے کر اپنی اپنی رائے کے مطابق دین کا نظام تیار کر دیا اور ان کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا۔۔۔۔ [1] ان بزرگوں کے لئے قرآن کریم یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کونسی نص ہے کہ بس دین کی تشریح کے یہی حضرات ولی و وارث ہیں کسی دوسرے کو ان کی پیروی کے علاوہ اور کوئی حق نہیں ہے یہ آج تک دنیا کو معلوم نہیں ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس وقت کے صاحبان اقتدار کی اغراض اسی طرح کام سے وابستہ تھیں اس لئے انہی بزرگوں سے متمسک قاضی و مفتی مقرر کئے گئے اور عوام اپنی ضرورتوں سے مجبور ہو کر انہی سے مربوط ہوتے چلے گئے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے کہا ہے کہ جس مذہب کے علماء قاضی اور مفتی ہوئے اور ان کی تصنیفات لوگوں میں مشہور ہو گئیں اور انہوں نے قائم کئے وہ مذہب جو دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گیا اور جس مذہب کے علماء گوشہ نشین رہے اور وہ قاضی اور مفتی نہیں بنائے گئے تو عوام نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور کچھ عرصہ بعد وہ مذہب ختم ہو گیا۔ عقل یہ ضرور بتاتی ہے کہ اگر دین میں قیاس اور رائے کی کوئی قیمت ہوتی تو بعثت

---

[1] الامام الصادق و المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۱۶۷

انبیاء کی ضرورت نہ تھی، ترسیل کتب کافی تھی لوگ اپنے قیاس کے مطابق مناسب اور موزوں معنی تجویز کر لیا کرتے۔ اور خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا:

من فسر القرآن برائیہ فلیتبوء مقعدہ علی النار (۱)

"جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے"

ظاہر ہے اگر دین میں قیاس کی گنجائش ہوتی تو تفسیر بالرائے کو جرم عظیم قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ احساس تھا کہ ان کی امت کے اکثر افراد، قرآن کریم کی تاویل و توجیہ اپنی رائے اور قیاس سے کریں گے آپ کو یہ بھی واضح اندازہ تھا کہ حدیث مبارک کے تعلق میں بھی گڑبڑ کی جائے گی اسی لئے آپؐ نے حدیث مبارک کے جانچنے کا معیار خود مقرر فرما دیا تھا:

ما سمعتم منی فاعرضوہ علی القرآن فما خالف القرآن فاضربوہ علی الجدار (۲)

"جو کچھ تم مجھ سے سنو اسے قرآن پر پرکھو پس جو قرآن کے خلاف ہو اسے دیوار پر دے مارو"

اور یہ معیار ایسا سچا اور درست ہے کہ جس میں کبھی غلطی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ قرآن اور حدیث دونوں ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش کئے ہوئے ہیں دونوں میں تضاد اور اختلاف ممکن نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن فہمی کا بہترین ذریعہ بھی بتلا دیا تھا۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی (۳) "بے شک میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی عترت اہل بیت، اگر تم نے ان دونوں سے تمسک رکھا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے"

---

(۱) جامع ترمذی مطبع سعیدی ص ۳۵۱ جلد ۲

(۲) صحیح مسلم ص ۳۸۰ جلد ۲ سطر ۲۰ کراچی

قرآن اور اہل بیت دونوں سے تمسک حقیقی اسلام کی پابندی کے لئے ضروری ہے۔ یہ بات بڑی حیران کن ہے کہ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاکید اکید کے باوجود مسلمانوں نے اہل بیتؑ سے وابستگی مناسب نہیں سمجھی اور ہمیشہ دینی مسائل میں غیر اہلبیت سے متمسک رہے......!!

سطور سابقہ میں مذکور چاروں شمار جس دین اسلام سے بعد جبکہ افضل اور بہتر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام موجود تھے لیکن چونکہ وہ سلسلۂ اہل بیت کی ایک کڑی تھے اس لئے ان کی طرف رجوع نہیں کیا گیا۔ اور اگر آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تو آپ اسلام سے فرار کی اغراض کی اجازت کب دیتے...... حالانکہ ان چاروں بزرگوں نے اپنی حیثیت کا اعلان کر دیا تھا۔ حضرت ابوحنیفہ نے فرمایا:

"هذا رأيي وهذا احسن ما رأيت فمن جاء برأي غير هذا قبلناه"

"یہ میری رائے ہے اور میرے نزدیک یہ بڑی اچھی رائے ہے لیکن اگر کوئی شخص اس رائے کے خلاف بہتر رائے دے گا تو میں اسے قبول کر لوں گا"

حضرت مالک بن انسؒ فرماتے تھے:

انما انا بشر اصیب واخطئ فاعرضوا قولی علی الکتاب والسنة

"میں تو ایک آدمی ہوں کبھی میں درست رائے دیتا ہوں اور کبھی غلط تو تم میرے قول کو کتاب اور سنت سے پرکھو"

حضرت شافعیؒ کا قول ہے:

اذا صح الحدیث بخلاف قولی فاضربوا بقولی الحائط۔

"جب میرے قول کے خلاف کوئی صحیح حدیث مل جائے تو میرے قول کو دیوار پر دے مارو"

حضرت احمد بن حنبلؒ کا ارشاد ہے:-

لاتقلد دینک الرجال فانهم لن یسلموا من ان یغلطوا۔

"اپنے دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو کہ وہ غلطیوں سے محفوظ نہیں ہیں"[1]

مذکورہ ارشاداتِ عالیہ کے باوجود فہم دین کا انحصار انہی چار بزرگوں میں کر دینا کسی کی سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔ بہرحال ہمارے اس مختصر سے تبصرہ پر نظر ڈالنے والا یہ محسوس کر سکتا ہے کہ مسلمانوں نے پہلے ہی دن سے اسلام سے انحراف کی پالیسی پر عمل شروع کر دیا تھا اور اس لئے ہم یہ کہنے کی پوزیشن میں ہیں کہ حقیقی اسلام صرف قرآن کریم و حدیث رسولؐ کے ذریعہ ہی مل سکتا ہے اور مطالب قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح احادیث صرف اہل بیت رسول علیہم السلام اور ان صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم سے مل سکتی ہیں۔ جنہوں نے اہل بیتؑ سے تمسک رکھا، اور احکام اسلام کو ان سے حاصل کر کے نشر کیا۔ ان کے گھر میں شجر اسلام بار آور ہوا تھا اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات میں نہ کسی قسم کا تضاد ہے نہ اختلاف ان کا ہر قول و فعل، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل کا انعکاس ہے اور آج تک کوئی شخص اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات میں اسلامی تعلیمات سے انحراف کا شائبہ تک نہیں دکھا سکا اور شاید اسی وجہ سے کسی حکومت نے بھی اہل بیت علیہم السلام کی معرفت تعبیر دین و دینیات کو قبول نہیں کیا اور نہ کبھی ان کے ماننے والوں کو قاضی و مفتی بنایا گیا۔ اس لئے کہ یہ معلوم تھا کہ وہ منازع و خواہشِ حکومت کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اور یہ دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ اثنا عشری تعبیر دین اسلام کو کبھی حکومت کی سرپرستی حاصل نہیں رہی اور یہ مکتب فکر صرف اپنی روحانی توانائی کے بل بوتے پر ہر رکاوٹ و مشکلات کے باوجود آگے بڑھتا رہا ہے جبکہ حکومتیں

---

[1] الامام الصادق والمذاہب اربعہ ج ۱ ص ۱۷۵

نے تو اس کے مٹانے کے لئے اپنے تمام تر وسائل استعمال کرنے کے ریکارڈ قائم کئے ہیں، اور اس صورت حال میں یہ دنیا کا پہلا اور آخری تصور حیات ہے جو پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھتا رہا ہے واللہ یہ حقیقت تاریخی ریکارڈ پر موجود ہے کہ جن حلقہ ہائے فکر کی حکومتوں نے مخالفت تو کی صرف سر پرستی نہیں کی وہ دنیا سے مٹ گئے اور بعض کا صرف نام باقی ہے۔

پاکستان یقیناً ایک نظریاتی مملکت ہے اس ملک کو بنایا ہی اس لئے گیا تھا کہ یہاں زندگی اسلام کے ضوابط کی روشنی میں گزاری جائے گی ۳۲ سال کا عرصہ گذر جانے کے بعد شاید انشاء اللہ اب وقت آچکا ہے کہ اسلام اپنے زندگی بخش اور عزت افزا اصول و فروع اور قواعد و ضوابط کے سہارے نفاذ پذیر ہو جائے۔

سب سے پہلے اسلامی معاشی نظام بروئے کار آنا چاہیئے، تعزیرات کا مرحلہ معاشی نظام کے نفاذ کے بعد ہی آنا چاہیئے لیکن بعض بزرگوں نے تعزیرات سے قبل وقت بحث شروع کر دی ہے اور جب یہ بحث شروع ہی ہو چکی ہے تو اس بات کی کوشش کرنا چاہیئے کہ واقعی اسلامی سزائیں نافذ ہوں۔ ظاہر ہے کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تمام واجب التعزیر جرم وقوع پذیر ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سزائیں بھی دی تھیں، ہماری کوشش کی جانی چاہیئے کہ اسی نوعیت کی سزائیں دی جائیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارک میں نفاذ پذیر ہوئی تھیں قرآن کریم میں چوری کی سزا کا واضح حکم موجود ہے:

والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما جزآء بما کسبا
نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم ۵؎

۵؎ القرآن پ ۶ مائدہ آیت ۳۸

"اور چور مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹو، یہ ان دونوں کے کئے کی اللہ طرف سے رسوائی کے طور پر سزا ہے۔ اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔"

لیکن ہاتھ کاٹنے کی کیفیت اور نوعیت مذکور نہیں ہے اور یہ کہ کونسا ہاتھ کاٹا جائے گا..... اس کی صحیح صورت قیاسات کے سہارے نہیں معلوم کی جاسکتی بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل اس کی تفصیلی کیفیت کی سند مانا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کو ۱۲۰ سال کے بعد کے فقہاء نہیں بیان کر سکتے جب تک کہ ان افراد سے تمسک نہ کیا جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آپ کے پاس کم و بیش ہر وقت حاضر رہتے ہیں اور ان افراد تک پہونچنے کے ذریعے بھی غیر مشتبہ ہوں اور نظر غور میں ایسا تکمیلی و سدید سلسلہ اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے مثلاً امام جعفر صادق علیہ السلام یا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اگر کوئی بات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے بیان فرمائیں گے تو چونکہ ان کا سلسلہ کہیں قطع نہیں ہوتا اس لئے ان کا قول رسولؐ کا قول اور ان کا عمل رسولؐ کا عمل مانا جائے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد امام محمد باقر علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے والد یا چچا امام حسین یا امام حسن علیہما السلام سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی علیہ السلام سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا یا ان کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا اس سلسلہ کے علاوہ دنیا میں کوئی سلسلہ موجود نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و عمل کو من و عن پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

بعض حضرات اس وقت "ترجمان القرآن" اور "ترجمان الحدیث" قسم کی چیزیں شائع کرتے رہتے ہیں۔ کاش یہ بزرگ واقعی قرآن و حدیث کے ترجمان ہوتے لیکن یہ تو قرآن

اور حدیث کا نام لے کر بعض ان بزرگوں کے قیاسات کی ترجمانی فرماتے رہتے ہیں جن کا ظہور اور نفوذ ۱۳۰ھ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ لطیفہ تو یہ ہے۔ کہ عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ کے سامنے جب چور کی سزا کا مرحلہ آیا تو سب نے مل جل کر حضرت علی علیہ السلام کے ارشاد پر اجماع کیا[1] حضرت علی علیہ السلام نے جو سزا دی اس کی نوعیت کیا تھی اس کا صحیح ریکارڈ صرف انہی کے گھرانے سے مل سکتا ہے اور اگر اسلام کی حقیقی تعلیمات سے انحراف کا جذبہ مضمحل کر کے حقیقی اسلام کے نفاذ کا عزم کیا جائے تو حضرت علی علیہ السلام کے گھرانے سے تمسک لازم ہے۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: "اقضاکم علیؑ" یہ ارشاد اس حقیقت کی واضح دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک اسلام کی حقیقی تعلیمات صرف حضرت علی علیہ السلام کے وسیلے سے بروئے کار لائی جا سکتی ہیں۔ لغت سے تمسک، آیات احکام کی تعبیر میں ایک حد تک بیکار ہی ہے اس لئے کہ لغت، اصطلاح کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

چور کے ہاتھ کو پہونچے سے کاٹ دینا قیاس کے سوا کچھ نہیں ہے اسلامی سزاؤں کا فلسفہ واضح ہے کہ مجرم ارتکاب جرم کی جرأت کھو بیٹھے اور دوسروں کو اتنی عبرت اور نصیحت حاصل ہو جائے کہ وہ ارتکاب جرم کا تصور بھی نہ کریں اور معاشرہ ہر طرح پُرامن حالات میں ترقی کرتا رہے۔

عربی اور دیگر زبانوں کے استعمالات میں شانوں کے جوڑ سے لے کر انگلیوں کے پوروں تک کو "ہاتھ" یا "ید" کہا جاتا ہے لیکن ان تمام معنوں میں

---

[1] ترجمان القرآن ۱۳۵۲ھ ج ۸۸ عدد ۶

سے لفظ "ید" کی مراد کو استعمال کے سیاق و سباق سے متعین کر لیا جاتا ہے۔ کبھی لفظ "ید" کا اطلاق صرف انگلیوں پر کبھی گٹوں تک، کبھی کہنی اور کبھی شانے ہوتا ہے۔ چور کی سزا میں لفظ "ید" کس حصہ کے لئے استعمال ہوا ہے؟ اس کا تعین لغت اور قیاس کے سہارے نہیں ہو سکتا بلکہ عمل پیغمبر اور صرف عمل پیغمبر سے اس کا تعین ہوگا۔ ترجمان القرآن ج ۸۸ عدد ۶ صفحہ ۲۹۹ میں وضاحت کی گئی ہے کہ ید کا اطلاق کبھی کاندھے تک کے تمام حصوں پر ہوتا ہے اور کبھی کہنی تک اور کبھی پہنچے تک۔ واُدخل یدك فی جیبك تخرج بیضاء من غیر سوء (۱) اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کرو تو وہ سفید چمکیلا بغیر عیب نکلے گا۔ اس آیت میں "ید" کا اطلاق پہنچے تک کے حصے پر ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق (۲) (اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو جب تم نماز پڑھنے کے لئے آمادہ ہو تو اپنے چہروں کو دھولو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت) اس آیت میں "ید" کا اطلاق انگلیوں سے کہنی تک کے حصے پر ہوا ہے اور اس کے بعد "ترجمان القرآن" کے مضمون نگار نے اعلان فرما دیا ہے کہ لفظ "ید" کا اطلاق "کف" سے کم حصہ پر نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح سے انہوں نے چور کی سزا میں اہل بیت علیہم السلام کے طریق کار کو بہت کمزور دلیل سے مسترد مانا ہے حالانکہ اگر قرآن کریم کے استعمالات میں معمولی توجہ بھی کی جاتی تو کئی آیتیں موجود ہیں جن لفظ "ید" کا اطلاق انگلیوں پر کیا گیا ہے ملاحظہ فرمایئے!

---

۱ القرآن پ ۱۹۔ النمل آیت ۱۲

۲ القرآن پ ۶ المائدہ آیت ۶

۱۔ فلما رأیٰ ایدیھم لاتصل الیہ نکرھم [1] (اور جب جناب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے تک نہیں تو انہیں اجنبی سمجھ لیا) ۔ ظاہر ہے کہ کھانا انگلیوں ہی سے مس ہوتا ہے اور کھایا جاتا ہے۔

۲۔ فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم [2] (پس ان لوگوں کے لئے افسوس ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں) واضح ہے کہ قلم انگلیوں ہی کی گرفت میں ہوتا ہے اور انگلیوں ہی سے لکھا جاتا ہے تو اس آیت میں بھی لفظ "ید" کا اطلاق انگلیوں پر ہے۔

۳۔ ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوہ بایدیھم لقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین [3] (اور ہم اگر آپ پر اے رسول کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی نازل کرتے اور وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی یہ گرفتاران کفر یہی کہتے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے) کون نہیں کر سکتا ہے اس بات میں کہ کتاب ہو یا کوئی اور چیز انگلیوں ہی سے چھوئی جاتی ہے۔

۴۔ فویل لھم مما کتبت ایدیھم [4] (پس ان لوگوں کے لئے اس پر افسوس ہے جو کچھ ان کے ہاتھوں نے لکھا) اس آیت میں بھی "ید" سے انگلیاں مراد لی گئی ہیں۔

۵۔ فلما سمعت بمکرھن ارسلت الیھن واعتدت لھن متکاء واتت کل واحدۃ منھن سکینا وقالت اخرج علیھن [5] فلما

---

[1] القرآن پ ۱۲ ہود آیت ۷۰ ، [2] القرآن پ ۱ البقرہ آیت ۷۹
[3] القرآن پ ۷ الانعام آیت ۷ ، [4] القرآن پ ۱ البقرہ آیت ۷۹

رایته اکبرنه وقطعن ایدیهن وقلن حاش لله ما هذا بشرا[1] چنانچہ جب زلیخا نے ان کی چال کی بابت سنا تو ان عورتوں کو بلوبھیجا اور ان کے لئے ایک مسند تیار کی اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دے دی اور جناب یوسفؑ سے کہا کہ ان عورتوں کے سامنے آجاؤ پس ان عورتوں نے جناب یوسفؑ کو دیکھا تو مبہوت ہو گئیں اور اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہا کہ پاکی خدا ہی کے لئے ہے یہ شخص تو آدمی نہیں" اس آیت میں بھی "ید" کا اطلاق انگلیوں پر کیا گیا ہے۔

ہم نے قرآن مجید کی چند آیتیں اس لئے پیش کی ہیں کہ "ید" کے اطلاقات کے متعلق اہل بیت کے راستے سے ہٹ کر چور کا پہنچے سے ہاتھ کاٹنے والے ان آیتوں سے آنکھ بند کر کے صرف اُن آیتوں کو پیش کرتے ہیں جن میں ہاتھ کا اطلاق انگلیوں کے علاوہ دوسرے حصوں پر کیا گیا ہے۔ لہٰذا جب قرآن کے استعمالات میں "ید" کے اطلاقات انگلیوں کے لئے زیادہ ہیں تو" والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما" میں لفظ "ید" کا پہنچے تک کے حصے پر اطلاق محض قیاس ہے۔ اس لئے کہ چوری میں زیادہ کام انگلیوں ہی سے لیا جاتا ہے اور کسی کی انگلیاں کاٹ دی جائیں تو اس کے لئے دوبارہ چوری انتہائی دشوار ہو جاتی ہے اسی لئے اہل بیت علیہم السلام نے "قطع ید" کے معنی انگوٹھا چھوڑ کر چار انگلیوں کا کاٹنا کیے ہیں۔

وی محمد بن عبد الله بن هلال عن ابیه عن ابی عبد الله علیه السلام قال، قلت له اخبرنی عن السارق ما تقطع یده الیمنی ورجله الیسری ولا تقطع یده الیمنی ورجله الیمنی بفقال

---

[1] القرآن پ ۱۲ سورہ یوسف آیت ۳۱

ما احسن ما سئلت! اذا قطعت یده الیمنی و رجله الیمنی سقط علی جانب الایسر ولا یقدر علی القیام واذا قطعت یده الیمنی و رجله الیسری اعتدل واستوی قائماً قال: قلت له جعلت فداك کیف یقوم وقد قطعت رجله؟؟ قال ان القطع لیس من حیث رأیت تقطع، انما تقطع الرجل من الکعب ویترك له من قدمه ما یقوم علیه، یصلی ویعبد الله عز وجل، قلت: فمن أین تقطع الید؟ قال تقطع الاربع الاصابع و یترك الابهام یعتمد علیها فی الصلوٰة ویغسل بها وجهه الصلاة (لله)" محمد بن عبد اللہ بن ہلال سے روایت ہے کہ ان کے والد نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے بتائیے کہ چور کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کیوں کاٹا جاتا ہے؟ اور داہنا ہاتھ اور داہنا پاؤں کیوں نہیں کاٹا جاتا، آپ نے فرمایا، تو نے بڑا اچھا سوال کیا ہے اگر چور کا داہنا ہاتھ اور داہنا ہی پیر کاٹ دیا جائے تو وہ کھڑا نہ رہ سکے گا اور بائیں طرف کو گر جائے گا اور اگر داہنا ہاتھ اور بایاں پیر کاٹا جائے تو اعتدال باقی رہیگا اور وہ کھڑا رہ سکے گا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں پیر کٹ جانے کے بعد وہ کیسے کھڑا رہ سکے گا؟ آپ نے فرمایا جس طرح تم سوچتے ہو اس جگہ سے پیر نہیں کاٹا جائے گا بلکہ پیر "کعب" سے کاٹا جائے گا اور قدم کا اتنا حصہ چھوڑ دیا جائے گا جس کے سہارے وہ کھڑا ہو سکے، نماز پڑھ سکے، اور اللہ کی عبادت کر سکے، راوی نے عرض کیا: ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے گا؟ آپ نے فرمایا چاروں انگلیاں کاٹی جائیں گی انگوٹھا چھوڑ دیا جائیگا

لہ من لا یحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۳۹۔

تاکہ باقی ماندہ ہاتھ سے نماز میں کام لے اور اس سے نماز کے لئے وضو کر سکے۔

وعن أبي محمد بن دعه إلى أمير المؤمنين عليه السلام أنه إذا كان قطع السارق تركت الابهام والراحة فقيل له يا أمير المؤمنين تركت عليه يده قال: فقال لهم: فإن تاب فبأي شيء يتوضأ إن الله يقول والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما إلى قوله فمن تاب منهم من بعد ظلمه وأصلح فإن الله غفور رحيم[1] ابو محمد کہتے ہیں کہ جب بھی امیر المومنین علیہ السلام چور کو سزا دیتے تھے تو انگوٹھا اور ہتھیلی چھوڑ کر ہاتھ کاٹ دیا کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اے امیر المومنین آپ تو چور کا ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں۔۔۔؟ تو آپ نے فرمایا کہ توبہ کے بعد وضو کیسے کرے گا اس لئے کہ خدا فرماتا ہے: چور مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو اور جو ان میں سے ارتکاب جرم کے بعد توبہ کرے اور طریقۂ خیر اپنا لے تو اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

عن حلبي عن أبي عبد الله عليه السلام قال قلت له: من أين يجب القطع؟ فبسط أصابعه وقال من ههنا يعني من مفصل الكف[2] حلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ چور کی سزا میں ہاتھ کس جگہ سے کاٹا جائے گا۔ تو آپ نے انگلیاں کھول دیں اور فرمایا کہ یہاں سے یعنی ہتھیلی اور انگلیوں کے جوڑ سے۔

علامہ مجلسیؒ نے مفصل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اي المفصل التي بين الكف والاصابع إن ان قال ويترك له الراحة والابهام۔ ہتھیلی اور انگلیوں کے ملنے کی جگہ مفصل ہے۔ اس جگہ سے انگلیاں کاٹی

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۴۹۱ [2] وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۴۹۲

جائیں گی اور ہتھیلی اور انگوٹھا چھوڑ دیا جائے گا۔

صاحب المختصر النافع نے بھی یہی فرمایا ہے:

الواجب فی ھذا الحد اول مرۃ قطع الاصابع الاربع من الید الیمنی وتترک لہ الراحۃ والابہام [1] "پہلی مرتبہ چوری کی سزا میں داہنے ہاتھ کی چار انگلیوں کا کاٹنا واجب ہے اور چور کی ہتھیلی اور اس کا انگوٹھا چھوڑ دیا جائے"

صاحب شرائع الاسلام فرماتے ہیں:

الحد وھو قطع الاصابع الاربع من الید الیمنی ویترک لہ الراحۃ والابہام [2] "چوری کی حد یہ ہے کہ پہلی بار چوری کرنے والے کے داہنے ہاتھ کی چار انگلیاں کاٹ دی جائیں گی اور انگوٹھا اور ہتھیلی چھوڑ دیئے جائیں گے"

محمد بن مسعود العیاشی فی تفسیرہ ذکر ان صاحب ابن ابی داؤد عن ابن ابی داؤد انہ رجع من عند المعتصم وھو مغتم، فقلت لہ فی ذلک، فقال: ان سارقا اقر علی نفسہ بالسرقۃ وسأل الجماعۃ تطھیرہ باقامۃ الحد علیہ فجمع لذلک القضاۃ فی مجلسہ وقد احضر محمد بن علی علیھما السلام فسألنا عن القطع فی ای موضع یجب ان تقطع، فقلت: من الکرسوع لقول اللہ فی تیمم "فامسحوا بوجوھکم وایدیکم" واتفق معی علی ذلک قوم وقال اخرون: بل یجب القطع من المرفق قال وما الدلیل علی ذلک، قال ان اللہ "ایدیکم الی المرافق" قال فالتفت الی محمد بن علی علیھما السلام فقال ما تقول فی ھذا یا ابا جعفر، فقال قد تکلم القوم فیہ یا امیر المؤمنین

---

[1] مختصر النافع ص۳۱۳ [2] شرائع الاسلام ص۳۰۳

قال: دعني متناكلوا به اي شئ عندك، قال اعفني عن هذا يا امير المومنين قال: اقسمت عليك بالله لما اخبرت بما عندك فيه فقال: امّا اذ اقسمت عليّ بالله اني اقول بالمرّ اطلق انبه السنة فانّ القطع يجب ان يكون من مفصل الاصول الاصابع فيترك الكف۔ قال لله و قال لقول رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم السجود على سبعة اعضاء الوجه والبدين والركبتين والرجلين، فاذا قطعت يده من الكرسوع او المرفق لم يسجد له يسجد عليها و قال الله تبارك وتعالى: وانّ المساجد لله" يعني به هذه الاعضاء السبعة التي يسجد عليها" فلا تدعوا مع الله احدا" وما كان لله لم يقطع قال فاعجب المعتصم وقال فامر بقطع يد السارق من مفصل الاصابع دون الكف۔[1]

"زرقان ابن ابی دواد کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ ابو دولف معتصم کے پاس سے خفگیں واپس آئے تو میں نے اس کیفیت کے بارے میں ان سے گفتگو کی یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ ایک چور نے خلیفہ کے سامنے چوری کا خود اقرار کیا اور درخواست کی کہ خلیفہ اس پر حد جاری کر کے اس کو پاک کر دیں۔ معتصم نے اس مقصد کے لئے اپنے دربار میں فقہاء کو جمع کیا اور امام محمد تقی علیہ السلام کو بھی بلایا اور ہم سے قطع ید کے بارے میں پوچھا کہ ہاتھ کس جگہ سے کاٹا جائے تو میں نے کہا کہ گٹے سے کاٹ دیا جائے اس لئے کہ خدا نے آیہ تیمم میں فرمایا ہے کہ اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو" اور اس بات پر کچھ لوگوں نے مجھ سے اتفاق کیا کچھ دوسرے

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۴۹۰

لوگوں نے کہا کہ ہاتھ کا کہنی سے کاٹنا واجب ہے۔ خلیفہ نے پوچھا اس پر کیا دلیل ہے تو ان لوگوں نے کہا کہ اللہ نے آیہ موضوع میں فرمایا ہے اور ہاتھوں کو دھوؤ کہنیوں تک یعنی ید سے مراد کہنی تک ہے۔ ابو دواد کہتے ہیں کہ معتصم، امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اے ابو جعفر آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ: اے امیر اس تعلق میں لوگ بات کر ہی چکے ہیں، خلیفہ نے کہا: جو کچھ انہوں نے کہا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ اس تعلق میں آپ اپنے علم کو ظاہر فرمائیے! آپ نے فرمایا۔ اے امیر مجھے اس گفتگو سے معاف ہی رکھو، معتصم نے کہا۔ میں آپ کو خدا کی قسم ہی دے دی ہے تو کہتا ہوں کہ ان سب نے قطع ید کے متعلق اپنی رائے کے اظہار میں سنت رسول کی خلاف ورزی کی ہے۔ بلاشک دریب انگلیوں کا جڑ سے کاٹنا واجب ہے اور ہتھیلی چھوڑ دی جائے گی۔ معتصم نے کہا کیوں؟ آپ نے فرمایا حدیث رسول ہے کہ سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں پیر۔ اگر چور کا ہاتھ کٹے یا کہنی سے کاٹ دیا جائے تو سجدہ کے لئے ہاتھ باقی نہ رہے گا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "مساجد اللہ کے لئے ہیں" یہاں مساجد سے یہی سات اعضاء سجدہ مراد ہیں جن پر انسان سجدہ کرتا ہے تو "اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ پکارو" اور جو کچھ اللہ کے لئے وہ قطع نہیں کیا جائے گا۔ ابو دواد کہتے ہیں کہ معتصم یہ سن کر خوش ہوا اور اس نے چور کا ہاتھ انگلیوں کی جڑ سے کاٹنے کا حکم دیا ہتھیلی کو چھوڑ کر۔ "مساجد" کا ترجمہ "اعضاء سجدہ" زیر نظر حضرات نے بھی فرمایا ہے (مولانا محمد الحسن مولانا شاہ رفیع الدین، مولانا شاہ عبدالقادر، مولانا عبدالماجد دریابادی) [1]

اگر کوئی شخص دوبارہ چوری کرے تو ثبوت شرعی قاضی کے سامنے دوسرتبہ اقرار

---

[1] ترجمہ قرآن پ ۲۹ الجن آیت ۱۸

یا عادل گواہوں کی گواہی کے بعد بایاں پیر پاؤں کے ابھار سے کاٹ دیا جائے گا۔
اس ابھار کو "کعب" یا "قبۃ القدم" کہتے ہیں۔ سرکار آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی اور سرکار آیۃ اللہ الخمینی فرماتے ہیں۔ ولو سرق ثانیاً قطعت رجله الیسریٰ من تحت قبة القدم حتی یبقی له المنصف من القدم و مقدار قلیل من محل المسح (له)

"اگر کوئی شخص دوبارہ چوری کرے تو قبۂ قدم کے ذریعے سے اس کا بایاں پیر کاٹ دیا جائے تاکہ اس کا آدھا پیر باقی رہ جائے اور مسح کے لئے تھوڑی سی جگہ"

آیت وضو میں کعب سے مراد گٹے سے قرار دے لئے گئے ہیں یہ مراد لینے والوں ہی کو معلوم ہوگا۔ بحر الجواہر ص ۱۴۱ پر واضح طور پر لکھا ہوا ہے:

ان الکعب قبة القدم کما جاء فی الحدیث انما تقطع الرجل من الکعب و یترک من قدمه ما یقوم به۔

"کعب، قدم کے ابھار کو کہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ چور کا پیر کعب سے کاٹا جائے گا اور اس کے پیر کا اتنا حصہ چھوڑ دیا جائے گا جس کے سہارے وہ کھڑا ہو سکے"

"کعب" کے حقیقی معنی سمجھنے کے لئے ایک دفعہ آیت وضو پر پھر نظر ڈال لیجئے۔

یا ایها الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰة فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین۔

"کعبین" تثنیہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں دو ابھار۔ اگر کعب سے مراد گٹے ہوتے تو دونوں پیروں میں چار گٹے ہوتے ہیں اس لئے وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعوب ہونا چاہیئے تھا، لہذا کعب سے مراد پیر کی پشت کا وہ ابھار ہے جس پر جوتے

(له) میانی تکملة المنهاج ج ۱ ص ۲۶۹، تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۸۱

کا تسمہ باندھا جاتا ہے اور یہی حد وہ ہے جہاں سے چور کا قدم اسلامی سرحد کے پر کاٹا جائے گا۔

ہم حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام میں کعب کے یہی معنی ذکر کر چکے ہیں، چونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام اہل بیت میں سے ہیں اس لئے ان کی وضاحت رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وضاحت ہے اور بعض کے ہوتے ہوئے کسی بڑے سے بڑے آدمی کے قیاس کی بھی کوئی قیمت نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قیاس کو دین الٰہی کا وسیلہ قرار دینے والوں نے اس قابل میل اور ربط و ضبط کو جو روح کی حیثیت سے تمام احکام اسلام میں جاری ہے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی ورنہ یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ افضل العبادات نماز ہے اور کسی کو بھی ایسی سزا نہیں دی جا سکتی جس سے فریضہ صلاۃ میں خامی اور کوتاہی پیدا ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ جس کا ہاتھ اور پیر پورا کاٹ دیا جائے تو ایک ہاتھ کی حد تک اس کا وضو ناقص ہو جائے گا اور پیر کی حد تک اس کا مسح یا پیر کا دھونا اس کے لئے ممکن نہ رہے گا اور سجدہ میں بھی ان دو اعضاء کی کمی ہو جائے گی، مقدمہ نماز اور نماز میں نقص پیدا ہو جائے گا۔ جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ سزا کا مطلب مجرم کو جرم سے روکنا اور دوسروں کے لئے سامان عبرت مہیا کرنا ہے۔ تمام تکمیل صلاۃ سے محروم کرنا نہیں ہے، نہ چوری کے سزا یافتہ کو نماز معاف کر دی گئی ہے۔ جبکہ اس گناہ کی توبہ ہے تو اس توبہ کے وقوع اور وجود کا تصور بغیر نماز کے ہو ہی نہیں سکتا اس لئے حکم قرآن کی تعمیل، عمل و حدیث پیغمبر کی اس وضاحت کی روشنی میں جو ان کی اولاد کے ذمہ دار افراد سے فراہم ہے کی جائے گی اور چور کا ہاتھ اور پیر اس طرح کاٹا جائے گا کہ وہ اپنے معمولات زندگی کسی طرح انجام دے سکے اور تکمیل صلاۃ میں افضل العبادات نماز ادا کر سکے۔

چوری کے وقوع اور ثبوت کے تعلق میں اسلامی مکاتب فکر میں کوئی اختلاف نہیں

ہے سوائے اس کے کہ عام فقہاء کے نزدیک چوری کا اقرار سزا کے لئے ایک دفعہ کافی ہے جبکہ اہل بیت علیہم السلام کے نزدیک دو دفعہ اقرار ضروری ہے۔

یہ نوٹ کیا جانا چاہیئے کہ کم سے کم چوری جس کی سزا قطع ید ہے وہ چوتھائی دینار یا اس قیمت کی کوئی چیز ہوگی اس سے کم کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا کوئی دوسری مناسب سزا دی جائے گی۔

راہزنی اور ڈاکہ

جرم و سزا کی داستان بہت پرانی ہے جب انسانی زندگی انفرادیت کی حدود کو پار کر کے اجتماعیت کی منزل پر گامزن ہوئی اور انسان نے معاشرتی توانائی حاصل کی تو امن عامہ کو برقرار رکھنے کیلئے مختلف قسم کی سزاؤں کا اہتمام کیا جانے لگا۔ بعض اقوام و ملل میں یہ سزائیں ہولناک حد تک بھی سخت ہوتی تھیں۔ درندوں کے سامنے ڈال دینا، زمین میں گاڑ کر شکاری کتوں کو چھوڑ دینا اور زندہ دیواروں میں چنوا دینا بھی مروج رہا ہے۔ وحشی اور غیر مہذب اقوام و ملل کا تو ذکر کیا ہے کئی عباسی خلفا اور مغل سلاطین کے دور میں اس قسم کی سزاؤں کا ریکارڈ ملتا ہے۔ عام طور سے یہ سزائیں حاکم، امراء اور بااثر دوست افراد کی مرضی اور خواہش کی پابند ہوا کرتی تھیں کسی ضابطہ اور قاعدے کو دخل نہ تھا۔ رسمی طور پر قوانین و ضوابط کے موجود ہونے کے باوجود صرف کمزوروں اور بے نواؤں کو مستحق سزا سمجھا جاتا تھا۔ ہندو معاشرے میں برہمن اور چھتری کو شاید ہی کبھی سزا دی گئی ہو۔ زیادہ تر سزا شودروں کی تقدیر تھی۔ جزیرہ عرب میں بھی قبائلی نظام میں سزاؤں کا وجود تھا لیکن ان کا نفاذ کمزوروں اور معاشرتی و سیاسی طور پر پست ہی لوگوں پر ہوتا تھا اسی وجہ سے جن کا معاشرتی مرتبہ یا سیاسی درجہ بلند ہو جاتا تھا وہ پست ترین جرائم کے ارتکاب کے بعد بھی سزا سے محفوظ رہتے تھے۔ یہ ذہن حضور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارک میں بھی موجود تھا۔ چنانچہ ترجمان القرآن ماہ مارچ ۱۹۶۵ء کے صفحہ پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بتایا گیا ہے بنی مخزوم کی ایک چور عورت کی سفارش کے سلسلے میں اصحاب کرامؓ نے اسامہ بن زید کو استعمال کیا جو اسلامی احکام کی روح کو جس حد تک سمجھ پائے تھے یہ واقعہ اس کی پوری عکاسی کرتا ہے۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی کچھ بزرگوار اپنے سیاسی اور معاشرتی

اثر و نفوذ کی وجہ سے سزاؤں سے محفوظ رہتے ہیں بہر حال یہ بھی ایک ذہن تھا جس کا مظاہرہ ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے تاہم یہ حقیقت ہر صاحب عقل کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ اسلام نے جرم و سزا کے جو قواعد اور ضوابط مرتب فرمائے ہیں اگر ان پر بے لاگ اور مخلصانہ عمل کیا جائے تو جرم کی بیخ کنی ہو سکتی ہے۔ اسلام نے نظام زندگی کے لئے اعتقاد عمل کا جو سلسلہ قائم کیا ہے اگر اس کو واقعی قبول کر لیا جائے تو جرم کا ارتکاب ممکن نہیں رہتا اور ایک بے عیب و نقص معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ اسلامی اعتقادات کا مرکز و محور عقیدۂ توحید ہے لیکن ایسا خدائے واحد جو حاضر و ناظر اور اقتدار مطلق کا مالک ہے، کسی انسان کا کوئی عمل اس سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس کو انسانی قلب و دماغ کے خیالات و احساسات کا بھی علم ہے اور وہ مالک یوم الدین ہے یعنی ایک دن ایسا مقرر ہے کہ جس دن وہ ہر اچھے عمل کی جزا اور ہر برے عمل کی سزا دے گا جو عدل کا تقاضا ہے۔ خداوند عالم کا مالک یوم الدین ہونا اس کے عادل ہونے کی دلیل ہے علاوہ ازیں جو اپنے بندوں کو عدل کا حکم دیتا ہے وہ موصوف بعدالت کس طرح نہ ہوگا۔۔۔۔۔؟ اس عقیدہ کے ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ہر وقت دو فرشتے مقرر ہیں جو اس کے ہر نیک و بد عمل کو لکھتے رہتے ہیں ان کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے حتیٰ کہ زبان سے جو لفظ انسان نکالتا ہے وہ بھی ریکارڈ ہو جاتا ہے۔ ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (۱) "وہ منہ سے کوئی بات نہیں نکالنے پاتا مگر یہ اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے" ظاہر ہے کہ اس عقیدے کے بعد کہ خداوند عالم بھی ہر وقت دیکھ رہا ہے اور دو فرشتے ہمارا ہر قول و عمل ریکارڈ کر رہے ہیں، خلوت اور تنہائی کا تصور یکسر ختم ہو جاتا ہے، اور ارتکاب جرم کے لئے خلوت اور تنہائی کا احساس ضروری ہے اگر واقعی کوئی شخص خدا کو

---

۱ القرآن پ ۲۶ ق آیت ۱۸

حاضر و ناظر جانتا ہو اور اس کے نگران فرشتوں کو موجود سمجھتا ہو تو کسی حالت میں بھی ارتکاب جرم نہیں کر سکتا۔ اگر مسلمان واقعی مسلمان ہو جائے تو قانون سزا کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن بہت سے لوگ رسمی طور پر اسلام کا کلمہ پڑھ لیتے ہیں حقیقتاً اسلام سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی خود رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں منافقین اور مؤلفۃ القلوب ایک بہت بڑی تعداد میں موجود تھے جو اسلام کا اعلان کر کے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیت کی کفش لگا کے مسلم معاشرے میں آسانیاں اور وقار حاصل کر لیتے تھے لیکن کسی جرم کے ارتکاب میں کبھی تکلف نہیں فرماتے تھے اسی لئے قانون سزا تجویز کیا گیا کہ اسلام کی حقیقی تعلیم سے بے بہرہ لوگ یا مدنظرت افراد ارتکاب جرم کریں تو ان کے حوصلہ ارتکاب جرم کو توڑ دیا جائے۔

سزا کے جو ہری مقاصد چار ہو سکتے ہیں:۔

① نقصان رسیدہ فرد کے نقصان اور خوف کا ازالہ اور اس کی تسکین۔

② مجرم کے حوصلہ ارتکاب جرم کی بیخ کنی اور اس کو معاشرے کا ایک قانون پسند شہری بنانے کی کوشش۔

③ جن لوگوں کے دل و دماغ میں ارتکاب جرم کا احساس کروٹیں بدلتا ہے، مجرم کے سزایاب ہونے سے ان کی تسکین۔

④ معاشرے میں امن و سکون کی بحالی تاکہ عوام پر امن ماحول میں اپنے متعلقہ فرائض انجام دیکر قوم و ملک کی ترقی اور استحکام کا سبب بنیں۔

اسلام نے مجرموں کی سزا کے لئے جو ضوابط تجویز کئے ہیں وہ ان چاروں مقاصد کو بدرجۂ اتم پورا کرتے ہیں شرط یہ ہے کہ نفاذ قانون میں سیاسی اور معاشرتی امتیازات کا لحاظ نہ کیا جائے اور آمر و مامور سب کے لئے قانون کی کارفرمائی یکساں ہو ... !!! ہمارے نزدیک پاکستان میں جرموں کی کثرت کے جہاں اور اسباب ہیں وہاں بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ دستور میں

کچھ دفعات ایسی رکھ دی گئی ہیں جو سیاسی اور معاشرتی طور پر بلند مرتبہ لوگوں کو ارتکاب جرم کے باوجود تحفظ فراہم کرتی ہیں۔ بہرحال اس وقت ساری دنیا میں پاکستان ہی ایک ایسا خطۂ ارض ہے جو بنایا ہی اس لئے گیا ہے کہ یہاں اسلام کا نظامِ زندگی نافذ ہو۔ اگر ہم مسلمان سچے مسلمان کی حیثیت سے اسلام کے نظامِ زندگی کو قبول کر لیں تو دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں ایک بے عیب اور قابلِ تقلید معاشرہ پیدا ہو جائے گا۔

اسلام کا نظام سزا کوئی الگ چیز نہیں ہے وہ سارے اعتقادات و اعمال کی ایک کڑی ہے۔ معاشرتی اور معاشی انصاف اور قانونِ عدل کا وجود، نفاذِ تعزیرات پر مقدم ہونا چاہئے اور اس سلسلے میں صرف قرآن و سنت کو مشعلِ راہ قرار دینا چاہئے۔ اگر تیرہ سو برس کے تناظر پر انحصار کیا گیا تو مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ ہمارے سامنے ہے جس طرح از منۂ سالفہ میں ایک قابلِ تقلید معاشرہ کبھی پیدا نہیں ہو سکا اب بھی پیدا نہیں ہوگا۔

کسی بھی قوم میں عام طور سے چوری ڈاکے کے جرموں کا زیادہ ارتکاب ہوتا ہے، رہزنی اور ڈاکہ کو سلامی زبان میں محاربہ کہا جاتا ہے (اسلام کی صرف دو زبانیں ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عام عربی زبان میں "قاطع الطریق" یا "لص" کہا جاتا ہے۔

محارب کی تعریف

محارب، رہزن یا ڈاکو اس شخص یا اشخاص کو کہتے ہیں جو عوام کو خوفزدہ کر کے اور اس عام میں خلل ڈال کے شہر میں، جنگل میں، راستوں میں یا آبادیوں میں جنگل میں یا دریاؤں میں، دن میں یا رات میں ہتھیار بند ہو کر شورہ پشتی کا مظاہرہ کریں اور لوٹ مار مچائیں۔ اگر صنفِ نازک بصورتِ حالات پائے تو وہ بھی اسی حکم میں ہوگی

ہتھیار کی تعریف

ہر وہ چیز جس کو کسی علاقے میں ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو ہتھیار کہلائے گی مثلاً بندوق، پستول، تلوار

نیزہ، تیر کمان، کلہاڑی، خنجر، چھری، چاقو، لاٹھی، بم، پتھر اور اینٹیں، غرضکہ ہر وہ چیز جس سے خوف پیدا کرکے یا زخمی کرکے لوٹ مار مچائی جا سکے ہتھیار کہلائے گی۔

المحارب ھو کل من جرد سلاحہ او جھزہ لاخافۃ الناس وارادۃ الافساد فی الارض فی بنیان او فی بحر، فی مصر او غیرہ لیلا او نھارا ویستوی فیہ الذکر والانثی۔ [1] "محارب وہ ہے جو ہتھیار بند ہو کر یا ہتھیاروں کی نمائش کرے، عوام کو ڈرانے کے لئے اور زمین میں فساد برپا کرنے کے لئے جنگل میں یا تری میں شہر میں یا جنگلوں اور راستوں میں دن کے وقت یا رات کے ہنگام، عورت اور مرد اس میں برابر ہیں"۔

علامہ قزوینی نے تحریر فرمایا ہے:

و محارب ھو کل من جرد ما یعد سلاحا عرفا او حملہ لاخافۃ الناس (الخ) [2] "محارب وہ ہے جو لوگوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے ایسی چیزوں سے مسلح ہو جن کو عرف عام میں ہتھیار کہا جاتا ہے"۔

قرآن مجید میں "محارب" کے لئے "سارق" کی طرح واضح احکام موجود ہیں۔

انما جزاؤا الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم ○ الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم ○ [3] "یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جھگڑا

---

[1] تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۷۲ [2] التشریع فی عقائدھم واحکامھم ص ۲۳۶ شرائع الاسلام کتاب الحدود، شرح کتاب السادس من الحدود وجامع الرموز ج ۲ ص ۳۲۴

[3] قرآن پ ۶ المائدہ آیت ۳۳، ۳۴

کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی دے دی جائے یا ان کے ہاتھ پیر مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو سرزمین شرارت سے نکال باہر کیا جائے، یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا تاہم وہ لوگ جو تمہارے حیطۂ اقتدار میں آنے سے پہلے توبہ کر لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔[1]

اس آیت کی شان نزول میں مفسرین نے زیر نظر واقعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے توسط سے بیان کیا ہے:

قدم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوم من بنی ضبۃ مرضۃ فقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اقیموا عندی فاذا برئتم بعثتکم فی سریۃ فقالوا اخرجنا من المدینۃ فبعث بھم الی ابل الصدقۃ یشربون من البانھا و یاکلون من البانھا فلما برؤوا واشتد واقتلوا ثلاثۃ ممن کانوا فی الابل فبلغ رسول اللہ الخبر فبعث الیھم علیاً علیہ السلام وھم فی وادٍ قد تحیروا لیس یقدرون یخرجون منہ قریب من ارض الیمن فاسرھم وجاء بھم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فنزلت ھذہ الایۃ علیہ[2]

"حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بنی ضبہ میں سے کچھ بیمار لوگ حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تم ہمارے پاس ٹھہرو، جب تم تندرست ہو جاؤ گے تو کسی جنگ کے لئے روانہ کر دیا جائے گا۔ انہوں نے درخواست کی کہ ہمیں مدینہ سے باہر بھیج دیجئے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو صدقے کے اونٹوں کے علاقے

---

[1] تفسیر المیزان ج ۵ ص ۳۵۸ تا ۳۵۹، تہذیب احکام ص ۱۳۲ تا ۱۳۵ فروع کافی ج ۷ ص ۲۴۳۔

میں بھیج دیا۔ انہوں نے وہاں اونٹوں کا پیشاب بطور دوا استعمال کیا اور دودھ بطور غذا، جب وہ تندرست ہو گئے اور ان میں کچھ قوت آگئی تو اونٹوں کے نگرانوں میں سے تین کو قتل کر دیا اور اونٹ لے کر چلتے بنے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس حادثے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت علی علیہ السلام کو ان کے تعاقب میں بھیجا، وہ لوگ سرزمین یمن کے قریب ایک علاقے میں راستہ بھول گئے وہیں بھٹکتے پھرے اور اس سے باہر نہ نکل سکے حضرت علی علیہ السلام نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو ان لوگوں کی سزا کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔"

آیت کے الفاظ بڑے واضح ہیں، تاہم بعض لوگوں کو اپنی انفرادیت چمکانے کا شوق ہوتا ہے اور اس لئے انہوں نے "محارب" کے ترجمے میں "قاطع الطریق" کو دیکھ کر یہ قیاس کر لیا کہ جرم محاربت صرف غیر آباد علاقوں میں مسلم ہوگا جیسا کہ ترجمان القرآن بابت مارچ ۱۹۷۸ء کے صفحہ ۱۶ پر لکھا گیا ہے..... !!! ان بزرگوار کے نزدیک شہر یا مضافات شہر میں ارتکاب جرم کیا جائے تو سزائے محارب عائد نہیں ہوگی۔ یہ غلطی لفظ "محارب" کا ترجمہ "قاطع الطریق" کر دینے کی وجہ سے ہوئی ہے حالانکہ "محارب" قرآن کی اپنی اصطلاح ہے اس کا ترجمہ محض "قاطع الطریق" نہیں کیا جا سکتا۔ آیت میں واضح طور پر "ویسعون فی الارض فساداً" کا جملہ موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ لفظ "ارض" صرف راستوں، ویرانوں اور جنگلوں پر نہیں بولا جاتا بلکہ عبور، شہر و قصبات، آبادی اور ویرانے سب کے مفہوم پر حاوی ہے۔ اسی لئے جناب شافعی جناب مالک، جناب احمد بن حنبل اور جناب ابو حنیفہ کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف نے یہ وضاحت کی ہے کہ شہر، قریب شہر، دن اور رات جہاں بھی یہ جرم وقوع پذیر ہوگا محاربہ عائد کی جائے گی جیسا کہ ترجمان القرآن بابت ماہ مارچ ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۶ پر ریکارڈ کیا گیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں واضح طور پر لکھا گیا ہے:

ان حکم المحاربة فی الامصار فی السبلان علی السواء لقوله ویسعون فی الارض فساداً۔ هذا مذهب مالک واللیث بن سعد، والاوزاعی والشافعی واحمد بن حنبل (رح)۔ "محاربت کا حکم شہروں اور راستوں میں یکساں ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں "اور جو زمین میں فساد برپا کریں" آیا ہے۔ یہ جناب مالک، لیث بن سعد، اوزاعی، شافعی اور احمد بن حنبل کا مذہب ہے۔

جناب ابوحنیفہ کا یہ قیاس، بڑا دلچسپ ہے کہ مجرموں پر حد محارب صرف اس صورت میں نافذ ہوگی کہ مظلوموں کی مدد کو کوئی نہ پہنچ سکتا ہو۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر جنگل اور ویرانے میں بھی ڈاکہ زنی کی جائے اور اتفاق وہاں کوئی فوجی دستہ یا پولیس کا جتھہ پہونچ جائے یا مسیح تھانے کا گزر ہو جائے اور وہ مظلوموں کو بچالیں تو ڈاکوؤں کو چھٹی ہے وہ سزائے "محارب" سے محفوظ ہو جائیں گے، کوئی تعزیری سزا تجویز کر دی جائے تو الگ بات ہوگی ..... !!! اصل میں یہ سب قیاس کی کرشمہ سازی ہے واللہ حکم تو واضح ہے کہ جو شخص یا گروہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر امن عامہ میں خلل ڈالے گا، لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کرے گا وہ شہر میں ہو یا جنگل میں "محارب" کہلائے گا اور محارب کی سزا کا مستحق ہوگا جیسا کہ ہم نے بیان کیا اور اس کی تقویت کے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث بھی حاضر ہے:

عن سورة بن کلیب قال: قلت لأبی عبد الله علیه السلام رجل یخرج من منزله یرید المسجد أو یرید الحاجة فیلقاه رجل ویستعقبه فیضربه ویأخذ ثوبه، قال: ای شیء یعول فیه من قبلکم، قلت: یقولون هذه دعارة معلنة وانما المحارب فی قری مشرکة، فقال ایهما اعظم حرمة

لہ تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ

دار الاسلام ؟ أو دار الشرك ؟ قال فقلت دار الاسلام فقال هؤلاء من اهل هذه الآية " انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله " الى آخر الآية [1]

• سورہ بن کلیب کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک آدمی اپنے گھر سے مسجد جانے کے لئے یا کسی کام سے نکلتا ہے، ایک شخص اس کے پیچھے سے یا سامنے سے آکر اس پر حملہ کرتا ہے، اسے مارتا ہے اور اس کے کپڑے چھین لیتا ہے ..... ؟ آپ نے فرمایا جو لوگ تمہارے گرد و پیش ہیں وہ اس بارے میں کہتے ہیں ؟ ! میں نے کہا وہ کہتے ہیں یہ کھلی ہوئی خباثت ہے، محارب تو مشرکوں کی آبادی میں ہنگامہ کرنے والا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دار الاسلام کی حرمت زیادہ ہے یا دار الشرک کی ہے میں نے کہا " دار الاسلام " کی ! تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ یعنی شہروں میں قانون سے کھیلنے والے، لوٹ مار مچانے والے سماج دشمن عناصر اس آیت " انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله " کے اہل ہیں " اس حدیث سے بجمال وضاحت یہ ظاہر ہو گیا کہ شہروں میں ہتھیار بند ہو کر لوٹ مار کرنے والے " محارب " ہیں، راستوں یا دریاؤں وغیرہ کی قید بے معنی ہے۔

محارب کی سزا

محارب کی سزا کے تعلق میں امام علی رضا علیہ السلام نے جو وضاحت فرمائی ہے وہ جناب اسحاق مدائنی کی زبانی اس طرح سے ہے :

قال سئل عن قول الله عز وجل، انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله الآية فما الذي اذا فعله استوجب واحدة من هذه الاربعة ؟ فقال عليه السلام : اذا حارب الله ورسوله وسعى في الارض فسادا فقتل،

---

[1] وسائل الشيعہ ج ۱۸، ص ۵۳۵ تا ۵۳۶

قتل به ۔ وان قتل واخذ المال، قتل وصلب وان اخذ المال ولم یقتل قطعت یده و رجله من خلاف ۔ وإن شهر السیف فی محارب اللّٰه و رسوله وسعی فی الارض فساداً ولم یقتل ولم یأخذ المال نفی من الارض [1]

۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے قول خدا انما جزآء الذین یحاربون اللّٰه و رسوله کے متعلق پوچھا گیا کہ جب محارب ارتکاب جرم کرے تو آیت میں مذکور چار سزاؤں میں سے کونسی سزا تجویز کی جائے گی ؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص اللّٰہ و رسول کے قانون کو ہاتھ میں لے اور زمین میں فساد برپا کرے اور کسی کو قتل کردے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور قتل کرے اور مال بھی چھینے تو اس کو قتل کیا جائے گا اور سولی دی جائے گی اور اگر صرف مال چھینا ہے قتل نہیں کیا تو اس کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹے جائیں گے اور اگر ہتھیار بند ہو کر اللّٰہ اور رسول کے قانون کو کھلونا بنانے کی کوشش کی اور امن عامہ میں خلل ڈالا مگر قتل نہ کیا اور نہ مال چھینا تو اس کو شہر بدر کر دیا جائے گا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی زیر بحث آیت کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا:

او اقتل ولم یحارب ولم یأخذ المال قتل، و اذا حارب وقتل، قتل وصلب فاذا حارب واخذ المال ولم یقتل قطعت یده و رجله فی المحارب ولم یقتل ولم یأخذ المال، نفی [2] (امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر قانون شکن نے قتل کیا ہے اور مال نہیں چھینا تو قتل کیا جائے گا اور اگر ہتھیار بند ہو کر ڈرایا دھمکایا ہے اور قتل کیا ہے تو قتل کیا جائے گا اور سولی بھی دی جائے گی اور اگر قتل نہیں

---

[1] تفسیر المیزان ج ۵ ص ۳۴۱ [2] من لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۳۴، فروع کافی ج ۷، ص ۲۴۶،

کیا ہے صرف مال چھینا ہے تو اس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر ہتھیار بند ہو کر امن عامہ میں خلل ڈالتا رہا ہے اور لوگوں کو ڈراتا دھمکاتا رہا ہے تو اس کو خارج البلد کیا جائے گا۔"

"محارب" کی سزا کے سلسلے میں قاضی اور حاکم کو اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق چاروں سزاؤں میں سے کوئی مناسب سزا دے دے۔ چنانچہ جمیل بن درّاج کہتے ہیں کہ: سئلت أبا عبد الله علیه السلام عن قول الله عز وجل انما جزاء الذین یحاربون الله و رسوله الآیة فقلت: الی متی علیهم من هذا الحد و التقی سمی الله، فان ذلک الی الامام ان شاء قطع و ان شاء صلب و ان شاء قتل و ان شاء نفی (۱) میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا انما جزآء الذین یحاربون الله و رسوله کے بارے میں پوچھا اور عرض کیا کہ جو سزائیں خداوند عالم نے مقرر فرمائی ہیں ان میں سے محارب کو کونسی سزا دی جائے گی، تو آپ نے فرمایا: یہ امام کا اختیار ہے چاہے تو ہاتھ پیر کاٹ دے، چاہے سولی دے دے اور مناسب سمجھے تو قتل کر دے یا جلاوطنی کا حکم دے دے۔

آیۃ اللہ جناب خمینی مدظلہ نے محارب کی سزا کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے:

الاقوی فی حد تخییر الحاکم بین القتل والصلب والقطع من خلاف والنفی ولا بعد ان یکون الاولی له ان یلاحظ الخصوصیة و یختار ما یناسبها فلو قتل اختار القتل او الصلب ولو اخذ المال اختار القطع ولو شهر بالسیف واخاف فقط اختار النفی (۲)

---

(۱) تہذیب الاحکام ج ۱۰ ص ۱۳۶، الاستبصار ج ۴ ص ۲۵۶، فروع کافی ج ۷، ص ۲۴۶

(۲) تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۲۳

"محارب کی سزا کے تعلق میں حاکم کو اختیار ہے کہ مناسب سمجھے تو قتل کر دے یا سولی پر لٹکا دے یا داہنا ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ دے یا جلا وطن کر دے اور حاکم کے لئے مناسب اور افضل یہ ہے کہ وہ جرم کی نوعیت اور کیفیت پر نظر ڈالے اور جرم کی مناسبت سے سزا تجویز کر دے، پس اگر محارب نے قتل کیا ہے تو قتل کر دے یا سولی پر لٹکا دے اور اگر مال چھینا ہے تو ہاتھ پیر کاٹ دے اور اگر ہتھیار بند ہو کر عوام کو خوفزدہ کرتا رہا ہے تو شہر بدر کر دے۔"

آیت اللہ العظمیٰ سرکار ابوالقاسم الخوئی دامت علالہ نے اسی طرح افادہ فرمایا ہے [1]

سولی کے احکام

اگر ڈاکو اور رہزن کو سولی دی جائے تو اس کو تین دن سے زیادہ سولی پر نہیں رکھا جا سکتا، چوتھے دن اس کو سولی سے اتار کر غسل و کفن اور نماز کے بعد دفن کر دیا جائے گا۔ دراصل سولی کا مقصد تو یہی ہے کہ معاشرے کے بدنفس اور شورہ پشت لوگ اس منظر سے عبرت حاصل کریں اور اگر ارتکاب جرم کا خیال دل و دماغ کے کسی گوشے میں موجود ہو تو اس عبرت خیز منظر کے ملاحظے سے عواقب اور نتائج کے پیش نظر ختم ہو جائے اور یہ مقصد تین دن میں بدرجہ اتم پورا ہو سکتا ہے کہ گرد و پیش اور دور و نزدیک کے لوگ ارتکاب جرم کے وبال اور نتیجہ کو دیکھ سکتے ہیں۔

قال الصادق علیہ السلام المصلوب ینزل عن الخشبۃ بعد ثلاثۃ ایام ویغسل ویدفن ولا یجوز صلبہ اکثر من ثلاثۃ ایام وفی روایۃ السکونی عن جعفر بن محمد عن ابیہ علیہم السلام ان علیا علیہ السلام صلب رجلا بحضرۃ ثلاثۃ ایام ثم انزلہ

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج ج اوّل ص ۳۱۳

یوم الرابع فصلی علیہ و دفنہ (۱) امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ مصلوب سولی سے تین دن کے بعد اتار لیا جائے گا اور غسل دیا جائے گا اور دفن کر دیا جائے گا اور تین دن سے زیادہ سولی پر چڑھائے رکھنا جائز نہیں ہے اور سکونی کی روایت میں امام جعفر صادق اور امام محمد باقر علیہما السلام کا ارشاد بیان کیا گیا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ایک شخص کو "حیرہ" میں تین دن تک سولی پر چڑھائے رکھا پھر جب تیسرے دن اسے اتارا، اس پر نماز پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بھی بیان فرمائی ہے کہ: لا تدعوا المصلوب بعد ثلاثة ایام حتی ینزل ویدفن (۲) "جس شخص کو سولی دی گئی ہے اسے تین دن کے بعد سولی پر نہیں رکھا جائے گا بلکہ اتار کر دفن کر دیا جائے گا"۔ علامہ قزوینی نے احادیث معصوم کا مفہوم ان لفظوں میں ادا فرمایا ہے: لا یترک المصلوب علی خشبة صلبہ زیادة علی ثلاثة ایام بل ینزل بعدھا ویجری علیہ احکام الاموات ان کان مسلما (۳) مصلوب کو سولی پر تین دن سے زیادہ نہیں رکھا جائے گا بلکہ تین دن کے بعد اسے اتار لیا جائے گا۔ اور اگر مسلمان ہو تو مُردوں کے احکام اس پر جاری کئے جائیں گے۔ آیۃ اللہ العظمیٰ سرکار خوئی اور آیۃ اللہ خمینی نے تبعیر الفاظ یہی کچھ افادہ فرمایا ہے (۴)

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۴ صـ ۸، فروع کافی ج ۷ صـ ۲۴۶ و وسائل الشیعہ ج ۱۸ صـ ۵۴۱، (۲) وسائل الشیعہ ج ۱۸ صـ ۵۴۱، (۳) الشیعہ فی عقائدھا واحکامھم صـ ۲۳۴
(۴) مبانی تکملہ منہاج ج اول صـ ۳۳۰، تحریر الوسیلہ ج ۲ صـ ۶۲۳

محاربین کی جلاوطنی

جیسا کہ قرآن کریم کی آیت میں واضح طور پر کہا گیا ہے اور آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ جو ڈاکو قتل اور لوٹ مار کا ارتکاب نہ کریں صرف، من عامہ میں خلل ڈالتے رہیں اور ہتھیار بند ہو کر عوام میں خوف و ہراس پیدا کرتے رہیں تو یہ شر پسند عناصر شہر بدر کئے جائیں گے۔ قرآن کریم کے حکم میں کوئی خفا نہیں ہے۔ "نفی" کا تعدیہ "من" سے کیا گیا ہے جس کے معنی لغت اور عرف میں خارج البلد کرنے کے ہیں۔ جہاں تک اُمت مسلمہ کے اساطین کا تعلق ہے کم و بیش سب نے "اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ" کا ترجمہ "اخراج بلد" کیا ہے اور ایک حد تک اس معنی پر اجماع کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔ جناب محمود الحسن دیوبندی نے "اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ" کا ترجمہ فرمایا ہے: "یا دور کر دیئے جاویں اس جگہ سے" مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے، کہیں اور لے جا کر قید کر دیں۔ کما ھو مذہب امام ابو حنیفہ (۱) مولانا شبیر احمد عثمانی کا یہ فرمان کہ ڈاکو کو کہیں اور لے جا کر قید کر دیا جائے ترجمہ نہیں تفسیر ہے اور تفسیر بھی بلا دلیل صرف اس لئے کہ امام ابو حنیفہ نے اس رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ جناب مولانا اشرف علی تھانوی نے "اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ" کا ترجمہ "یا زمین پر سے نکال دیئے جائیں" کیا ہے (۲) مولانا شاہ رفیع الدین نے اس آیت کا ترجمہ فرمایا ہے: "یا کھوئے جاویں زمین سے یعنی قید رکھے جاویں" (۳) لفظ یعنی اس بات کی دلیل ہے کہ "قید رکھے جاویں" کا جملہ تعبیری ہے جو قیاس کی کرشمہ سازی ہے۔ مولانا فتح محمد خان جالندھری نے اس کا ترجمہ "یا ملک سے نکال دیئے جائیں" کیا ہے (۴) مولانا مفتی احمد رضا خان بریلوی نے اس کا ترجمہ کیا ہے "یا زمین سے دور کر دیئے جائیں" (۵) مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلوی نے اس کا ترجمہ یوں فرمایا ہے:

۱۔ القرآن ص ۱۹۷، ۲۔ القرآن ص ۱۰۱، ۳۔ ترجمۃ القرآن ص ۱۳۶
۴۔ ترجمۃ القرآن ص ۲۹۔ ۵۔ القرآن ص ۱۶۲

• یا دور کر دیں اس ملک سے (۱) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے مذکورہ آیت کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے "یا وہ جلا وطن کر دیے جائیں" (۲) جناب پیر محمد کرم شاہ نے ترجمہ فرمایا ہے "یا جلا وطن کر دیئے جائیں۔ تفسیری نوٹ میں پیر صاحب فرماتے ہیں "محاربین جن کی سزائیں یہاں بیان کی گئی ہیں (وہ کون ہیں) ان کے متعلق فقہاء کرام نے کہا ہے کہ جن میں یہ تین شرطیں پائی جائیں وہ محارب ہیں۔

(۱) وہ ہتھیار تلوار، نیزہ وغیرہ ہتھیاروں سے مسلح ہوں۔

(۲) آبادی سے راستے یا صحرا میں وہ راہزنی یا ڈاکے کا ارتکاب کریں۔ لیکن امام شافعی اور امام لیث رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہر میں ڈاکہ ڈالنے والے بھی محارب کہلائیں گے اور انہی سزاؤں کے مستحق ہوں گے

(۳) وہ چھپ کر نہیں بلکہ برملا حملہ آور ہو کر لوٹ مار کریں (۳)۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے "او ینفوا من الارض" کا ترجمہ کیا ہے "یا وہ ملک سے نکال دیئے جائیں"۔ اور تفسیری وضاحت میں فرمایا ہے "ملک سے نکال دیئے جانے سے مراد ایک تو جلا وطنی ہے دوسرے یہ کہ محرم ملک میں آزادانہ چلتے پھرتے نہ پائیں ان کی آزادی سلب کر لی جائے اور وہ قید خانے میں بند کر دیئے جائیں فقہاء حنفیہ نے آخری معنی اختیار کیے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جلا وطنی کی صورت میں مجرم یا تو کسی دوسرے اسلامی شہر میں چلا جائے گا تو وہاں جا کر فتنہ و فساد کا باعث بنے گا یا اگر دار الحرب چلا گیا تو وہاں دشمنان اسلام کی تقویت کا سبب بن جائے گا۔ اس لئے یہاں مراد حبس اور قید ہی ہے" (۴)

• ترجمان القرآن" کے سابق نگار نے بھی اسی قسم کا دلچسپ افادہ فرمایا ہے۔ اگر مجرم سے

---

(۱) قرآن مجید ۱۹۴ (۲) تفہیم القرآن ج اول ص ۴۶۵

(۳) ضیاء القرآن ج اول ص ۴۶۲ (۴) ترجمہ قرآن ص ۲۵

صرف ڈرانے اور دھمکانے پر اکتفا کیا جو تو اس کو پکڑنے کے بعد قید کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ سچی توبہ کرے یا مر جائے۔ سچی توبہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس سے نیک بن جانے کی علامات ظاہر ہوں۔ اس سزا کی بنیاد قرآن کریم کی آیت "او ینفوا من الارض" پر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قطع الطریق کے مجرم کو زمین سے نکال دیا جائے۔ زمین سے نکالنے کا مفہوم کیا ہے۔ بعض کے نزدیک مجرمین کو دارالاسلام سے نکالنا ہے، بعض کہتے ہیں کہ جس مقام پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہاں سے مجرمین کو نکالنا ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قسم کے معاملات میں یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اگر مجرم کو ارتکاب جرم کے علاقے سے نکال کر دوسرے شہروں میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ وہاں کے لوگوں کو ستائے گا۔ اس لئے ایسے لوگوں کو قید خانے میں بند کر دینا چاہیئے یہی زمین سے نکالنا ہے امام ابو حنیفہ نے اسی مسلک کو اختیار فرمایا ہے۔ (۱)

ان دونوں بیانوں میں قیاس و رقیاس کی کارفرمائی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے "نفی من الارض" کے معنی "قید" محاورۂ عرب اور لغت قرآن کے خلاف ہیں۔ قرآن مجید مسلمہ طور پر بلیغ ترین کتاب ہے۔ مسلمانوں کا تو ذکر کیا ہے مشرکوں اور دہریوں نے بھی اس کی بلاغت کا لوہا مانا ہے۔ "کلام بلیغ" اس کلام کو کہتے ہیں جس کا مفہوم سمجھنے میں سامع اور مخاطب تصلب کا شکار نہ ہو اور وہ بآسانی متکلم کے مفہوم کو سمجھ جائے۔ معانی و بیان کی کتابیں موجود ہیں۔ مختصر المعانی، مطول حتی کہ دروس، بدیعہ میں اور فارسی، اردو کی اس موضوع سے متعلق تالیفات میں اس حقیقت کو دیکھا جا سکتا ہے بلاغت قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ "نفی من الارض" سے شہر بدری سمجھی جائے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو حنیفہ کے علاوہ ہر زمانے کے علماء نے دار الاسلام کے کسی فرقے سے تعلق

---

(۱) ترجمان القرآن، جلد ۱۰، اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۳۰۳

رکھتے ہوں یہی مطلب سمجھا ہے۔ اگر محارب کو قید کرنا مطلوب خداوندی ہوتا تو
اور جس کے مشتقات کو آسانی سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لفظ "نفی"
کا انتخاب خود اس حقیقت کی واضح دلیل ہے کہ یہاں اخراج عن البلد مراد ہے۔
قید خانے میں ڈالے کے بعد بھی توبہ کی علامتوں کا ظہور اور احساس بھی بڑا
دلچسپ ہے سلب اختیار کے بعد نیک عمل کا ادراک، قیاس ہی کی عجیب انگیزی ہے!
دنیا جانتی ہے کہ قید خانے میں بڑے سے بڑا بدمعاش بھی نیک بننے کی کوشش کرتا
ہے۔ سچی توبہ کا احساس و ادراک صرف شہر بدر کرنے سے ہی ہو سکتا ہے کہ انسان
اپنے افعال میں مختار رہتا ہے۔ یہ پٹائی کہاں سے لگائی گئی ہے ... ؟ یہ بھی سمجھ
میں آنے والی بات نہیں ہے۔ خارج البلد ہونے کی صورت میں مزید فساد کرنے کا امکان
بھی محض قیاس کا کرشمہ ہے اس لئے کہ شہر بدری بے نتھے بیل کی طرح نہیں کی جائے گی۔
بلکہ ضوابط اور قواعد پر عمل کیا جائے گا جن کی تفصیل مناسب مرحلے پر آ رہی ہے۔
حضرت عمرؓ کا حوالہ بے بنیاد معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ارشاد کے سلسلے میں کسی
کتاب کی طرف رہنمائی نہیں کی گئی ہے جس سے انسانے اور حقیقت کا تجزیہ کیا جا سکے تاہم
یہ مسلم ہے کہ حضرت عمرؓ احکام اسلام سے مکمل طور پر واقف نہ تھے اور وہ اپنی کمزوری کے
تعلق میں اپنے معاشرتی اور سیاسی مرتبے کو آڑے نہیں آنے دیتے تھے بلکہ اخلاقی جرأت
کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ "دینی مسائل تو پردہ نشین عورتیں بھی عمرؓ سے
زیادہ جانتی ہیں"۔ آپ عام طور سے دینی احکام کے تعلق میں اصحاب کرام خصوصاً حضرت
علی علیہ السلام سے دریافت حقیقت کیا کرتے تھے اور اگر حضرت علی علیہ السلام سے پوچھے بغیر
کوئی حد حکم دے دیا تو امیر المومنین علیہ السلام اس کی اصلاح فرما دیا کرتے تھے جس پر
حضرت عمرؓ شکریہ ادا کرتے تھے۔ تاریخ اسلام میں یہ ریکارڈ موجود ہے کہ حضرت عمرؓ نے
کئی مرحلوں پر فرمایا: "لولا علی لھلک عمر" اور یہ بھی فرمایا کہ "خدا مجھے اس

دن کے لئے نہ رکھے جس دن کوئی مشکل مسئلہ پیش آئے اور ابوالحسنؑ اس کے حل کرنے کے لئے موجود نہ ہوں۔ خود چور کی سزا کا علم حضرت عمرؓ کو نہیں تھا جیسا کہ ترجمان القرآن کے مقالہ نگار نے "مرقاۃ المفاتیح ج ۷، ص۱۱" کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارق کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو سب نے حضرت علیؑ کے قول پر اجماع کیا (الخ) ظاہر ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کو سارق کی سزا کی تفصیل معلوم ہوتی تو صحابہ کرام سے مشورہ کیوں فرماتے ..... ؟ صحابہ کرامؓ نے بھی حضرت علی علیہ السلام سے ہی چور کی سزا کا علم حاصل کر کے اس پر اجماع کر لیا اس صورت حالات میں حضرت عمر کا "منفی" کے معنی جس کرنا محض الحاق معلوم ہوتا ہے۔ (حضرت علی علیہ السلام نے اپنے زمانے میں اس قسم کے محارب کو جلاوطنی کی سزا دی ہے) اگر حضرت عمر اپنے زمانے میں قید کی سزا دیتے تو یہ ممکن تھا کہ حضرت علی علیہ السلام نہ روکتے اور نہ ٹوکتے اور اگر روکا ٹوکا نہیں تھا تو یہ ممکن تھا کہ ایسے شخص کو اپنے زمانے میں خارج البلد کرتے ..... !! حضرت عمرؓ کا احکام اسلام سے واقف نہ ہونا تعجب انگیز بات نہیں ہے اس لئے کہ حضرت عمرؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جبکہ مدینے میں ہوا کرتے تھے ایک دن کا ناغہ دے کر آیا کرتے تھے۔ اصل میں آپ نے اپنے دینی بھائی سے یہ طے کر لیا تھا کہ ایک دن وہ دربار رسالت میں جائیں گے اور ایک دن خود حضرت عمرؓ، اس کے علاوہ آپ کاروبار کے سلسلہ میں اکثر مدینے سے باہر رہتے تھے، شادی بیاہ اور مرنے جینے کی معروفیتیں بھی ہوتی تھیں اور جب دربار رسالت میں حاضر ہوتے تھے تو مسئلہ مسائل پوچھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زحمت دینا مناسب نہیں سمجھتے تھے جہاں تک حضرت علی علیہ السلام کا تعلق ہے وہ مستقل طور پر

لہ ترجمان القرآن بابت ماہ فروری ۱۹۷۸ء ص۱۲۔

رسول اللہ کے ذہن کا جیتا جاگتا مرقع تھے۔ کم و بیش ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور احکام اسلام پوچھتے رہتے تھے، اگر کبھی حضرت علی علیہ السلام خاموش رہتے تو خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتلانا شروع کر دیتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ذقنی رسول اللہ ذقناً یعنی مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقائق دینیہ بعینہٖ منتقل فرما دیئے تھے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" کہہ کر اعلان فرما دیا کہ میرے ذہن کا ظہور اور اس کا حصول حضرت علی علیہ السلام کی معرفت ہی ممکن ہے۔ احکام اسلام پر امیر المومنین علیہ السلام کی کامل گرفت کا اعلان شارع اسلام نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ اقضاکم علی معتقدین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرکاء میں حضرت علی علیہ السلام سب سے بڑے قاضی ہیں یعنی احکام اسلام کی روح اور اس کی عملی شکلوں کو رسول اللہ کے اعتماد اور بھروسے کے مطابق جانتے ہیں، لہٰذا جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے دور اقتدار میں جلاوطنی کی سزا دی ہے تو "حبس و قید" معنی قرار دینا قیاس محض ہے اور کسی مجتہد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دور رسول و اصحاب رسول گزر جانے کے برسوں بعد "نفی سے" حبس و قید" مراد لے جس کی تائید مسلمانوں کا کوئی فقہی اسکول نہیں کرتا ..... ہمارے زمانے میں صرف وہ لوگ تائید فرما سکتے ہیں جو اندھی تقلید کی بیماری میں مبتلا ہیں اور وہ ذہنی بخار کا شکار ہو چکے ہیں۔ بہر حال "او ینفوا من الارض" کے معنی جلاوطنی اتنے واضح ہیں کہ "حبس و قید" مراد لینے والے بھی ترجمے میں "جلاوطنی" کا لفظ استعمال کرنے پر مجبور ہوئے ہیں علامہ سیوطی نے اعادہ فرمایا ہے: واخرج ابن جریر عن سعید بن جبیر فی الآیۃ (انما یحاربون اللہ و رسولہ الآیۃ) قال من احاو سبل

المومنین نفی من بلد إلی غیرہ (۱) "سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کی گزرگاہوں میں امن وامان کا سوال پیدا کردیں ان کو اس شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکال دیا جائے گا۔ ومن اخاف (۲) ولم یاخذ المال نفی من الارض وھذا قول الاکثرین من العلماء وھو مذھب الشافعی" اور راستوں کو خطرناک بنادے اور لوٹ مار نہ کرے تو اس سرزمین سے نکال دیا جائے گا اور یہ قول علماء کی اکثریت کا ہے اور جناب شافعیؒ کا مختار ہے"

علامہ جار اللہ زمخشری فرماتے ہیں:

اوینفوا من الارض، والنفی، الحبس عند ابی حنیفہ وعند الشافعی النفی من بلد إلی بلد وکانوا ینفونھم إلی "دھلک" وھو بلد فی اقصی تھامۃ و"ناصع" وھو بلد من بلاد الحبشۃ (۳) "ابو حنیفہؒ کے نزدیک "نفی" کے معنی قید ہیں اور شافعیؒ کے نزدیک نفی کے معنی ہیں "شہر بدر کر دینا" اور حکام اور خلفاء اس قسم کے مجرموں کو "دھلک" بھیج دیا کرتے تھے جو تہامہ کے دور افتادہ علاقے میں ہے اور کبھی "ناصع" بھیج دیا کرتے تھے جو حبشہ کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔

اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ جناب ابوحنیفہ کی رائے پر کوئی عمل نہیں کیا کرتا تھا بلکہ مفاد قرآن کے مطابق صاحبان اقتدار مجرموں کو خارج البلد کردیا کرتے تھے۔

قال سعید بن جبیر وابو الشعثاء والحسن والزھری والضحاک ومقاتل بن حیان انہ ینفی ولا یخرج من ارض الاسلام إلی ان قال

---

(۱) الدر المنثور ج ۲ ص ۲۷۹ (۲) تفسیر کبیر رازی ج ۱۱ ص ۲۱۶
(۳) تفسیر کشاف ج ۱ ص ۴۵۵

واختار ابن جریر ان المراد بالنفی ھھنا ان یخرج من بلدہ الی بلد اخر ویسجن فیہ [1] سعید بن جبیر، ابو الشعثاء، حسن زہری، ضحاک اور مقاتل نے کہا ہے کہ مجرم کو خارج البلد کیا جائے گا لیکن مسلمانوں کے علاقے سے باہر نہیں نکلنے دیا جائے گا اور ابن جریر نے "ینفوا من الارض" کے معنی یہ فرماتے ہیں کہ وہ شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکال دیا جائے گا اور وہاں قید کر دیا جائے گا۔

جناب عبد اللہ بن عمر البیضاوی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے

"او ینفوا من الارض" ینفوا من بلد الی بلد بحیث لا یمکنون من التصرف فی موضع ان اقتصر ف علی الاخافۃ [2] "خوفزدہ کرنے والے مجرموں کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف اس طرح خارج کیا جائے گا کہ وہ کہیں ٹھہر نہ سکیں"

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

المراد بالنفی عندنا ھو الحبس او السجن وعند الشافعی علیہ الرحمۃ المراد بہ النفی من بلد الی بلد ولا یزال یطلب ویھرب فرقا الی ان یتوب ویرجع وبہ قال ابن عباس والحسن والسدی رضی اللہ تعالیٰ عنھم وابن جبیر وغیرھم [3] "نفی سے مراد ہمارے نزدیک قید و بند ہے اور شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک نفی کے معنی یہ ہیں کہ مجرم کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکالا جائے گا اور برابر اس کی دیکھ بھال رکھی جائے گی اور وہ ڈر کے مارے بھاگتا پھرے گا یہاں تک کہ توبہ کرے اور واپس بلا لیا جائے۔ اور یہی کچھ حسن، ابن عباس، سدی، ابن جبیر وغیرہ

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۱۱ [2] تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۲۶۳ [3] تفسیر روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۶

سے فرمایا ہے ؛

مذکورہ تفصیل سے یہ محسوس و مشاہد ہے کہ نفی کے حقیقی معنی "خارج البلد" کرنا ہیں۔ آیئے اس سلسلہ میں اہل بیت کے نقطۂ نظر کو بھی دیکھ لیں :

جناب اسحاق مدائنی سے حضرت امام رضا علیہ السلام کا ارشاد اس طرح بیان کیا ہے :

فان شهر السيف فحارب الله ورسوله وسعى فى الارض فسادا ولم يقتل ولم ياخذ المال نفى من الارض ؛ فقلت. كيف ينفى ؟ وما حد نفيه ؟ قال ينفى من المصر الذى فعل فيه ما فعل الى مصر غيره ويكتب الى اهل ذلك المصر انه منفى فلا تخالسوه ولا تبايعوه ولا تناكحوه ولا تواكلوه ولا تشاربوه فيفعل ذلك به سنة فان خرج من ذلك المصر الى غيره كتب الينا فعلنا بمثل ذلك حتى تمت سنة ؛ قلت. فان توجه الى ارض الشرك ليدخلها ؟ قال ان توجه الى ارض الشرك ليدخلها قوتل اهلها۔[1] "اگر کسی نے ہتھیار بند ہو کر قانون خدا و رسول کو ہاتھ میں لیا اور زمین میں فساد برپا کیا، تاہم نہ کسی کو قتل کیا، نہ کسی کا مال لوٹا تو اس کو اس سرزمین سے نکال دیا جائے گا۔ راوی نے پوچھا وہ کس طرح خارج البلد کیا جائے گا اور شہر بدری کی کیفیت کیا ہوگی ؟ امام نے فرمایا جس شہر میں ارتکاب جرم کیا ہے وہاں سے کسی دوسرے شہر کی طرف نکالا جائے گا اور اس شہر والوں کو لکھ دیا جائے گا کہ فلاں شخص خارج البلد ہے تو تم اس سے نہ میل ملاقات کرو، نہ اس سے خرید و فروخت کرو، نہ اس سے رشتہ جوڑو اور نہ اس کے ساتھ کھاؤ نہ پیو۔ یہ طرز عمل ایک سال تک جاری رہنا چاہیئے پس اگر وہ اس شہر سے نکل کر کسی دوسرے شہر کی طرف چلا جائے تو اس شہر کے باشندوں کو بھی مذکورہ تفصیلات

---

[1] تفسیر المیزان ج ۵ ص ۳۵۹

لکھدی جائیں یہاں تک کہ سال پورا ہو جائے۔ راوی نے عرض کیا کہ اگر وہ مشرکوں کے علاقے میں جانے کی کوشش کرے تو ..... امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر وہ مشرکوں کے علاقے میں داخل ہو جائے تو مشرکوں سے جنگ کی جائے گی۔

علامہ محسن فیض کاشانی نے مذکورہ حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مشرکوں سے جنگ اس صورت میں کی جائے گی کہ وہ محارب کو سرپرستی اور تحفظ دیں اور اسے مسلمانوں کے حوالے نہ کریں۔

انما القاتل اهلها اذا ارادوا استلحاقه الى الصنم وأبوا أن يسلموه الى المسلمين ليقتلوه وهذا معنى قوتل أهلها"[1] ظاہر ہے کہ اس صورت حالات میں مشرکوں کا یہ عمل اعلان جنگ قرار پا جائے گا۔

"او ینفوا من الارض" کی توضیح کے تعلق میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد اس طرح نقل کیا گیا ہے:

و ان حارب الله وسعى في الارض فسادا ولم يقتل ولم يأخذ من المال (يعني من الارض) قال قلت: وما حد نفيه؟ قال سنة ينفى من الارض التي فعل فيها الى غيرها ثم يكتب الى ذلك المصر انه منفي فلا تواكلوه ولا تشاربوه ولا تناكحوه حتى يخرج الى غيره فيكتب اليه ايضا مثل ذلك فلا يزال هذه حاله سنة فان فعل به ذلك تاب وهو صاغر"[2] اگر کوئی اللہ و رسول کے قانون کو ہاتھ میں لے اور زمین میں فساد برپا کرے مگر نہ تو قتل کرے اور نہ مال چھینے تو اس کو شہر بدر کیا جائے گا۔ راوی کہتا ہے میں نے پوچھا شہر بدری کی تفصیلات کیا ہوں گی؟

---

[1] تفسیر صافی ج ۱ صفحہ ۴۴۲ ج ۴ صفحہ ۲۵۶۔

[2] تہذیب الاحکام ج ۱۰ حدیث ۱۲ و سبقا

فرمایا: جس علاقے میں اس نے یہ حرکت کی ہے اس سے دوسرے شہر کی طرف نکال دیا جائے گا اور اس شہر کے باشندوں کو لکھ دیا جائے گا کہ فلاں شخص خارج البلد ہے نہ اس کے ساتھ کھاؤ، نہ پیو اور نہ شادی بیاہ کرو یہاں تک کہ وہ دوسرے شہر کی طرف نکال دیا جائے تو اس دوسرے شہر والوں کو بھی ایسا ہی کچھ لکھ دیا جائے۔ یہ صورتحال اس کے لئے ایک سال تک رہے گی اور جب یہ طرز عمل اس کے ساتھ رکھا جائے گا تو وہ معاشرہ میں ذلیل و رسوا ہو کر توبہ کرے گا۔[1]

حضرت امام رضا علیہ السلام کا ارشاد گرامی اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

یفعل ذلک سنۃ فانہ سیتوب قبل ذلک وھو صاغر قلت: فان ام ارض السرک یدخلھا؟ قال یقتل۔[2] خارج البلد محارب کے ساتھ مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کا سلسلہ ایک سال تک جاری رکھا جائیگا۔ توقع کی جاتی ہے کہ وہ معاشرے میں ذلیل ہو کر توبہ کرے گا۔ راوی نے عرض کیا اگر وہ سرزمین شرک میں داخل ہونے کا ارادہ کرے؟ آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دیا جائیگا۔

علامہ محمد حسین طباطبائی نے اپنی تفسیر المیزان میں نفی کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے: واما قولہ "او ینفوا من الارض" ھو الطرد والتغریب وفسر فی السنۃ بطردہ من بلد الی بلد۔[3] اور ارشاد خداوندی "او ینفوا من الارض" کے معنی میں شہر بدری اور جلاوطنی اور حدیث معصوم میں شہر بدری کی تفصیل ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکالنے کی گئی ہے۔

---

[1] تہذیب الاحکام ج ۱۰ ص ۱۳۳، فروع کافی ج ۷، ص ۲۴۶

[2] المیزان ج ۵ ص ۳۵۵

سرکار آیۃ اللہ خمینی نے ارشادات صاحبان عصمت سے استنباط کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اذا نفی المحارب عن بلدہ إلی بلد آخر یکتب الوالی إلی کل بلد یؤدی الیہ بالمنع عن مواکلتہ و معاشرتہ ومبایعتہ ومناکحتہ ومشاورتہ والاحوط ان لا یکون أقل من سنۃ وان تاب ولو لم یتب استمر النفی إلی ان یتوب ولو اراد بلاد الشرک یمنع منہا، قالوا وإن مکنوہ من دخولہا قوتلوا حتی یخرجوہ [1]

"جب ڈاکو کو اپنے شہر سے دوسرے شہر کی طرف دیس نکالا دیا جائے گا تو اس شہر کا حاکم دوسرے تمام شہروں کے حکام کو لکھے گا کہ مجرم کے ساتھ نہ کوئی کھائے پیئے، نہ ملے جلے، نہ خرید و فروخت کرے، نہ شادی بیاہ کرے اور نہ رائے مشورہ میں شامل کرے۔ اور افضل یہ ہے کہ یہ طرز عمل ایک سال تک جاری رکھا جائے اگرچہ وہ توبہ ہی کیوں نہ کرے، اور اگر توبہ نہ کرے تو جلا وطنی وقوع توبہ تک جاری رہے گی (یعنی ایک سال کے ختم ہونے کے بعد جب بھی توبہ کرے گا جلا وطنی کا حکم ختم کر دیا جائے گا) اور اگر بلاد شرک میں جانے کا ارادہ کرے تو اس کو روکا جائے گا اور فرمایا ہے کہ اگر مشرکین اس کو اپنے شہروں میں داخل ہونے دیں تو ان سے جنگ کی جائے گی یہاں تک کہ وہ اسے نکال باہر کریں"

حضرت آیۃ اللہ العظمی سرکار ابوالقاسم الخوئی نے اپنا استنباط زیر نظر لطیف انداز میں حوالۂ قرطاس کیا ہے:

ینفی المحارب من مصر إلی مصر ومن بلد إلی آخر ولا یسمح لہ بالاستقرار علی وجہ الارض ولا امان لہ ولا یبایع ولا یؤوی ولا

[1] تحریر الوسیلہ ۲۵ ص ۴۷۴

یطعم ولا یتصدق علیہ حتی یموت [1]

"مجرم ایک علاقے سے دوسرے علاقے اور ایک شہر سے دوسرے کی طرف نکالا جائے گا اور اسے کسی سرزمین میں قیام پذیر نہیں ہونے دیا جائے گا، نہ اسے امان دی جائے گی، نہ اس کے ساتھ خرید و فروخت کی جائے گی، نہ پناہ دی جائے گی، نہ کھانے کو دیا جائے گا اور نہ صدقہ خیرات سے اس کی مدد کی جائے گی۔ یہ صورت حالت اس کی موت تک جاری رہے گی۔"

مذکورہ تفاصیل کے مطالعے اور ملاحظے کے بعد ہر باشعور آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ شبہات جو مولانا عبدالماجد دریابادی اور ترجمان القرآن کے مقالہ نگار نے بعض قیاس پسند فقہاء کے حوالے سے تحریر فرمائے ہیں قوت دماغی کا کرشمہ ہے، اس لئے کہ کوئی جلاوطن اپنے متعارف علاقے سے ہٹ کر اور اجنبی شہر میں جا کر ارتکاب جرم نہیں کر سکتا، ارتکاب جرم کے لئے پناہ گاہوں، راستوں اور علاقے کے متعلق عمومی معلومات کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ جب ایسے شخص کے خارج البلد ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا تو کوئی مسلمان اسے تعاون نہیں دے سکتا وہ تالابوں، نہروں اور دریاؤں سے پانی پیئے گا، اور جنگلوں کے پھل پھلاری اور گھاس پھوس کھانے پر مجبور ہوگا اس صورت حالات میں کون ارتکاب جرم کا حوصلہ کر سکتا ہے۔؟

جہاں تک قید کا تعلق ہے تو اسلام نے شاذ و نادر ہی قید کی سزا تجویز فرمائی ہے اور ہمارے زمانے میں تو قید کی سزا جرم کی تربیت گاہ بھیجنا ہے۔ جیل خانوں میں ارتکاب جرم کے بڑے بڑے منصوبے تازہ واردان قید خانہ کو ہر طرح کی رہنمائی مہیا کرتے ہیں اور مجرم سزا کاٹنے کے بعد زیادہ طراری سے ارتکاب جرم کرتا ہے۔

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج ج اول ص ۳۲۲ تا ص ۳۲۳

تلاش بسیار کے بعد بھی کوئی ایسا شخص نہ ملے گا جو ایک دفعہ کی قید و بند کے بعد ترک جرم سے باز رہا ہو بلکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جیل خانے کا ماحول ایک خام کار مجرم کو ماہر مجرم بنا دیتا ہے انسانی فطرت کو خداوند عالم سے بہتر کون جانتا ہے اسی لئے اسلامی سزاؤں میں قید کی سزا شاذ و نادر ہی تجویز ہوئی ہے اور عام طور سے اسلام میں قید کی سزا مجرموں کو دائمی دی جاتی ہے تاکہ وہ جیل ہی میں مرجائیں اور معاشرہ ان کی شرارتوں سے ہر حالت میں محفوظ رہے اس لئے "نفی" کے معنی "حبس و قید" اسلامی قانون سزا کی روح کے منافی ہیں اور اسی لئے فقہاء حنفیہ کے علاوہ پورے عالم اسلام نے "اُو ینفوا من الارض" کے معنی جلا وطنی کئے ہیں کوئی وجہ نہیں ہے کہ عالم اسلام کے متفقہ فیصلے کو نظر انداز کر کے پاکستان میں چند لوگوں کے قیاس کو نافذ اور مسلط کیا جائے۔

محاربت کا ثبوت

جرم کے جرم کا ثبوت اس کے ایک مرتبہ یا زیادہ سے زیادہ دو مرتبہ اقرار سے یا دو عادل گواہوں کی شہادت سے ہو جاتا ہے جرم محاربت میں عورتوں کی شہادت خواہ وہ تنہا گواہی دیں یا مرد کے ساتھ شامل ہوں، نہیں قبول کی جائے گی اور ڈاکوؤں اور رہزنوں کی گواہی بھی ایک دوسرے کے خلاف قابل قبول نہ ہوگی۔

سرکار آیۃ اللہ خمینی نے ارشاد فرمایا ہے:

یثبت المحاربة بالاقرار مرة والاحوط مرتین و بالشهادة عدلین ولا تقبل شهادة النساء منفردات ولا منضمات ولا تقبل شهادة اللصوص والمحاربین بعضهم علی بعض [1]

• محاربت کا ثبوت مجرم کے ایک مرتبہ اقرار سے ہو جاتا ہے جبکہ احوط یہ ہے کہ دو مرتبہ اقرار کرے یا دو عادل گواہوں کی شہادت سے ہوتا ہے اور جرم محاربت

[1] تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۴۳۳

میں عورتوں کی گواہی خواہ وہ تنہا گواہی دیں یا مرد کے ساتھ مل کر، قبول نہیں کی جائیگی۔ اور ڈاکوؤں اور رہزنوں کی گواہی بھی ایک دوسرے کے خلاف قابل قبول نہ ہوگی"

علامہ قزوینی نے فرمایا ہے:

یثبت المحاربۃ باقرارہ مرۃ واحدۃ و بشہادۃ عدلین من الرجال[1]

"محارب ہونے کا ثبوت اس کے ایک دفعہ کے اقرار سے ہو جاتا ہے یا دو عادل مردوں کی گواہی سے"

ڈاکوؤں کو اطلاعات فراہم کرنے والے اور ان کے ساتھیوں کی حفاظت کرنے والے یا ان کو غذا وغیرہ مہیا کرنے والے، ڈاکوؤں کے حکم میں نہیں ہوں گے ان کو دیگر مناسب تعزیری سزائیں دی جائیں گی۔ صاحب "شرائع الاسلام" نے فرمایا ہے:

لا یثبت ھذا الحکم للطلیع و للردء[2] اور صاحب "شرح لمعہ" نے "طلیع" اور "ردء" کی شرح فرماتے ہوئے کہا ہے:

الطلیع للمحاربۃ ھو الذی یرقب لہ من یمر بالطریق فیعلمہ بہ أو یرقب لہ من یخاف علیہ منہ فیحذرہ منہ، والردء بکسر الراء وسکون الدال والھمزۃ وھو المعین لہ فیما یحتاج الیہ[3]

"طلیع" وہ شخص ہے جو لوگوں کے حالات اور قافلوں کی آمد و رفت سے ڈاکوؤں کو آگاہ کرے یا ڈاکوؤں کو جن لوگوں سے خطرہ ہو ان کی نقل و حرکت سے باخبر رکھے۔ اور "ردء" وہ شخص ہے جو ڈاکوؤں کی ضروریات کا بندوبست کرے یعنی غذا وغیرہ مہیا کرے اور ان کے مال کی حفاظت کا فریضہ انجام دے۔

---

[1] الشیعہ فی عقائدھم واحکامھم ص۲۴۲ [2] شرائع الاسلام کتاب الحدود

[3] شرح لمعہ کتاب الحدود۔

سرکار آیۃ اللہ الخمینی مدظلہ نے افادہ فرمایا ہے:

لا یثبت الحکم للطلیع وھو المراقب للقوافل ونحوھا لیخبر رفقاءہ من قطاع الطریق ولا للردء وھو المعین لضبط الاموال [1]

"حکم محاربت مخبر کے لیے ثابت نہیں ہے اور یہ مخبر وہ ہے جو قافلوں وغیرہ کی خبریں اپنے ساتھی ڈاکوؤں کو پہنچائے اور اس شخص کے لئے بھی ثابت نہیں ہے جو ڈاکوؤں کے مال کی حفاظت کرتا ہے"

اس قسم کے لوگ اگر ڈاکہ یا رہزنی میں عملاً شریک ہو جائیں تو محارب کی سزا کے مستحق ہوں گے ورنہ جیسا کہ عرض کیا گیا مناسب تعزیری سزا دی جائے گی۔

ڈاکہ اور رہزنی کی سزا کے لئے مال کا چھینا ضروری نہیں ہے اور اگر مال چھینا گیا ہے تو اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے جیسا کہ محارب کی تعریف سے ظاہر ہے اور ترجمان القرآن کے مقالہ نگار نے بھی ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۵۵، عالمگیری باب قطع الطریق صفحہ ۱۹۱، الشیخ الدوری الاسلامی ج ۲ صفحہ ۶۳۹ کے حوالے سے لکھا ہے:

"ارتکاب جرم کے لئے حصول مال لازم نہیں" [2]

مگر بڑی حیرانی کی بات ہے کہ فاضل مقالہ نگار نے چند سطروں کے بعد حد محارب کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"وہ تمام شرائط پائی جائیں جن کا حد سرقہ میں پایا جانا ضروری ہے یعنی نصاب پورا ہو" [3]

جب محاربت میں اخذ مال شرط ہی نہیں ہے تو نصاب پورا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ..... اگر مال چھینا گیا ہے تو وہ دو آنے کے بقدر ہی کیوں نہ ہو سزا کے لئے کافی ہوگا اور شرع اسلامی کے مطابق ڈاکو کا داہنا ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ دیا جائے گا۔

---

[1] تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۶۲۳ [2] ترجمان القرآن ماہ مارچ ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۵

[3] ترجمان القرآن ماہ مارچ ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۵

سرکار آیۃ اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی دامت ظلہ نے فرمایا ہے:

لا فرق فی المال الذی یاخذہ المحارب بین بلوغہ حد النصاب وعدمہ[1]

"جو مال محارب لوٹے اس میں نصاب اور عدم نصاب کی کوئی شرط نہیں ہے"

صاحب شرائع الاسلام نے فرمایا ہے:

لا یعتبر فی المحارب لخذ النصاب[2]

"محارب کی سزا کے لئے چور کی طرح کوئی نصاب مقرر نہیں ہے"

اگرچہ ترجمان القرآن کے فاضل مقالہ نگار نے وضاحت نہیں فرمائی ہے کہ انہوں نے محاربت میں نصاب سرقہ کو موجب حد کہاں سے قرار دے لیا لیکن جیسا کہ اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے محارب کی سزایابی کے لئے مال چھینا شرط ہی نہیں ہے تو بقدر نصاب کا سوال بے معنی ہے۔

اگر ڈاکو یا راہزن نے کسی قسم کا مال لوٹا ہے تو چور کی طرح محارب سے بھی مال واپس لے کر صاحب مال کو واپس کیا جائے گا، اگر وہ مال ضائع ہو گیا ہو یا اس میں کمی کر دی گئی ہو خواہ یہ حرکت عمداً کی گئی ہو یا اتفاقاً ہو گئی ہو بہر حال اس کا تاوان اور معاوضہ صاحب مال کو دلایا جائے گا۔

علامہ قزوینی نے فرمایا ہے:

علی السارق ان یعید العین المسروق وعلیہ ضمانھا ان تلفت وان نقصت کان علیہ ارش النقصان۔

"جو کچھ کسی نے چرایا یا لوٹا ہے وہ سب کا سب صاحب مال کو واپس کرنا ہوگا اور اگر ضائع ہو جائے تو اس کا پورا کرنا چور کی ذمہ داری ہے۔ اگر کم ہو جائے تو کمی کا معاوضہ دینا اس کا فرض ہے"

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج ج ۱ ص ۳۲۳ [2] شرائع الاسلام کتاب الحدود، جامع المقاصد ج ۲ ص ۳۲۶

سرکار مدینہ اللہ العظمی السید الخوئی نے بھی یہی کچھ ارشاد فرمایا ہے [1]

یاد رہے کہ لوٹے ہوئے اور چوری کئے ہوئے مال کا حکم ایک ہے۔ ترجمان القرآن کے مقالہ نگار نے بدائع الصنائع ج ، صفحہ [2] کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے :

اگر انہوں نے صرف مال لیا ہو اور دیگر کوئی جرم نہ کیا ہو اس صورت میں اگر مال ان کے پاس موجود ہو تو مستغیث کو واپس کیا جائے گا اور اگر ضائع ہو گیا ہو یا انہوں نے ضائع کر دیا ہو تو ان سے تاوان وصول کر کے مستغیث کو دیا جائے گا [3]

امام شافعی کے نزدیک سارق پر ہر حال میں تاوان عائد کیا جائے گا [4]

اس تعلق میں فقہا حنفیہ کا فتویٰ بڑا دلچسپ ہے۔ ترجمان القرآن کے مقالہ نگار فرماتے ہیں :

احناف کے نزدیک سارق پر تاوان لازم نہیں [5] خواہ مال مسروق ضائع ہو گیا ہو یا سارق نے دانستہ ضائع کر دیا ہو۔ اس ارشاد سے پہلے دفعہ [6] کے ذیل میں فرمایا ہے :

حد کے نفاذ کے بعد اگر مال مسروق، سارق کے پاس موجود ہو خواہ کل ہو یا بعض، مسروق منہ کو واپس کیا جائے گا اور وہ کل یا بعض ضائع ہو گیا ہو یا سارق نے ضائع کر دیا ہو خواہ حد کے نفاذ سے پہلے ضائع ہو گیا یا بعد تو ان صورتوں میں سارق پر تاوان عائد نہ ہوگا۔ چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں :

حد کے نفاذ کے بعد اس صورت میں بھی سارق پر تاوان عائد نہ ہوگا جبکہ اس نے مال کے اندر کوئی نقص پیدا کر دیا ہو البتہ مال کو مسروق منہ کے حوالے کیا جائے گا، بشرطیکہ وہ موجود ہو [7]۔ اس طریقہ کار کی جو دلیل عنایت ہوئی ہے وہ بڑی دلچسپ ہے۔

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج ج اول صفحہ ۳، [2] ترجمان القرآن، جلد ۵۰ عدد ۱ صفحہ ۳۹

[3] ترجمان القرآن ۵۰ مارچ بحوالہ الاحکام السلطانیہ ج ۲ صفحہ ۲۳۳

[4] ترجمان القرآن جلد ۵۰ مارچ ۱۹۵۸ء صفحہ

اور اسے عجوبۂ روزگار کہا جا سکتا ہے۔" قرآن مجید میں حکم کے الفاظ یہ ہیں:۔

"فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ"

اس آیت میں لفظ جزاء کا ذکر ہے اور جزاء نام ہے اس بدلے کا جو کسی عمل کے مقابلے میں دیا جاتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے فعل سرقہ کی پوری جزاء قطع ید قرار دی ہے تو اب مزید کوئی سزا نہیں دی جا سکتی ورنہ کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی جو حرام ہے۔ لہٰذا قطع ید کے بعد سارق پر تاوان عائد نہ ہوگا۔[1] لائق فقہاء اور قابل احترام حنفی علماء اس حقیقت کو نظر انداز کر گئے ہیں کہ قطع ید تو ارتکاب جرم کی سزا ہے اب رہا وہ مال جو اس نے چرایا تھا اس کے ضائع اور گم ہونے کی صورت میں تاوان سزا نہیں ہے بلکہ وہ صاحب مال کا حق ہے جو اس کو واپس ملنا ہی چاہیئے، چور یا ڈاکو کے ظالمانہ قبضے سے اس کی ملکیت نہیں بن جائے گا جس کے ضائع یا گم ہونے پر تاوان کو سزا قرار دیا جائے بے شک اگر قطع ید کے ساتھ کسی رقم کا جرمانہ بھی عائد کیا جائے تو یہ قرآنی سزا پر اضافہ ہوگا لیکن سرقہ شدہ مال کی واپسی چور اور ڈاکو کے لئے سزا ہے ہی نہیں یہ تو مالک کا حق ہے جو اس کو واپس ملنا ہی چاہیئے۔ اگر یہ تاوان مال تلف ہونے اور نقصان کی صورت میں چور یا ڈاکو پر عائد نہ کیا جائے تو یہ صاحب مال کو سزا ہو جائے گی۔ جو انصاف، انسانیت اور اسلام کے قانون عدل کے تمام تقاضوں کے خلاف ہے اس لئے اگر مال مسروقہ میں کوئی کمی کر دی گئی ہے یا ضائع ہو گیا ہے یا کم دیا گیا ہے تو مجرموں سے وصول کر کے نقصان رسیدہ کو واپس کیا جائے گا تاکہ وہ گناہ، بے گناہی کی سزا سے محفوظ رہے۔ اگر ڈاکوؤں اور چوروں کے علم میں یہ بات آ جائے کہ ضیاع اور نقصان کی صورت میں مال واپس نہیں دینا ہے

[1] ترجمان القرآن مارچ ۱۹۶۸ء صـ۱۱

تو کبھی بھی کسی نقصان رسیدہ کا مال نہ مل سکے گا اور ڈاکوؤں اور چوروں کی یہ بڑی ہمت افزائی ہوگی جو عقل و انصاف کے ابتدائی تقاضوں کے بھی خلاف ہے۔ چونکہ مال کا معاملہ حقوق الناس سے متعلق ہے لہٰذا اس کی واپسی کے بغیر مجرم کی توبہ کے بھی کوئی معنی نہیں ہیں۔ اگر صاحب مال مرجائے تو اس کے وارثوں کو مال واپس کرنا ہوگا۔

محارب کی توبہ:

اگر ڈاکو گرفتاری اور قوت مقتدرہ کے قابو میں آجانے سے پہلے لوٹ مار کا سلسلہ ختم کردیں اور توبہ کریں تو قرآن کریم نے ان کے لئے "الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم"[1] کا قانون بنا کر حد کو ساقط کر دیا ہے۔

(مگر وہ لوگ جو تمہارے قابو میں آنے سے پہلے توبہ کر لیں تو جان لو کہ اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے)

لیکن سقوط حد سے انسانوں کے حقوق ساقط نہیں ہونگے جیسے قتل یا زخمی کرنا یا مال لوٹنا۔ اگر کسی کو قتل کیا ہے تو مجرم قصاص میں قتل کیا جائے گا، زخمی کا بھی قصاص لیا جائے گا۔ اگر مال موجود ہے تو واپس دلوایا جائے گا اور اگر مال ضائع ہو چکا ہے یا کر دیا گیا ہے تو اس کا تاوان صاحب مال کو دلوایا جائے گا۔

سرکار آیۃ اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی نے فرمایا ہے۔

---

[1] القرآن، المائدہ آیت ۳۴

اذا تاب المحارب قبل ان یقدر علیه سقط عنه الحد ولا یسقط عنه ما یتعلق به من الحقوق کالقصاص والمال ولو تاب بعد الظفر به لم یسقط عنه الحد کما لا یسقط غیره من الحقوق (۱)

"جب محارب گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرے تو اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے لیکن لوگوں کے حقوق مثلاً قصاص اور مال وغیرہ ساقط نہیں ہوتے اور اگر مجرم گرفتاری کے بعد توبہ کرے تو نہ حد ساقط ہوتی ہے نہ لوگوں کے حقوق"

صاحب جامع الرضوی نے فرمایا ہے:

"ہرگاہ محارب توبہ کند پیش ازاں کہ حاکم قادر شود بر او ساقط می شود حد محارب از او و ساقط نمی شود حقوق مردم مانند قتل و جرح و مال، و اگر توبہ کند بعد ازاں کہ حاکم بر او ظفر یابد ہیچ کدام از حد و قصاص و تاوان مال ساقط نمی شود از او" (۲)

متعلقہ ضروری مسائل:

اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں آگ لگا دے اور اس گھر یا سامان کو جلا دے تو اس سے گھر اور سامان کا تاوان وصول کیا جائے گا اور اس کے بعد اسے قتل کر دیا جائے گا۔ ایسا شخص "محارب بالنار" کہلاتا ہے

---

۱ مبانی تکملۃ المنہاج، ج اول ص ۳۳۱ تا ۳۳۲

۲ جامع الرضوی ج ۲ ص ۳۲۶

عن جعفر عن ابیہ عن علی علیہم السلام فی رجل اقبل بنار فأشعلها فی دار قوم فاحترقت واحترق متاعهم انه یغرم قیمة الدار وما فیها ثم یقتل (۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد امام محمد باقر علیہ السلام کی زبانی حضرت علی علیہ السلام کا فرمان بیان کیا ہے کہ:

کوئی شخص آگ بھڑکا کر لوگوں کے گھر اور ان کے سامان کو جلا دے تو اس پر گھر اور سامان کی قیمت کا تاوان عائد کیا جائے گا۔ پھر اُسے قتل کر دیا جائے گا۔"

اگر کوئی شخص جعلسازی اور دھوکہ بازی سے کسی کا مال لے کر بھاگ جائے یا اسلحہ کے بغیر زبردستی اچک لے یا بھنگ یا کوئی دوسری نشہ آور چیز پلا کر مال لے اڑے، یا کوئی فرضی اور جعلی تحریر یا دستاویز تیار کرے تو ایسے شخص کو چور اور ڈاکو کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ حاکم اپنی صوابدید کے مطابق مناسب سزا دے گا اور ان تمام صورتوں میں مال مالک کو واپس کیا جائے گا (۲)

علامہ قزوینی کے مجموعہ الفاظ یہ ہیں:-

یعزر المختلس الذی یأخذ المال سرًا من غیر حرزه و مثله المستلب الذی یاخذ المال علانیة و یهرب وکذا المحتال علی أخذ المال بأی وسیلة کانت و یرجع

---

(۱) وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص۳۳۸ من لا یحضرہ الفقیہ ج ۴ ص۱۲۰

(۲) شرح مختصر کتاب حدود شرائع الاسلام کتاب الحدود، جامع الرضوی ج ۲ ص۳۲۶ الشیعہ فی مقدمہم و اخبارهم ص۲۴۸ تحریر الوسیلہ ج ۲ ص۴۷۳

امر تعزیرهم الی نظر الحاکم و علیهم اعادته۔

"اس اچکے کو جو غیر محفوظ جگہ سے مال اڑا لیتا ہے تعزیری سزا دی جائے گی اور اسی طرح سے وہ اٹھائی گیرا جو کھلے بندوں کوئی چیز اٹھا لیتا ہے اور لے بھاگتا ہے اور اسی طرح سے وہ فراڈیئے اور حیلہ گر جو کسی بھی چال بازی سے کسی کا مال لے اڑیں، ان سب کی سزا حاکم کی صوابدید کے مطابق ہوگی، اور مال کی واپسی ان سب صورتوں میں ضروری ہے۔"

اگر کوئی شخص چوروں اور ڈاکوؤں سے اپنا دفاع کر سکتا ہو تو اسے دفاع کرنا چاہیئے لیکن دفاع میں سب سے پہلے شور مچائے، اس کے بعد ہاتھا پائی سے کام لے اگر پھر بھی کام نہ بنے تو لاٹھی استعمال کرے اس پر بھی مجرم باز نہ آئیں تو ہتھیار استعمال کرے۔ اگر چور یا ڈاکو زخمی یا قتل ہو جائیں تو اس کا کوئی قصاص اور بدلہ نہیں ہے۔ دشمن بھاگ کھڑا ہو تو اس کا پیچھا نہیں کرنا چاہیئے۔

عن جعفر الصادق عن ابیه علیهما السلام اذا دخل علیك اللص یرید أهلك و مالك فان استطعت أن تبدره و تضربه فابدره و اضربه، و قال: اللص محارب الله و رسوله فاقتله و عن ابی ایوب قال: سمعت أبا عبدالله علیه السلام یقول: من دخل علی مؤمن داره محاربًا له فدمه مباح فی تلك الحال للمؤمن[1]

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۵۴۳

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ :-

جب چور ڈاکو تمہارے گھر میں تمہارے اہل اور مال کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے آجائیں تو اگر تم تیزی کے ساتھ انہیں گھیر سکو اور مار سکو تو ایسا کرو۔ اور فرمایا : چور اور ڈاکو، اللہ و رسول کے محارب ہیں ان کو قتل کر دو۔ ابو ایوبؒ نے کہا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص کسی مومن کے گھر میں چور اور ڈاکو کی حیثیت سے داخل ہو جائے تو اس صورتحال میں مومن کے لئے اس کا خون مباح ہے۔"

علامہ قزوینی نے فرمایا ہے :-

یجوز للانسان ان یدافع عن نفسه وعن حریمه وعن ماله بقدر المستطاع ویجب فی الاولین و فی الاخیر اذا کان مضطرا الیه . وعلی المدافع ان یتبع فی دفاعه ما هو الاسهل فلو اندفع العدو بالصیاح ونحوه واجب الاقتصار علیه والا جاز له التعویل علی ید وان لم یندفع فبالعصا وان لم یکف فبالسلاح وان قتل فدمه هدر ومثله لو جرح واذا ادبر العدو العدو وجب الکف عنه (له)

" انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی جان، اپنے اہل و عیال اور اپنے مال کا بقدر

له الشیعہ فی عقائدھم واحکامھم ص ۲۵۱ تا ۲۵۰

استطاعت دفاع کرے۔ جان اور عیال کے تعلق میں تو دفاع واجب ہے ہی جبکہ مال کے لئے دفاع، حالت اضطرار میں واجب ہوگا۔ دفاع کنندہ پر لازم ہے کہ وہ دفاع میں سب سے پہلے آسان ترین ذریعہ اختیار کرے چنانچہ اگر دشمن شور وغوغا سے دفع ہو جائے تو اسی پر بس کرے ورنہ اپنے ہاتھوں کی توانائی استعمال کرے۔ اگر پھر بھی مجرم دفع نہ ہو تو لاٹھی استعمال کرے اور اس کے بعد بھی باز نہ آئے تو ہتھیار سے کام لے، اس صورت حال میں اگر مجرم دفع نہ ہو تو لاٹھی استعمال کرے اور اس کے بعد بھی باز نہ آئے تو ہتھیار سے کام لے، اس صورت حالت میں اگر مجرم قتل ہو جائے تو اس کا خون رائیگاں جائے گا اور اسی طرح زخم بھی۔ اور جب دشمن بھاگ جائے تو اس کا پیچھا نہ کیا جائے۔

حصّہ دوئم

تعزیرات

اسلام انسانی زندگی کے لئے جامع، مانع اور مکمل ضابطہ اور دستور العمل ہے۔ اسلام کے اور مرونواہی کے اتباع کا نتیجہ آخرت میں نجات اور دنیا میں ایک بے عیب معاشرہ کی تخلیق ہے اور اس لئے ضروری ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے جرم کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ اس کی مناسب سزا دی جائے کہ گناہانِ صغیرہ کے مسلسل ارتکاب سے گناہانِ کبیرہ پر جرأت ہو سکتی ہے اور معاشرہ فواحش کا شکار ہو سکتا ہے لہٰذا معاشرے کو عیوب سے محفوظ رکھنے کے لئے معمولی اور چھوٹے گناہوں پر بھی کڑی نظر رکھنے کی ضرورت اور ان پر زجر و توبیخ عقل کا تقاضا ہے۔ اسی لئے آیۃ اللہ العظمیٰ مجاہد کبیر السید ابوالقاسم الخوئی نے فرمایا ہے:۔

من فعل محرمًا أو ترك واجبًا الهيًّا عالمًا عامدًا عزره الحاكم بحسب ما يراه من المصلحة. ويثبت موجب التعزير بشهادة شاهدين والاقرار (۱)

---

(۱) مبانی تکملۃ المنہاج، ج اول ص ۳۴۶ تا ۳۴۹

"جو شخص علم کے باوجود جان بوجھ کر کسی فعل حرام کا ارتکاب کرے یا امر واجب کو ترک کر دے تو حاکم اپنی مصلحت کے مطابق تعزیری سزا دے گا۔ اور موجب تعزیر امر کا ثبوت دو گواہوں کی گواہی یا مجرم کے اقرار سے ہوتا ہے۔"

تعزیر کی سزا سے متعلق ایک حدیث:

عن حماد بن عثمان عن ابی عبد الله علیه السلام قال، قلت له کم التعزیر، فقال دون الحد۔ قال: قلت، دون ثمانین قال لا! ولکن دون اربعین فانها حد المملوک۔ قلت وکم ذاک؟ قال علی قدر ما یراه الوالی من ذنب الرجل وقوة بدنه (۱)

"حماد بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ تعزیر کتنی ہونا چاہیئے؟ آپ نے فرمایا: کم: میں نے عرض کیا: اسی سے کم؟ فرمایا! نہیں بلکہ چالیس سے کم کہ یہ غلام کی حد ہے میں نے پوچھا (چالیس سے کم) کتنی ہونا چاہیئے؟ فرمایا: حاکم مجرم کے گناہ اور اس کی جسمانی طاقت کے پیش نظر جتنی مناسب سمجھے۔"

بعض احادیث میں تعزیری سزا کی حد مقرر کی گئی ہے لیکن سرکار آیۃ اللہ العظمیٰ السید ابو القاسم الخوئی نے ان پر نقد و تبصرہ کے بعد یہی فرمایا ہے کہ حاکم کی رائے اور مصلحت کے مطابق اسکی مقدار ہونا چاہیئے جو بہر حال "حد" سے کم ہو، اس لئے ہم دیگر احادیث کو ترک کرتے ہیں

اس شخص کو جو زنا یا ہم جنسی کا چار مرتبہ سے کم اقرار کرے یعنی دو، تین بار اقرار

کرے تو اس کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کے مجرم پر حد نافذ نہیں کی جا سکتی کہ اس کا انحصار، چار گواہوں پر یا چار مرتبہ کے اقرار پر ہے لیکن چونکہ اس نے فحش کی اشاعت کی ہے اس لئے اس کو تعزیری سزا ضرور ملنا چاہیئے۔

اگر کوئی شخص کسی کنواری کا (جو اس کی زوجہ یا کنیز نہ ہو) پردۂ بکارت اپنی انگلی سے یا اسی قسم کے کسی اور ذریعے سے زائل کر دے تو مشہور قول کے مطابق اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔ لیکن اس میں اشکال ہے بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ایسے مجرم کو اسی کوڑے مارے جائیں۔ (۱)

بچوں کو تادیبی سزا پانچ یا چھ کوڑوں کی شکل میں نرمی کے ساتھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح غلام کو تادیبی سزا کے طور پر دس کوڑے تک مارے جا سکتے ہیں (۲)

اگر کوئی شراب کی حرمت سے واقف ہو شراب فروخت کرے اور اس کو کسی صورت میں بھی حلال نہ جانتا ہو تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔ اور اگر کوئی حرمت ہی سے واقف نہ ہو تو اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اسے حرمت شراب سمجھائی جائے گی تاکہ وہ اس حرکت سے باز رہے۔

اگر کوئی شخص عام اسلام کے نزدیک حرام چیزوں کو کھائے جیسے خون، مردار جانور، سؤر کا گوشت تو جبکہ وہ انہیں حلال نہ جانتا ہو اس کو تعزیری سزا دی جائے گی اور اسی طرح سود خور کو بھی تعزیری سزا دی جائے گی۔

---

(۱) مبانی تکملۃ المنہاج جلد اوّل صفحہ ۳۳۱

(۲) مبانی تکملۃ المنہاج جلد اوّل صفحہ ۳۴۰

اگر کوئی شخص کسی کی قبر کھود ڈالے اور کفن نہ چرائے تو اس کو تعزیری سزا دی جائے گی کہ بنش قبر گناہ کبیرہ ہے، اور اگر مجرم نے کفن چرایا لیکن اس کا دہنا ہاتھ موجود نہیں ہے یا دوبارہ چرایا لیکن اس کا بایاں پیر نہیں ہے تو اس سے حد ساقط ہو گی اور حاکم اپنی مصلحت کے مطابق اسے تعزیری سزا دے گا (۱)

لٹیرا یعنی جو شخص کسی کا مال کھلم کھلا لے بھاگے یا وہ اچکا جو کسی کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر یا چپکے سے مال لے اڑے یا وہ مکار جو دھوکے سے اور جھوٹی تحریروں کے ذریعے سے کسی مال پر قبضہ کر لے تو ان سب کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

جانور کے ساتھ بدفعلی:

اگر کوئی بالغ عاقل اور صاحب اختیار شخص جانور کے ساتھ بدفعلی کرے اور کسی قسم کا بھی امکان نہ ہو تو مجرم کو تعزیری سزا دی جائے گی۔ اگر اس فعل کا ارتکاب کسی بچے نے کیا ہے تو اس کے لئے تعزیری سزا نہیں ہے، ڈانٹ ڈپٹ ضرور کی جائے گی اور اگر بچہ سمجھدار ہے تو حاکم اسے جتنی مناسب سمجھے تادیبی سزا دے۔ اسی طرح مجنوں، مجبور اور وہ شخص جس کو شبہ ہو کہ یہ فعل جرم ہے یا نہیں یا یہ میرے سامنے جانور سے یا نہیں، ان کو بھی کوئی تعزیری سزا نہیں دی جائے گی۔

یہ جرم دو مرد گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے، عورتوں کی گواہی اس میں غیر مؤثر ہے، اور مجرم کے اقرار سے بھی یہ جرم ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ جانور اس کا اپنا ہو، اگر جانور اس کا اپنا نہیں ہے تو مجرم کے اقرار سے اس کے اپنے اوپر تعزیر تو جاری ہو گی لیکن

---

(۱) مبانی تکملہ منہاج جلد اول صفحہ ۳۴۲

جانور پر تمام احکام اس کے مالک کی تصدیق کے بغیر جاری نہیں ہوں گے [1]

مجاہد کبیر آیۃ اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی نے فرمایا ہے کہ:

یہ جانور حلال ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں حاکم مجرم کو مناسب تعزیری سزا دے گا۔

اقسام بہائم:

جن جانوروں سے جنسی فعل کیا جائے وہ بہرحال دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) ان کا گوشت عام طور پر کھایا جاتا ہے یا

(۲) ان سے سواری یا بار برداری کا کام لیا جاتا ہے جیسے گھوڑا، خچر، گدھا اور اونٹ وغیرہ۔ تو اگر وہ ایسا جانور ہے جس کا گوشت عام طور پر کھایا جاتا ہے اور وہ خود مجرم کا ہے تب بھی یا کسی دوسرے شخص کا ہے تو اس کی قیمت بطور تاوان ادا کرا کے اس کو ذبح کر دیا جائے گا اور اس کو جلا دیا جائے گا تاکہ وہ کسی دوسرے حلال جانور سے مشتبہ نہ ہو جائے۔ اور اگر وہ جانور ایسا ہے جس سے سواری یا بار برداری کا کام لیا جاتا ہے اور عام طور پر اس کا گوشت نہیں کھایا جاتا، تو اس کو ذبح نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ جانور کسی دوسرے کا ہے تو مجرم سے اس کی قیمت مالک کو بطور تاوان دلوا کر، اور اگر جانور مجرم کا ہے تب بھی اس جانور کو کسی دوسرے شہر میں لے جا کر بیچ دیا جائے گا۔ اب جو اس سے قیمت ملے گی اس کا کیا ہوگا تو بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ خیرات کر دی جائے گی اور بعض نے فرمایا ہے کہ تاوان لینے والے ہی کو دے دی جائے گی۔ لیکن اگر مجرم مالک تھا تو وہ قیمت اسی کو دے دی جائے گی۔

---

[1] تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۶۲۶

اور محقق حلی کے نزدیک یہ زیادہ بہتر ہے۔ [۱]

اس تعلق میں ایک حدیث:

عن سدیر بن أبی جعفر علیہ السلام فی الرجل یأتی البھیمۃ قال یجلد دون الحد ویغرم قیمۃ البھیمۃ لصاحبھا لانہ افسدھا علیہ وتذبح وتحرق ان کانت مما یؤکل لحمہ وان کانت مما یرکب ظھرھا غرم قیمتھا وجلد دون الحد واخرجھا من المدینۃ التی فعل بھا فیھا إلی بلاد اخری حیث لا تعرف فیبیعھا فیھا کی لا یعیر بھا صاحبھا (۲)

"سدیر کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اس شخص کے متعلق، جو کسی جانور سے کالا منہ کرے، فرمایا کہ:

اس کو حد سے کم سزا دی جائے گی یعنی تعزیری اور جانور کے مالک کو اس کی قیمت بطور تاوان دلوائی جائے گی۔ کہ اس نے اسے مالک کے لئے فاسد کر دیا ہے اور اگر یہ جانور ایسا ہے کہ جس کا گوشت عام طور پر کھایا جاتا ہے تو اسے ذبح کر کے جلا دیا جائے گا اور اگر وہ سواری کا جانور ہو تب بھی مالک کو اس کی قیمت بطور تاوان دلوائی جائے گی اور مجرم کو حد سے کم تعزیری سزا دی جائے گی اور جس شہر میں اس جانور سے اس فعل کا ارتکاب کیا گیا ہو وہاں سے ایسے شہر لے جا کر جہاں اسے کوئی نہ جانتا ہو بیچ دیا جائے گا تاکہ لوگ اس جانور کے مالک

---

[۱] الشیعہ فی عقائدھم و احکامھم ص ۲۳۶ تا ۲۳۹، شرائع الاسلام کتاب الحدود ص ۱۸۶

[۲] وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۵۶۵، تہذیب الاحکام ج ۱۰ ص ۶۱، فروع کافی ج ۷، ص ۲۰۲

کے خلاف طنز و مزاح کے نشتر نہ چلائیں اور اس پر نکتہ چینی نہ کریں۔"

اگر جانور کے ساتھ یہ گندہ کاری کئی بار کی جائے لیکن سزا نہ دی گئی ہو تو صرف ایک دفعہ سزا دی جائے گی اور اگر تین بار سزا دی جا چکی ہو۔ تو مجاہد کبیر آیۃ اللہ خمینی دامت ظلہ کے نزدیک چوتھی مرتبہ میں قتل کیا جائے گا۔ [1]

استمنا بالید (جلق لگانا)

جلق لگانے کی بیماری بھی جوان نسل میں عام ہے کوئی ملک اور قوم اس صحت کے لئے تباہ کن حرکت سے محفوظ نہیں ہے۔ ایسا نوجوان ذہنی عوارض اور جنسی امراض کے علاوہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بعض نفسیاتی بیماریاں تو مرتے دم تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ اس لئے اس نازیبا حرکت کو روکنے کے لئے نوجوانوں کو مناسب انداز سے اس حرکت کے ہولناک اور خطرناک انجام سے باخبر کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے حال اور مستقبل کی تباہی کے ساتھ ساتھ ملک اور قوم کو نقصان نہ پہنچائیں کیونکہ ہر فرد ملک اور قوم کا قیمتی سرمایہ ہے۔

اسلام نے اس گناہ کو قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے اور یہ فعل شنیع دو گواہوں کی گواہی یا مجرم کے اقرار سے ثابت ہو سکتا ہے۔ اس میں بھی عورتوں کی شہادت کسی حالت میں مؤثر نہیں ہے۔

سرکار آیۃ اللہ العظمیٰ مجاہد بزرگ السید ابوالقاسم الخوئی نے فرمایا ہے:

من استمنیٰ بیدہ او بغیرھا عزرہ الحاکم حسب مایراہ من الـ

---

[1] تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۲۶، شرائع الاسلام کتاب الحدود ص ۹۸۱، الشیعہ فی عقائدھم و احکامھم ص ۲۳۹

"جو شخص اپنے ہاتھ سے یا کسی اور طرح منی نکالے تو اسے حاکم اپنی صوابدید کے مطابق مناسب سزا دے گا۔" [1]

عن طلحه بن زيد عن أبي عبد الله عليه السلام أن امير المؤمنين عليه السلام أوتي برجل عبث بذكره فضرب يده حتى احمرت ثم زوجه من بيت المال [2]

"طلحہ بن زید کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص پیش کیا گیا جس نے جلق لگائی تھی آپ نے اس کے ہاتھ پر اتنا مارا کہ وہ سرخ ہو گیا پھر بیت المال کے پیسے سے اس کی شادی کر دی۔"

حضرت علی علیہ السلام کا مجرم کے ہاتھ پر مارنا تو تعزیری سزا تھی اور بیت المال سے اس کی شادی کرنا آپ کی عنایت خصوصی تھی۔ اس عنایت خصوصی کو جزا و سزا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یا اس کی اصلاح کی ایک تدبیر تھی۔ یہی کچھ محقق حلی نے افادہ فرمایا ہے [3]

جو شخص کعبہ میں جان بوجھ کر پیشاب کر دے یا پاخانہ پھر دے تو کعبہ اور حرم سے نکال کر اس کی گردن ماردی جائے گی اور جو مسجد حرام میں عمداً یہ حرکت کرے تو اس پر اذیت ناک ترین تازیانے برسائے جائیں گے [4]

عن ابي الصباح الكناني قال قلت لابي عبد الله عليه السلام ايما

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج جلد اول صفحہ ۳۳۶، تحریر الوسیلہ ج ۲ صفحہ ۴۷۶

[2] وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۵۴۳، تہذیب الاحکام ج ۱۰ صفحہ ۶۳، فروع کافی ج ۷، صفحہ ۱۲۵

[3] شرائع الاسلام کتاب الحدود صفحہ ۱۸۹ [4] مبانی تکملۃ المنہاج جلد اول صفحہ ۳۳۵

افضل الایمان او الاسلام ؟ إلی أن قال فقال الایمان ؛ قال قلت فاوجد فی ذلك ؛ قال ما تقول فیمن احدث فی المسجد الحرام متعمداً قال قلت یضرب ضرباً شدیداً قال اصبت ؛ فما تقول فیمن احدث فی الکعبة متعمداً قلت یقتل۔ قال : اصبت الا تری ان الکعبة افضل من المسجد [1]

"ابوالصباح کنانی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ایمان افضل ہے یا اسلام ؟ آپ نے فرمایا کہ ایمان افضل ہے راوی نے عرض کیا کہ مجھے پوری وضاحت کے ساتھ سمجھا دیجئے آپ نے فرمایا کہ : جو شخص مسجد حرام میں جان بوجھ کر پیشاب یا پاخانہ پھر دے اس کے متعلق تم کیا کہتے ہو ؟ میں نے عرض کیا اسے خوب اچھی طرح پیٹا جائے گا۔ آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا کیا تم نے غور نہیں کیا کہ کعبہ مسجد سے افضل ہے"

جو شخص جھوٹی گواہی دے تو حاکم اپنی مصلحت کے مطابق اس کو کوڑے لگائے گا اور اسے تشہیر کیا جائے گا تاکہ لوگ اسے پہچان لیں اور آئندہ اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے اور عوام کے سامنے کھلم کھلا اپنی تکذیب نہ کرے [2]

حرام معصوم میں اس طرح فرمایا گیا ہے :

عن سماعة قال سألته عن شهود زور ؛ فقال یجلدون

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۵۷۹ ، اصول کافی ج ۲ ص ۳۰

[2] مبانی تکملۃ المنہاج جلد اول ص ۲۴۷ تا ۲۴۷

حدّاً ليس له وقت، فذلك إلى الإمام ويطاف بهم حتى يعرفهم الناس وأما قوله تعالى: ولا تقبلوا لهم شهادة ابداً إلا الذين تابوا، قال قلت كيف تعرف توبتهم قال يكذب نفسه على رؤوس الناس حتى يضرب ويستغفر ربه فاذا فعل ذلك فقد ظهرت توبته [1]

(سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے جھوٹے گواہوں کے متعلق امامؑ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ انہیں سزا دی جائے گی جس کا تعین نہیں ہے یہ امام کی مصلحت ہے اور ان کی تشہیر کی جائے گی یہاں تک کہ لوگ انہیں پہچان لیں (اور ان کی گواہی قبول نہ کریں) اور رہا خداوند عالم کا یہ ارشاد کہ ولا تقبلوا لهم شهادة ابداً إلا الذين تابوا (اور ان کی گواہی قبول نہ کرو جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلیں) تو ان کی توبہ کیسے پہچانی جائے گی، آپؑ نے فرمایا کہ وہ عوام کے سامنے اپنی تکذیب کرے اور اپنے رب سے طلب مغفرت کرتا رہے، جب وہ ایسا کرے گا تو اس کی توبہ کا اظہار ہو جائے گا (یعنی اس کو تائب سمجھ لیا جائے گا۔)

دوسری حدیث میں اس طرح فرمایا گیا ہے:۔

شهود الزور يجلدون حدّاً ليس له وقت ذلك إلى الامام ويطاف بهم حتى يعرفوا فلا يعود وأقلت له، فان تابوا واصلحوا تقبل شهادتهم بعده؟ قال اذا تابوا تاب الله

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۵۸۴، فروع کافی ج ۷، ص ۴۳۱

عليهم وقبلت شهادتهم بعده (۱)

"امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جھوٹے گواہوں کو تعزیری طور پر تازیانے مارے جائیں گے جن کی تعداد مقرر نہیں ہے اس کا انحصار امام کی مصلحت پر ہے۔ اور ان کی تشہیر کی جائے گی۔ اس حد تک کہ وہ پہچان لیے جائیں اور پھر یہ حرکت نہ کر سکیں۔ راوی نے عرض کی کہ اگر وہ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو کیا اس کے بعد ان کی گواہی قبول کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ توبہ کریں گے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا اور اس کے بعد ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔"

اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت کے بستر میں داخل ہو جائے تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی یاد رہے کہ یہ حرکت گناہ کبیرہ ہے (۲)

جناب امیر علیہ السلام نے اس تعلق میں مجرم کو بڑی دلچسپ سزا دی ہے:۔

عن طلحة بن زيد عن جعفر عن ابيه عليهما السلام انه رفع الى امير المؤمنين عليه السلام رجل وجد تحت فراش امرأة في بيتها فقال هل رأيتم غير ذلك؟ قالوا لا. قال وانطقوا به الى مغروة فمرغوه عليها ظهراً لبطن ثم خلوا سبيله (۳)

"طلحہ بن زید سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق اور امام محمد باقر علیہما السلام نے فرمایا ہے کہ ایک شخص حضرت علی علیہ السلام کی خدمت

۱۔ فروع کافی ج ۷، صفحہ ۲۳۳، وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۵۸۵

۲۔ مبانی تکملۃ المنہاج جلد اول صفحہ ۳۴۲

۳۔ تہذیب الاحکام ج ۱۰ صفحہ ۴۸، وسائل الشیعہ ج ۱۸ صفحہ ۴۱۱

میں پیش کیا گیا جو کسی عورت کے گھر میں اس کے بستر میں داخل ہو گیا تھا۔ آپؑ نے پوچھا تم نے اس کے علاوہ بھی کچھ دیکھا ہے لوگوں نے عرض کیا نہیں! تو آپ نے فرمایا: اس کو مسند اس پر لے جاؤ اور اس پر گرا کر الٹ پلٹ کر دو یعنی اسے گندگی میں لتھیڑ دو اور پھر سے چھوڑ دو۔[1]

امیر المؤمنین علیہ السلام کا یہ فیصلہ جیسا کہ عرض کیا گیا بڑا دلچسپ اور مجرم کے لئے ذلیل کن فیصلہ ہے۔ تاہم اس جرم کی سزا اس فعل پر منحصر نہیں ہے بلکہ حاکم اپنی صوابدید کے مطابق جو مناسب سمجھے سزا دے حضرتؑ نے یہی صورت مناسب سمجھی۔

اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرنا چاہے تو اس عورت کے لئے اپنے نفس کو بچانے کی خاطر اس شخص کا قتل کرنا جائز ہے اور اس شخص کا خون رائیگاں جائیگا یعنی نہ قصاص ہوگا نہ دیت (دیہ)

عن عبد الله بن سنان سمعت أبا عبد الله عليه السلام يقول في رجل اراد امرأة على نفسها حراماً فرمته بحجر فاصابت منه مقتلاً قال ليس عليها شئ فيما بينها وبين الله عزوجل وان قدمت الى امام عادل اهدر دمه۔[2]

"عبد اللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر ایک شخص ایسی عورت سے جنسی فعل کا ارادہ کرے جو اس پر حرام ہے اور وہ عورت اس کو پتھر کھینچ مارے

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج جلد اول صفحہ ۳۴۸

[2] وسائل الشیعہ ج ۱۹ صفحہ ۴۴، فروع کافی ج ۷، صفحہ ۲۶۱

جس کے نتیجے میں وہ قتل ہو جائے تو اس عورت کی کوئی ذمہ داری نہیں
نہ دیت نہ قصاص، اور اگر وہ عورت امام عادل کے پاس لائی جائے
تو مقتول کا خون رائیگاں قرار دے گا۔[1]

اگر کوئی چور کسی کے گھر زبردستی داخل ہو جائے تو صاحب خانہ کے لئے اس سے لڑنا جائز ہے اور اگر صاحب خانہ اپنے نفس، اہل اور مال کو اس کے قتل پر موقوف سمجھتا ہے تو اس کا قتل کرنا بھی اس کے لئے جائز ہوگا اور مقتول کا خون ضائع ہو جائے گا، اور دفاع کرنے والے کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔ اور اگر صاحب خانہ اپنے گھر کے مال کے سلسلے میں چور سے نہ لڑے اور اس کو قتل نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ چور نے مال کو اکٹھا کر لیا ہو اور اگر اکٹھا نہ کیا اور اس بات کا احتمال پایا جاتا ہو کہ داخل ہونے والے کا ارادہ ظلم نہیں ہے تو صاحب خانہ کے لئے آنے والے کی مار کٹائی اور قتل کی ابتدا کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اسے حق ہے کہ وہ اس کو گھر میں داخل نہ ہونے دے (سد)

اگر کوئی شخص کسی چور کو مارے، اور وہ اس ضرب سے معطل اور بے کار ہو جائے تو مارنے والے کے لئے دوبارہ مارنا جائز نہ ہوگا اور اگر دوبارہ مارے گا تو اس کے نقصان کا ضامن ہوگا یعنی چوٹ کی حیثیت کے مطابق دیت یا قصاص عائد ہوں گے۔

اگر کوئی شخص کسی شخص کی بیوی یا کنیز یا لڑکے یا اسی طرح کے دوسرے رشتہ دار پر ظلم کرے اور جنسی فعل کرنا چاہے یا جماع کے سوا صرف بوس و کنار وغیرہ کرنا چاہے تو اس کو حق ہے کہ حملہ آور کو دفع کرے اور اگر اس سے بچنا اس کے قتل ہی پر موقوف

---

[1] مبانی تکملۃ المنہاج، جلد اول صفحہ ۳۴۹

ہو تو قتل کرنا جائز ہوگا اور مقتول کا خون رائیگاں ہوگا۔

اگر کوئی شخص دوسروں کے گھروں میں تاک جھانک لگائے تاکہ ان کے ناموس پر نظر ڈالے تو ان لوگوں کو حق ہے کہ ایسے شخص کو ڈانٹیں ڈپٹیں اور اگر اس شخص کو باز رکھنا اس کی آنکھیں پھوڑنے یا زخمی کرنے پر موقوف ہو تو ان لوگوں پر کوئی دیت نہیں ہے ہاں اگر جھانکنے والا صاحب خانہ کی عورتوں کا محرم ہو اور عورتیں برہنہ بھی نہ ہوں تو اس کو زخمی کرنا اور اس کی آنکھوں کا پھوڑنا جائز نہ ہوگا۔

اگر کوئی شخص اپنے مکان میں کسی کو قتل کر ڈالے اور یہ دعویٰ کرے کہ مارنے والے نے اس کی جان، عزت اور مال پر ظلم اور حملہ کا قصد کیا تھا لیکن مقتول کے ورثاء اس کو تسلیم نہ کریں تو قاتل پر اپنے دعوے کا اثبات لازم ہوگا، پس اگر وہ اپنے دعوے پر گواہیاں مہیا کر دے تو وہ قابل قبول ہوں گی ورنہ اس سے قصاص لیا جائے گا۔

انسان کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے نفس اور مال وغیرہ سے حملہ آور جانور کو دفع کرے تو اگر اس صورت میں وہ جانور مارا جائے بشرطیکہ اس کی موت پر ہی حفاظت موقوف ہو تو اس شخص پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر کاٹ کھائے اور وہ اپنا ہاتھ چھڑا لے اور اس کھینچا تانی میں کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں تو اس کا نہ قصاص ہوگا نہ دیت۔

اگر دو شخص آپس میں ایک دوسرے پر حملہ کر دیں تو ایک دوسرے کے نقصان کے ذمہ دار ہوں گے اور اگر ایک حملہ سے رک جائے اور دوسرا حملہ کر دے اور روکنے والے کا مقصد اپنی ذات کا دفاع ہو اور اس سے حملہ آور کو نقصان پہنچ جائے تو یہ شخص ذمہ دار نہیں ہوگا۔

اگر دو آدمی باہم ایک دوسرے کو زخمی کر دیں اور ہر شخص یہ کہے کہ اس نے اپنا دفاع کیا ہے تو اگر ان میں سے ایک حلف اٹھائے اور دوسرا نہ اٹھائے تو حلف نہ

اٹھانے والا رقم کا ضامن ہوگا یعنی قصاص یا دیت اس سے متعلق ہو جائے گی اور اگر دونوں ہی حلف اٹھائیں یا دونوں ہی حلف نہ اٹھائیں تو ان میں سے ہر ایک اپنے جرم کا ضامن ہوگا۔

الحمد للہ علی احسانہ وصلی اللہ علی محمد والہ وسلم

اس کتاب کے دوسرے حصے میں قصاص اور دیت سے گفتگو کی جائے گی۔

وما توفیقی الا باللہ

شبیہ الحسنین محمدی

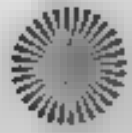

کتابیات

نام کتاب	مصنف	طابع
۱۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ	اسد حیدر	مکتبہ تعمیر ادب لاہور
۲۔ تحریر الوسیلہ	روح اللہ الخمینی	نجف ۱۳۸۷ھ
۳۔ تصانیف احمدیہ	سرسید احمد خان	علی گڑھ ۱۸۸۴ء
۴۔ تفسیر ابن کثیر	[دمشقی] ابو الفداء اسماعیل م ۷۷۴ھ	احیاء الکتب العربیہ مصر
۵۔ تفسیر انوار التنزیل	بیضاوی عبداللہ بن عمر م ۷۹۱ھ	مصطفی البابی مصر ۱۳۸۸
۶۔ تفسیر البرہان	بحرینی، ہاشم بن سلیمان م ۱۱۰۷ھ	ایران
۷۔ تفسیر ترجمان القرآن	آزاد، ابوالکلام	لاہور
۸۔ تفسیر تفہیم القرآن	مودودی، سید ابوالاعلیٰ	تعمیر انسانیت لاہور
۹۔ تفسیر الخازن	علاؤالدین علی بن محمد م ۷۲۵ھ	مصطفی البابی مصر ۱۳۷۵ھ
۱۰۔ تفسیر درمنثور	سیوطی، جلال الدین م ۹۱۱ھ	محمد امین بیروت
۱۱۔ تفسیر روح المعانی	آلوسی، سید محمود	انتشارات جہان طہران
۱۲۔ تفسیر صافی	کاشانی، ملا محسن فیض	دار الکتب الاسلامیہ طہران ۱۳۹۳ھ
۱۳۔ تفسیر ضیاء القرآن	پیر سید محمد کرم شاہ	
۱۴۔ تفسیر کشاف	زمخشری، جاراللہ محمود بن عمر م ۵۳۸ھ	مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۶۷ھ
۱۵۔ تفسیر مجمع البیان	طبرسی، ابو علی فضل بن حسن	احیاء التراث العربیہ بیروت ۱۳۷۹ھ
۱۶۔ تفسیر مظہری	پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ	اشاعت العلوم حیدر آباد
۱۷۔ تفسیر معالم التنزیل	بغوی، ابو محمد حسین بن مسعود	مصطفی البابی الحلبی مصر

۱۸۔ تفسیر منہج الصادقین	کاشانی، فتح اللہ		دار الکتب الاسلامیہ طہران
۱۹۔ تفسیر المیزان	طباطبائی، محمد حسین		
۲۰۔ تفسیر نور الثقلین	حویزی، عبد علی بن جمعۃ	م ۱۱۱۲ھ	دار الکتب العلمیہ قم
۲۱۔ توضیح المسائل	الخوئی، سید ابو القاسم		جامعہ تعلیمات اسلامی کراچی
۲۲۔ تہذیب الاحکام	طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن		دار الکتب الاسلامیہ طہران
۲۳۔ جامع الاخبار	ابن بابویہ، ابو جعفر قمی		حیدریہ نجف
۲۴۔ جواہر الکلام	شیخ محمد حسن نجفی		تہران ۱۴۰۰ھ
۲۵۔ الحجاب فی الاسلام			قم
۲۶۔ خصال الصدوق	محمد بن بابویہ قمی		ایران
۲۷۔ الزواج المؤقت	علامہ نقی الحکیم		
۲۸۔ سن اینڈ سائنس	ڈائی سن کارٹر		
۲۹۔ سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید	م ۲۷۳ھ	لاہور
۳۰۔ سنن ابی داؤد	ابو داؤد		کراچی
۳۱۔ شرائع الاسلام	محقق حلی، جعفر بن الحسن	م ۶۷۶ھ	نجف
۳۲۔ شرح لمعہ	شہید ثانی، زین الدین		نجف
۳۳۔ الشیعۃ فی تحدیدہم واحکامہم	امیر محمد کاظمی		کویت
۳۴۔ صحیح بخاری (مترجم)	محمد بن اسماعیل	م ۲۵۶ھ	کراچی
۳۵۔ صحیح مسلم (مترجم)	نیشاپوری، مسلم بن الحجاج	م ۲۶۱ھ	کراچی
۳۶۔ الغدیر	الامینی، عبد الحسین		
۳۷۔ فتح الباری	عسقلانی، ابن حجر	م ۸۵۲ھ	خیریہ مصر ۱۳۲۵ھ

۴۸۔ فروع کافی	کلینی، محمد بن یعقوب م ۳۲۹ھ		دارالکتب الاسلامیہ طہران ۱۳۸۸ھ
۴۹۔ الفقہ	شیرازی، سید محمد حسینی		قم
۵۰۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ	عباسی، منظور احسن		لاہور ۱۹۷۷ء
۵۱۔ فلسفۃ التشریع فی الاسلام	ڈاکٹر صبحی محمصانی		بیروت
۵۲۔ کتاب الوافی	کاشانی، ملا محسن		دارالکتب الاسلامیہ طہران
۵۳۔ مبانی تکملۃ المنہاج	الخوئی، سید ابوالقاسم		
۵۴۔ مجمع البحرین	طریحی، فخر الدین		کتاب فروشی مصطفوی قم ۱۳۸۸ھ
۵۵۔ المختصر النافع	حلی، جعفر بن حسین		" " " "
۵۶۔ مشکوۃ المصابیح	تبریزی، محمد بن عبداللہ		نور محمد کراچی
۵۷۔ معارف النعمات	شاکر، نواب علی		لاہور
۵۸۔ المکاسب	انصاری، شیخ مرتضیٰ		ایران
۵۹۔ مناقب سلطانی	سلطان حامد بن شیخ		لاہور ۱۳۴۵ھ
۶۰۔ منسوخ القرآن	رحمۃ اللہ طارق		ملتان ۱۹۷۳ء
۶۱۔ من لایحضرہ الفقیہ	ابن بابویہ، ابوجعفر م ۳۸۱ھ		دارالکتب الاسلامیہ طہران
۶۲۔ نیل المرام	نواب صدیق حسن خاں		لکھنؤ
۶۳۔ وسائل الشیعہ	الحر العاملی م ۱۱۰۴ھ		بیروت ۱۴۰۱ھ
۶۴۔ انچہ باید از اسلام بدانیم			
۶۵ جامع الرضوی	ترجمہ شرائع الاسلام		
۶۶۔ تفسیر کبیر	علامہ فخر الدین رازی		
۶۷۔ تفسیر القرآن	علامہ شبیر احمد عثمانی		

۵۸۔ نہج البلاغہ (ترجمہ) علامہ مرزا یوسف حسین
۵۹۔ " طبع بیروت
۶۰۔ اصول کافی علامہ یعقوب کلینی

قابل مطالعہ کتب

الامام الصادق	
والمذاہب الاربعہ	۲۵/-
ہمارے اقتصادیات	۲۰/-
جعفری تحفۃ العوام مترجم	۴۵/-

ملنے کا پتہ

سلطان المدارس	علی مراد خیرپور سندھ
مکتبہ عمرانیہ	نیو شالیمار ٹاؤن ۔ لاہور
حق برادرز	۳۱ ر انارکلی لاہور
زیدی بک ڈپو	اندرون موچی گیٹ ، لاہور
افتخار بک ڈپو	اسلام پورہ ، لاہور
جعفریہ کتبخانہ	اندرون کربلا گامے شاہ لاہور
محفوظ بک ایجنسی	مارٹن روڈ کراچی
حسن علی بک ڈپو	بمبئی بازار نزد حویلی شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی
انصار بک ڈپو	پھاٹک شاہ امام بارگاہ کربلا کراچی
مہران بک اسٹال	خیرپور